بسم الله الرحمن الرحيم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

علمائے ٹونک کی دینی و علمی خدمات

کا تحقیقی مطالعہ

محقق

ساجد حسن خان

اسسٹنٹ پروفیسر
گورنمنٹ ڈگری کالج لطیف آباد حیدر آباد

زیر نگرانی

پروفیسر ڈاکٹر محمد حاجن شیخ

شعبہ تقابل ادیان و ثقافتِ اسلامیہ

سندھ یونیورسٹی (جامشورو)

۲۰۰۳ء

CERTIFICATE

Certified that Mr. Sajid Hasan Khan S/o Molana Saad Hasan Khan has carried out research on the topic "THE RELIGIOUS & ACADEMIC SERVICES OF TONK ULEMAS. (A RESEARCH STUDY)" under my supervision.

That his work is origional & distinct & his dissertaion is worthy of presentation of the University of Sindh for award of the Ph.D. degree in Islamic culture.

Professor Dr. Muhammad Hajan Shaikh
Guide/Supervisor

انتساب

دنیائے علم و تحقیق کی عظیم شخصیت اور میرے والد محترم

جناب مولانا سعد حسن خان ٹونکی

(گولڈ مڈلسٹ، سندھ یونیورسٹی)

اور

تمام قابل فخر و احترام اور مشفق و مہربان اساتذہ

کے نام

جن کی تعلیم و تربیت اور دعاؤں کے نتیجے میں احقر یہ مقالہ مرتب کرنے کے لائق ہوا۔

مقالہ نگار

ساجد حسن خان

علمائے ٹونک کی دینی و علمی خدمات کا تحقیقی مطالعہ

خلاصہ برائے مقالہ پی ایچ ڈی

مقالہ نگار

ساجد حسن خان

اسسٹنٹ پروفیسر

گورنمنٹ ڈگری کالج لطیف آباد حیدر آباد

زیر نگرانی

پروفیسر ڈاکٹر محمد حاجن شیخ

شعبہ تقابل ادیان و ثقافت اسلامیہ

سندھ یونیورسٹی جامشورہ

۲۰۰۳ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اظہارِ تشکر

میں سب سے پہلے اپنے اللہ تبارک وتعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہوں کہ جس نے محض اپنے فضل وکرم سے احقر کو یہ مقالہ تحریر کرنے کی توفیق عطا فرمائی۔ حقیقت یہ ہے کہ تاریخی تحقیق ایک دقت طلب اور صبر آزما کام ہے۔ اور خاص طور پر اپنے عنوان کے اعتبار سے مرتب شدہ مقالے کے لیے مواد کا دستیاب ہونا اور اس کو ترتیب دینا ایک نہایت دقیق کام تھا۔ اس حوالے سے میں اپنے گائڈ محترم پروفیسر ڈاکٹر محمد حاجن شیخ صاحب کا شکر گزار ہوں جنہوں نے اپنے بے پناہ علمی وتبلیغی مصروفیات کے باوجود احقر کی رہنمائی اور معاونت فرمائی۔ جس کی وجہ سے یہ کام آسان ہوا۔

میں ڈین فیکلٹی آف اسلامک اسٹڈیز محترمہ پروفیسر ڈاکٹر ممتاز بھٹو صاحبہ کا تہہ دل سے مشکور و ممنون ہوں جنہوں نے اپنی مصروفیات کے باوجود احقر کی کئی حوالوں سے رہنمائی فرمائی۔ اور ساتھ ہی میں محترم ثناء اللہ بھٹو صاحب چیئر مین شعبہ تقابل ادیان وثقافت اسلامیہ کا بھی شکر گزار ہوں کہ جنہوں نے میرے اس مقالہ کو پیش کرنے میں معاونت فرمائی۔ علاوہ ازیں میں محترم ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان صاحب، ڈاکٹر عبدالواحد ہالیپوٹہ صاحب (مرحوم)، مولانا غلام مصطفیٰ قاسمی صاحب، ڈاکٹر ابوالفتح صغیر الدین صاحب (مرحوم)، ڈاکٹر احمد اقبال صاحب اور پروفیسر محمد سعید صاحب سابقہ چیئر مین شعبہ تقابل ادیان وثقافت اسلامیہ کا بھی خصوصی طور پر ممنون ومشکور ہوں کہ جنہوں نے میری کئی حوالوں سے رہنمائی فرمائی۔ آخر میں دعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ اس مقالہ کو شرف قبولیت عطا فرمائے اور اسے احقر کے لیے ذخیرہ آخرت اور قارئین کے لیے مفید بنائے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

''علمائے ٹونک کی دینی و علمی خدمات کا تحقیقی مطالعہ''

مقالے کی اہمیت وافادیت

ٹونک ہندوستان کے صوبہ راجستھان کے ایک ضلع کا نام ہے، یہ شہر جے پور سے تقریباً پچاس کلو میٹر دور جنوب میں اور شہر اجمیر سے تقریباً ستر کلو میٹر دور مشرق میں واقع ہے۔ تقسیم سے قبل راجستھان کی بائیس ریاستوں میں یہ ایک واحد مسلم ریاست تھی جو بظاہر ایک چھوٹی سی دور افتادہ اور نو قائم شدہ ریاست تھی لیکن اپنی معاشرت و رسوم، تہذیب و تمدن کے اعتبار سے دہلی اور لکھنؤ کی بہت سی خصوصیات کی حامل تھی۔ اس سرزمین کی سب سے نمایاں اور بڑی خصوصیت شریعت اسلامیہ اور علوم اسلامیہ سے محبت تھی۔ تمام مسلم ریاستوں میں سے ریاست ٹونک کو یہ امتیاز حاصل تھا کہ یہاں محکمہ عدالت شرعیہ قائم تھا جس میں مقدمات شرعی قانون کے مطابق فیصلے ہوتے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ یہ راجستھان کی ایک وہ ریاست تھی جس میں ہمیشہ سے علماء وفضلاء کثرت سے موجود رہے اور علوم اسلامیہ کے مختلف شعبوں میں اپنی خدمات انجام دیتے رہے۔

۱۸۱۷ء میں اس منفرد مسلم ریاست کا قیام عمل میں آیا تھا۔ اس کے بانی امیر الدولہ نواب امیر خاں کی حیثیت حکمران ریاست ہونے سے قبل جنگ آزادی کے اولوالعزم مجاہد کی تھی۔ سلطان ٹیپو کے بعد ''ہندوستان ہندوستانیوں کے لیے ہے'' کا نعرہ سب سے پہلے جس نے بلند کیا وہ نواب امیر خاں، بانی ریاست ٹونک ہی تھے۔ ان کی زندگی کا بیشتر حصہ اگر چہ جنگ وجدل حرب وضرب میں گزرا لیکن اس کے باوجود بڑے باذوق اور علم وفن و شعر وسخن سے دلچسپی رکھنے والے اور علماء وفضلاء سے قربت رکھنے والے حکمراں تھے۔ یہی وجہ تھی کہ بہادران صف شکن اور شجاعان تیغ زن کے ساتھ ساتھ ان کے لشکر میں علماء وصلحاء کی بھی ایک بہت بڑی جماعت برابر ساتھ رہتی تھی۔ جن کی مذہبی اور علمی وادبی وجاہت سے پورا لشکر متاثر تھا۔ چنانچہ قیام ریاست کے بعد نواب امیر خاں نے جہاں ایک طرف اس خداداد اسلامی ریاست کو سنوارا اور مستحکم کیا وہیں دوسری طرف اصحاب علم وفن اور علماء دین کی قدردانی اور

آبادکاری کی جانب بھی توجہ کی۔ جس کی وجہ سے ٹونک ابتدا ہی سے ارباب علم و دانش اور علماء دین کا مرجع وماویٰ بن گیا۔

چنانچہ بہت سوں کو والیان ریاست نے ٹونک آنے کی دعوت دی اور بعض والیان ریاست کی علم پروری، ادب نوازی اور علماء وصلحاء کی قدردانی کو دیکھ کر اس ریاست کی طرف دوڑے چلے آئے۔

اس طرح بڑے بڑے علماء وفضلاء نے آ کر اس بستی کو علم وعمل اور علم وحکمت کا چمنستان بنا دیا۔ جس کی وجہ سے یہ ریاست ایک تاریخی حیثیت اختیار کر گئی۔ بعد ازاں اس ریاست کی سرزمین نے ہر شعبہ ہائے زندگی میں نامور شخصیات کو جنم دیا۔ جنہوں نے اپنی زندگیاں اشاعت علم اور اشاعت اسلام کے لیے وقف کی ہیں۔ دین اسلام کے ہر شعبہ علم کے ایک سے بڑھ کر ایک عالم پیدا ہوئے ہیں۔ علم تفسیر ہو کہ علم حدیث یا علم فقہ، ہر ایک شعبہ علم کے علماء بکثرت نظر آتے ہیں۔ اس موقع پر میں برصغیر کے عظیم محقق مولانا ابوالحسن علی ندوی کا ایک قول پیش کرنا چاہتا ہوں جو انہوں نے مولانا محمود حسن ٹونکی (المتوفی ۱۹۴۸ء) کی ایک تصنیف کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ جو کام مغرب میں اکیڈمیاں کرتی ہیں وہ یہاں (یعنی ٹونک میں) ایک آدمی کر لیتا ہے۔ اور حقیقت بھی یہی ہے کہ علامہ محمود حسن صاحب ٹونکی کی جلیل القدر کتاب معجم المصنفین (عربی) اس تعریف کی صحیح مصداق ہے جو ساٹھ جلدوں میں ہے جس میں چالیس ہزار مصنفوں کا ذکر ہے۔ صفحات کی مجموعی تعداد بیس ہزار ہے۔ اس کے چار اجزاء بیروت سے طبع ہو چکے ہیں جو مختلف مقامات پر موجود ہیں اور تین سال پیشتر ہی اس کے اردو تراجم بھی ٹونک سے شائع ہونا شروع ہو چکے ہیں جو راقم کے پاس موجود ہیں۔

راقم کی غرض اس ایک مثال سے علماء ٹونک کی عظمت بیان کرنا ہے لیکن افسوس یہ ہے کہ ان علماء کے کام کو اب تک پوری طرح سے منظر عام پر لایا نہیں جا سکا تھا۔ راقم الحروف کہ جس کے اجداد کا تعلق بھی خوش قسمتی سے اسی اسلامی ریاست ٹونک سے ہے۔ کوشش کی ہے کہ ان گمنامی میں پڑے ہوئے علماء کی دینی وعلمی خدمات کو اجاگر کیا جائے تاکہ علوم اسلامیہ اور علم وادب میں ان کی گراں قدر خدمات سے فائدہ اٹھایا جا سکے اور آنے والی نسلوں کو آگاہ کیا جا سکے۔ اسی نقطہ نظر سے راقم نے یہ مقالہ جو ''**علمائے ٹونک کی دینی وعلمی خدمات کا تحقیقی مطالعہ**'' کے عنوان سے ہے رقم کیا ہے۔

خلاصہ

ہم نے اس مقالہ کو سات ابواب میں تقسیم کیا ہے۔

باب اوّل

پہلا باب تاریخ ٹونک پر مشتمل ہے جیسا کہ ہم سب جانتے ہیں کہ کسی بھی علاقے یا خطے کے لوگوں کے اوصاف اور کارناموں کو جاننے کے لیے اس علاقے کے تاریخی پس منظر کو جاننا بے حد ضروری ہے۔ علاقے کا محل وقوع اس کا ماحول اس کی معاشرت اور اس کا تہذیب وتمدن اور اس کے حکمرانوں کے بارے میں معلومات نہایت اہمیت کی حامل ہوتی ہیں۔ راقم الحروف نے اسی اہمیت کے پیش نظر اپنے مقالے کا پہلا باب مرتب کیا ہے، یہ باب دو فصلوں پر مشتمل ہے۔

فصل اوّل

فصل اوّل مندرجہ ذیل عنوانات پر مشتمل ہے......

(۱) ٹونک ایک نظر میں

(۲) والیان ریاست

(۳) ٹونک کی وجہ تسمیہ اور محل وقوع

(۴) ٹونک شہر کی تاریخ

(۵) بولی جانے والی بولیاں

(۶) ٹونک کا تہذیبی اور معاشی پس منظر

فصل دوم

فصل دوم میں بانی ریاست اور دیگر حاکمین ریاست کا سلسلہ نسب، حالات زندگی اور ان کی علمی و دینی خدمات کا تذکرہ پیش کیا ہے۔ اس حوالے سے مندرجہ ذیل عنوانات رکھے گئے ہیں......

(۱) بانی ریاست نواب امیر محمد خان کے حالات زندگی اور ان کی خدمات۔

(۲) نواب محمد وزیر خاں بہادر نصرت کے حالات زندگی اور ان کی خدمات۔

(۳) نواب محمد علی خاں بہادر نصرت جنگ کے حالات زندگی اور ان کی خدمات۔

(۴) نواب حافظ ابراہیم علی خاں بہادر صولت جنگ کے حالات زندگی اور ان کی خدمات۔

(۵) نواب حافظ مولوی سر سعادت علی خاں بہادر کے حالات زندگی اور ان کی خدمات۔

(۶) نواب محمد فاروق علی خاں بہادر صولت جنگ کے حالات زندگی اور ان کی خدمات۔

(۷) نواب محمد اسماعیل علی خاں بہادر صولت جنگ کے حالات زندگی اور ان کی خدمات۔

باب دوم

باب دوم میں راقم نے ٹونک کے مدارس اور مدارس کے بانیان کی علمی و دینی خدمات کو اجاگر کیا ہے۔ یہ باب دو فصلوں پر مشتمل ہے۔

فصل اوّل

فصل اوّل میں سب سے پہلے ٹونک کے ابتدائی علمی حالات کو پیش کیا ہے۔ اور پھر مدارس کے بانیان کے حالات زندگی اور ان کی علمی خدمات کو اجاگر کیا ہے چنانچہ اس حوالے سے مندرجہ ذیل عنوانات رکھے گئے ہیں......

(۱) **مولانا خلیل الرحمٰن رامپوری ثم ٹونکی**

کے حالات زندگی اور ان کی علمی و دینی خدمات

(۲) **مولانا سید حیدر علی ٹونکی**

کے حالات زندگی اور ان کی علمی و دینی خدمات

(۳) **مولانا حکیم برکات احمد ٹونکی**

کے حالات زندگی اور ان کی علمی و دینی خدمات

(۴) **مولانا محمد صاحب مفتی ٹونکی**

کے حالات زندگی اور ان کی علمی و دینی خدمات

(۵) **مولانا حیدر حسن ٹونکی**

کے حالات زندگی اور ان کی علمی و دینی خدمات

فصل دوم

فصل دوم میں راقم نے ریاست ٹونک کے تمام مدارس کی تاریخ اور دیگر تفصیلات کو پیش کیا ہے اور ساتھ ہی ان کی دینی و علمی خدمات کو اجاگر کیا ہے، اس فصل کے عنوانات حسب ذیل رکھے گئے ہیں ......

(۱) ریاست ٹونک کے ابتدائی علمی حالات

(۲) مدرسہ خلیلیہ کی دینی و علمی خدمات

(۳) مدرسہ ناصریہ کی دینی وعلمی خدمات

(۴) مدرسہ فرقانیہ کی دینی وعلمی خدمات

(۵) مدرسہ امیریہ کی دینی وعلمی خدمات

(۶) دیگر مدارس کی دینی وعلمی خدمات

باب سوم

اس باب میں علمائے ٹونک کی ان علمی خدمات کو اجاگر کیا گیا ہے جو مختلف نوابین کے ادوار میں انجام دی گئیں اس باب میں ایسے تمام علماء کی سوانح وسیرت اور ان کی علمی خدمات کو شمار کرا کے ان پر تفصیلی روشنی ڈالی گئی ہے۔

باب چہارم

اس باب میں ریاست ٹونک کے کتب خانوں کی تفصیلات پیش کی گئی ہیں، ان کی تاریخی حیثیت پر تفصیلی معلومات فراہم کی گئی ہیں اور ان کی اہمیت اور افادیت کو اجاگر کیا گیا ہے۔ یہ باب دو فصلوں پر مشتمل ہے۔

فصل اوّل

فصل اوّل میں ریاست ٹونک کے ان کتب خانوں کی تفصیل پیش کی گئی ہے جو نوابین حکمرانوں کے کتب خانے تھے۔ جو **ریاستی کتب خانے** کہلائے۔ اس فصل میں ان کتب خانوں کی تاریخی حیثیت، اہمیت اور افادیت کو اجاگر کیا گیا ہے۔

فصل دوم

فصل دوم میں ریاست کے ان کتب خانوں کی تفصیلات پیش کی ہیں جو علمائے ٹونک کے ذاتی کتب خانے تھے جو **علماء کے کتب خانے** کہلائے۔ اس فصل میں ایسے تمام کتب خانوں کو شمار کرایا گیا ہے اور ان کی تفصیلات پیش کر کے ان کی اہمیت اور افادیت کو اجاگر کیا گیا ہے۔

باب پنجم

باب پنجم ریاست ٹونک کے کتب خانوں کے نادر مخطوطات کی تفصیلات اور تشریحات پر مشتمل ہے، اس باب میں راقم نے ٹونک کے کتب خانوں میں موجود نادر مخطوطات پر معلومات فراہم کی گئی ہیں، یہ باب تین فصلوں پر مشتمل ہے۔

فصل اوّل

فصل اول میں راقم نے ریاست ٹونک کے کتب خانوں میں موجود قدیم اور نادر قرآن مجید کے نسخوں کو شمار کرایا ہے اور ساتھ ہی تجوید، وقف القرآن، قراۃ، رسم القرآن، لغات القرآن کے نادر مخطوطات کی شمار کرا کے ان کی تفصیلات پیش کی ہیں۔

فصل دوم

فصل دوم میں ریاست کے کتب خانوں میں موجود تفسیر قرآن کے نادر مخطوطات کی تفصیلات پیش کی گئی ہیں۔

فصل سوم

فصل سوم میں راقم نے ریاست کے کتب خانوں میں موجود ان نادر مخطوطات کی تفصیلات کو پیش

کیا ہے جوفن تاریخ سے متعلق ہیں یہ نہایت اہم اور نادر مخطوطات ہیں جن میں سے بیشتر ایسے نسخے ہیں جو دنیا کے کسی اور کتب خانے میں موجود نہیں۔ (راقم نے ان نوادرات ومخطوطات کا بذات خود مطالعہ کیا ہے)

باب ششم

باب ششم میں ریاست ٹونک کے علمائے کرام کی علوم اسلامیہ میں خدمات کو اجاگر کیا گیا ہے، یہ باب پانچ فصلوں پر مشتمل ہے۔

فصل اوّل

فصل اول میں **علم فقہ** پر علمائے ٹونک کی علمی خدمات کو پیش کیا گیا ہے۔

فصل دوم

فصل دوم میں علمائے ٹونک کی **فن سیرت** پر بیش بہا خدمات کو اجاگر کیا گیا ہے۔

فصل سوم

فصل سوم میں علمائے ٹونک کی ان خدمات کو اجاگر کیا گیا ہے جو حفظ قران اور فن تجوید وقراءت کے شعبہ میں انجام دی گئی ہیں۔

فصل چہارم

فصل چہارم میں راقم الحروف نے علمائے ٹونک کی ان خدمات کو پیش کیا ہے جوانہوں نے فارسی زبان اور اردو ادب کی ترویج کے میدان میں انجام دیں۔

فصل پنجم

یہ ایک دلچسپ حقیقت ہے کہ جہاں ریاست ٹونک کے نوابین اور مسلم حضرات نے مختلف علوم کی ترویج میں خدمات انجام دی ہیں وہاں ٹونک کے غیر مسلم اہل علم حضرات نے بھی نوابین کے زیر اثر رہ کر اور علمائے ٹونک سے متاثر ہوکر ان سے استفادہ کیا اور پھر مختلف علوم کی ترویج میں اپنی خدمات بھی پیش کیں، چنانچہ ان کی اہمیت کے پیش کے نظر راقم نے اس فصل پنجم میں ایسے ہی غیر مسلم حضرات کی مختلف علوم کی ترویج میں خدمات کو شمار کرا کے ان کو اجاگر کیا ہے۔

باب ہفتم

یہ باب دو فصلوں پر مشتمل ہے۔

فصل اوّل

اس فصل میں ٹونک کے علماء کی ان خدمات اور کاوشوں کو اجاگر کیا گیا ہے جو انہوں نے تحریک آزادی کے حوالے سے انجام دی ہیں۔

فصل دوم

اس فصل میں اہلیان ٹونک کی ان خدمات پر روشنی ڈالی گئی ہے جو قیام پاکستان سے قبل اور قیام پاکستان کے بعد پاکستان کے مختلف شہروں میں خصوصاً سندھ میں انجام دی ہیں۔

کتابیات:

تحقیق کا طریقۂ کار

راقم کے مقالہ کا عنوان ایک ایسے علاقہ کے علماء کی خدمات کے جائزہ سے تھا جو یہاں سے کوسوں دور تھی۔ لہٰذا سب سے بڑی مشکل اسی دور افتادہ علاقہ کے علماء کے بارے میں مواد اکٹھا کرنا تھا۔ راقم نے سب سے پہلے مندرجہ ذیل لائبریریز میں جاکر مواد جمع کیا......

۱...... پنجاب یونیورسٹی، لاہور (شیرانی کلیکشن)

۲...... سندھ یونیورسٹی، جامشورہ

۳...... کراچی یونیورسٹی، کراچی

۴...... کتب خانہ ڈاکٹر محمود احمد برکاتی، کراچی

۵...... کتب خانہ مجلس احباب ٹونک

۶...... مختلف ذاتی کتب خانے اہلیان ٹونک (کراچی، حیدرآباد، میرپورخاص)

۷...... ذخیرہ کتب مولانا سعد حسن ٹونکی۔ (حیدرآباد سندھ)

بعد ازاں مختلف اسکالرز جن کا تعلق ریاست ٹونک سے رہا ہے۔ ذاتی ملاقاتیں کیں اور معلومات اور رہنمائی حاصل کی گئی۔ جن میں درج ذیل حضرات قابل ذکر ہیں......

(۱)...... پروفیسر ڈاکٹر مظہر محمود شیرانی = جو حافظ محمود شیرانی ٹونکی کے پوتے اور معروف شخصیت اختر شیرانی کے صاحبزادے ہیں، جن کا ٹونک پر وسیع مطالعہ ہے۔ (الحمد للہ موصوف بقید حیات ہیں اور پنجاب کے شہر شیخوپورہ کے کالج میں پروفیسر رہ چکے ہیں، اور شیخوپورہ ہی میں قیام ہے)

(۲)...... جناب ڈاکٹر حافظ محمود احمد برکاتی = جن کو حال ہی میں ہمدرد یونیورسٹی کی جانب سے صدرِ مملکت نے اعزازی ڈگری بھی عطا کی گئی ہے۔

(۳)......محترم پروفیسر ڈاکٹر یونس حسنی، کراچی یونیورسٹی۔

(۴)...... پروفیسر عنایت علی خان۔

(۵)......اور بہت سے حضرات گرامی جن کا کے تعلق کسی بھی حوالے سے ریاست ٹونک سے رہا۔

ان تمام ذرائع کو استعمال کرنے کے باوجود بھی چونکہ تحقیق میں تشنگی تھی لہٰذا راقم نے اس بات کی کوشش کی کہ سرزمین ٹونک جاکر بھی حقائق کو حاصل کیا جائے اور تحقیق کا حق ادا کیا جائے۔ لہٰذا راقم نے ٹونک جاکر اس مقالہ کے لیے مواد حاصل کیا اور وہاں مختلف کتب خانوں، مدارس اور اسکالرز سے ملاقاتیں کر کے مواد حاصل کیا۔ راقم نے ٹونک میں موجود، راجستھان کے سب سے بڑے تحقیقی ادارے Molana Abul Kalam Azad Arabic & Persion reserch Institute Tonk میں چند ماہ قیام کیا۔ یہ تحقیقی ادارہ راقم کے لیے بڑا مفید رہا جہاں دنیا بھر کے اسکالرز جمع ہوتے ہیں اور تحقیقی کام انجام دے رہے ہیں۔ یہاں پر موجود مختلف کتب کا مطالعہ کیا گیا، تاریخی مکتوبات اور نادر مخطوطات سے استفادہ کیا گیا۔ اس حوالے سے میں اس Reserch Institute کے ڈائریکٹر جناب صاحبزادہ شوکت علی کا بے حد مشکور رہوں گا جنہوں نے ہر موقعہ پر مجھے تمام ممکنہ سہولیات بہم پہنچائیں۔ ٹونک پہنچ کر راقم نے یہ محسوس کیا کہ حقیقت یہ ہے کہ کسی علاقہ کے لوگوں کی خدمات کو اجاگر کرنے کے لیے سرزمین پر جانا نہایت ضروری ہے۔

نتائج وثمرات

راقم الحروف کے اس مقالہ **''علمائے ٹونک کی دینی وعلمی خدمات''** مرقوم ہونے سے بہت سے حقائق ونتائج سامنے آئے ہیں......

(۱)...... راقم نے ایسے تمام علمائے ٹونک کی سیرت وکردار اور ان کی علمی خدمات کو اجاگر کیا ہے جو اب تک گمنامی میں تھے۔ لہٰذا آنے والی نسلوں کو ان کی سیرت وکردار سے آگاہی ہوگی جن سے یقیناً استفادہ کیا جا سکے گا۔

(۲)...... علمائے ٹونک نے علوم اسلامیہ کے ہر شعبہ میں اپنی علمی خدمات پیش کی ہیں جو اب تک منظر عام پر نہیں لائی سکی تھیں، راقم نے ان تمام خدمات کو اجاگر کیا ہے، جس سے اہل علم حضرات انشاء اللہ فائدہ اٹھا سکیں گے۔

(۳)...... راقم نے ٹونک کے مختلف کتب خانوں میں موجود ایسے نادر مخطوطات کی بھی نشاندہی کی ہے جو اب تک گمنامی میں تھے اور ساتھ ہی ان کی تشریحات پیش کی ہیں جو یقیناً اہل علم کے لیے رہنمائی اور آگاہی کا کام دیں گے۔

(۴) راقم کو یہ اعتراف ہے کہ علمائے ٹونک کی دینی وعلمی خدمات کے سلسلہ میں یہ تحقیقی کام حرف آخر نہیں ہے ابھی بہت سے گوشے ایسے نکل سکتے ہیں جس پر کام کی گنجائش ہے، راقم نے ان گوشوں کو آئندہ کے محققین کے لیے چھوڑ دیا ہے۔ امید ہے کہ میرا یہ مقالہ آئندہ کے محققین کے لیے رہنمائی کا کام انجام دے گا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب اوّل

تاریخ ٹونک

صفحہ نمبر	فہرست عنوانات	نمبر شمار

فصل اوّل

(۱) ٹونک ایک نظر میں ۱

(۲) والیان ریاست ۲

(۳) ٹونک کی وجہ تسمیہ اور محل وقوع ۳

(۴) ٹونک شہر کی تاریخ ۳

(۵) ٹونک کا تہذیبی اور معاشی پس منظر ۴

(۶) بولی جانے والی بولیاں ۵

(۷) بانی ریاست نواب امیر محمد خان کے حالات زندگی اوران کی خدمات ۶

فصل دوم

(۱) نواب محمد وزیر خاں بہادر نصرت کے حالات زندگی اور ان کی خدمات ۲۴

(۲) نواب محمد علی خاں بہادر نصرت جنگ کے حالات زندگی اور ان کی خدمات ۳۰

(۳) نواب حافظ ابراہیم علی خاں بہادر صولت جنگ کے حالات زندگی اور انکی خدمات ۳۳

(۴) نواب حافظ مولوی سر سعادت علی خاں بہادر کے حالات زندگی اور انکی خدمات ۳۶

(۵) نواب محمد فاروق علی خاں بہادر صولت جنگ کے حالات زندگی اور ان کی خدمات ۳۸

(۶) نواب محمد اسمٰعیل علی خاں بہادر صولت جنگ کے حالات زندگی اور انکی خدمات ۴۰

(۷) حواشی و حوالہ جات ۴۲

باب دوم

ٹونک کے مدارس اور بانیانِ مدارس کی علمی و دینی خدمات

فصل اوّل

(۱) مولانا خلیل الرحمٰن ٹونکی کے حالات زندگی اور انکی علمی و دینی خدمات ۴۶

(۲) مولانا سید حیدر علی ٹونکی کے حالات زندگی اور ان کی علمی و دینی خدمات ۶۵

(۳) مولانا حکیم برکات احمد ٹونکی کے حالات زندگی اور ان کی علمی و دینی خدمات ۷۳

(۴) مولانا محمد صاحب مفتی ٹونکی کے حالات زندگی اوران کی علمی و دینی خدمات ۸۲

(۵) مولانا حیدر حسن ٹونکی کے حالات زندگی اوران کی علمی و دینی خدمات ۸۷

فصل دوم

(۱) ریاست ٹونک کے ابتدائی علمی حالات ۱۰۲

(۲) مدرسہ خلیلیہ کی دینی وعلمی خدمات ۱۱۰

(۳) مدرسہ ناصریہ کی دینی وعلمی خدمات ۱۱۱

(۴) مدرسہ فرقانیہ کی دینی وعلمی خدمات ۱۱۲

(۵) مدرسہ امیریہ کی دینی وعلمی خدمات ۱۱۵

(۶) دیگر مدارس کی دینی وعلمی خدمات ۱۱۶

(۷) حواشی وحوالہ جات ۱۱۷

باب سوم

ٹونک کے دیگر علماء کی سوانح وسیرت اورعلمی ودینی خدمات

(۱) مولوی اصغرعلی آبرو ۱۲۹

(۲) مولوی انوارالحسن ۱۳۷

(۳)	مولوی بدرالدین	۱۳۸
(۴)	مولوی پیر جی مرتضیٰ	۱۳۹
(۵)	مولوی حبیب الرحمٰن	۱۴۰
(۶)	مولوی محمد حسن خان	۱۴۱
(۷)	مولوی خیرالدین شیرکوٹی	۱۴۲
(۸)	مولانا سعداللہ	۱۴۳
(۹)	مولوی محمد شریف	۱۴۴
(۱۰)	قاضی عبدالعلیم معجز	۱۴۵
(۱۱)	محمد علی صدر پوری	۱۵۲
(۱۲)	مولوی عبدالکریم خان	۱۵۳
(۱۳)	غازی ولی محمد	۱۵۶
(۱۴)	مولوی فضل حق	۱۵۸
(۱۵)	مولانا محمود حسن خان	۱۶۷
(۱۶)	حافظ محمود شیرانی	۱۷۶
(۱۷)	مولوی مظہر حسن خان	۱۹۰
(۱۸)	مولوی نصیر احمد	۱۹۱

(۱۹) مولانا نورالحق خستہ ۱۹۲

(۲۰) مولوی وجیہ الدین ۱۹۳

(۲۱) مولوی وحید حسن ۱۹۵

(۲۲) حواشی و حوالہ جات ۱۹۶

باب چہارم

ریاست ٹونک کے کتب خانے

فصل اوّل

ریاستی اور امراء کے کتب خانے

(۱) نواب وزیر الدولہ کا کتب خانہ ۲۰۴

(۲) نواب محمد علی کا کتب خانہ ۲۰۶

(۳) کتب خانہ عدالت شریعت ۲۱۷

(۴) امراء کے کتب خانے ۲۱۸

(۵) مختار الدولہ کا کتب خانہ ۲۱۸

(۶) دیوان شمس الدین کا کتب خانہ ۲۱۹

(۷) کتب خانہ نائب صاحب ۲۲۱

(۸) صاحبزادگان کے کتب خانے ۲۲۱

فصل دوم

علماء کے کتب خانے

(۱) کتب خانہ مولوی خلیل الرحمٰن	۲۲۴
(۲) کتب خانہ مولوی محمد مفتی	۲۲۵
(۳) مولوی سعد اللہ کا کتب خانہ	۲۲۵
(۴) مولوی حیدر علی کا کتب خانہ	۲۲۶
(۵) مولوی نجف علی کا کتب خانہ	۲۲۶
(۶) کتب خانہ مولوی حکیم برکات احمد	۲۲۶
(۷) کتب خانہ مولوی احمد مجتبیٰ	۲۲۷
(۸) کتب خانہ مولوی عبداللہ خان	۲۲۷
(۹) کتب خانہ مولوی عبدالرحمٰن چشتی	۲۲۸
(۱۰) مولوی حیدر حسن خان اور ان کے بھائیوں کا کتب خانہ	۲۲۸
(۱۱) کتب خانہ حافظ محمود شیرانی	۲۲۹
(۱۲) مولانا سورتی کا کتب خانہ	۲۳۰
(۱۳) درسی کتب خانے	۲۳۱
(۱۴) حواشی وحوالہ جات	۲۳۲

باب پنجم

ریاست ٹونک کے کتب خانوں کے نادر مخطوطات

فصل اوّل

(۱) قرآن مجید کے قلمی نوادر ۲۴۰

فصل دوم

(۱) تفسیر قرآن مجید کے نادر مخطوطات ۲۸۶

فصل سوم

(۱) فن تاریخ کے مختلف نادر مخطوطات ۲۳۴۵

(۲) حواشی و حوالہ جات ۳۶۰

باب ششم

ریاست ٹونک کے علمائے کرام کی علوم اسلامیہ میں خدمات

فصل اوّل

(۱) علم فقہ میں علمائے ٹونک کی دینی وعلمی خدمات ۳۶۷

فصل دوم

(۲) فن سیرت پر علمائے ٹونک کی دینی وعلمی خدمات ۳۸۱

فصل سوم

(۳) حفظ قرآن اور فن تجوید وقرأت میں علمائے ٹونک کی خدمات ۴۰۷

فصل چہارم

(۴) فارسی زبان اور اردو ادب کی ترویج میں اہلیانِ ٹونک کی خدمات ۴۱۱

فصل پنجم

(۱) ٹونک کے غیر مسلم حضرات کی علم وادب میں خدمات ۴۲۰

(۲) حواشی وحوالہ جات ۴۳۳

باب ہفتم

ریاست ٹونک کے علمائے کرام کی تحریک آزادی اور پاکستان میں علمی و دینی خدمات

فصل اوّل

(۱) تحریک آزادی میں علمائے ٹونک کا حصہ ۴۴۰

فصل دوم

(۱) پاکستان کے مختلف شہروں میں علمائے ٹونک کی خدمات ۴۶۰

(۲) حواشی وحوالہ جات ۴۸۲

(۳) کتابیات ۴۸۷

باب اوّل

تاریخ ٹونک

فصل اوّل

(۱) ٹونک ایک نظر میں

(۲) والیان ریاست

(۳) ٹونک کی وجہ تسمیہ اور محل وقوع

(۴) ٹونک شہر کی تاریخ

(۵) ٹونک کا تہذیبی اور معاشی پس منظر

(۶) بولی جانے والی بولیاں

(۷) بانی ریاست نواب امیر محمد خان کے حالات زندگی اور ان کی خدمات

فصل دوم

(۱) نواب محمد وزیر خاں بہادر نصرت کے حالات زندگی اور ان کی خدمات

(۲) نواب محمد علی خاں بہادر نصرت جنگ کے حالات زندگی اور ان کی خدمات

(۳) نواب حافظ ابراہیم علی خاں بہادر صولت جنگ کے حالات زندگی اور انکی خدمات

(۴) نواب حافظ مولوی سر سعادت علی خاں بہادر کے حالات زندگی اور انکی خدمات

(۵) نواب محمد فاروق علی خاں بہادر صولت جنگ کے حالات زندگی اور ان کی خدمات

(۶) نواب محمد اسماعیل علی خاں بہادر صولت جنگ کے حالات زندگی اور انکی خدمات

(۷) حواشی و حوالہ جات

ٹونک ایک نظر میں (۱)

قیام ریاست	--	۱۸۱۷ء
بانی ریاست	--	امیر الدولہ نواب امیر خان
رقبہ	--	دو ہزار پانچ سو ترپن (۲۵۵۳) مربع میل
آبادی	--	چار لاکھ نفوس، بوقت قیام ریاست، ہندو ۸۵ر فیصد- مسلم ۱۵ر فیصد
آمدنی سالانہ	--	۵۶ر لاکھ، بوقت قیام ریاست
شہر	--	ٹونک، علی گڑھ، سرونج، پڑاوہ، نیما، ہیڑہ، چھپڑا
سلامی	--	۱۷ر توپیں
انضمام ریاست در صوبہ راجستھان	--	یکم مئی ۱۹۴۸ء
کل عمر ریاست	--	۱۳۱ر سال

والیانِ ریاست (اـالف)

۱-- ☆ امیر الدولہ امیر الملک نواب امیر خان شمشیر جنگ بہادر، ولادت ۱۷۶۷ء وفات ۱۸۳۴ء

۲-- وزیرالدولہ امیر الملک نواب محمد وزیر خان بہادر نصرت جنگ ۱۸۳۴ء تا ۱۸۶۵ء

۳-- یمین الدولہ امیر الملک نواب محمد علی خان صولت جنگ ۱۸۶۵ء تا ۱۸۶۷ء (عزل)

۴-- امین الدولہ وزیر الملک نواب حافظ محمد ابراہیم علی خان صولت جنگ جی سی ایس آئی جی سی آئی ای ۱۸۶۷ء تا ۱۹۳۰ء

۵-- سعید الدولہ وزیر الملک نواب حافظ سر سعادت علی خان بہادر جی سی آئی ای ۱۹۳۰ء تا ۱۹۴۷ء

۶-- ممتاز الدولہ وزیر الملک نواب محمد فاروق علی خان بہادر صولت جنگ مئی ۱۹۴۷ء تا جنوری ۱۹۴۸ء

۷-- عزیز الدولہ وزیر الملک نواب محمد اسماعیل علی خان ۱۹۴۸ء تا ۱۹۷۴ء

ٹونک

وجہ تسمیہ

راجستھانی بولی میں ایسی پہاڑی کو جس کی چوٹی لمبی اور اور جو دور تک اونچی چلی گئی ہو ''ٹوک یا ٹونک'' کہتے ہیں یہ بستی اسی شکل کی ایک ''رسیا'' نامی پہاڑی کے نیچے آباد ہوئی۔ پہلے ''ٹوکڑہ'' کہلائی اور بعد میں ''ٹوک'' یا ''ٹونک'' کے نام سے موسوم ہوگئی (ا۔ب)

محل وقوع

ہندوستان کے صوبہ راجستھان کے موجودہ ریاست جے پور سے جنوب مغرب کی جانب تقریباً ایک سو کلومیٹر کے فاصلے پر ''بناس'' نامی ندی کے کنارے ٹونک شہر آباد ہے۔ یہ ضلع کا صدر مقام ہے۔ ٹونک شہر خطِ استوا سے ۷۵.۰۷/رو ۷۶.۱۹/طول بلد، اور ۲۵.۴۱/رو ۲۶.۳۴/عرض بلد پر واقع ہے۔اس کے جنوب میں جے پور، شمال میں کوٹہ بوندی، مغرب میں سوائی مادھوپور اور مشرق میں اجمیر واقع ہے۔اس کا کل رقبہ ۷۱۶۳/مربع کلومیٹر ہے اور اپنے رقبہ کے لحاظ سے شہر ٹونک صوبہ راجستھان کے بیسویں نمبر کا بڑا شہر ہے۔ اور اپنی آبادی کے لحاظ سے صوبہ کا انیسواں بڑا شہر ہے (۲)

بزمانہ امیر نواب امیر محمد خان ریاست میں شہر ٹونک کے علاوہ علی گڈھ (رامپورہ) سرونج، چھپڑہ، نیا ہیڑہ اور پڑاوہ بھی شامل تھے (۳)

موجودہ دور میں ٹونک شہر صوبہ راجستھان کے ایک ضلع کا صدر مقام ہے جس میں نیوائی، علی گڈھ، انیارہ، ٹوڈہ رائے سنگھ، مال پورہ اور دیوالی شامل ہیں۔

ٹونک کی تاریخ پر ایک نظر

''ٹن پال تونز'' نامی راجہ دہلی کے بھائی نے جو ماہ بدی ۱۳/سمت ۱۰۰۳/بکرمی (۹۴۶ء) کو رسیا پہاڑی کے نیچے آ کر ٹھہرا تھا۔ اپنے ملازم خاص مسمی رام سنگھ کو حکم دے کر ایک قصبہ آباد کرایا اور اس کا نام ''ٹونکڑا'' رکھا۔ وہ اصل قصبہ مثل ایک محلہ کوٹ کے نام سے مشہور ہے۔ اس پر کچھ عرصہ تک

''تونر'' قوم کا قبضہ رہا اس کے بعد چوہان راجپوتوں کے قبضہ میں آ گیا۔ سمت ۱۲۱۲ بکرمی (۱۱۵۵ء) میں اگر چہ ساتو جی راجپوت والی ''ٹوڈہ'' نے گوبند راج چوہان سے ''ٹونکڑے'' کو چھین لیا تھا مگر تھوڑے ہی دن بعد گوبند راج نے ساتو جی کو قتل کر کے ''ٹونکڑے'' پر مع ''ٹوڈے'' قبضہ کرلیا، جس پر چودہ پشت تک اس کی اولاد قابض رہی (۴)

سمت ۱۶۵۲ بکرمی (۱۵۹۵ء) میں بعہد اکبر شاہ بادشاہ مان سنگھ رئیس امیر نے فوج کشی کر کے ''ٹونکڑا'' مع ٹوڈہ کے چھین لیا، چھ پشت اس کی اولاد کے پاس رہا۔ سمت ۱۶۹۹ ار بکرمی (۱۶۴۲ء) میں راجپوتوں کے قبضہ میں آیا سمت ۱۷۰۰ ار بکرمی (۱۶۴۳ء) میں بھولا برہمن اس پر قابض ہوا، جس نے بارہ گاؤں علاقہ غیر کے ویران کر کے ٹونکڑے کی آبادی بڑھا کر اس کا نام ''ٹونک'' رکھا۔ سمت ۱۷۵۳ ار بکرمی (۱۶۹۶ء) میں مہاراجہ بدھ سنگھ ہاڑ حکمراں ہوا، جس کو شکست دے کر سوائی جے سنگھ نے ٹونک پر قبضہ کرلیا۔ بعد ازاں الیسری سنگھ و مادھو سنگھ وقتاً فوقتاً ٹونک پر قابض ہوئے مگر چند سال بعد ہی مہاراجہ سوائی جے سنگھ دوبارہ ٹونک پر قابض ہو گیا (۵)

بعد ازاں سوائی جے سنگھ کی وفات کے بعد الیسری سنگھ اور مادھو سنگھ دوبارہ قابض ہوئے مگر آپس میں صدر نشینی پر تنازع ہونے پر الیسری سنگھ زہر کھا کر مر گیا اور مادھو سنگھ نے کچھ رقم لیکر ٹونک، ملیہار راؤ ہولکر کو دے دیا لیکن ایک سال بعد ہی مادھو سنگھ نے ٹونک واپس لے لیا۔ مادھو سنگھ کے انتقال کے بعد پرتھی سنگھ صدر نشیں ہوا۔ اس کے بعد تکو جی ہولکر ٹونک پر قابض ہو گیا اور تکو جی کے بعد ٹونک پر کاشی راؤ ہولکر حاکم ہوا۔ چند سال بعد جسونت راؤ ہولکر نے ٹونک پر قبضہ کرلیا۔ جسونت راؤ ہولکر کے بعد کاشی راؤ ہولکر ٹونک پر قابض ہو گیا۔ بعد ازاں جسونت راؤ ہولکر نے کاشی راؤ ہولکر کو حکومت سے خارج کر کے کنڈے راؤ جو ملیہار راؤ کا بیٹا تھا صدر نشیں کر دیا کچھ عرصہ بعد ٹونک شہر بتدریج دولت رائے، کنڈے راؤ ہولکر اور جنرل لیک صاحب بہادر کے زیر تسلط رہا۔ اور یوں ۱۸۱۷ء میں ٹونک شہر نواب امیر خان بہادر کے قبضہ اور تصرف میں آیا (۶)

تہذیبی پس منظر

سابق ریاست ٹونک جو اپنے گزشتہ ڈیڑھ سو سالہ علمی، ادبی، اسلامی و روحانی کارناموں اور شاندار و باعظمت روایات و تاریخ کے لحاظ سے علم و فن، شعر و ادب اور کمال کا گہوارہ رہی ہے اور جس کی مردم خیز و علم پرور اور بہار آفریں خاک سے صدہا ہادیانِ طریقت و حقیقت، سینکڑوں علماء و فضلاء،

لاکھوں کی تعداد میں کلامِ ربانی کے جید حفاظ اور بکثرت شعراء، وادباء پیدا ہوئے۔ آج اس کے انفرادی وجود کوختم ہوئے آدھی صدی بیت چکی ہے۔ انقلاب حالات اور تغیراتِ زمانہ کے ہاتھوں وہ اپنی تمام تر خصوصیات کھو چکی ہے۔ معاشی بحران، بے روزگاری، اقتصادی بدحالی، سیاسی پسماندگی اور انتظامی تبدیلیوں نے اس کے قدیم وپُرعظمت روایات کو ایک ایک کر کے ختم کر کے رکھ دیا ہے۔ پرانی شان و شوکت، رفعتیں، عظمتیں اور جاہ وجلال فنا کے گھاٹ اتر چکی ہے۔ ہزاروں قدیم علمی خاندان نقل سکونت کر چکے ہیں۔ یوں کہنے کو تو یہ ٹونک ایک چھوٹی سے ریاست تھی لیکن اپنی معاشرت و رسوم اور تہذیب و تمدن کے اعتبار سے دہلی اور لکھنؤ کی اگر تمام تر نہیں تو اکثر بیشتر خصوصیات کی حامل ضرور تھی۔ شعروسخن، علم وحکمت، اخلاق و معاشرت اور فنونِ لطیفہ وسپہ گری، غرض کوئی شعبہ ایسا نہ تھا جس کے ماہر اور صاحب کمال اس چھوٹی سی دور افتادہ ریاست میں نہ پائے جاتے ہوں۔ یہاں کی بول چال، رہن سہن، رفتاروگفتار، عادات واطوار، خوردونوش، لباس وپوشاک، یہاں کے مذاقِ شعروسخن، یہاں کی مجالس علم وادب، شادی بیاہ کے رسوم اور تہذیب وتمدن میں ان ہی دوشہروں یعنی لکھنؤ اور دہلی کا عکس تھا (۷)

بولی جانے والی زبانیں

اس عہد میں اگر چہ ریاست کی دفتری زبان فارسی تھی لیکن عام بول چال کی زبان اردو ہی تھی اور چونکہ دہلی، لکھنؤ، رامپور اور یوپی کے دوسرے امصار وبلاد کے خاندان یہاں آ کرآباد ہوئے تھے اس لیے یہاں کی اردو زبان زیادہ تر دہلی اور لکھنؤ کی زبان سے ملتی جلتی تھی اور یوپی کے دوسرے امصار وبلاد کا رنگ بھی اس میں پایا جاتا تھا، اس کی کچھ اپنی خصوصیات بھی تھیں مثلاً سبز دھنیے کو ''کوت میر'' کہتے تھے جو یاغستان اور کشمیری زبان کا لفظ ہے۔ گھاس کو اہل دہلی کی طرح مؤنث نہیں مانتے بلکہ مذکر سمجھتے ہیں۔ اوپلوں کو ''چھینا'' اور خشک چارہ جوار کو ''کڑی'' کہتے ہیں۔ درخت ڈھاک کو چھولہ اور درخت جانڈ کو کھیجڑھ۔ راجپوتانہ کی دیہاتی بولی کا اثر بھی اہل شہر کی زبان پر موجود ہے۔ کیونکہ قیام ریاست سے بہت پہلے یہاں راجپوتانہ کی دیہاتی بولی کا اثر بہت زیادہ تھا۔ ٹونک کے قدیم گزیٹر میں ہے کہ بول چال کی ''کائیں''، ''کوئیں'' تھی مثلاً کیا (؟) استفسار کی جگہ ''کائیں'' ادھر آؤ کی جگہ ''اٹھی آؤ'' کدھر جاتے ہو کی جگہ ''کٹھی جاؤ چھو'' بولتے تھے۔ مصنف جغرافیہ ٹونک مولوی احمد شاہ لکھتے ہیں کہ مسلمان اردو بولتے ہیں اور غیر مسلم قوموں میں اکثر اردو اور بعض ڈھونڈاری یا مشترک بولتے ہیں، اس اعتبار سے یہاں دو زبانیں بولی جاتی ہیں، اردو اور ڈھونڈاری (۸)

اب رہی یہ بات کہ ٹونک میں اردو کی ابتدا کب اور کس طرح ہوئی......؟ اس سلسلہ میں حتمی طور پر کوئی بات نہیں کہی جا سکتی البتہ جہاں تک قیاس و قرائن کا تعلق ہے اس کی بنیاد پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ اردو زبان کا آغاز و ارتقاء جس طرح دوسرے علاقوں میں مسلمانوں کی آمد اور مقامی قوموں کے میل جول اور اختلاط سے ہوا اسی طرح ٹونک میں بھی مسلمانوں کی آمد سے اس زبان کی داغ بیل پڑی جو آہستہ آہستہ ترقی کرتی رہی۔ چونکہ اس بستی اور قصبے میں مسلمانوں کی آمد اور ان کی آبادی کی ابتداء کا پتہ سلطان علاؤ الدین خلجی کے عہد سے چلتا ہے اس لیے یہ کہا جا سکتا ہے کہ یہاں اردو کی ابتداء سلطان علاؤ الدین خلجی کے عہد سے (۱۲۹۵ء) ہوئی۔ سلطان علاؤ الدین نے چتوڑ اور مادھو پور کے علاقوں میں جب یلغار کی اور یہاں کے ناقابل تسخیر قلعوں کو فتح کیا تو راجستھان میں اپنا اثر و اقتدار باقی و قائم رکھنے کے لیے یہاں فوج چھوڑنی چاہی۔ اس کے لیے سلطان نے اس مقام کو پسند کیا اور یہاں کے لق و دق صحرا اور میدان کو شاہی لشکر کی چھاؤنی اور لشکر کے توپ خانے کے بیلوں کی چراگاہ قرار دیا۔ بہر حال ان قرائن و قیاس سے نتیجہ یہی نکلتا ہے کہ اس آبادی اور بستی میں اردو کی ابتداء مسلمانوں ہی کی آمد سے ہوئی جو آہستہ آہستہ ترقی کرتی رہی تا آنکہ ۱۸۰۶ء میں نواب امیر الدولہ بہادر کا اس پر فاتحانہ قبضہ ہوا جس نے ۱۸۱۷ء میں ریاست کی راجدھانی کی شکل اختیار کر لی (۹)

بانی ریاست ٹونک امیر محمد خان

سلسلہ نسب

ہندوستان کے قدیم شہروں میں ایک شہر ''سنبل'' آباد ہے جو زمانہ قدیم میں باون سرائے اور چھتیس پورے (محلے) تھے۔ ان ہی محلوں میں سے ایک محلہ ''سرائے ترین'' بھی ہے۔ شہر سنبل ضلع کٹھیر جو ضلع مراد آباد کا پرانا نام ہے میں واقع ہے۔ جغرافیہ مراد آباد میں کٹھیر کی وجہ تسمیہ یہ بیان کی گئی ہے کہ راجپوتوں کی ایک قوم کٹھیر تھی جو اوّل یہاں آباد ہوئی۔ سمت ۶۰ ۷ار بمطابق ۷۰۳ء کے قریب افغانوں کی ایک قوم ''روہیلہ'' (۱۰) بریلی، بدایوں، بجنور، شاہجہاں پور، رامپور اور کٹھیر پر قابض ہوئی اور یہ پورا علاقہ ''روہیلکنڈ'' کہلانے لگا (۱۱)

پیدائش

نواب محمد امیر خان اسی ضلع کٹھیر کے سنبل کے محلے سرائے ترین میں ۱۷۶۷ء بمطابق ۱۱۸۲ھ میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد ماجد کا نام محمد حیات خان تھا جو زراعت کے پیشہ سے وابستہ تھے۔ محمد حیات خان کے والد جناب طالع خان محمد شاہ و بادشاہ کے زمانے میں اس وقت کے افغانستان کے علاقہ ''بونیر'' کے ضلع جوہڑ سے ہندوستان آئے تھے۔ کیونکہ اس وقت سلطنت ہند کا انتظام ابتر تھا اور غارت گری عام تھی۔ ریاستیں آپس میں برسر پیکار تھیں۔ لہٰذا طالع خان نے اپنے چند ساتھیوں کی مدد سے ایک فوج تیار کی اور پیش ورفوجیوں کی طرح سے کمزوروں کا ساتھ دینے لگے اور اسی کو اپنا روزگار بنالیا۔ وہاں جب کسی تعلق دار کو کوئی مہم پیش آتی تھی تو وہ طالع خان سے رجوع کرتا تھا اور طالع خان اس سے کچھ روپیہ پیسہ لیکر اپنی دلیری اور ہمت سے وہ کام کر دیتے تھے۔ کچھ عرصہ بعد علی محمد خان روہیلہ اس ضلع پر قابض ہوگیا جو افغانستان کا علاقہ ''روہ'' سے تعلق رکھتا تھا اور اسی نسبت سے روہیلہ کہلایا تھا، تو طالع خان (امیر خان کے دادا) نے اس کی رفاقت اختیار کرلی۔ بادشاہِ وقت (علی محمد خان) نے جب طالع خان کی جرأت اور دلیری کے واقعات سنے تو چاہا کہ وہ ان کی فوج میں شامل ہو جائیں مگر طالع خان نے علی محمد خان کی رفاقت نہیں چھوڑی۔ علی محمد خان روہیلہ کے انتقال کے بعد طالع خان بھی زیادہ عرصہ زندہ نہ رہ سکے اور ان کے بیٹے حیات خان (نواب امیر خان کے والد) یتیم ہوگئے۔ علی محمد خان کے بعد ''دوندے خان'' (ضلع کٹھیر کے حاکم) اس ضلع کا مختار ہوا اور اس نے طالع خان کی خدمات کے صلہ میں حیات خان کا مشاہرہ مقرر کردیا۔ مگر دوندے خان کے انتقال کے بعد ریاست کٹھیر افغانوں کے قبضے سے نکل گئی اور محمد حیات خان واپس سرائے ترین آ گئے اور زمین واملاک سے ہی گزارا کرتے رہے (۱۲)

پٹھانوں کی تاریخ کے بارے میں مصنفان مخزن افغانی و جہانکشا مجمع الانساب نے پٹھانوں کا سلسلہ نسبتی اسرائیل سے ملایا ہے اور اس طرح بیان کیا ہے۔ طالوت بادشاہ کے دو بیٹے تھے ''برخیا اور ارمیا'' جن کو طالوت کے جانشین حضرت داؤد علیہ السلام نے پرورش کیا۔ ارمیہ کا بیٹا ''افغنہ'' تھا اور برخیہ کا بیٹا ''آصف'' حضرت سلیمان علیہ السلام نے افغنہ کو فوج کا افسر اور آصف کو وزارت کا رتبہ دیا۔ افغنہ سے جو اولاد ہوئی وہ افغانی کہلائی' اور جب بخت نصر شاہ بادشاہ بابل نے بیت المقدس کو فتح کرکے بنی اسرائیل کو وہاں سے خارج کیا تو افغان لوگ کوہستان کے علاقہ ''غور'' اور ''روہ'' میں آ کر پناہ گزیں ہوئے۔ انہی میں سے ایک شخص ''قیس'' اول شخص تھا جو مدینے میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاکر مسلمان ہوا اور جس کو عبدالرشید کا خطاب ملا۔ قیس عبدالرشید ۸۷ برس کی عمر پاکر ۴۱

ھ میں انتقال کرگیا اور اس کے تین بیٹے تھے جس کی اولادوں نے تمام کوہستان کو آباد کیا انہی میں سے ایک قوم یوسف زئی اور اس کی شاخ سالارزئی ہوئی جس کے چشم و چراغ نواب محمد امیر خان تھے (۱۳)

افتخار التواریخ میں منشی دیبی پرشاد نے محمد امیر خان کا حسب ذیل شجرہ بیان کیا ہے......

نواب امیر خان، بن محمد حیات خان، بن طالع خان، بن گوہر خان عرف کالے خان، بن مولا خان، بن سید علی خان، بن فتح خان، بن اللہ داد خان، بن یوسف خان، بن کڑہ خان، بن طہی، بن سالار، بن الیاس، بن یوسف، بن یوسف کلاں، بن شجاع، بن خرشیون، بن سڑہ، بن قیدعبدالرشید الملقب بہ پٹھان (۱۴)

حالات زندگی

بچپن

نواب محمد امیر خاں کے والد کی غربت ان کی تعلیم میں مانع ہوئی۔ ویسے بھی اس زمانہ میں تعلیم کا چرچا بہت کم تھا اس لیے فن سپاہ گری کے علاوہ کوئی دوسرا مشغلہ نہ تھا۔ اس لیے وہ اپنے ہمجولی لڑکوں کی صفیں جنگ کے قاعدہ سے آراستہ کرتے تھے اور پھر جنگ کا حکم دے کر آپس میں چھڑیوں سے بھڑاتے تھے اور خود کمزور پارٹی کی طرف سے لڑکر اسے جتانے میں بڑی دلچسپی لیا کرتے تھے، اور جیتنے والی پارٹی کو کوڑیاں یا اناج تقسیم کیا کرتے تھے۔ بچپن کے ساتھیوں میں ان کا وقار کافی تھا۔ کبھی لڑکے ڈنڈوں کی پالکی بناکر انہیں اس پر بٹھاتے تھے اور کندھوں پر ادھر اُدھر لیے پھرتے تھے، اور باقی لڑکے مثل اردلی کے پالکی کے ساتھ ساتھ چلتے تھے، تب اسی حالت میں انہیں سپہ سالاری و اہلکاری اور چوبداری کے عہدے دیئے جاتے تھے۔ غرض لڑکپن ہی میں اقبال مندی کے آثار نمایاں تھے (۱۵)

جوانی

لڑکپن کا زمانہ گزر جانے کے بعد جوانی کی ضرورتوں نے تلاشِ معاش پر مجبور کیا تو جہاں گردی کے شوق نے وطن سے دل اچاٹ کردیا۔ تب اپنے والد سے باہر جانے کی اجازت مانگی مگر وہ الفت پدری کے سبب ٹالتے رہے، اور جب والد کی مرضی نہ پائی تو ایک دن بغیر اجازت ہی گھر سے چل دیئے اور پہلی مرتبہ لکھنؤ آئے مگر ناکام واپس ہوئے۔ دوسری مرتبہ غلام قادر خان روہیلہ کی فوج کے ساتھ

میرٹھ تک جانا ہوا مگر پھر بھی روزگار نہ ملا اور تقدیر ان کے صبر کی آزمائش کرتی رہی۔ تب اس ہونہار نوجوان نے یہ سمجھ کر کہ باپ کی رضامندی نہ لینے پر ناکامی دیکھنا پڑتی ہے واپس آ کر ارادہ کیا کہ جب تک باپ اجازت نہ دیں گے ہرگز باہر نہ جائیں گے (۱۶)

تلاشِ ملازمت

اقبال مند نوجوان نے گھر کی پُرسکون زندگی سے تنگ آ کر بیس برس کی عمر میں پھر سفر کا ارادہ کیا اور اپنے پدر سے رخصت مانگی۔ باپ نے یہ دیکھ کر کہ جوشِ شجاعت نوجوان بیٹے کو باپ کے گوشۂ عافیت میں چین سے نہیں بیٹھنے دے گی۔ ناچار بیٹے کی مفارقت گوارا کر لی اور دعائے خیر دے کر سپردِ خدا کیا۔ غرض ۱۷۸۸ء میں چند احباب کے ساتھ کسبِ معاش کے لیے پھر نکلے۔ راستہ میں چند اور نوجوان شامل ہو گئے اور بطور مذاق کے محمد امیر خان کو جمعدار کہنے لگے۔ کسے معلوم تھا کہ آگے چل کر یہ شگونِ نیک ثابت ہوگا۔ غرض یہ چالیس رفقاء پہلے متھرا پہنچے، وہاں راجہ سندھیا کی طرف سے دوبائی صاحب خیمہ زن تھا اور بھرتی کر رہا تھا، ان سب نے بھی اپنے کو پیش کیا۔ دوبائی (راجہ سندھیا کا سالار) صاحب نے ان میں سے چند کو چھانٹا مگر محمد امیر خان کو کم عمری کے سبب نہ لیا۔ اس لیے باقی ساتھی وہاں سے روانہ ہو کر دہلی ہوتے ہوئے کانوڈ علاقہ ریواڑی میں چلے گئے اور یوسف خان رسالدار سے ملے اور سفارش سے نجف قلی خان کی سرکار میں ملازم ہو گئے۔ یہ ملازمت دو ماہ تک رہی پھر یوسف خاں کے ذریعہ کھیڑی میں جا کر وہاں کے رئیس باگھ سنگھ کی ملازمت میں چار ماہ تک رہے۔ پھر وہاں سے یوسف خان کے ہمراہ جاگور چلے آئے وہاں اسماعیل بیگ خان نے ملازم رکھ لیا۔ پھر ان کے ہمراہ ناگور و جودھپور اور وہاں سے پالن پور علاقہ گجرات میں چلے گئے۔ جب اسماعیل بیگ خان پالن پور سے جودھپور واپس ہوئے تو یوسف خان کا منشا اپنی دختر دینے کا معلوم ہو کر انہیں ناگوار ہوا اور رسالدار محمد یوسف خان کی رفاقت چھوڑ کر اپنے پچاس رفقاء کے ساتھ ایڈر علاقہ جودھپور کے راجہ کے یہاں ملازمت کر لی۔ پھر وہاں سے بھی ترکِ ملازمت کر کے سورت کا راستہ لیا مگر راستہ میں خرچہ کی کمی کے سبب بہت سے ساتھیوں نے ساتھ چھوڑ دیا یہاں تک کہ سورت پہنچنے پر صرف دو سو آدمی رہ گئے (۱۷)

اسی دن ایک پنڈت راجہ گائیکواڑ (بڑودہ) کی طرف سے انگریزوں سے چوتھ (آمدنی کا چوتھائی) وصول کرنے کے لیے عربوں کے چالیس پچاس سوار لیکر سورت آیا ہوا تھا اور اپنی قوت بڑھانے کی فکر میں نوجوان سپاہی نوکر رکھ رہا تھا۔ محمد امیر خان بھی رات کے وقت اس سے جا کر ملے اور

اس نے ان کو مع ان کے دوسو سواروں کے نوکر رکھ لیا اور ایک تنخواہ بھی پیشگی دے دی۔ پھر سورت سے کوچ کر کے آٹھ کوس کے فاصلہ پر ایک گڑھی میں قیام کیا۔ تب محمد امیر خان نے پنڈت سے کہا کہ تم نے ہمیں جس کام کے لیے نوکر رکھا ہے وہ بتلاؤ تا کہ اسے پورا کرنے کی کوشش کی جائے۔ پنڈت نے کہا کہ انگریز مجھے کمزور سمجھ کر راجہ گائیکواڑ کے حق کی تین سال کی چڑھی ہوئی چوتھ ادا نہیں کرتے ہیں۔ بس محمد امیر خان نے اپنی مٹھی بھر جمعیت سے ہی اس کام کو کر ڈالنے کی ٹھانی اور پنڈت کے ایک سو سواروں کو معہ اپنے ساتھیوں کے لیکر پچھلی رات میں سورت کی شہر پناہ کو آ گھیرا۔ اس عرصہ میں محمد امیر خان کے چھوٹے بھائی کرم دین خان جو امیر خان کی خبر لانے کے لیے گھر سے نکلے تھے مالوہ میں ان سے آ ملے اور دونوں بھائی ساتھ زندگی گزارنے لگی مگر محمد امیر خان پھر اپنی زندگی میں اپنے والد سے نہ مل سکے (۱۸)

پنڈاریوں کا ذکر سب سے پہلے اورنگ زیب اور شیواجی کی باہمی لڑائیوں میں آتا ہے اور کہیں کہیں نواب محمد امیر خان کی جنگوں میں ملے گا لیکن نواب کو اس جماعت میں شمار کرنا جو پنڈاروں کے نام سے انیسویں صدی میں بدنام زمانہ تھی، غلطی ہے۔ نواب محمد امیر خان کے ساتھ عموماً روہیلہ پٹھان تھے جو ایک جگہ جم کر حکومت قائم نہ کرتے تھے بلکہ مالوہ اور راجپوتانہ کے مہاراجگان کے درمیان جھگڑوں میں پڑ کر جنگ جوئی کے جوہر دکھلاتے تھے۔ یہ کہنا قطعی غلط ہے کہ وہ بے گناہ بستیوں کو جلا کر ان کے باشندوں کو لوٹ لیتے تھے۔ ان کا ذریعہ معاش صرف فن سپاہ گری تھا جس کی بدولت ان میں خود وہ طاقت آ گئی تھی کہ ان کی امداد کے متمنی ہلکر جیسے زبردست مرہٹہ سردار ہوئے۔ ان کا لوہا نظام دکن اور راجپوتانہ کے مہاراجگان نے مانا اور مہاراجہ رنجیت سنگھ والی پنجاب نے بھی ان سے دوستانہ تعلقات قائم کیے۔ اور انگریز تو ان سے اس قدر تنگ آ گئے تھے کہ ان کو زیر کرنا مقدم جان کر بڑی سے بڑی فوج جو اس وقت مہیا ہو سکتی تھی ان کو گھیرے میں لینے کے لیے اکٹھا کی، کیونکہ انیسویں صدی کی شروع میں پٹھان سردار ہی راجپوتانہ اور مالوہ کے ڈکٹیٹر بنے ہوئے تھے، جس کے لیڈر امیر محمد خان تھے (۱۹)

ان کی فوجیں باون (۵۲) سرداروں کے جتھوں میں بٹی ہوئی تھیں جو خاص ضرورت کے وقت مل جاتی تھیں۔ اور ویسے بٹی ہوئی تھیں۔ ان کی کل تعداد تقریباً ایک لاکھ تھی اور نواب امیر محمد خان ان کے لیڈر تھے جن میں مرہٹہ بھی شامل تھے۔ ان کی افواج میں زیادہ تر سپاہی روہیلہ قوم کے ہوتے تھے جو ایک پٹھان اسٹیٹ قائم کرنے کی آرزو رکھتے تھے مگر مرہٹوں کی کثرت اور طاقت کے سامنے اس خیال کو دل ہی دل میں رکھتے تھے اور موقع کے منتظر تھے اور انگریزوں کی بڑھتی ہوئی طاقت سے کھٹک کر مرہٹوں

کے ساتھ ہو لیے تھے اور اسے حب الوطنی کا جذبہ بھی سمجھتے تھے۔ ان کی بہادری کی شہرت اتنی تھی کہ شاہ شجاع نے انہیں کابل اور اہلیہ نصیر خان نے بلوچستان آنے کی دعوت دی غرض امیر محمد خان ذاتی دلیری، پامردی، جفاکشی اور قوتِ برداشت، رفیقوں کے ساتھ حسن سلوک، فیاضی، اولوالعزمی اور سپاہیانہ اوصاف میں وہ قرونِ وسطیٰ کے فوجی سرداروں اور بانیانِ سلطنت کے نمونہ تھے (۲۰)

مالوہ میں ابتدائی کارنامے

بھوپال کے حالات ان دنوں بگڑ رہے تھے۔ ایسے مواقع منچلے سورماؤں کے لیے سنہری سمجھے جاتے تھے۔ چنانچہ محمد امیر خان ۱۷۹۴ء میں تین سو سواروں کے ساتھ بھوپال آئے اور ریاست بھوپال کی سرکار میں ملازم ہو گئے۔ اس وقت ناگپور کے راجہ بھونسلے (نام) کی سپاہ نے ہوشنگ آباد کا قلعہ گھیر رکھا تھا اور بھوپال کے سرداروں پر اس قدر رعب غالب تھا کہ کسی کو اس کے مقابلہ کی جرأت نہ ہوتی تھی۔ آخر کو نواب غوث محمد (نواب بھوپال) نے محمد امیر خان کو محصوران جنگ کی امداد پر جانے کا حکم دیا۔ خان اسی وقت تین سو سواروں کو لیکر راتوں رات روانہ ہوئے اور ایک جنگ کے بعد قلعہ فتح کر لیا۔ نواب غوث محمد خان نے اس وفاداری اور شجاعت کے انعام میں قلعہ فتح گڑھ اور پرانے قلعہ کا انتظام سپرد کیا۔ بعد ازاں اس خدمت کو خان نے نو مہینے تک انجام دیا مگر بھوپال کے میر لشکر رحیم خان سے بگاڑ ہو جانے پر پھر سرونج آ گئے (۲۱)

لچھمن راؤ سے جنگ

۱۷۹۸ء میں مرہٹوں کے ساتھ پنڈارے جن کا اب تک محمد امیر خان کے لشکر سے کوئی تعلق نہ تھا ملک میں ہر طرف لوٹ مار کرتے پھرتے تھے۔ ہلکر اور سندھیا کا ملک میں ڈنکا بج رہا تھا مگر راجہ جے سنگھ والی راگوگڈھ نے دولت راؤ سندھیا کا مقابلہ کیا۔ سندھیا نے راگوگڈھ تو چھین لیا مگر راگوگڈھ کے راجہ نے سندھیا کا علاقہ لوٹنا شروع کیا اور سرونج پر قبضہ کر لیا۔ اس وقت محمد امیر خان بھی بھوپال سے آ کر راجہ راگوگڈھ کے ساتھ ہو گئے اور دونوں نے مل کر سندھیا کی عملداری میں آفت برپا کر دی اور راگوگڈھ کے قلعے کو گھیر لیا۔ تب میت پور کا حاکم پنڈت لچھمن راؤ کی فوج بھاگ کھڑی ہوئی اور خان کے ہاتھ بہت مال غنیمت آیا جس میں ڈیرہ توپخانہ اور پالکی قابل ذکر ہیں۔ یہ پہلی جنگی لوٹ تھی جو نواب کے ہاتھ آئی اور پہلی پالکی نشینی تھی جو تلوار کے زور پر نصیب ہوئی۔ اس کے بعد محمد امیر خان پھر سرونج

لوٹ آئے اور راگوگڈھ کے راجہ کی برابر رفاقت کرتے رہے (۲۲)

بالا راؤ سے جنگ

سرونج سے کوچ کر کے امیر خان شجاع الپور پہنچے۔ ان دنوں سندھیا کا ایک سردار بالا راؤ اس علاقہ پر حملہ کرنے والا تھا اس لیے شجاع الپور کے حاکم (۱۷۹۸ء) نے خان کو ملازمت کا پیغام بھیجا جسے خان نے منظور نہ کیا، لیکن لڑائی کی ساری ذمہ داری دس ہزار روپیہ میں ٹھہرالی۔ بالا راؤ نے شجاع الپور کا محاصرہ کرلیا اور خان سے کہلا بھیجا کہ ہماری نوکری کرو تو آ جاؤ مگر خان نے جواب دیا کہ اس وقت غنیم کی نوکری کرنا جوانمردی کے خلاف ہے مگر یہاں سے ہٹ جانے کے بعد پھر کوئی مضائقہ نہیں۔ غرض خان نے درمیان میں پڑ کر جانبین میں صلح کرادی اور حاکم شجاع الپور کو وہاں سے نکال کر اپنے ضابطہ کے ساتھ ناگپور پہنچایا، اور بالا راؤ کا عمل دخل جب شجاع الپور میں ہوگیا تب بالا راؤ نے خان کو بلا کر اپنے پاس ملازم رکھ لیا اور چار روپیہ پیادہ کے اور دس روپیہ سوار کے مقرر کر کے خان کے رفقاء کو بھی ملازم رکھ لیا۔ اور خان کو مع ان کے رفقاء کے تھانہ بٹھانہ (سرونج) بغرض عملداری بھیجا (۲۳)

مہاراجہ (۱۷۹۸ء) جسونت راؤ ہلکر سے رفاقت

اس وقت بھوپال کا انتظام بگڑا ہوا تھا۔ پنڈارے اور مرہٹے پے در پے حملے کر رہے تھے اور تحصیل آمدنی درہم برہم ہو رہی تھی۔ اس وقت نواب حیات محمد خان نے فراہمی تحصیل کا کام خان کے سپرد کیا۔ اس وقت اس کام کو آٹھ ماہ تک کرتے ہوئے اپنے ہمراہیوں کی تعداد ایک ہزار سے زائد کرلی۔ اور جب تک نواب بھوپال اس سپاہ کا خرچہ برداشت کرتے رہے خان بھی اپنے فرائض انجام دیتے رہے۔ مگر اندرونی سازشوں سے تنگ آ کر آخر استعفیٰ دے دیا۔ چلتے وقت نواب حیات محمد خان نے چار توپیں اور ہاتھی بطور انعام کے دینا چاہا مگر خان نے اپنی غیوریت سے نہ لیا۔ غرض خان بھوپال سے کسی سمت روانہ بھی نہ ہو پائے تھے کہ مہاراجہ جسونت راؤ ہلکر کا پیغام بغرض کمک آپ کے پاس آیا۔ خان بھوپال سے کوچ کر کے شجاع الپور میں آئے۔ اس وقت ہلکر کو جو چھوٹے چھوٹے گاؤں لوٹتے پھرتے تھے، شجاع الپور کے گاؤں والوں نے گھیر لیا۔ جب یہ خبر خان کو پہنچی تو خان نے جلد ہی اس گاؤں کا محاصرہ کرلیا اور راجہ کو چھڑا لیا۔ پھر شجاع الپور میں دونوں سرداروں کی ملاقات ۱۲۱۳ھ مطابق ۱۷۹۸ء میں ہوئی (۲۴)

سرونج پر محمد امیر خان کا عاملانہ قبضہ

قلعہ مہیسر کی فتح کی خوشی میں راجہ ہلکر نے ۱۷۹۸ء میں سرونج خان کے سپرد کیا اور امیر الدولہ، امیر الملک شمشیر جنگ کا خطاب عطا کیا اور کثیر زر و جواہر بھی دیئے تب محمد یوسف خان نامی جمعدار جلال آبادی کو سرونج کا عامل بنایا۔ یہ پہلا ملکی قبضہ تھا جو مالوہ کے علاقے میں ہوا اور محمد امیر خان بحیثیت نواب اس کے مالک بنے۔ گویا یہ ملکی قبضہ آئندہ کی ریاست ٹونک کا سنگ بنیاد تھا۔ شرائط نامہ کی رو سے تمام علاقہ میں سے نصف راجہ کا تھا اور نصف نواب محمد امیر خان کا تھا۔ پس نصفا نصف مطالبہ سے بدظن ہو کر راجہ نے نواب کے ہمراہیوں کو لالچ دے کر بھگانا چاہا تاکہ نواب کی طاقت کم ہو جائے مگر یہ راز فاش ہو گیا۔ اور نواب اس کی خبر پا کر بہت برہم ہوئے اور راجہ کے پاس آنا جانا چھوڑ دیا۔ اسی اثناء میں میجر ینگ نے افغان سواروں کو اپنی سروس میں لیا اور مرہٹہ سواروں کی بھرتی کر کے ایک بڑی فوج کے ساتھ ہلکر سے لڑنے کو کوچ کیا۔ ہلکر یہ خبر سن کر گھبرائے اور فوراً نواب سے رابطہ کیا۔ نواب نے اوّل تو ناراضگی کا اظہار کی لیکن پھر راجہ سے دل صاف کر کے کہا کہ میدان جنگ سے منہ پھیرنا سپاہیانہ شیوہ نہیں ہے، فتح خداداد ہوتی ہے۔ غرض کہ دونوں سردار مہم کی تیار میں مصروف ہو گئے اور اس عرصہ میں میجر ینگ کی فوج مہیسر سے آٹھ کوس کے فاصلہ پر آ پہنچی۔ نواب اور ہلکر نے جب یہ خبر پائی تو توپ خانے کی چوکی ہر مقام پر جو مہیسر سے تین کوس کے فاصلے پر ہے چھوڑ کر سواروں سے غنیم کو گھیر لیا اور اس قدر تنگ کیا کہ میجر ینگ کی فوج دن بھر میں بمشکل تین کوس آگے بڑھ سکی۔ اور پھر راجہ کے اصرار سے رات ہی کو سوار ہو کر دشمن پر حملہ آور ہوئے اور دشمن کو شکست دی اور ایک بڑی جنگ کے بعد میجر ینگ نے نواب اور راجہ ہلکر سے مصالحت کر لی (۲۵)

مہاراجہ جسونت راؤ ہلکر (حاکم مالوہ) اور نواب کی علیحدگی

بعد ازاں مہاراجہ نے مہیسر جا کر اپنا قبضہ جمایا اور میجر ینگ کے کیمپ کو توڑ کر اسے اپنے طور پر درست کیا اور میجر ینگ کو بحال کر کے پرگنات ٹونک اور رامپور (علی گڑھ) کے انتظام پر بھیجا۔ پھر مہاراجہ نے لشکر عظیم کے ساتھ کوچ کر کے نواح علاقہ مالوہ پر ڈیرہ کیا اور چوتھ وصول کی۔ اس وقت نواب نے کہا کہ اب دونوں فوجوں کا گزارہ ایک ساتھ نہیں ہو سکے گا اس لیے مناسب ہے کہ دونوں فوجوں کو علیحدہ علیحدہ کر کے اپنے اپنے پرگناہ کی تحصیل سے گزارہ کریں۔ اور جب کوئی وقت آ پڑے تو

شامل ہو جائیں۔ مہاراجہ نے یہ بات منظور کر لی۔ اور ۱۸۰۱ء میں دونوں فوجیں علیحدہ ہو گئیں۔ نواب نے اپنے بھائی کرم دین خان کو کچھ سواروں کے ساتھ مہاراجہ کے پس چھوڑ دیا اور خود اپنی فوج کو لیکر مالوہ سے معاملہ لے کر بیر سنہ کے راستے سے سرونج آئے۔ تب یوسف خان افغان نے جو نواب کی طرف سے سرونج کے حاکم تھے پیشوائی اور رائے ہمت رائے جو کبھی بھوپال میں قید کیے جانے پر بھاگ نکلے تھے اور جنہوں نے اپنی ملازمت بھوپال کے زمانہ میں کبھی محمد امیر خان کو نوکر رکھوایا تھا، حاضر ہو کر ملے۔ تب نواب نے ان کو مقدماتِ کلاں کی مختاری پر مقرر کر کے پرگنہ سرونج میں دو گاؤں ایک آنند پور اور دوسرا انگر دودھ ان کی جاگیر میں نسلاً بعد نسلاً دے کر سند لکھ دی۔ اس وقت اسی ہزار سوار اور پیدل نواب کے پاس اکٹھے ہو گئے تھے (۲۶)

ابھاجی سے جنگ

نواب نے سرونج سے کوچ کر کے ملہار گڑھ کے تھانیدار سے معاملہ کر لیا۔ اور پھر اٹاوہ (شہر سرونج سے کچھ فاصلے پر ایک مقام ہے) ساگر کے علاقہ میں آ گئے اور ساٹھ ہزار روپیہ وہاں سے وصول کیا۔ پھر کیلاسہ پہنچ کر اسی قدر رقم حاصل کی۔ کیلاسہ سے آگے بڑھنے پر دیرہ کرنی کا راجہ ابھاجی ایک جرار لشکر کے ساتھ مقابلہ آراء ہوا لیکن نواب نے اس کے لشکر میں گھس کر بہت سے آدمیوں کو مار ڈالا۔ تب ابھاجی نے پسپا ہو کر شہر پناہ کی آڑ پکڑی اور نواب نے دریا کے کنارے پر مورچہ لگایا۔ لیکن نواب امیر خان کو بعد میں اس جنگ میں اپنے کچھ ساتھیوں کی غداری اور ایک معاہدہ کی خلاف ورزی کی وجہ سے شکست ہوئی۔ بعد ازاں نواب سرونج آ کر مہاراجہ سے ملے۔ اس وقت اس ان کے ساتھ دس بارہ ہزار سوار اور پیادہ تھے (۲۷)

نواب کے بھائی کرم دین خان کا انتقال

چونکہ بغیر تحصیل زر کے نواب کا گزارہ ممکن نہ تھا اس لیے انہوں نے سرونج سے کوچ کر کے شجاع الپور کو جا گھیرا اور نواب کے سپاہی شہر میں داخل ہو گئے لیکن کرم دین انہیں روکنے کے لیے شہر میں گئے۔ مگر کسی شہر والے نے انہیں گولی کا نشانہ بنالیا کیونکہ وہ بھی اپنی حفاظت کے لیے جابجا لڑ رہے تھے۔ گولی سر میں لگنے کی وجہ سے کرم دین خان نے وہیں انتقال کیا۔ اس وقت نواب قلعہ کے محاصرہ میں لگے ہوئے تھے۔ پس قلعہ کو جلد ہی فتح کر کے بھائی کی نعش پر آئے اور رضائے الٰہی پر صبر کر کے انہیں وہیں

دفن کیا اور بھائی کے عہدہ پر اپنے بھانجے کو مامور کیا۔ اس عرصہ میں مہاراجہ ہلکر نے اندور پہنچ کر اپنی شادی کی تیاری کی۔ اس وقت مہاراجہ کا مزاج نواب کی طرف سے مکدر تھا کیونکہ کجا کنور حاکم شجاع الپور مہاراجہ کو نواب کی شکایت کر کے بدظن کر رہا تھا۔ اور کہا کہ نواب درپردہ کاشی راؤ سے ملے ہوئے ہیں اور آپ کو پکڑنے کی فکر میں ہیں۔ پس مہاراجہ کو نواب کی طرف سے شکوک بہت بڑھتے رہے۔

نواب امیر خان اور ہلکر کی مہاراجہ دولت راؤ سندھیا سے جنگ

جب ہلکر نے پائیوں کو سندھیا کے خلاف اکسا کر لوٹ مار مچائی تو بلونت راؤ بانکڑہ اور چورس صاحب فرنگی کو مہاراجہ ہلکر نے نواب کی مدد سے شکست دی اور اجین (ایک جگہ کا نام) کو خوب لوٹا۔ مال اور دولت وصول کیا تو سندھیا بہت جھلایا اور کوچ کر کے نربدا تک چلے آئے اور ہلکر سے مقابلہ کے لیے سدا شیو رراؤ اور سرجی راؤ (دونوں مہاراجہ دولت راؤ سندھیا کے سردار تھے) کی سربراہی میں تقریباً ساٹھ ہزار فوج جمع کر لی۔ اور یہ فوج نربدا سے اتر کر اجین کے قریب لے آئے اور یہاں نواب امیر خان اور ہلکر کی فوج کو گھیر لیا۔ نواب اور ہلکر نے معاملہ کو بھانپ لیا اور وہاں سے کوچ کر دینے ہی کو بہتر جانا اور علاقہ سے مال و دولت حاصل کرتے ہوئے اندور لوٹ آئے۔ ادھر مہاراجہ سندھیا نے ایک لشکر پھر تیار کیا جس کے سردار بالا راؤ سدا سپور وغیرہ تھے۔ جب یہ لشکر مہاراجہ ہلکر سے لڑنے کے قریب آ پہنچا تو ہلکر نے ان سے لڑنا مناسب نہ سمجھ کر شاہ پور کی طرف کوچ کیا۔ پھر وہاں سے ٹونک آ گئے۔ چین سنگھ و سندھیا کی طرف سے ٹونک کی حفاظت پر مامور تھا بھاگ کر رام پور چلا گیا۔ پھر مہاراجہ ہلکر اور نواب کوٹہ پہنچے اور پھر وہاں سے باڈولی راج گڈھ اور پاٹن سے مال و دولت اکٹھا کرتے ہوئے آشٹہ آ پہنچے۔ آشٹہ پہنچ کر دونوں سردار پھر الگ ہو گئے (۲۸)

پونا کی فتح

۱۸۰۲ء میں مہاراجہ ہلکر اور نواب امیر خان نے سندھیا سے لڑنے کے لیے پونا پر چڑھائی کیونکہ پیشوا اس وقت سندھیا کی زیر نگرانی تھے۔ چنانچہ دونوں سردار کوچ کر کے پنڈل پور پہنچے اور وہاں سے چل کر موضع جھر جھری میں قیام کیا۔ جو پونا سے تقریباً دس پندرہ میل شمال میں ہے۔ پہلے تو ہلکر نے پیشوا (پونا کے حاکم) کو صلح کے لیے ایک خط لکھا لیکن پیشوا نے ہلکر کے اس خط پر کوئی توجہ نہ دی۔ مہاراجہ ہلکر جھر جھری (مقام) سے روانہ ہو کر شہر ٹوٹ میں آئے اور وہاں سے پھر باجی راؤ پیشوا (حاکم

پونا) کو لکھا لیکن کچھ سود مند نہ ہوا۔ اس وقت پونا میں ایک لاکھ فوج تو سندھیا کی موجود تھی اور پیشوا کی فوج اس کے علاوہ تھی اور دوسری طرف ساٹھ ہزار فوج مہاراجہ ہلکر کے ساتھ تھی اور نواب امیر خان کی فوج اس کے علاوہ تھی۔ غرض ایک گھمسان کی جنگ شروع ہوگئی اور ایک بڑی جنگ کے بعد مہاراجہ ہلکر اور نواب امیر خان پونا میں داخل ہوئے اور پیشوا پونا چھوڑ گئے۔ ادھر کلوس (انگریز حاکم) صاحب بھی پیشوا کے پونا چھوڑ دینے کے بعد ہی پونا سے روانہ ہو کر بسین جا پہنچا تھا۔ غرض باجے راؤ نے انگریزوں کو روپیہ میں چھ آنے دینا قبول کر کے جنرل ولزلی کو اپنی رفاقت پر آمادہ کر کے انگریز فوج کے ہمراہ پونا کی طرف روانہ ہوئے۔ جہاں ہلکر اب تک جمے ہوئے تھے لیکن یہ دیکھ کر کہ جنرل ولزلی (انگریز حاکم) اپنی بائیس پلٹنوں کے ساتھ پونا کے لیے روانہ ہو چکا ہے اور دوسری طرف سے سندھیا اور بھونسلہ کی متفقہ افواج پونا پر چڑھائی کے لیے حرکت میں آچکی ہیں۔ ہلکر نے اپنے مقابلہ کی تاب نہ پا کر ٹل جانا ہی مناسب سمجھا۔ اور امرت راؤ پیشوا سے جو کچھ وصول ہو سکا لے کر فوراً اورنگ آباد چلے آئے (۲۹)

ہندوستانی لیڈروں کی انگریزوں کے خلاف مصالحت

بعد ازاں ہلکر سندھیا اور بھونسلہ نے جب یہ سنا کہ باجے راؤ پیشوا انگریزوں کی فوج لے آیا ہے تو انگریزوں کے ان دشمنوں کو بہت طیش آیا اور سب نے علیحدہ علیحدہ نواب امیر خان کو لکھا کہ ہم متفق ہو جائیں اور آپس کی رنجش بھلا کر انگریزوں کو اپنے علاقوں سے نکال دیں۔ اس پیغام کو نواب نے بھی پسند کیا اور پانچ سردار یعنی سندھیا، بھونسلہ، گائیکواڑ، ہلکر اور نواب امیر خان کا عہد نامہ ہو گیا غرض کہ انگریزی فوجکے افسر جنرل لیک کے شمالی طرف سے حملہ کو روکنے کے لیے نواب امیر خان اور مہاراجہ ہلکر مقرر کیے گئے۔ اور جنوبی طرف سے نظام اور جنرل ولزلی کے متفقہ حملہ کو روکنے کے لیے سندھیا، بھونسلہ اور گائیکواڑ کا مقابلہ انگریزی فوج سے ہوا۔ انگریزی افسر نے سندھیا کی فوج کے ایک بڑے افسر کو سازش کر کے اپنی طرف ملا لیا۔ جب سندھیا کو شکست ہونے لگی تو دیگر سرداروں نے مدد نہ کی اور انجام دیکھتے رہے۔ اور پھر میدان جنگ سے بھاگ گئے لہٰذا ان کو مع سندھیا کے شکست کھا کر انگریزوں سے صلح کرنی پڑی جس کی رو سے بھونسلہ نے انگریزوں کو اڑیسہ کا ضلع دیا۔ سندھیا نے گنگا اور جمنا کے درمیان کا دوآب بشمول دہلی آگرہ اور بہرائچ انگریزوں کے سپرد کیے اور گائیکواڑ نے گجرات میں کچھ علاقہ انگریزوں کے دیئے جن کی سالانہ آمدنی بارہ لاکھ تھی۔ اب صرف ہلکر اور نواب امیر خان ہی زیر ہونا باقی تھے۔ جرنل لیک نے آگرہ اور دہلی پر قبضہ کر کے ہلکر کا تعاقب کیا۔ پس ہلکر نے اجمیر و کشن

گڑھ سے خط لکھ کر نواب محمد امیر خان کو اپنی مدد کے لیے بلوایا۔ تب نواب نے صرف رسالہ کو ہمراہ لیا اور جھانسی سے معاملہ وصول کرتے ہوئے ایلچ پور پہنچے، وہاں جاسوس نے اطلاع دی کہ انگریزی فوج کے ساتھ ایک بڑی جمعیت گوسائیوں ہمت بہادر کے ماتحت موجود ہے۔ پس نواب نے رات گزار کر علی الصباح دشمن پر حملہ کر دیا، معرکہ نہایت سخت تھا مگر پھر بھی انگریزوں کو شکست ہوئی اور نواب امیر خان فاتحانہ طور پر ایلچ پور واپس ہوئے۔ دوسرے روز سنا کہ کئی انگریز پلٹنیں کالی کے قریب خیمہ زن ہیں۔ پس نواب نے پچھلی رات ان پر حملہ کر دیا اور انگریزی فوج گھبرا کر بھاگ نکلی۔ پھر نواب امیر خان نے شہر میں آ کر روپیہ وصول کیا (۳۰)

راجپوتانہ کی قیادت پر انگریزوں اور ہلکر کی جنگ

اس دوران ہلکر اقتدار راجپوتانہ پر مسلط ہو چکا تھا۔ یہ بات انگریزوں کو ناپسند تھی۔ پس جنرل مالی سین اور کولین سے ہلکر کی جنگ راجپوتانہ میں چھڑ گئی۔ جنرل کولین تو مارا گیا اور جنرل مالی سین فرار ہو گیا۔ تب ہلکر نے اس کا تعاقب متھرا تک کیا اور وہاں سے فرخ آباد آئے۔ پس جنرل لیک صاحب نے آگرہ سے روانہ ہو کر فرخ آباد پر چڑھائی کی۔ یہاں ہلکر کو شکست ہوئی۔ تب ہلکر بھرت پور کے راجہ کے پاس آ کر پناہ گزیں ہوئے اور اپنی اس مصیبت میں مدد کرنے کے لیے نواب محمد امیر خان کو طلب کیا۔ اس وقت نواب نے بھیلہ کا محاصرہ کر رکھا تھا۔ غرض منڈلا اور ساگر (مقامات) کے راجاؤں سے راستہ میں روپیہ وصول کرتے ہوئے بھرت پور کی طرف روانہ ہوئے (۳۱)

انگریزی مقبوضات پر یلغار

نواب امیر خان بھرت پور سے روانہ ہو کر مہابن کے گھاٹ سے معاملہ وصول کرتے ہوئے گوکل آئے۔ وہاں سے چل کر امروہہ میں مقام ہوا۔ امروہہ سے مراد آباد آئے۔ یہاں انگریزی فوج سے مقابلہ ہوا اور انگریزی فوج شکست کھا کر بھاگی۔ پھر نواب نے وہاں سے کوچ کر کے رامپور کے علاقہ میں قیام کیا اور وہاں سے کاشی پور اور وہاں سے شیر کوٹ اور وہاں سے دھام پور آئے۔ پھر یہاں کے رئیسوں سے روپیہ وصول کر کے نگینہ آئے، پھر نجیب آباد گئے۔ اور وہاں سے کرت پور پہنچے۔ غرض انگریزی علاقہ میں تہلکہ مچا دیا (۳۲) بعد ازاں صورتحال دیکھ کر ہلکر اور نواب نے مہاراجہ سندھیا کو اپنا رفیق بنانا چاہا۔ اس پر سندھیا راضی ہو گئے۔ پس تینوں سرداروں نے انگریزوں کو ہندوستان سے نکال

دینے اور جنگ جاری رکھنے کا عہد کیا۔ چنانچہ مہاراجہ سندھیا اور نواب مانڈل گڈھ علاقہ میواڑ میں آئے اور ہلکر نے شاہ پور میں قیام کیا (۳۳)

مہاراجہ سندھیا کا انگریزوں سے ساز باز

مہاراجہ ہلکر اور مہاراجہ سندھیا کے دلوں میں پہلے ہی رنجشیں صاف نہ ہو سکی تھیں۔ چنانچہ سندھیا نے مانڈل گڈھ سے رخت ہو کر ہلکر کے پاس شاہ پور آنے اور سندھیا کی چال سنائی۔ اسی اثنا میں پٹیالہ کے راجہ صاحب سنگھ اور لاہور کے راجہ رنجیت سنگھ کے ایلچی نواب امیر خان کے پاس یہ پیغام لائے کہ تم اور ہلکر دونوں ہمارے ملک میں چلے آؤ۔ پس یہ دونوں سوار مشورہ کر کے پٹیالہ کی طرف روانہ ہو گئے اور سانبھر، کھنڈیلہ، نارنول، ہانسی اور حصار ہوتے ہوئے پٹیالہ پہنچے اور راجہ پٹیالہ سے ملے۔ ان کے پیچھے جرنیل لیک ایک بہت بڑا لشکر لے کر نال کے قریب آ گیا تو ہلکر اور نواب لاہور کی طرف روانہ ہو گئے تاکہ رنجیت سنگھ والیٔ پنجاب سے مدد لے کر انگریزوں پر حملہ آور ہوں۔ غرض جب امرتسر کے قریب پہنچے تو رنجیت سنگھ نے دو تین کوس پر ان کا استقبال کیا اور اپنی راجدھانی امرتسر میں ڈیڑھ ماہ تک انہیں مہمان رکھا (۳۴)

راجپوتانہ میں نواب محمد امیر خان کا اقتدار

پنجاب سے واپس ہو کر ہلکر اور نواب امیر خان راجپوتانہ میں آئے۔ ہلکر تو لشکر میں ٹھہرے اور نواب اجمیر میں۔ ان دنوں جے پور اور جودھپور کے راجاؤں میں اودھے پور کی شہزادی سے شادی کرنے کے بارے میں جھگڑا ہو رہا تھا۔ پس راجہ جے پور نے نواب امیر خان صاحب کی مدد حاصل کر کے مقصد کو پورا کر لیا لیکن جو وعدے کیے تھے وہ پورے نہ کیے اس سے نواب بددل ہو گئے اور راجہ جودھپور سے جا ملے تب جیت جودھپور کی ہونے لگی۔ غرض راجپوتانہ میں نواب نے اس قدر کامیاب جنگیں لڑیں کہ تمام راجستھان میں نواب امیر خان کے نام کی دھاگ بیٹھ گئی۔ ادھر کچھ عرصہ کے بعد امیر علی خان ٹھگ کے نام سے ایک دوسرے پٹھان نے سارے راجپوتانہ میں تہلکہ مچا دیا تھا۔ اور وہ ٹھگوں کا سردار بن گیا تھا۔ آخر انگریزوں نے انسداد ٹھگی کی مہم شروع کر کے اس زبردست خطرے کو بھی دور کیا اور غالباً اسی ہمنام کی وجہ سے کچھ لوگوں نے نواب امیر خان کو بدنام کیا (۳۵)

غرض کہ نواب امیر خان کے لشکر کو جے پور، جودھپور، بیکانیر اور اودی پور جیسی بڑی ریاستیں بھی

تحفہ دے کر خوش رکھتی تھیں۔ اور بلائے ناگہانی سمجھ کر خراج دے کر ٹالتی تھیں۔ چنانچہ راجپوتانہ کی ہر بڑی ریاست میں نواب کی طرف سے ایک سردار خراج وصول کرنے کے لیے مقرر تھا جو سالانہ مقررہ خراج وصول کیا کرتا تھا۔ اسی طرح نواب امیر خان کی قیادت راجپوتانہ میں مسلم ہو چکی تھی اور یہ سب کچھ نواب کے سپاہیانہ جوہروں اور اس کے دلیر ساتھیوں مثلاً مختار الدولہ محمد شاہ خان، دارا شاہ خان، جمشید خان، محمد سعید خان اور غفور خان کی بدولت تھا (۳۶)

ناگپور کی جنگ

سارے راجپوتانہ میں اپنی دھاگ بٹھا کر نواب نے پھر وسطِ ہند کی طرف کوچ کیا اور چالیس ہزار سوار لے کر سارنگ پور، شجاع الپور اور رائے سین کے راستہ پر روپیہ وصول کرتے ہوئے بھوپال آئے۔ وہاں نواب وزیر محمد خان نے دوستانہ ملاقات کی۔ بھوپال سے چل کر کوٹہ کے راجہ سے خراج وصول کیا۔ پھر وہاں سے جبل پور پہنچ کر رگھوجی بھونسلا کو شکست دے کر ناگپور کی طرف بڑھے۔ تب ناگپور کے راجہ نے اپنے ملک کا نصف حصہ نواب کو لکھ دیا مگر در پردہ انگریزی فوج اور سندھیا کا لشکر ناگپور آ پہنچے۔ تب نواب امیر خان نے سب سے لوہا منوایا اور سب کے حوصلے پست کر دیئے۔ اسی اثناء میں ہلکر کی رانی کے خط پر خط آئے کہ دھرمان چیلے نے ستا رکھا ہے۔ پس ناگپور کی جنگ کو ناتمام چھوڑ کر بھوپال، بھیلہ، سرونج اور سارنگ پور ہوتے ہوئے علاقہ میواڑ میں آئے۔ اور وہاں سے کوچ کر کے ہمیر پور علاقہ چتوڑ میں آئے اور دھرمان چیلے کا محاصرہ کر کے اس کے لشکر کو شکست دی اور اس کا خاتمہ کر دیا۔ اور اس طرح ریاست اندور کو ہر طرح سے محفوظ کر کے رانی (جسونت راؤ ہلکر کی بیوی) کے سپرد کیا۔ کیونکہ ہلکر کچھ دنوں سے دیوانے سے ہو کر ناقابل کار ہو گئے تھے اور رانی ہی ریاست کا تمام کاروبار سنبھالتی تھی۔ پھر کچھ دن بعد جسونت راؤ ہلکر کے مرنے کی خبر ملی مگر نواب امیر خان نے حق رفاقت اور برادری ہلکر کے مر جانے کے بعد بھی اسی طرح نبھایا (۳۷)

نواب محمد امیر خان کی آخری مہم

اسی اثناء میں جے پور والوں نے خراج دینے سے انکار کر دیا۔ اس لیے جے پور پر چڑھائی کی گئی اور دختر راجہ مان سنگھ نے جب نواب کو بھائی بنا لینے کا پیغام بھیجا تب شہر کو لوٹ سے امان دے دی گئی۔ اور ایک گولہ کے بعد جو کہتے ہیں کہ ہوائی محل پر مارا گیا تھا پھر گولہ باری نہیں کی گئی۔ اس وقت

نواب کا لشکر فتح پٹیہ کے میدان میں بھرا تھا اور نواب نے اس وقت کے ایک درویش بزرگ سے جن کی درگاہ ان کی وفات کے بعد فتح پٹیہ پر ہی بنائی گئی تھی عقیدتمندانہ ملاقات بھی کی تھی مگر ۱۸۱۷ء میں جب کہ نواب نے قلعہ راجپورہ کا محاصرہ کر رکھا تھا انگریزوں نے ایک بڑے لشکر کے ساتھ نواب کے لشکر کو اچانک آ گھیرا۔ جرنیل ڈکنسن ایک اور جرار لشکر لے کر آگرہ سے روانہ ہوا۔ اور راجپورہ سے پندرہ کوس کے فاصلے پر خیمہ زن ہوا۔ تب جریل آکڑلونی ایک اور زبردست فوج اور عظیم الشان توپخانہ لے کر آموجود ہوا۔ انگریزوں نے کبھی اتنا زبردست لشکر ہندوستان میں کسی بھی رئیس کے مقابلہ میں اکٹھا نہیں کیا تھا۔ یہی نہیں بلکہ غضب یہ کیا کہ نواب کے پرانے دوستوں اور رفقاء کو توڑ کر اپنی طرف ملا لیا۔ چنانچہ فیض الدولہ خان بنگش جو نواب کا ایک پرانا رسالدار تھا مع اپنے رسالہ کے نواب سے جدا ہو کر انگریزی رسالہ میں آ شامل ہوا۔ اور نواب عبدالغفور خان مشیر خاص کو صلح کرا دینے کے معاوضہ میں ریاست جاورہ انگریزوں نے دے دی (۳۸)

ان ہی حالات میں سر چالس مٹکاف نے دہلی سے لالہ نرجن لال کو عہد نامہ کا مضمون دے کر نواب کے پاس بھیجا کہ اس پر نواب محمد امیر خان اپنی مہر لگا دیں تو ہمارے ان کے درمیان بھی صلح ہو جائے۔ ساتھ ہی ساتھ مصالحت کی خوبیاں اور آئندہ منافع کی توقعات بھی کہلا بھیجیں تا کہ جس طرح سے ممکن ہو نواب محمد امیر خاں کے خطرے سے نجات حاصل کی جائے۔ یہی وہ زمانہ تھا کہ پیشوا کو انگریزوں نے اپنا باج گزار بنا لیا تھا اور ہلکر صلح کا عہد نامہ لکھ چکے تھے۔ ادھر نواب عبدالغفور خان نے انگریزوں سے صلح کر لی تھی۔ رگھوجی بھونسلا پر چڑھائی ہو رہی تھی۔ سندھیا کی ترک و تاز بھی ختم ہو چکی تھی۔ مختار الدولہ محمد شاہ خان کا انتقال ہو چکا تھا۔ گویا نواب کا دستِ راست کٹ چکا تھا۔ پس ان حالات میں نواب امیر خان کے لیے بجز اس کے کوئی چارہ نہ تھا کہ راجپورہ کے ٹھاکر سے صلح کر کے محاصرہ ہٹا لیا جائے۔ پس نواب تیزی کے ساتھ نیا ہیڑہ پہنچے اور رائے داتا رام کو جو نواب کی طرف سے ریاست جے پور میں سفیر تھا لکھا کہ تم جرنیل آکڑلونی کے پاس جا کر ہماری طرف سے کہو کہ تمہاری خواہش کے مطابق ہم سے اب صلح ہو جانا مناسب ہے۔ چنانچہ رائے داتا رام اور محمد عمر خان (نواب امیر خان کے نمائندے) سانگانیر کے مقام پر جرنل آکڑلونی سے ملے اور مفصل گفتگو کے بعد یہ طے ہوا کہ دونوں جنرل ایک مقررہ مقام پر ملاقات کریں۔ غرض کئی دن تک ملاقاتیں ہونے کے بعد عہد نامہ مرتب ہوا جس کی رو سے ۱۸۱۷ء میں ریاست ٹونک کی بنیاد اس طرح پڑی کہ پرگنات سرونج، پڑاوہ، نیا ہیڑہ، چھبڑہ اور ٹونک جو معاہدہ تقسیم ملکی کے وقت مہاراجہ ہلکر کی طرف سے نواب محمد امیر خان کو پہلے

دیئے جا چکے تھے، ان پر نواب کا بدستور مالکانہ قبضہ تسلیم کرلیا گیا اور پرگنہ رامپور (علی گڑھ) مزید گورنمنٹ سرکار کمپنی کی طرف سے دیا گیا۔ اس اقرار نامہ میں قابل ذکر شرط یہ تھی کہ علاقہ راجپوتانہ میں جس قدر علاقہ دیا جاتا ہے اس کے علاوہ پرگنہ سنبھل بھی جو کہ نواب کا وطن تھا دیا جائے۔ مگر انگریزوں نے اس شرط کو لیت ولعل میں رکھا اور کچھ عرصہ کے بعد پرگنہ پلول علاقہ میوات دینے کا خیال ظاہر کیا۔ مگر شرط یہ رکھی کہ اس پر انتظام انگریزوں کا رہے گا اور آمدنی نواب کو بھیجی جاتی رہے گی۔ آخر نواب نے یہ منظور کرلیا کہ ڈیڑھ لاکھ روپیہ نقد سالانہ صاحبزادہ وزیرالدولہ (نواب امیر خان کے بڑے بیٹے) کے نام سے انگریزی خزانہ میں جاری کردیئے جائیں گے۔ ریاست ٹونک ہندوستان میں اسلامی فتوحات کی آخری کڑی تھی (۳۹)

رئیسانہ زندگی ۱۸۱۷ء سے ۱۸۳۴ء تک

دنیوی میدان عمل میں بہت کم ایسا دیکھا گیا ہے کہ اہل سیف حضرات بھی جہاں بانی اور مدبرانہ اوصاف کے حامل ہوں۔ مگر نواب محمد امیر خاں بہادر نے تلوار کو میان میں رکھنے کے بعد ریاست ٹونک کی تنظیم میں ذہانت اور ذکاوت کے وہ جوہر دکھلائے جو زمانہ میں عدیم المثال ہیں۔ قلعہ معلی ٹونک (ٹونک میں موجود ایک قلعہ) میں اقامت پذیر ہوکر دیوان خانہ و دیگر محلات کی تعمیر میں مصروف ہوئے اور قدیم فاتحین اسلام کی طرح جامع مسجد واقع محلہ امیر گنج کی بنیاد ڈالی جو ممدوح کے زمانۂ حیات ہی میں تکمیل کے مدارج کو پہنچی۔ قدیم ٹونک اور قلعہ معلی کے درمیان ایک طویل میدان حصہ تھا جس میں کاشت ہوتی تھی۔ پس رائی کو رعایا سے قرب عطا فرمانے کے لیے اور اس خلا کو پُر کرنے کے لیے اپنا عساکر سے آباد کرایا۔ چنانچہ محلہ امیر گنج میں اپنے اقرباء کو محلہ کالی پلٹن، رجن چھاؤنی اور اپنے لشکر کو شاگرد پیشہ میں اپنے خدام کو محلہ تختہ میں ساہوکاران ومہاجنان کو اور کائست اہل کاران کو آباد کیا۔ اور جدید آبادی اور قدیم آبادی کے درمیانی حصہ کو بازار کی تشکیل دی۔ چنانچہ بازار امیر گنج کے بعد بازار وزیر گنج اور علی گنج کے بعد نوابان نے اپنے نام سے بسایا۔ جامع مسجد قدیم ٹونک میں بھی توسیع اسی زمانہ میں کرائی گئی (۴۰)

ٹونک میں مسلمانوں کے لیے عدالت شریعت اور دیگر محکمات کی تنظیم کے بعد ریاست کے پرگنات کی طرف توجہ کی اور اس سلسلہ میں پہلا دورہ سرونج کا ۱۸۱۸ء میں ہوا۔ پھر دو سال بعد یعنی ۱۸۲۰ء میں سرونج دوبارہ تشریف لے گئے اور دو ماہ تک وہاں مقیم رہ کر عدالتی واصلاحی انتظامات میں

مصروف رہے۔ تیسری مرتبہ پرگنہ چھبڑہ ۱۸۲۸ء میں ہوتے ہوئے پھر سرونج آئے اور اپنے ولیعہد صاحبزادہ محمد وزیر خان کو سرونج کی حکومت حوالہ کر کے ٹونک واپس ہوئے۔ چوتھی مرتبہ سرونج کی انتظامی کشش نے نواب امیر خان کو پھر اپنی طرف کھینچا اور پھر پرگنہ پر تسلط کامل ہوگیا۔ اور پرگنہ کی رعایا کو ہر طرح سے امن حاصل ہوگیا۔ تب ٹونک واپس آئے اور کچھ عرصہ بعد علیل ہوکر ۲۵ر جمادی الآخر ۱۲۵۰ھ مطابق ۳۰ر ستمبر ۱۸۳۴ء کو نواب بہادر کی روح قید عناصر سے ہمیشہ کے لیے آزاد ہوگئی۔ اور قبرستان موتی باغ میں دفنائے گئے۔ ابتداء میں ان کی قبر کچی تھی مگر بعد میں نواب ابراہیم علی خان نے اسے سنگ مرمر سے پختہ کرادیا۔ تب ہی سے زمرۂ نواباں ٹونک کی یہ واحد پختہ قبر ہے اور بعد کی سب نوابان کی قبریں کچی یعنی مٹی کی ہیں (۴۱)

نواب امیر خان بہادر کی ازواج کے ناموں کا کہیں تذکرہ نہیں ملتا۔ البتہ اتنا معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے کئی شادیاں کیں۔ معلوم یہ ہوتا ہے کہ اس وقت کی رسوم و رواج اور خصوصاً پٹھانوں کی روایات میں خواتین کے نام اور خصوصاً ازواج کے نام منظر عام پر نہیں لاتے تھے۔ بہر صورت صاحبزادہ حاجی عبدالرحمٰن خان نے اپنی ایک کتاب میں اس حوالے سے یہ تذکرہ کیا ہے......

> ''نواب امیر خان بہادر کے باپ کا نام حیات خان تھا اور
> نواب امیر خان بہادر کے محل میں چند عورتیں تھیں۔ مگر دو بیویاں
> پٹھانی تھیں۔ ایک پٹھانی صاحبہ کے بطن سے نواب وزیر الدولہ بہادر
> اور دوسری پٹھانی صاحبہ کے بطن سے صاحبزادہ عبدالکریم خان بہادر
> تھے'' (۴۲)

پروفیسر ڈاکٹر مظہر محمود شیرانی اپنے ایک مضمون میں لکھتے ہیں......

> ''مغل بادشاہ اکبر شاہ ثانی رشتہ کے اعتبار سے نواب امیر خان
> کے ہم زلف اور محمد وزیر خان (ولیعہد) کے خالو تھے'' (۴۳)

چنانچہ اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ نواب امیر خان بہادر کے محل میں تمام خواتین اعلیٰ خاندانوں سے تعلق رکھتی تھیں۔

آپ کی اولادِ نرینہ کا شجرہ درج ذیل ہے

نواب محمد امیر خان صاحب کے تیرہ صاحبزادگان تھے جن کے اسمائے گرامی یہ ہیں......!

۱-- صاحبزادہ محمد وزیر خان (ولیعہد)	۲-- عبدالکریم خان
۳-- عباداللہ خان	۴-- جمال خان
۵-- کمال خان	۶-- اکرم خان
۷-- احمد علی خان رونق	۸-- فقیر احمد یار خان
۹-- بخت بلند خان	۱۰--منیر خان
۱۱-- ہدایت اللہ خان	۱۲-- محمد جہانگیر خان
۱۳-- محمد فتح خان (۴۴)	

تاریخ ٹونک

فصل دوم

(۱) نواب محمد وزیر خان بہادر نصرت جنگ کے حالات زندگی اور ان کی خدمات

(۲) نواب محمد علی خان بہادر صولت جنگ کے حالات زندگی اور ان کی خدمات

(۳) نواب حافظ ابراہیم علی خان بہادر صولت جنگ کے حالات زندگی اور ان کی خدمات

(۴) نواب حافظ مولوی سر سعادت علی خان بہادر کے حالات زندگی اور ان کی خدمات

(۵) نواب محمد فاروق علی خان بہادر صولت جنگ کے حالات زندگی اور ان کی خدمات

(۶) نواب محمد اسماعیل علی خان بہادر صولت جنگ کے حالات زندگی اور ان کی خدمات

نواب محمد وزیر خان بہادر نصرت جنگ

۱۸۳۴ء تا ۱۸۶۵ء

''مہر خدا ہست سلطان محمد وزیر''

ولادت---------- ۲۹ر جمادی الثانی ۱۲۲۲ھ/۱۸۰۶ء

مسند نشینی-------- ۲۷ر جمادی الثانی ۱۲۵۰ھ/۱۸۳۴ء

وفات---------- ۱۳ر محرم ۱۲۸۱ھ مطابق ۲۸ر جون ۱۸۶۴ء

مدت حکومت----- ۳۰ر سال (۴۵)

نواب وزیر الدولہ ۲۹ر جمادی الثانی کو نواب امیر بیگم دختر اخوند محمد ایاز خان کے بطن سے پیدا ہو کر ۲۸ر سال کی عمر میں تخت نشیں ہوئے نواب وزیر الدولہ یگانہ باپ کے فرزانہ بیٹے تھے، ان کی تعلیم و تربیت پر خاص توجہ کی گئی تھی۔ نواب امیر خان کے لشکر میں علماء وصلحاء کا جو گروہ ساتھ رہتا تھا اس کو ان کی تعلیم و تربیت کے لیے نواب امیر خان نے متعین کر رکھا تھا۔ قیام ریاست کے بعد زمانۂ ولیعہدی میں وزیر الدولہ تقریباً دو سال دہلی رہ چکے تھے۔ اگر چہ اس زمانہ کی دہلی شاہ جہاں اور عالمگیر کی دہلی نہ تھی تاہم اس زوال پذیر زمانہ میں بھی دہلی میں ارباب فن و اصحاب کمال کا مجمع تھا۔ انہیں اہل علم اور ارباب کمال سے اکتساب فیض کا زریں موقع ملا تھا اس لیے ان میں وراثتی بہادری و سپہ گری کے جوہر کے ساتھ علم و ادب کا بھی خاصا بلند ذوق پیدا ہو گیا تھا، پھر یہ کہ ''ابوالنصر معین الدین محمد اکبر شاہ ثانی جو سلاطین مغلیہ کی گزشتہ عظمت کے وارث اور خود بھی دہلی کے ایک مغل بادشاہ تھے ان کی والدہ کے حقیقی خالو تھے۔ قیام دہلی کے زمانہ میں انہی کی عاطفت اور تربیت کے سایہ میں وہ رہتے تھے اور ان ہی کی خدمت میں رہ کر شاہی تہذیب و اخلاق کا شاہانہ دربار کے مراسم و آداب کا، اور جہانبانی کے رموز اور مہمات کا

مکمل درس انہوں نے حاصل کیا تھا۔ ایسی تعلیم و تربیت، اس کے ساتھ ان کی فطری ذہانت اور مستغنی قابلیت کا یہ نتیجہ تھا کہ ان کی حکومت کا معیار نہایت اعلیٰ تھا'' وزیر الدولہ زمانۂ ولیعہدی ہی سے جود و سخا میں مشہور تھے۔ والی ریاست ہونے کے بعد ان کی فیاضی و داد و دہش میں اور بھی اضافہ ہوگیا تھا۔ وہ انعام و اکرام میں لاکھوں روپیہ بے دریغ تقسیم کر دیتے تھے اور علیٰ قدر مراتب جاگیرات، معافیات اور خطابات سے سرفراز فرما کر ارباب فضل و کمال کی حوصلہ افزائی فرمایا کرتے تھے۔ ان کی شاہانہ فیاضیوں سے ان کا آستانہ فیض ہر ایک علم و فن کے اہل کمال کا قبلۂ حاجات و مرکز عقیدت بن گیا تھا (۴۶)

شہنشاہ اکبر کے نورتنوں کی طرح صرف نورتن ہی نہیں بلکہ سینکڑوں یگانۂ روزگار اور باکمال ہستیاں دربارِ وزیری میں جمع ہوگئی تھیں اور ان کی بارگاہ سلیمان جاہ ارباب و کمال و مجمع دانایانِ روزگار و پختہ کاران باوقار تھی۔ اس لیے مؤلف آثار مالوہ کا یہ قول ''ٹونک اس وقت ہندوستان کا شیراز نظر آ رہا تھا'' شاعرانہ مبالغہ آرائی نہیں بلکہ مؤرخانہ حقیقت نگاری ہے (۲) واقعہ یہ ہے کہ ٹونک عہد وزیری میں جوہر شناس و قدر دانی شرفاء و تعظیم سادات عظام و تکریم علمائے کرام سے شیراز نہیں غیرتِ شیراز بنا ہوا تھا (۴۷)

حدیث و تفسیر، منطق و فلسفہ، کلام و تصوف، شعر و سخن، کتابت و نقاشی اور سپہ گری و طب غرض فنون و صناعات کے ماہرین کا ایسا یادگار اجتماع تھا جس کی نظیر نہیں ملتی۔ اور پھر یہ کیسے ممکن ہوسکتا ہے کہ ایسا بے نظیر اجتماع ہو اور ان میں باہم تبادلہ خیال نہ ہو، اظہار کمال کی کوشش نہ کی جائے، نوک جھونک سے دریغ کیا جائے، شاید ہی کوئی دن ایسا جاتا ہو کہ یہ باکمال حضرات کسی نہ کسی علمی ادبی یا مذہبی مسئلہ کو وزیر الدولہ کے دربار میں موضوع بنا کر اس شاہ عالم پناہ کی بزم کو گرم نہ کر دیتے ہوں۔

مؤلفِ آثار مالوہ مولوی احمد مرتضیٰ نظر لکھتے ہیں......

> ''آپ کا دربار مہذب و عالمانہ دربار تھا جس کی شان یہ تھی کہ ایک طرف ناظمین ملک آپ سے آئین جہانبانی حاصل کرنے میں مصروف ہیں تو دوسری طرف افسران عساکر جنگی سبق لے رہے ہیں، کبھی فقہی مسائل میں فقہاء سرگرم مباحث ہیں اور کبھی محدثین و مفسرین سے اصول و درایت پر گفتگو ہے، حکماء نے کوئی سوال اٹھایا تو فلسفہ قدیم و جدید کے دفاتر کھول کر رکھ دیئے، اطباء نے اگر اخلاط کی بحث چھیڑی تو علل و اسباب پر گھنٹوں تقریر کی'' (۴۸)

علمی مباحث کے ساتھ ساتھ دربار میں شعر وسخن کے چرچے بھی رہتے تھے۔ آپ کو فارسی شعرو شاعری کا اچھا مذاق تھا۔ مشاہیر شعراء کے اشعار بکثرت یاد تھے۔ ارباب فہم و دانش آپ کی شعرفہمی کے معترف تھے۔ مولوی علی اصغر صاحب کا بیان ہے......

''نواب صاحب (وزیرالدولہ) خود بھی صاحب علم وفضل تھے اور علماء وفضلاء کی وہ قدر بھی کرتے تھے۔ فارسی شعر و شاعری کا ان کو مذاق تھا اور مذاق بھی ستھرا تھا۔ ان کی شاہانہ فیاضیوں سے ان کا درِ دولت ہر ایک علم وفن کے اہل کمال کا قبلہ مقصود بنا ہوا تھا اور ان کی قدردانیوں نے ان کا دربار علماء وفضلاء اور شعراء سے ہمیشہ معمور رہتا تھا۔ علمی مباحث کے ساتھ شعر وسخن کے چرچے بھی دربار میں ہوتے تھے، سرکاری اہتمام سے مشاعرہ کی مجلسیں منعقد ہوتی تھیں، درباری شعراء فارسی زبان میں غزلیں اور قصیدے کہتے تھے''
(۴۹)

تاریخ محامد علیہ میں ہے کہ......

''ایک روز کا ذکر ہے کہ نواب وزیرالدولہ فرمانے لگے دل یہ چاہتا ہے اگلے استادوں کے شعر پڑھوں پھر سات سو شعر عمدہ فارسی کے زبان مبارک سے پڑھے'' (۵۰)

وصائے وزیری کے خاتمہ طبع میں مولانا احمد علی سیمابی مرحوم وزیرالدولہ کے معمولات کے ذیل میں رقمطراز ہیں......

''چوں از نماز عشاء فراغت می شد طعام خاصہ تناول فرمودہ محفل طلبائے علوم وفضلائے شہر انعقادی پذیرفت واکثر علوم دینی تعلیم می فرمودند۔ بعد یک پاس شب شاعران بذلہ سنج ومصاحبان بے رنج حاضر شدہ تذکرۂ تواریخ وحالات اطراف وانشاء اشعار درمیان می ماند تا آنکہ نصف شب سپرے می شد، آں گاہ ہمہ را رخصت فرمودہ بخواب گاہ میل استراحت می شد'' (۵۱)

وزیرالدولہ کو علمی ادبی اور تاریخی کتابیں جمع کرنے کا بھی بے حد شوق تھا۔ آپ کے عہد میں کثیر

تعداد میں نادر اور قیمتی کتابیں جمع کی گئی تھیں جن کے لیے قلعہ امیر گڑھ میں ایک خاص عمارت تعمیر کرائی گئی تھی، ان میں اکثر کتابیں مطلا و مذہب تھیں اور نقاشی و طلاء کاری کا بہترین نمونہ تھیں۔ وزیرالدولہ کو تصنیف و تالیف کا بھی بے انتہا شوق تھا۔ آپ نے متعدد کتابیں تصنیف فرمائیں جن میں ''وصائے وزیری'' فارسی میں علم اخلاق کی بہترین کتاب ہے''اس کتاب میں مختلف مناسبتوں سے ۶۵ رمقام پر نواب صاحب نے عاشقانہ وارفتگی اور مریدانہ عقیدتمندی کے ساتھ حضرت سید احمد شہیدؒ اور آپ کے رفقاء کا تذکرہ کیا ہے اور ان کے حالات و کمالات درج کیے ہیں جن میں سے اکثر آپ کے چشم دید ہیں'' (۵۲)

مجاہد اعظم حضرت سید احمد شہیدؒ جس زمانہ میں آپ کے والد بزرگوار نواب امیرالدولہ کے لشکر میں اقامت گزیں تھے، آپ نے ان سے تربیت باطن حاصل کی تھی اور سید صاحب کے حلقہ ارادت میں شامل ہو گئے تھے۔ سید صاحب اور ان کے خاندان سے وزیرالدولہ کو بڑی عقیدت تھی۔ مولانا سید ابوالحسن علی ندوی سیرت احمد شہید میں رقمطراز ہیں......

''نواب وزیرالدولہ مرحوم اس ریاست و امات کے باوجود سید
صاحب کے رنگ میں رنگے ہوئے تھے اور اس شان کے آدمی تھے
جو خانقاہ نشیں مشائخ اور عزلت گزیں زاہد اور صوفیوں میں نہیں
ملتی'' (۵۳)

وزیرالدولہ پورے متشرع، متبع سنت، پابند مذہب، باخدا اور متواضع مسلمان تھے اور صرف رؤسا و امراء کے طبقہ میں نہیں بلکہ علماء و صوفیاء، اور دینداروں کے حلقہ میں بھی ممتاز تھے۔ سید صاحب اور آپ کی جماعت کے ساتھ آپ کو عشق تھا، ان کی خاکِ پا آپ کے سر کا تاج تھی، ان کی ہر خدمت کو آپ اپنی سعادت سمجھتے تھے''اسی عقیدت کا سبب تھا کہ حضرت سید صاحب کی شہادت کے بعد ان کے ازواج و احفاد اور عام رفیقان و خادمان صداقت کی شان کو بلا کر ٹونک میں آباد کیا اور محلہ کا نام قافلہ رکھا، جاگیریں دیں اور نقد وظائف مقرر کیے'' (۵۴)

وزیرالدولہ کی زندگی کے حالات پڑھنے اور واقف حال لوگوں کی زبانی سننے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ قابل منتظم اور انصاف پسند رئیس ہونے کے علاوہ ایک متدین، پاک طینت مسلمان تھے۔ ان کی زندگی اسوۂ صحابہ کا نمونہ تھا سارے ہندوستان میں بلکہ اس وقت ساری دنیائے اسلام میں ریاست ٹونک وہ جگہ تھی جہاں شرعی حکومت تھی اور شریعت کا بازار گرم تھا، آپ کے مذاق طبیعت اور رجحان کی وجہ سے

ریاست میں متشرع اور دیندار و متورع جمع ہو گئے تھے۔ اور یہی وہ افضل ترین صفت جس کی بناء پر مرزا غالب نے اپنے ایک مدحیہ قصیدہ میں ان کو اس طرح مخاطب کیا ہے۔

حقا کہ ز نام تو عیاں است کہ در شرع
فرزانہ وزیرے شہ بطحاء حرام را

دسمبر ۱۸۶۴ء کی آخری تاریخیں تھی، اور محرم الحرام ۱۲۸۱ھ کو شروع ہوئے تیرہواں روز تھا اور اتوار کا دن کہ نواب وزیرالدولہ نے انسٹھ سال کی عمر میں تیس سال تک کامیاب اور شائستہ حکومت کرنے کے بعد اس دارِ فانی سے عالم بقا کی طرف رحلت کی۔ اپنے پدرِ بزرگوار نواب امیرالدولہ کے پہلو میں موتی باغ میں دفن ہوئے (۵۵)

دولت جاوید یافت ہر کہ نکو نام ویست
کز عقبش ذکر خیر زندہ کند نام را

صاحبزادہ مجید اللہ خان خاوؔر خلف بخشی صاحبزادہ صالح محمد خان نے ذیل کا تاریخی قطعہ کہا۔

حضرت وزیرالدولہ فرزند محمد میر خان
ہستی سے ملک نیستی میں جب ہوئے فرمازوا
سال پس ہشتاد و یک بارہ سو ہجری تھی عیاں
کیا الاماں وہ وقت تھا ساعت تھی کیا وحشت فزا
خاوؔر نے تب تاریخ یہ فوتِ ولی نعمت لکھی
غم سے اک عالم کو دیکھا زمیں پر لوٹتا
تیغ سے تیری قضا یہ ہائے بے سر ہوگئے
ملک و حشم خلق و شہی اقبال و یہ عز و سخا

۱۲۸۱ھ (۵۶)

وزیری علماء و شعراء جن کے دم سے دربارِ وزیری پُر بہار و پُر رونق تھا، اگر چہ بے شمار ہیں لیکن جن اربابِ علم و فضل اور اصحاب شعر و ادب کو وزیرالدولہ نے اپنے ندماء میں داخل کر لیا تھا اور جو آسمان علم و ادب پر مہ و انجم بن کر چمکے ان میں سے چند یہ ہیں:-

مولانا حیدر علی رامپوری   مولانا سید محمد علی رامپوری

مولانا فضل حق خیرآبادی
مولانا سید محمد علی صدر پوری
مولانا خیرالدین شیرکوٹی
حکیم سید انور علی
مولوی الٰہی بخش نازش خیرآبادی
مولوی سید ارشاد حسین خان خیرآبادی
نواب طالع یار خان
نکہت رامپوری

مولانا غازی ولی محمد پھلتی
شیخ حافظ وجیہ الدین باغ پتی
مولانا نجف علی خان جھجروی
حکیم امام الدین خان
علامہ تفضل حسین خان
ابوسلیمان منشی ظہور علی عباسی
مولوی سراج احمد
قاضی سید امیر علی

نواب محمد علی خان بہادر صولت جنگ

۱۸۶۵ء تا ۱۸۶۷ء

پیدائش--------	رجب ۱۲۴۸ھ مطابق جنوری ۱۸۳۲ء
مسند نشینی--------	۱۵ر محرم ۱۲۸۱ھ مطابق جنوری ۱۸۶۵ء
معزولی--------	۲۳ر شعبان ۱۲۸۴ھ مطابق ۲۸ر دسمبر ۱۸۶۷ء
مدت حکومت----	۳ر سال ۳ر ماہ
وفات--------	۱۶ر صفر ۱۳۱۳ھ مطابق اگست ۱۸۸۹ء (۵۷)

نواب محمد علی خان، ریاست ٹونک راجستھان کے تیسرے فرماں روا گزرے ہیں۔ ۱۴ر رجب ۱۲۴۸ھ م ۱۸۳۲ء کو ٹونک میں پیدا ہوئے۔ جنہوں نے اپنے دینداری، جری و بہادر باپ وزیرالدولہ کی نگرانی میں تربیت پائی۔ علوم متداولہ حاصل کیے۔ علماء و فضلاء کی صحبت میں رہے۔ مولوی فضل اللہ امروہوی، مولانا حیدر علی رامپوری ٹونکی، مولوی حکیم عبدالعلی ٹونکی، مولوی سید محمد علی لکھنوی اور مولوی فخر صاحب رامپوری وغیرہ کی شاگردی میں رہے۔ قاری عبدالرحمٰن پانی پتی اور مولوی عبدالقیوم صاحب بڈھانوی پسر مولوی عبدالحی صاحب دہلوی تک سے حدیث کی سند حاصل کی۔ نواب وزیرالدولہ کے حسن تربیت کا نتیجہ تھا کہ یہ بہادر و جری انسان ناز و نعم میں پرورش پانے کے باوجود علم و فضل کی دولت سے مالا مال ہوا اور ہمیشہ علماء و فضلاء میں رہ کر اپنی زندگی گزاری (۵۸)

آپ علم دوست اور اہل علم کے قدرداں تھے آپ کی مجلس ہمیشہ اہل علم سے گرم رہا کرتی تھی۔ تصنیف و تالیف کی طرف بے حد رغبت تھی کتابیں خود تصنیف کرتے۔ اہل علم سے تصنیف کراتے۔

مفید کتابوں کے اردو فارسی ترجمے تیار کراتے اور حتی الامکان انہیں شائع کرنے کی کوشش کرتے تھے۔
آپ نے اپنے دور میں علم وفضل کی اشاعت میں وہ کوشش کی ہے جو صدیوں میں کسی خوش نصیب انسان کو حاصل ہوا کرتی ہے۔علوم دینیہ آپ کی مساعی کے مرکز رہے،فن حدیث وسیرت خصوصیت سے آپ کی توجہات کے ممنون ہیں، سیر ومغازی پر آپ نے جو کام کیا ہے وہ بآسانی بھلایا نہیں جا سکتا۔ مولوی عبدالحی لکھنوی نزہت الخواطر میں آپ کے لیے لکھتے ہیں......

"و کان مولعا بسیرة النبی ﷺ و حلیته و غزواته و غزوات الصحابة فینفق کثیرا من امواله فی ذالك" آپ رسول اللہ ﷺ کی سیرت، آپ کے حلیہ اور آپ کے اور آپ کے اصحاب کے غزوات کے بڑے دلدادہ اور گرویدہ تھے، اور اپنی دولت کا بڑا حصہ اس پر خرچ کیا کرتے تھے" (۵۹)

آپ کے علمی ذوق، فنی توجہات، اور علم وفضل پر فطری فریفتگی وشیفتگی کا اندازہ کا آپ کے جمع کردہ کتب خانہ کے اس ذخیرہ کو دیکھ کر ہوتا ہے جو آپ نے قیام بنارس کے زمانہ میں ہزاروں روپے خرچ کر کے جمع فرمایا اور اب بھی یہ ذخیرہ عربک اینڈ پرشین ریسرچ انسٹیٹیوٹ ٹونک میں محفوظ ہے۔علوم حدیث، فقہ، عقائد، کلام، تصوف اور سیرت پر جو قلمی اور مطبوعہ ذخیرہ اس کتب خانہ میں میسر ہے دوسرے مقام پر مشکل ہی سے حاصل ہوتا ہے۔ دور دور سے نادر ترین کتابیں آپ کے لیے حاصل کی جاتیں جو کتابیں بآسانی میسر نہ ہوتیں تو مشہور مقامات سے ان کی نقول منگوائی جاتیں۔ قیام گاہ بنارس پر ایک دو نہیں کئی کئی مستقل کاتب مقرر تھے جن کا مستقل کام یہ تھا کہ کتابوں کے مبیضے نقل کریں یا حاصل شدہ نادر کتابوں کی دوسری کاپی تیار کریں پھر ان تمام کاموں کی خود نگرانی فرماتے تھے۔آپ کے اس ذوق وشوق کا پورا اندازہ آپ کے کتب خانہ کی ایک ایک کتاب کو دیکھ کر ہوتا ہے۔آپ ۳۲ سال کی عمر میں نواب ہوئے۔ ولی عہدی کے زمانے سے ہی آپ کے مشاغل بالکل مختلف تھے۔نواب وزیرالدولہ کی دینی عصبیت اور علمی والہیت آپ پر پوری طرح کارفرما تھی۔علوم سے فراغت کے بعد ہی تصنیف و تالیف کا سلسلہ شروع ہوگیا۔نواب ہوجانے کے بعد تین چار سال کی مدت اگرچہ اپنی زندگی کی مصروف ترین مدت تھی لیکن امور ریاست کا پورا بار ہونے کے باوجود آپ نے اپنے علمی ذوق کو قائم رکھا۔اللہ کو آپ سے دوسرا کام لینا تھا اس لیے بہت جلد نوابی کا سلسلہ ختم ہوگیا۔اور جب آپ اپنی عمر کی باقی تیس سالہ مدت گزارنے کے لیے بنارس بھیج دیئے گئے تو آپ نے اس مدت کو پوری طرح مفید بنایا۔علماء کی

ایک پوری جماعت تصنیف و تالیف پر لگا دی۔ مشہور و مفید کتابوں کے اردو فارسی ترجمے کرائے۔ علماء کے وظیفے مقرر کیے۔ جاگیریں عطا فرمائیں اور جس قدر دولت ان پر خرچ کی جاسکتی تھی صرف کی تاکہ فارغ البالی کے ساتھ یہ حضرات اپنی متعلقہ خدمات میں خوشدلی کے ساتھ مصروف رہیں۔ جو کتابیں بآسانی فراہم نہیں ہوسکتی تھیں انہیں طبع کرایا اور اس سلسلہ میں جس قدر مصارف کیے جاسکتے تھے وہ خوشی کے ساتھ برداشت کیے۔ چنانچہ تیسیر القاری شرح صحیح البخاری، شروح اربعہ ترمذی اور مجمع بحار الانوار وغیرہ جیسی اہم و نادر کتابوں کی اشاعت آپ ہی کی رہین منت ہیں (٦٠)

نواب حافظ ابراہیم علی خان بہادر صولت جنگ

جی، سی، ایس، آئی، جی، سی، آئی، ای

۱۸۶۷ تا ۱۹۳۰

تاریخ ولادت ۲۲/ذی الحجہ ۱۲۶۵ھ جس کا مادہ تاریخ ''مبارک بخت'' ہے۔ نواب امین الدولہ کی اقبال مندی وارجمندی کی دلیل اس سے بڑھ کر کیا ہوسکتی ہے کہ انہیں یمین الدولہ بہادر نے اپنے ہاتھوں سے مسندنشیں فرمایا۔ چونکہ آپ کی عمر اس وقت ۲۰/سال کی تھی اس لیے ملکی انتظامات ایک کونسل کے ذریعہ طے پاتے رہے۔ دو سال بعد ۱۲۹۰ھ/۱۸۷۳ء کو جب نواب امین الدولہ بہادر قانونی عمر کو پہنچے تب حکمرانی کے اختیارات ملے اور صاحبزادہ سرمحمد عبیداللہ خاں بہادر کو دستورِ اعظم یا نائب الریاست بنایا گیا اور انگریزی عہد کی بہت سی باتیں انتظاماً رعایا کی بہبود کے لیے مروج کی گئیں۔ اس دور میں عدالتی انتظام، صیغۂ پولیس، سائر، جنگلات، تعمیرات اور خصوصاً صیغۂ مال میں بہت کچھ اصلاحات ہوئیں جس کی وجہ سے ترقی نمایاں ہوئی اور ریاست کی آمدنی بڑھی۔ مطبع محمدی (اردو و انگریزی پریس) بھی اسی دور میں قائم ہوا۔ اس سے سرکاری گزٹ اور سرکاری اشتہارات کے طبع کرانے میں بڑی مدد ملنے لگی (۱)۔ زمانہ بتدریج ترقی پذیر تھا اسی مناسبت سے نظام ملکی پیرایہ اصلاحات میں مزید تبدیلیاں چاہیں جس کو امین الدولہ بہادر کی بیدار مغزی اور زمانہ شناسی نے محسوس کرتے ہوئے ۱۹۰۳ء میں کونسل عالیہ کی از سرِ نو تنظیم کی (۶۱)

تریسٹھ سال کی طویل حکومت مثل بادشاہت کے عہدے کے ختم کر کے جون ۱۹۳۰ء میں آپ اس

دنیائے فانی سے کوچ کر گئے۔ ممدوح کا تمام دور ایسے زمانہ میں رہا جبکہ سلطنت برطانیہ کے اقبال کا سورج نصف النہار پر چمک رہا تھا، یہی وجہ تھی کہ ریاست کی اس دور میں عنان حکومت عرصہ تک انگریز ہی سنبھالتے رہے مگر دربار ٹونک کے بزرگ اور بااثر شخصیت اور وسیع اختیارات کی وجہ سے انگریزی تمدن کو اس ریاست میں فروغ نہ ہوسکا۔ جس کا بڑا اثر یہ ہوا کہ عوام انگریزی تعلیم کی اعلیٰ اسناد مثلاً وکالت، ڈاکٹری وانجینئری سے محروم رہ گئے۔ خاص ٹونک میں صرف ایک ہائی اسکول عرصہ دراز تک چلتا رہا اور اس میں بھی صرف آرٹس کے مضامین پڑھائے جاتے تھے اور ہر سال میٹرک پاس کرنے والے طلباء کی تعداد دس بارہ سے زیادہ نہ تھی اور اس کمی پر کسی نے بھی کوئی توجہ دور خلیل تک نہیں دی۔ یہی نہیں بلکہ ٹونک خاص کو اور سرونج کو ریل سے کوسوں بیس میل پرے پڑے رہنا دیا گیا اور نئے دور کی روشنی کے آثار نمایاں نہ ہونے پائے۔ ٹیلیفون سرکاری حکام کی کوٹھیوں پر ضرور تھا مگر پبلک کی دکانوں اور گھروں پر نہ تھا۔ موٹر کی سواری صرف رئیس یا اکابرین صاحبزادگان تک محدود تھی البتہ سائیکلوں کا رواج عام ہوگیا تھا۔ بیل گاڑیاں جنہیں ٹونک کی اصطلاح میں تانگے کہا جاتا تھا شہر کے امراء کی خاص سواری تھی۔ پردہ نشیں مستورات کے لیے بھی تانگہ گاڑیاں بھی پردہ پڑی ہوئی کرائے پر ملتی تھیں (۶۲)

آپ کے دور کی خاص بات یہ تھی کہ اسلامی دینی تعلیم عربی، فارسی، حفظ قرآن وقرأت اس دور میں کمال پر تھے جس کی وجہ سے ٹونک کے علماء حفاظ سارے ہندوستان کے شہروں پر چھا گئے تھے نواب امین الدولہ بہادر ۱۲/ربیع الاوّل کو بڑی عقیدت، دھوم دھام کے ساتھ میلاد یا مولود شریف منعقد کرتے تھے۔ جس مصارف کا سالانہ بجٹ تقریباً تین لاکھ روپیہ تھا۔ پیدائش حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی آخری شب کو ایک سو ایک توپیں داغی جاتی تھیں اور محفل میلاد عام تھی جو شب کو نذر باغ کی کوٹھی میں منائی جاتی تھی۔ اور میلاد خلیل نام کی کتاب پڑھی جاتی تھی اور دیدہ زیب چراغاں سے نذر باغ بقعۂ نور بن جاتا تھا۔ اور ہر روز بعد محفل میلاد پاؤ بھر لڈو فی کس تقسیم کیے جاتے تھے جس میں رنگ نسل اور قوم کا کوئی لحاظ نہیں ہوتا تھا۔ مردوں کے علاوہ عورتیں بھی اس محفل کے دیدار اور شیرنی سے مستفیض ہوتی تھیں اور مہمان خانہ ہندوستانی وافغانی مہمانوں سے پُر ہوتے تھے۔ مکی ومدنی وبغدادی عربوں کو آمد ورفت کے علاوہ معقول نقد نذرانے بھی پیش کیے جاتے تھے (۶۳)

نواب کو شاعری سے کافی لگاؤ تھا اور نعت ومنقبت میں اپنا تخلص خلیل رکھ کر اچھے اشعار کہہ لیتے تھے۔ اس لیے بہ کثر شعراء نے نواب کی سرپرستی حاصل کرنے انعامات پائے۔ ان میں استاد ظہیر دہلوی، بسمل خیر آبادی، مظفر خیر آبادی، نواب سلیمان خاں، اسد لکھنوی، فتنہ لکھنوی تھے۔ غرض نواب امین

الدولہ حافظ محمد ابراہیم علی خان صاحب کا دورِ ٹونک کی تاریخ میں دورِ شاہجہانی کے زریں نقوش کی یاد تازہ کر دیتا ہے۔نواب ممدوح مذاق اور مزاج کے اعتبار سے بھی شاہجہانِ ثانی کہلانے کے مستحق ہیں۔ اسی لیے ان کا دور ریاست ٹونک میں سنہری زمانہ کہلانے کا مستحق ہے۔فرق صرف یہ ہے کہ اواخر عمر میں شاہجہانی اقبال اپنے ہونہار بیٹے اورنگ زیب کے اقبال کے سامنے ماند ہو گیا اور گردش میں آ گیا جب کہ نواب ابراہیم علی خان کے چڑھتے اقبال کے سامنے ان کے والد کا اقبال چکا چوند ہو کر نظر بندی میں گھر گیا۔اسی دور میں ریاست نے ہر اعتبار سے ترقی کی ۶۴)

نواب حافظ مولوی سر سعادت علی خانصاحب بہادر

جی، سی، آئی، ای

۱۹۳۰ء تا ۱۹۴۷ء

صاحبزادہ عبدالحفیظ خان ولیعہد ریاست نے کیوں کہ اپنے نواب ابراہیم علی خان صاحب کی حیات میں انتقال کیا تھا اس لیے نواب امین الدولہ کے انتقال کے بعد صاحبزادہ سعادت علی خان ۲۴ر جون ۱۹۳۰ء کو گدی نشین کیے گئے سر سیسل اس وقت وائس پریذیڈنٹ تھے اور صاحبزادہ محمد اسحٰق خانصاحب یعنی سر سعادت علی خان کے چچا اور سسر ہوم ممبر تھے۔ سر سیسل کے جلد ہی چلے جانے پر میجر فریزر صاحب ایڈوائزری اختیارات کے ساتھ ٹونک میں آئے اور ٹونک کے حالات کو بہتر بنانے کے لیے موصوف نے اپنے وسیع اختیارات کو بڑی توجہ سے کام میں لیا۔ چنانچہ دریائے بناس پر فریزر برج کی تعمیر ان کی بڑی یادگار ہے۔ اس سے موسم باراں میں سفر کرنے یا مال لانے لے جانے کی جو پریشانی تھی اور سخت تکلیف و زیر باری تھی وہ رفع ہوگئی۔ اور تجارت میں سہولت بڑھ جانے پر فروغ ہوا۔ سعادت ہسپتال کی شاندار عمارت بھی اسی دور کی یادگار ہے جو نواب کی فراخ دلی اور رعیت پروری کی ایک نمایاں یادگار ہے۔ انگریزی تعلیم کی طرف بھی توجہ کی گئی اور ہائی اسکول کے ہیڈ ماسٹری کے عہدہ کے لیے ایک بڑے منتظم اور لائق اینگلو انڈین مسٹر وی وی فلپس کا تقرر فرمایا (۶۵)

نواب سر سعادت علی خان صاحب ذہن و ذکاوت میں بے مثل تھے۔ ممدوح کا ابتدائی زمانہ اپنے دادا نواب محمد علی خان صاحب کے پاس بنارس میں گزرا تھا اور وہیں کے دینی مدرسہ میں پڑھ کر حفظ قرآن پاک اور علوم عربیہ کی تکمیل کی تھی۔ پھر دادا صاحب کے انتقال کے بعد ٹونک آ گئے تھے اور اپنے بڑے بھائی صاحبزادہ عبدالحفیظ خان کی صحبت میں رہ کر شکار کھیلنے اور کرکٹ کھیلنے کا شوق پیدا ہوگیا تھا۔ اس کے علاوہ ٹونک کے احباب کی صحبت کے اثرات سے اصیل مرغ بازی، بٹیر بازی، شطرنج، مچھلی کے شکار اور سیر کے شوق بھی بڑھ چڑھ کر تھے۔ تیراکی میں ممدوح کو اس قدر مہارت تھی کہ بناس ندی کو طغیانی کی حالت میں اس کے نہایت کشادہ پاٹ پر بھی تیر کر پار کر لیتے تھے۔ نواب پرگنہ سرونج کا دورہ

ہر سال بڑے شوق سے کرتے تھے اور مالوہ کے مردم آزار شیروں کا قلعہ قمع کر کے جنگل کو بے خطر بنا آتے تھے۔ تاکہ پھر نواب کی رعیت کے لوگ اپنے پیشوں کو مامون اور محفوظ ہو کر انجام دے سکیں۔ غرض فرائض حکومت اعلیٰ طور پر انجام دینے اور اپنی رعایا کی ہر طرح نگہداشت کرنے اور ان کی فلاح و بہبود چاہنے کی شہرت سے نواب کا مقام انگریز حکام اور گرنمنٹ برطانیہ کی نظر میں بہت اونچا تھا۔ چنانچہ سرکار برطانیہ کی طرف سے نواب جی سی آئی ای کا خطاب عطا کیا گیا۔ اس پر رعایا اور رئیس نے بڑی خوشیاں منائیں۔ یہ حقیقت تسلیم شدہ ہے کہ خاندان امیریہ میں نواب سر سعادت علی خاں بڑے مدبر مصلحت بیں، مقبول ترین، سادہ مزاج، رحم دل، انصاف پسند، دلیر اور نہایت کامیاب رئیس ہوئے ہیں۔ اس لیے آج تک بھی ٹونک کے لوگ انہیں عزت اور قدر کے ساتھ یاد کرتے ہیں۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ اپنی بہت سی خوبیوں میں وہ امیر الدولہ بہادر نواب محمد امیر خان کے نمونہ تھے اور بعض میں ان سے بھی بڑھ چڑھ کر۔ چنانچہ انگریزوں کے ہندوستان کو خدا حافظ کہنے سے قبل ہی انہیں ایک ایک کر کے ریاست سے روانہ کر دیا اور پھر سارا انظام ریاست اپنے ہاتھ میں لے لینا اور بڑی مطلق العنان سیاست کے ساتھ حکومت کرنا ان کی نمایاں خصوصیت تھی جو ان کے پیش رو کسی رئیس میں نہ تھی۔ عالم ہونے کی وجہ سے مقرر بھی اچھے تھے۔ نواب صاحب اپنا سنہری زمانہ گزار کر مثانے کے مرض میں مبتلا ہو کر جلد ہی ۲۳ رمئی ۱۹۴۷ء کو تقریباً دو بجے دن بروز جمعہ انتقال فرمایا اور قبرستان موتی باغ میں دفنائے گئے۔ ان کی بڑی بیگم سے جو صاحبزادہ محمد اسحٰق خان صاحب یعنی آپ کے چچا کی صاحبزادی تھیں کوئی اولاد نہیں ہوئی۔ جو راجستھان کے مروجہ قانون کے مطابق ریاست کی وارث ہوتی۔ (٦٦)

قانون ریاست کے مطابق اور رعایائے ٹونک کی متفقہ آواز پر نواب مرحوم کے سوتیلے بھائی صاحبزادہ محمد فاروق علی خان صاحب کو سرکار برطانیہ ہند نے ۳۱ رمئی ۱۹۴۷ء کو جائز وارث تسلیم کرتے ہوئے تخت نشیں کیا گیا۔

نواب محمد فاروق علی خانصاحب بہادر صولت جنگ

۱۹۴۷ء تا ۱۹۴۸ء

آپ کی ولادت ۱۸/ اگست ۱۸۸۵ء کو ہوئی تھی اس حساب سے باسٹھ سال کی عمر میں گدی نشیں ہوئے۔ آپ کی صورت سیرت کی ترجمان تھی یعنی آپ کو حسن سیرت وصورت دونوں عطا کیے گئے تھے۔ آپ کا قد تو میانہ سے کچھ کم تھا مگر خدوخال اور رنگ سرخ وسفید تھا۔ غرض رؤسائے ٹونک میں آپ سب سے حسین تھے۔ آپ کی ابتدائی پرورش مچھلی بھون نذر باغ میں ہوئی اور قلعہ کے سرکاری محلات میں تربیت پائی۔ قرآن شریف آپ نے حافظ علی محمد صاحب سے اور حافظ نور محمد صاحب سے پڑھا۔ اردو فارسی کی تعلیم مولوی جان محمد صاحب سے پائی۔ اردو تعلیم سے فراغت پا کر ۱۹۰۴ء میں قانونی معلومات حاصل کرنے کے لیے اور دفتری کام سیکھنے کے لیے آپ کو دہلی بھیجا گیا۔ وہاں آپ کے لیے مجسٹریٹی کا عہدہ تجویز ہوا مگر ملازمت کرنے کو آپ کے والد نواب نے پسند نہیں کیا۔ اس لیے آپ کو دہلی میں آنریری مجسٹریٹ مقرر کیا گیا اور اپنے اس عہدہ کے فرائض کو ۱۹۰۷ء سے ۱۹۱۲ء تک بڑی دانائی اور شہرت سے انجام دیا (۶۷)

ابتدائے جوانی میں آپ نے قادریہ سلسلہ کے مشہور بزرگ مولانا غوث علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے اور مولانا گل حسن شاہ صاحب سے جو تذکرہ غوثیہ کے بھی مؤلف ہیں بیعت کی۔ مولانا گل حسن صاحب آپ کے والد نواب ابراہیم علی خان کے بھی پیر تھے۔ دورانِ قیام دہلی میں آپ متواتر ان کی صحبت سے فیضیاب ہوتے رہتے تھے اور صوفیانہ ریاضتیں بھی کرنے لگے تھے۔ دہلی سے ٹونک آجانے کے

بعد آپ کی طبیعت دنیا سے سرد ہونے لگی تھی۔ تب عزلت اختیار کر کے اپنے شیخ کی ہدایت پر عمل کیا اور قناعت کو اپنا مشرب بنایا اور اپنی صحبت میں شرفاء، علماء، صوفیاء کو رکھا۔ اور کبھی کبھی ریاست کے انگریز حکام سے بھی ملتے تھے۔ آپ رؤساء کی میٹنگ میں شریک ہونے کے لیے ۶ رجنوری کو دہلی تشریف لے گئے لیکن اسٹیشن دہلی پر پہنچتے ہی طبیعت خراب ہوئی اور ۷ رجنوری ۱۹۴۸ء کی شب کو قلب کی حرکت بند ہو جانے سے ممدوح کی روح قفس عنصری سے اچانک پرواز کر گئی۔ اس وقت نوابی کے دعویدار کھڑے ہوئے کیونکہ نواب مرحوم فاروق علی خان صاحب کے کوئی اولادِ نرینہ نہ تھی اور قانون ریاست کی رو سے صاحبزادی کی گدی نشینی نہیں کی جا سکتی تھی۔ غرض گدی کے واحد حقدار صاحبزادہ اسماعیل خان صاحب تھے جو نواب مرحوم کے سوتیلے بھائی تھے اور ولی عہد ریاست صاحبزادہ عبدالحفیظ خان صاحب مرحوم کے بڑے فرزند صاحبزادہ معین الدین خان صاحب تھے جو دوسرے دعویدار تھے۔ مگر چونکہ ان کے والد صاحب کا انتقال ان کے دادا نواب ابراہیم علی خان صاحب کی حیات ہی میں ہو گیا اس لیے اسلامی قانون سے انہیں ناحق تصور کیا گیا۔ اور نواب فاروق علی خاں صاحب کی علی الصبح دفنانے سے قبل ہی شب کے وقت بہ رضامندی اہل خاندان امیریہ اور قانون ریاست کے مطابق صاحبزادہ محمد اسماعیل خاں صاحب کو انڈین یونین نے جائز وارث تسلیم کر لیا اور عزیز الدولہ کے خطاب سے تخت نشیں کیا (۶۸)

نواب محمد اسماعیل علی خانصاحب بہادر صولت جنگ

تخت نشینی فروری ۱۹۴۸ء

آپ کی پیدائش سرکاری محل نذر باغ میں ہوئی (بزمانہ حیات امین الدولہ بہادر) اواخر عمر میں امین الدولہ بہادر کو اپنی تمام اولاد میں آپ سے زیادہ محبت تھی اس لیے آپ کی تعلیم و تربیت میں ابتداء ہی سے اعلیٰ انتظامات کیے گئے۔ قرآن شریف اور اردو کی تعلیم تو صغر سنی ہی میں محلات میں ہوئی۔ مولوی عبداللہ خان صاحب اور دیگر حفاظ کی زیرنگرانی آپ کی ابتدائی دینی تعلیم ہوتی رہی مگر انگریزی تعلیم اس کی بول چال اور مغربی طرز معاشرت سکھانے کے لیے ایک انگریز مسٹر میڈ کو گارڈین مقرر کیا گیا۔ اور درسی انگریزی و حساب سکھانے کے لیے مسٹر سید حامد حسین صاحب بی اے، ایل ایل بی، سیکنڈ ماسٹر دربائی ہوئی۔ اسکول ٹونک کی سرکاری ملازمت ان کی ٹیوٹری پر منتقل کر دی گئی۔ ابتدائی تعلیم سے فارغ ہونے پر آپ کو میو کالج اجمیر میں داخل کیا گیا اور قیام کالون ہاؤس کی بہترین کوٹھی میں ہوا۔ وہاں آپ نے ڈپلومہ تک تعلیم حاصل کی۔ پھر کالج کی تعلیم سے فراغت پا کر محکمہ مال و جوڈیشل کی ٹریننگ کے لیے پہلے تو اجمیر کی کمشنری میں کام سیکھا پھر ہوشنگ آباد (دکن) کے سرکاری دفتر میں ٹریننگ ہوئی اور اس سے فارغ ہو کر ٹونک ہی میں مقیم ہو گئے۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ ریاستوں کو حکومت ہند میں ملحق کرنے کا مسئلہ زیر غور تھا اور بدقسمتی سے ریاست ٹونک گزشتہ چند سال سے بدانتظامی کے دور سے گزر رہی تھی اور اس کے حالات مرکزی حکومت کے نوٹس میں آ چکے تھے لہٰذا اصلاحی مداخلت دینا ضروری اور لازمی تھا (۶۹) چنانچہ کانگریس گورنمنٹ نے یوپی پروانشل سروس کے ایک ریٹائرڈ ڈپٹی کلکٹر کو جو اس وقت

ریاست کوٹہ کے پرائم منسٹر تھے، ایڈمنسٹریٹر یعنی منتظم کل بنا کر فروری ۱۹۴۸ء میں ٹونک بھیجا۔ آپ کا نام رائے بہہ دار ڈاکٹر رام بابو سکسینہ تھا۔ آپ نے ریاست کے اندرونی حالات کا جائزہ لے کران سے حکومت ہند کو مطلع کیا اور کچھ عرصہ تک ریاست کی مشنری کو چلایا۔ یکم مئی ۱۹۴۸ء سے گیارہ ریاستوں کے شامل ہو جانے پر راجستھان یونین وجود میں آیا۔ منجملہ ان گیارہ ریاستوں کے ایک ریاست ٹونک بھی تھی۔ چنانچہ ٹونک کو ایک ضلع کی حیثیت دی گئی۔ جس میں علی گڑھ، نینوا اور اندرگڑھ کی تحصیلیں شامل کی گئیں۔ اس طرح ایڈمنسٹریٹر کا عارضی دور بھی ختم ہوا اور دوممبران کونسل نے اپنی کونسل اور ریاست کی حکومت کو خدا حافظ کہا۔ اور رئیس وقت نے تیس ہزار کا ماہانہ وظیفہ قبول کر کے ریاست کے انتظامی امور سے دست برداری حاصل کی۔ اس طرح ایک سو اکتیس (۱۳۱) برس کی سنہری زندگی کے بعد سیلاب زمانہ کے ساتھ یہ انگریزی دور کی ریاست، ملکی اور وطن کی یکجہتی اور آزادی کے پیش نظر جمہوریت کے نظام میں مدغم ہوگئی (۷۰)

حواشی وحوالہ جات

۱...... ڈاکٹر محمود احمد برکاتی، بازیافت، جون ۱۹۹۰ء، مطبوعہ بزم ارباب ٹونک، کراچی، صفحہ ۱۶۔

۱۔الف...... ڈاکٹر محمود احمد برکاتی، بازیافت، جون ۱۹۹۰ء، مطبوعہ بزم ارباب ٹونک، کراچی، صفحہ ۱۶۔

۱۔ب...... مولوی سید اصغر علی آبرو، حدیقۂ راجستھان (تاریخ ٹونک)، ۱۹۰۲ء/ ۱۳۱۹ھ، مطبع ستارہ ہند، آگرہ، صفحہ ۸۔

۲...... مولوی سید اصغر علی آبرو، حدیقۂ راجستھان (تاریخ ٹونک)، ۱۹۰۲ء/ ۱۳۱۹ھ، مطبع ستارہ ہند، آگرہ، صفحہ ۸، ۹۔

۳...... مولوی دین محمد، یادگار مسند نشینی ٹونک، ۱۹۳۰ء، فیروز پرنٹنگ ورکس لاہور، صفحہ ۱۶۔

۴...... مولوی سید اصغر علی آبرو، حدیقۂ راجستھان (تاریخ ٹونک)، ۱۹۰۲ء/ ۱۳۱۹ھ، مطبع ستارہ ہند، آگرہ، صفحہ ۷۔

۵...... Medieval History of Tonk, A paper by G.D Sherma, Appeared in University of Rajisthan, on studies-history (1965-66) page 55,60-

۶...... مولوی سید اصغر علی آبرو، حدیقۂ راجستھان (تاریخ ٹونک)، ۱۹۰۲ء/ ۱۳۱۹ھ، مطبع ستارہ ہند، آگرہ، صفحہ ۸۔

۷...... مولانا سید منظور الحسن برکاتی، ٹونک کا دبستانِ شعر و ادب، جولائی ۱۹۷۳ء، مطبوعہ نوائے ادب بمبئی، صفحہ ۴۴۔

۸...... مولوی احمد شاہ، جغرافیہ ٹونک، مطبوعہ ۱۹۱۲ء، ابراہیم پریس ٹونک، صفحہ ۵۔

۹...... مولانا سید منظور الحسن برکاتی، ٹونک کا دبستانِ شعر و ادب، جولائی ۱۹۷۳ء، مطبوعہ نوائے ادب بمبئی، صفحہ ۵۷۔

۱۰...... ''روہ'' افغانستان میں ایک مقام کا نام ہے جس کے رہنے والے ''روہیلہ'' کہلائے۔

۱۱...... منشی دیبی پرشاد، افتخار التواریخ، ۱۹۰۹ء، رضوی پریس دہلی، صفحہ ۲۔

۱۲...... منشی دیبی پرشاد، افتخار التواریخ، ۱۹۰۹ء، رضوی پریس دہلی، صفحہ ۳۔

۱۳...... شہاب الدین خان ثاقب، تاریخ افغنہ (حصہ اوّل)، لاہور، صفحہ ۱۰۶۔

۱۴...... منشی دیبی پرشاد، افتخار التواریخ، ۱۹۰۹ء، رضوی پریس دہلی، صفحہ ۵۔

۱۵...... منشی دیبی پرشاد، افتخار التواریخ، ۱۹۰۹ء، رضوی پریس دہلی، صفحہ ۶۔

۱۶...... محمد اعجاز خان، تاریخ ٹونک، ۱۹۸۳ء، جمال پرنٹنگ پریس دہلی، صفحہ ۸۔

۱۷...... محمد اعجاز خان، تاریخ ٹونک، ۱۹۸۳ء، جمال پرنٹنگ پریس دہلی، صفحہ ۹۔

۱۸...... محمد اعجاز خان، تاریخ ٹونک، ۱۹۸۳ء، جمال پرنٹنگ پریس دہلی، صفحہ ۱۱۔

۱۹...... ڈاکٹر مظہر محمود شیرانی، حافظ محمود شیرانی کی علمی خدمات، ۱۹۹۳ء، لاہور، صفحہ ۲۵۔

۲۰...... سید محمد علی، مخزن احمدی، ۱۲۹۹ھ، مطبع مفید عام آگرہ، صفحہ ۳۱۔

۲۱...... سید احمد مرتضیٰ، آثار مالوہ، ۱۹۲۶ء، برقی پریس دہلی، صفحہ ۱۸۴۔

۲۲...... محمد اعجاز خان، تاریخ ٹونک، ۱۹۸۳ء، جمال پرنٹنگ پریس دہلی، صفحہ ۱۸۔

۲۳...... سید احمد مرتضیٰ، آثار مالوہ، ۱۹۲۶ء، برقی پریس دہلی، صفحہ ۱۸۷۔

۲۴...... محمد اعجاز خان، تاریخ ٹونک، ۱۹۸۳ء، جمال پرنٹنگ پریس دہلی، صفحہ ۵۷۔

۲۵...... منشی دیبی پرشاد، افتخار التواریخ، ۱۹۰۹ء، رضوی پریس دہلی، صفحہ ۲۵۲۔

۲۶...... مولوی سید اصغر علی آبرو، حدیقۂ راجستھان (تاریخ ٹونک)، ۱۹۰۲ء/ ۱۳۱۹ھ، مطبع ستارہ ہند، آگرہ، صفحہ ۱۰۲۔

۲۷...... سید احمد مرتضیٰ، آثار مالوہ، ۱۹۲۶ء، برقی پریس دہلی، صفحہ ۱۸۹۔

۲۸...... محمد اعجاز خان، تاریخ ٹونک، ۱۹۸۳ء، جمال پرنٹنگ پریس دہلی، صفحہ ۸۵۔

۲۹...... محمد اعجاز خان، تاریخ ٹونک، ۱۹۸۳ء، جمال پرنٹنگ پریس دہلی، صفحہ ۸۷۔

۳۰...... محمد اعجاز خان، تاریخ ٹونک، ۱۹۸۳ء، جمال پرنٹنگ پریس دہلی، صفحہ ۹۰۔

۳۱...... سید احمد مرتضیٰ، آثار مالوہ، ۱۹۲۶ء، برقی پریس دہلی، صفحہ ۱۹۱۔

۳۲...... سید احمد مرتضیٰ، آثار مالوہ، ۱۹۲۶ء، برقی پریس دہلی، صفحہ ۱۹۳۔

۳۳...... محمد اعجاز خان، تاریخ ٹونک، ۱۹۸۳ء، جمال پرنٹنگ پریس دہلی، صفحہ ۹۲۔

۳۴...... سید احمد مرتضیٰ، آثار مالوہ، ۱۹۲۶ء، برقی پریس دہلی، صفحہ ۱۹۸۔

۳۵...... نصر اللہ خان، اخبار روزنامہ حریت (مضمون)، جمعہ ایڈیشن، ۲۱ر نومبر ۱۹۸۶ء۔

۳۶...... محمد اعجاز خان، تاریخ ٹونک، ۱۹۸۳ء، جمال پرنٹنگ پریس دہلی، صفحہ ۹۹۔

۳۷...... مولوی سید اصغر علی آبرو، حدیقۂ راجستھان (تاریخ ٹونک)، ۱۹۰۲ء/ ۱۳۱۹ھ، مطبع ستارہ ہند، آگرہ، صفحہ ۱۵۲۔

۳۸...... ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان، سوانح محمد یوسف خان گلشن آبادی (جاورہ والے)، ۱۹۹۹ء/ ۱۴۲۰ھ، حیدرآباد، صفحہ ایک۔

۳۹...... چارلس ایچیسن، ماہدات، بحوالہ مولوی دین محمد، یادگار مسند نشینی ٹونک، ۱۹۳۰ء، صفحہ ۱۶۔

۴۰...... صاحبزادہ عبدالتواب خان، تذکرۂ ٹونک، ۱۹۳۶ء، محمدی پریس ٹونک، صفحہ ۵۷۔

۴۱...... محمد اعجاز خان، تاریخ ٹونک، ۱۹۸۳ء، جمال پرنٹنگ پریس دہلی، صفحہ ۱۰۳۔

۴۲...... صاحبزادہ حاجی محمد عبدالرحمٰن خان، شجرہ اقربایانِ حضور امیرالدولہ نواب امیر خان، جون ۱۹۰۴ء، مطبوعہ جید پریس دہلی، صفحہ ۵۔

۴۳...... پروفیسر ڈاکٹر مظہر محمود شیرانی، حافظ محمود شیرانی کا وطن۔ ریاست ٹونک (غیر مطبوعہ)، مملوکہ برکات اکیڈمی کراچی۔

۴۴...... صاحبزادہ حاجی محمد عبدالرحمٰن خان، شجرہ اقربایانِ حضور امیرالدولہ نواب امیر خان، جون ۱۹۰۴ء، مطبوعہ جید پریس دہلی، صفحہ ۵۔

۴۵...... سید احمد مرتضیٰ، آثار مالوہ، ۱۹۲۶ء، برقی پریس دہلی، صفحہ ۲۲۶۔

۴۶...... مولوی سید علی اصغر ناظم، دورِ ایام، ۱۹۲۴ء، علی گڑھ، صفحہ ۴۴/۴۵۔

۴۷...... سید احمد مرتضیٰ، آثار مالوہ، ۱۹۲۶ء، برقی پریس دہلی، صفحہ ۲۲۷۔

۴۸...... سید احمد مرتضیٰ، آثار مالوہ، ۱۹۲۶ء، برقی پریس دہلی، صفحہ ۲۲۶۔

۴۹...... مولوی سید اصغر علی ناظم، دیباچہ دیوانِ شگرفی، صفحہ ۳/بحوالہ سید منظور الحسن برکاتی، نواب وزیرالدولہ کا علمی و ادبی دربار، مبطوعہ دارالعلوم، نومبر ۱۹۷۴ء، صفحہ ۲۷۔

۵۰...... مولوی احمد علی سیماب، تاریخ محامد علیہ (فارسی قلمی)، صفحہ ۲۴۵، مملوکہ عربک اینڈ پرشین ریسرچ انسٹیٹیوٹ ٹونک۔

۵۱...... مولانا احمد علی سیمابی، وصائے وزیری، صفحہ ۲۱۲، بحوالہ منظور الحسن برکاتی، نواب وزیرالدولہ کا علمی و ادبی دربار، مبطوعہ دارالعلوم، نومبر ۱۹۷۴ء، صفحہ ۳۱۔

۵۲...... مولانا ابوالحسن ندوی، سیرت احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ، ۱۹۷۲ء، مجلس نشر واشاعت کراچی، صفحہ ۹۔

۵۳...... مولانا ابوالحسن ندوی، سیرت احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ، ۱۹۷۲ء، مجلس نشر واشاعت کراچی، صفحہ ۱۰۔

۵۴...... سید احمد مرتضٰی، آثار مالوہ، ۱۹۲۶ء، برقی پریس دہلی، صفحہ ۲۸۱۔
۵۵...... غلام رسول مہر، جماعت مجاہدین، ۱۹۵۵ء، لاہور، صفحہ ۱۸۹۔
۵۶...... سید منظور الحسن برکاتی، نواب وزیر الدولہ کا علمی و ادبی دربار، مطبوعہ رسالہ دار العلوم، نومبر ۱۹۷۴ء، صفحہ ۲۷۔
۵۷...... سید احمد مرتضٰی، آثار مالوہ، ۱۹۲۶ء، برقی پریس دہلی، صفحہ ۲۳۹۔
۵۸...... مولوی سید اصغر علی آبرو، حدیقۂ راجستھان (تاریخ ٹونک)، ۱۹۰۲ء/۱۳۱۹ھ، مطبع ستارہ ہند، آگرہ، صفحہ ۱۵۳۔
۵۹...... مولوی عبدالحی لکھنوی، ''نزہۃ الخواطر''، میر محمد کتب خانہ، مرکز علم و ادب کراچی، صفحہ ۱۱۰۔
۶۰...... سید منظور الحسن برکاتی، ٹونک کے دو قدیم کتب خانے، مطبوعہ قصر علم، ۱۹۸۰ء، خواجہ پریس دہلی، صفحہ ۱۵۶۔
۶۱...... Rajisthan District gazetteer Tonk, by Maya Ram, Bharat printers, March 1970, Page 3, Govt: press Jey-poor.
۶۲...... مولوی سید اصغر علی آبرو، حدیقۂ راجستھان (تاریخ ٹونک)، ۱۹۰۲ء/۱۳۱۹ھ، مطبع ستارہ ہند، آگرہ، صفحہ ۲۴۹۔
۶۳...... کرنل بسم اللہ بیگ، تذکرۂ قاریانِ ہند (حصہ اوّل)، ۱۳۸۹ھ، حیدرآباد دکن، صفحہ ۲۲۲۔
۶۴...... صاحبزادہ شوکت علی، (مضمون)، مطبوعہ جنرل، شائع کردہ عربک اینڈ پرشین ریسرچ انسٹیٹیوٹ ٹونک، جلد ۸، ۱۹۹۰ء، دہلی، صفحہ ۵۴۔
۶۵...... محمد اعجاز خان، تاریخ ٹونک، ۱۹۸۳ء، جمال پرنٹنگ پریس دہلی، صفحہ ۱۶۲۔
۶۶...... محمد اعجاز خان، تاریخ ٹونک، ۱۹۸۳ء، جمال پرنٹنگ پریس دہلی، صفحہ ۱۶۵۔
۶۷...... صاحبزادہ عبدالتواب خان، تذکرۂ ٹونک، ۱۹۳۶ء، محمدی پریس ٹونک، صفحہ ۱۸۔
۶۸...... محمد اعجاز خان، تاریخ ٹونک، ۱۹۸۳ء، جمال پرنٹنگ پریس دہلی، صفحہ ۱۷۳۔
۶۹...... محمد اعجاز خان، تاریخ ٹونک، ۱۹۸۳ء، جمال پرنٹنگ پریس دہلی، صفحہ ۱۸۰۔
۷۰...... ڈاکٹر محمود احمد برکاتی، بازیافت، جون ۱۹۹۰ء، مطبوعہ بزم ارباب ٹونک، کراچی، صفحہ ۱۶۔

باب دوم

ٹونک کے مدارس اور بانیانِ مدارس کی علمی و دینی خدمات

فصل اوّل

(۱) مولانا خلیل الرحمن ٹونکی کے حالات زندگی اور انکی علمی و دینی خدمات

(۲) مولانا سید حیدر علی ٹونکی کے حالات زندگی اور ان کی علمی و دینی خدمات

(۳) مولانا حکیم برکات احمد ٹونکی کے حالات زندگی اور ان کی علمی و دینی خدمات

(۴) مولانا محمد صاحب مفتی ٹونکی کے حالات زندگی اور ان کی علمی و دینی خدمات

(۵) مولانا حیدر حسن ٹونکی کے حالات زندگی اور ان کی علمی و دینی خدمات

فصل دوم

(۱) ریاست ٹونک کے ابتدائی علمی حالات

(۲) مدرسہ خلیلیہ کی دینی وعلمی خدمات

(۳) مدرسہ ناصریہ کی دینی وعلمی خدمات

(۴) مدرسہ فرقانیہ کی دینی وعلمی خدمات

(۵) مدرسہ امیریہ کی دینی وعلمی خدمات

(۶) دیگر مدارس کی دینی وعلمی خدمات

(۷) حواشی وحوالہ جات

باب دوئم

فصل اوّل

بانیان مدارس کے حالات زندگی

اوران کی علمی و دینی خدمات

(۱) **مولانا خلیل الرحمٰن رامپوری ثم ٹونکی**

کے حالات زندگی اوران کی علمی و دینی خدمات

(۲) **مولانا سید حیدر علی ٹونکی**

کے حالات زندگی اوران کی علمی و دینی خدمات

(۳) **مولانا حکیم برکات احمد ٹونکی**

کے حالات زندگی اوران کی علمی و دینی خدمات

(۴) **مولانا محمد صاحب مفتی ٹونکی**

کے حالات زندگی اوران کی علمی و دینی خدمات

(۵) **مولانا حیدر حسن ٹونکی**

کے حالات زندگی اوران کی علمی و دینی خدمات

مولانا خلیل الرحمٰن رام پوری

ابتدائی حالات

مولانا خلیل الرحمٰن کے والدِ ماجد کا نام ملاّ عرفان رامپوری تھا۔ملاّ عرفان اصل میں خراسان کے رہنے والے تھے اور وہیں آپ کی نشو ونما ہوئی۔ ابتدائی تعلیم بھی علمائے خراسان سے حاصل کی۔ اس کے بعد آپ ہندوستان تشریف لائے اور شہر لکھنؤ میں قیام کیا۔ اور بحرالعلوم مولانا عبدالعلی انصاری فرنگی محلی سے استفادہ کیا۔ اور پھر رامپور میں سکونت اختیار کرلی، اس لیے ''ملاّ عرفان رامپوری'' کہلائے۔

مولانا خلیل الرحمٰن بارہویں صدی کے عشرۂ آخر یا تیرہویں صدی کے عشرۂ اولی میں رامپور میں پیدا ہوئے، وہیں تربیت پائی۔ اپنے والد ملاّ عرفان رامپوری، مفتی شرف الدین رامپوری، ملاحسن (۳) بن غلام مصطفیٰ لکھنوی سے علوم حاصل کیے۔ بحرالعلوم مولانا عبدالعلیٰ صاحب سے بھی تلمذ حاصل ہے۔(۱)

مولوی عبدالحی صاحب لکھنوی اپنی تصنیف ''نزہت الخواطر'' میں آپ کے لیے لکھتے ہیں......

> ''احوالعلماء المبرزین فی الفقه و الاصول یعنی آپ فقہ و اصول کے ممتاز علماء میں سے تھے''(۲)

مفتی عبدالقادر خان چیف رامپوری اپنے روزنامچہ میں لکھتے ہیں......

> ''خلف الصدق وے (ملاّ عرفان رامپوری) مولوی خلیل الرحمٰن کہ حالا درلشکر نواب امیر خان است، نعم البدلِ پدراست و مناسبت بہ فنونِ ریاضی و تاریخ و علوم ادبیہ وتحریر فارسی و طب، علاوہ از فضائل موروثی وارد'' یعنی خلیل الرحمٰن نواب امیر خان کے لشکر ساتھ آئے اور نعم البدل پدر ہیں اور علاوہ فضائل موروثی کے فنونِ

ریاضی، تاریخ، علومِ ادبیہ اور تحریر فارسی اور طب سے مناسبت ہے''(۳)

حافظ احمد علی خان شوق لکھتے ہیں......

''مولوی خلیل الرحمٰن سواتی ولد ملا عرفان رامپور میں پیدا ہوئے۔ ان کا مکان محلّہ گوئیا تالاب میں تھا۔ وہاں اب بھی ملا عرفان کی مسجد مشہور ہے۔ کتابیں مولوی غلام جیلانی رفعت سے پڑھیں...... آخر عہد نواب امیر الدولہ بہادر میں ٹونک میں گئے اور ملازم ہو گئے۔ نواب وزیر الدولہ کے زمانہ میں مولوی حیدر علی سے کچھ شکر رنجی ہوگئی اس لیے کہ مولوی حیدر علی عامل بالحدیث تھے اور مولوی خلیل الرحمٰن ولایتی سخت مقلد تھے اس لیے باہم بحث ومباحثہ کی وجہ سے رنج ہوگیا۔ وہ رام پور آئے اور پھر جاورہ کو گئے اور وہاں ملازم ہو گئے۔ جاورہ ہی میں انتقال ہوگیا۔(۴)

موصوف مزید لکھتے ہیں......

''جس زمانے میں (مولوی خلیل الرحمٰن) ٹونک سے رامپور آئے جناب نواب سید یوسف علی خان بہادر فردوس مکان کا زمانہ تھا۔ نواب صاحب اہل علم کے قدرداں تھے۔ ان سے ملاقات ہوئی مولوی صاحب نے کہا میں ہر چیز قرآن شریف سے نکالتا ہوں۔ یہ ذکر نواب صاحب نے مولوی فضل حق خیرآبادی سے کیا تو انہوں نے فرمایا آپ ان سے فرمائیں کہ ''معجونِ فلاسفہ'' کے اجزاء تو ذرا قرآن سے نکال دیجئے......! چنانچہ دوسری ملاقات میں یہی سوال کیا۔ مولوی خیل الرحمٰن سخت پریشان ہوئے ان کو بھی معلوم ہوگیا کہ یہ اشارہ مولوی فضل حق کا تھا اس لیے ایک روز نواب صاحب کے سامنے مولوی فضل حق سے اصول میں گفتگو کرنے لگے۔ مولوی فضلحق کھینچ تان کر ان کو منطق میں پکڑ لائے اور منہہ بند کر دیا۔ اسی روز

سے مولوی فضل حق نے کتبِ اصول کو دیکھنا شروع کر دیا'' (۵)

مولوی فضل حق خیر آبادی کو مولانا خلیل الرحمٰن صاحب سے کچھ اس وجہ سے بھی کدورت تھی کہ ایک بار مولوی فضل حق صاحب ٹونک تشریف لائے یہاں پر ہر دو حضرات کے درمیان اس مسئلہ پر مناظرہ ہوا کہ واجب الوجود کلی ہے یا جزئی......؟ مولوی فضل حق صاحب اس کے کلی ہونے کے قائل تھے اور مولانا خلیل الرحمٰن جزئی ہونے کے۔ نواب وزیر الدولہ چونکہ ایک متشرع اور دیندار عالم تھے اس لیے نواب صاحب نے مولانا خلیل الرحمٰن کی رائے کو ترجیح دی۔ اس لیے مولانا فضل حق صاحب ٹونک سے کبیدہ خاطر ہوکر واپس تشریف لے گئے۔ (۶)

مولانا خلیل الرحمٰن نواب امیر الدولہ کے زمانے میں واردِ ٹونک ہوئے۔ مولانا محمد عمران خان تحریر فرماتے ہیں......

''موصوف (مولانا خلیل الرحمٰن کے والد) اور نواب امیر خان کے خسر اخوند محمد ایاز خان تحصیل علم کی غرض سے ایک ساتھ ہندوستان آئے تھے اس لیے قیامِ ریاست کے بعد ملاّ عرفان رامپوری کی اولاد میں مولانا خلیل الرحمٰن، مولوی محمد مفتی اور مفتی سعد اللہ خطیب ٹونک منتقل ہو گئے'' (۷)

محمد اسحاق بھٹی لکھتے ہیں......

''فارغ التحصیل ہونے کے بعد عازمِ ٹونک ہوئے اور نواب امیر خان کے عہد میں قاضی القضاۃ کے منصب عالی پر مأمور کیے گئے'' (۸)

نواب امیر الدولہ نے آپ کی بڑی قدر منزلت کی اور خدمتِ قضا آپ کے سپرد فرمائی۔ اس کے علاوہ اپنی اولاد کی تعلیم و تربیت بھی مولانا کے سپرد فرمائی چنانچہ نواب وزیر الدولہ اور ان کے برادران مولانا خلیل الرحمٰن کے شاگرد تھے۔ ٹونک میں جامع مسجد امیر گنج اور نظر باغ کے درمیان لب سڑک مولانا کے مکانات تھے۔ مولانا خلیل الرحمٰن تاحیات نواب امیر خان ٹونک ہی میں درسی خدمات انجام دیتے رہے۔ ۱۲۵۰ھ میں نواب امیر خان کا انتقال ہوگیا اور نواب وزیر الدولہ والیٔ ریاست ہوئے وہ بھی اپنے استاد کی قدر و منزلت فرماتے رہے اور جاگیریں وغیرہ عطا فرمائیں۔ ۱۲۵۲ھ میں

جب مولانا حیدر علی صاحب رامپور سے ٹونک تشریف لے آئے تو مختلف فقہی مسائل میں ہر دو حضرات کے مباحثے و مناظرے شروع ہو گئے چنانچہ جناب محمد اسحاق بھٹی ''فقہائے پاک و ہند'' میں لکھتے ہیں......

''لیکن جب مولانا حیدر علی وارد ٹونک ہوئے تو بعض فقہی اور
علمی مسائل میں اختلافات کی وجہ سے دونوں کے درمیان مناظرے
اور مجادلے ہونے لگے''(۹)

کچھ عرصہ بعد رنجش اس قدر بڑھی کہ آپ نواب وزیر الدولہ سے کبیدہ خاطر ہو گئے اور بالآخر ایک روز نواب وزیر الدولہ کو مخاطب کرتے ہوئے اپنی پالکی میں سوار ہوئے اور یہ کہہ کر ٹونک سے روانہ ہو گئے کہ ''مجھے آپ جیسے امیر کبیر سینکڑوں مل سکتے ہیں لیکن آپ کو مجھ جیسا خلیل الرحمٰن اب نہیں مل سکتا'' اس کے ساتھ آپ نے یہ بھی قسم کھائی کہ میں اب ٹونک کا پانی نہیں پیوں گا اور موصوف رامپور چلے گئے۔ پھر حج بیت اللہ کے لیے تشریف لے گئے اور پھر ''جاورہ'' جا کر مستقل سکونت اختیار کر لی۔ مولانا کی خودداری کا عالم یہ تھا کہ جب ۱۲۶۵ھ میں آپ کے بھائی مولوی محمد صاحب مفتی عدالت شریعت کا انتقال ٹونک میں ہوا تو مولانا اپنے بھائی کی تعزیت کے لیے جاورہ سے ٹونک تشریف لائے تو پینے کا پانی بھی ساتھ لائے اور فاتحہ پڑھ کر واپس تشریف لے گئے اور اس سفر میں ٹونک کا پانی نہیں پیا......!(۱۰)

جاورہ تشریف لے جانے کے بعد نواب غوث محمد خان والیٔ جاورہ نے آپ کا وظیفہ مقرر فرما دیا اور نہایت قدر و منزلت کے ساتھ خدمتِ قضاء آپ کے سپرد فرمائی، چنانچہ اسحاق بھٹی ''فقہائے پاک و ہند'' میں تحریر کرتے ہیں......

''اس وقت امیر جاورہ غوث محمد خان تھا وہ نہایت عزت و اکرام
سے پیش آیا اور ان کے مرتبے کے مطابق ملازمت عطا کی''(۱۱)

آپ نے بھی حُسن و خوبی کے ساتھ آخر عمر تک اس خدمت کو انجام دیا اور مقدمات اور نزاعی مسائل کو فیصل فرماتے رہے۔ ''تاریخ یوسفی دربار جاورہ'' مصنفہ پیر جی محمد یوسف خان میں مولانا خلیل الرحمٰن کا ایک فیصلہ بطور فتویٰ نقل کیا گیا ہے۔ نواب عبدالغفور خان والی ریاست جاورہ کے بھائی عبدالحکیم خان عرف چھوٹے خان کا جب انتقال ہوا تو ان کی جائیداد کا مقدمہ محکمہ ریزیڈینسی اندور میں پیش ہوا۔ وہاں سے یہ مقدمہ شریعت غراء کا فیصلہ حاصل کرنے کی غرض سے جاورہ بھیجا گیا اور مولانا خلیل الرحمٰن کے سپرد ہوا آپ نے مقدمہ زیر بحث میں اظہارِ مسئلہ فرما کر مقدمہ واپس بھیج دیا، اس فتوے پر ۱۹ ذی

الحجہ ۱۲۶۴ھ تاریخ درج ہے۔ (۱۲)

درس وتدریس

قیامِ ٹونک کے زمانے میں خدمات مفوضہ کی انجام دہی کے ساتھ ساتھ درس و تدریس کا سلسلہ بھی بدستور جاری رہا۔ ''موتی باغ'' جونواب امیرالدولہ کی اہلیہ موتی بیگم کی طرف منسوب اور نہایت سرسبز و شاداب باغ تھا۔ اس میں مولانا خلیل الرحمٰن کا مدرسہ تھا جس میں موصوف طلباء کو درس دیا کرتے تھے، چنانچہ مولوی محمد عمران خان تذکرہ عرفانیہ میں یہ بھی تحریر فرماتے ہیں کہ اس دور میں ولایتی طلبہ کا جمگھٹ اس مدرسہ میں لگا رہتا تھا اور تشنگانِ علم دور دور سے یہاں آ کر فیض حاصل کرتے۔ (۱۳)

''تذکرہ علمائے ہند'' میں مولانا رحمٰن علی نے لکھا ہے کہ مولوی عبدالفتاح گلشن آبادی نے بھی ٹونک پہنچ کر مولانا خلیل الرحمٰن سے تلمذ حاصل کیا۔ وہ اسی مدرسہ کے فارغ شدہ ہیں۔ اسی تذکرہ علماء ہند میں مولانا رحمٰن علی یہ بھی لکھتے ہیں کہ مولوی رضا علی خان بریلوی بن کاظم علی خان جو بریلی کے اجلۂ علماء میں سے تھے انہوں نے ٹونک جا کر مولانا خلیل الرحمٰن ہی سے علوم درسیہ حاصل کیے ہیں۔ (۱۴)

اس سلسلہ میں محمد اسحاق بھٹی صاحب مولانا رضا علی خان بریلوی کے تذکرے میں لکھتے ہیں......

> ''اس زمانے میں رامپور کے ممتاز عالم قاضی خلیل الرحمٰن رامپوری کا سلسلۂ درس ٹونک میں جاری تھا۔ مولانا رضا علی نے ٹونک کا عزم کیا اور قاضی صاحب (مولانا خلیل الرحمٰن) کے حلقۂ درس میں شریک ہوئے'' (۱۵)

غرض یہ کہ مولانا خلیل الرحمٰن کے حلقۂ درس نے نہ صرف ہند بلکہ بیرونِ ہند کے طالبانِ علم کے قلوب کو بھی ٹونک کی طرف متوجہ کیا چنانچہ افغانستان، ہرات، بلخ تاشقند اور نہ معلوم کس کس مقام کے طالبانِ علم ٹونک کا رخ کرنے پر مجبور ہوئے اور لاکھوں طلباء نے آپ سے فیض حاصل کیا۔ (آپ کے خاص شاگردوں میں مولوی سید عبدالفتاح گلشن آبادی، مولوی عبدالغنی خان، مولوی حکیم عبدالعلی اور مفتی عبدالرب صاحب شامل ہیں۔ تمام حضرات علم حدیث اور دیگر علوم کے مستند علماء میں شمار ہوتے ہیں) مولانا خلیل الرحمٰن یوں تو تمام علومِ متداولہ میں ید طولیٰ رکھتے تھے لیکن ریاضی، علوم ادب، تاریخ اور طب میں بالخصوص دسترس حاصل تھی۔ نہایت اچھے مصنف اور شارح بھی تھے۔ (۱۶)

وفات = مولانا خلیل الرحمٰن صاحب کا انتقال ۹ رجمادی الاولی ۱۲۷۳ھ (۱۸۵۷ء) کو بروز سہ شنبہ گلشن آباد جاورہ میں ہوا۔ نواب عبدالغفور خان کے مقبرہ کے پاس جو جامع مسجد سے بالکل متصل واقع ہے، مدفون ہیں۔ اسی احاطہ سے متصل آپ کے مکانات تھے۔ ان ہی مکانات میں مولانا کے بیٹے عبداللہ صاحب کا مدرسہ تھا۔ یہ مکانات اگرچہ اب مولانا کے ورثاء کے قبضہ میں نہیں رہے لیکن مدرسہ آج تک باقی ہے جس میں سینکڑوں طلبہ تعلیم حاصل کرتے ہیں۔ (۱۷)

مولانا خلیل الرحمٰن کی وفات پر مولوی محمد علی صدر پوری تخلص بہ ''محمد'' نے ذیل کا قطعہ تاریخ کہا تھا۔ یہ قطعہ عربک اینڈ پرشین ریسرچ انسٹیٹیوٹ ٹونک میں موجود ایک ''مجموعہ قطعات'' قلمی سے مولانا محمد عمران صاحب نے نقل کیا ہے۔

بود تاریخ نہم ماہِ جمادی الاولیٰ
روز سہ شنبہ بفرمانِ خداوندِ زمان
رفعت زین دار فنا جانب فردوسِ بریں
فاضل و معتمدِ عصر خلیل الرحمٰن
گشت گم گوہر نایاب ازیں کانِ جہاں
(۱۸)

اولاد = مولانا خلیل الرحمٰن کے پانچ بیٹے اور دو بیٹیاں تھیں:-

۱- مولوی عبدالرب صاحب
۲- مولوی حکیم عبدالعلی صاحب
۳- مولوی عبدالحق صاحب
۴- مولوی حکیم عبدالعزیز صاحب
۵- مولوی نورالحق صاحب

مولوی محمد عمران صاحب لکھتے ہیں کہ نورالحق آپ کے پانچویں بیٹے تھے اور نہایت ذکی و فطین تھے لیکن رامپور میں نوجوان ہی فوت ہو گئے تھے۔ (۱۹)

جبکہ حافظ احمد علی شوق نے آپ کے چار بیٹوں کے بارے میں لکھا ہے، آپ تحریر فرماتے ہیں......

''فرزند کلاں حکیم مولوی عبدالرب تھے۔ ان کا بھی جاورہ میں

انتقال ہوگیا۔ ان سے چھوٹے مولوی عبدالحق تھے ان کی آمدورفت ٹونک میں بھی تھی۔ پورے عالم تھے۔ جاورہ میں انتقال ہوا۔ حکیم مولوی عبدالعلی ان سے چھوٹے تھے، ان کا انتقال ٹونک میں ہوا۔ ان سے چھوٹے مولوی حکیم عبدالعزیز تھے ان کا انتقال بھی ٹونک میں ہوگیا'' (۲۰)

مولانا خلیل الرحمٰن کی دونوں بیٹیاں ان کے برادر مولوی محمد صاحب کے پسران، مولوی عبدالرحیم اور مولوی عبدالقادر کو منسوب تھیں۔

تصانیف = مولانا خلیل الرحمٰن تمام علوم متداولہ میں ید طولیٰ رکھتے تھے خاص طور پر ریاضی، تاریخ اور طب میں مکمل دسترس حاصل تھی۔ آپ علم وفضل کے ساتھ ساتھ ایک قابل ادیب اور ایک ماہر شاعر اور صاحب تصانیف تھے۔ آپ کی تصانیف آپ کے منظوم کلام اور آپ کے مجموعہ مکاتیب سے آپ کی قابلیت اور ادبی مہارت کا اندازہ ہوتا ہے۔ آپ کی تصانیف کے حوالے سے حافظ احمد علی شوق ''تذکرہ کاملانِ رامپور'' میں لکھتے ہیں......

''مولوی خلیل الرحمٰن کی تصنیف سے حاشیہ الدوار علی الدائر کا نام سنا ہے اور ایک مختصر کتاب جس کا نام تحقیق جواب الاشکال المسمّٰی بجذر الاصم ہے، فن منطق میں مطبوع ۱۲۲۸ھ دیکھی گئی'' (۲۱)

محمد اسحاق بھٹی ''فقہائے پاک و ہند'' میں مولانا خلیل الرحمٰن صاحب کی تصانیف کی درج ذیل فہرست پیش کرتے ہیں......

۱- الدائر شرح علیٰ منار الاصول۔

۲- تعلیقات رسالہ میر زاہد۔

۳- تعلیقات علیٰ حاشیہ غلام یحییٰ۔

۴- جواب الاشکال المسمّٰی بجذر الاصم۔

۵- حاشیہ علیٰ شرح المواقف۔

۶- رسم الخیر۔

۷- رسم الخیرات یہ دونوں رسالے (رسم الخیر و رسم الخیرات) رسم فاتحہ وغیرہ سے متعلق ہیں۔

۸- مأۃ عامل یہ کتاب اپنے بیٹے عبدالعزیز کے لیے تصنیف کی، اس کی مفصل شرح بھی لکھی۔
۹- منظومہ فی العروض۔
۱۰- منظومہ فی جواب سوال۔ (۲۲)

مولانا خلیل الرحمٰن کی تصانیف میں سے مندرجہ ذیل کتابیں جو ہمارے علم میں آسکی ہیں ان کی تفصیل ذیل میں درج کی جارہی ہے۔ (۲۳)

۱-حاشية دائر الوصول الى علم الاصول فى شرح المنار (عربی) یہ حاشیہ آپ نے اس غرض سے تصنیف فرمایا کہ آپ کے والد ملا عرفان رامپوری کے دونوں حواشی ''مدرار'' و ''دوار'' زیادہ طویل تھے اس لیے اختصار کو مدنظر رکھتے ہوئے آپ نے یہ حاشیہ تصنیف فرما کر ''دائر'' کو حل کیا ہے۔ جب موصوف اوّل بحث حقیقت و مجاز تک تصنیف فرما چکے تو اس کا خطبہ نواب احمد علی خان والیٔ رامپور کے نام پر لکھا، خطبہ کی ابتدائی عبارت یہ ہے......

"الحمد لله الذى احكم اصول الشريعة...... اما بعد فيقول خليل الرحمن...... لما كان كتاب دائر الوصول الى علم الاصول كتابا وجيزا للفظ دقيق الحظ" (یعنی تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جس نے اصول شریعت کو مضبوط کیا...... حمد کے بعد پس کہتا ہے خلیل الرحمٰن...... جبکہ تھی کتاب ''دائرالوصول الی علم الاصول'' مختصر الفاظ میں اور باریک نفع میں (یعنی الفاظ مختصر اور معانی زیادہ)

خطبہ کے بعد اصل کتاب شروع ہو جاتی ہے، اس کی ابتدائی عبارت یہ ہے......

"الحمد لله و سلام على عباده الذين اصطفى، قال الشارح التحرير عامله الله بلطفه الخطير بعد ما افتتح كتابه بالتسمية الحمد لله اقتداء باسلوب الكتاب و عملا بما وقع عليه الاجماع" (تمام تعریفیں اللہ کے لیے اور درود و سلام اس کے برگزیدہ بندوں کے لیے...... کہا شارح ''التحریر'' نے اللہ اس کے ساتھ بے انتہا لطف و مہربانی کا معاملہ فرمائے بعد اس کے کہ شروع کیا اپنی کتاب کو بسم اللہ کے ساتھ ''الحمد للہ'' قرآن کریم کا اتباع کرتے ہوئے اور اجماع امت جو واقع ہوا اس پر عمل کرتے ہوئے)

یہ حاشیہ جس حد تک دستیاب ہو چکا ہے اس کے آخر کی عبارت یہ ہے......

"قوله متطهر اقصدا اقول الظاهر انه حال عن الضمير فى نذر فالمعنى...... الا ان الصوم لكون عبادة صالحة للوجوب مقصودا بحسب مقصودا بانذر فضا بخلاف الوضوع بعد الانتفاض فيصح اداء الركعتين" (یعنی میں کہتا ہوں ظاہر یہ ہے کہ یہ حال ہے ضمیر سے جو ''نذر'' میں ہے...... مگر یہ کہ روزہ کیونکہ ایسی عبادت ہے جو وجوب کی صلاحیت رکھتی ہے اس حال میں کہ مقصود ہے ''انذر'' کا بخلاف وضوالانتقاض کے، پس صحیح ہوگا دو رکعت ادا کرنا)

اس حاشیہ کے چار قلمی نسخے اب تک علم میں آ سکے ہیں، دو نسخے تو مولوی محمد عمران خان صاحب کے آبائی کتب خانے ''عرفانیہ کتب خانہ ٹونک'' میں ہیں۔ ہر دو پر تاریخ کتابت درج نہیں۔ ایک نسخہ پر مولانا کے پسر مولوی عبدالحق صاحب کی مہر بھی ثبت ہے۔ ان دونوں نسخوں میں مقدمہ نہیں تھا۔ مولانا محمد عرفان خان ٹونکی ناظم شریعت ٹونک (صاحب کتب خانہ عرفانیہ) نے سعدیہ لائبریری ٹونک (موجودہ عربک اینڈ پرشین ریسرچ انسٹیٹیوٹ) کے نسخے سے نقل کر کے شامل کیا ہے۔

حاشیہ ہٰذا کے باقی دو نسخے عربک اینڈ پرشین ریسرچ انسٹیٹیوٹ کے شعبہ قلمی میں محفوظ ہیں ان میں سے ایک نسخہ شارح کے قلم کا لکھا ہوا اصل مسودہ معلوم ہوتا ہے جس میں جگہ جگہ کاٹ کر بطور مسودہ کی زیادتی کی گئی ہے اور اسی نسخہ میں اس حاشیہ کا وہ مقدمہ بھی ہے جس کا پہلے ذکر کیا گیا ہے۔ تاریخ کتابت ان دونوں نسخوں میں درج نہیں لیکن اس حاشیہ کا کوئی مکمل نسخہ دستیاب نہیں ہوسکا، مولانا خلیل الرحمٰن اس حاشیہ کو پورا نہیں کر سکے۔

۴-شرح خطبه دائر الوصول (عربی، ضمیمہ دوار) ''دوارالاصول'' مصنفہ ملاّ عرفان رامپوری میں دائر کے خطبہ کی شرح ضائع ہوگئی تھی۔ مولانا خلیل الرحمٰن نے خطبہ کی شرح ترتیب دے کر ''دوار'' میں شامل کی۔ یہ صراحت موصوف نے اپنے حاشیہ دائر کے ایک منہیہ میں کی ہے جو ورق ثانی کی عبارت "ولا يرد عليه ما قاله القاضى البيضاوى من ان" پر لکھا گیا ہے، منہیہ کی اصل عبارت یہ ہے......

''و للقاضى ايراد عليه بوجه اخر و قد فصل مع جوابه فى شرح الديباجة التى الحقاة مع دوار الاصول بعد

ضياع الديباجة ان شئت فارجع اليه۔منه''

۳۔نظم مأة عامل (عربی) مأۃ عامل مصنفہ شیخ عبدالقاہر جرجانی کو مولانا خلیل الرحمٰن نے اپنے صاجزادے مولوی عبدالعزیز کے لیے نظم کیا ہے جیسا کہ اس نظم کے مقدمہ میں تحریر فرماتے ہیں......

نظمتها للولد العزيز

قرة عيني العبدالعزيز

(یعنی میں نے اس کو پیارے بیٹے آنکھوں کی ٹھنڈک عبدالعزیز کے لیے نظم کیا ہے)

اس نظم کا کچھ حصہ ہی دریافت ہوسکا ہے جس کا پہلا شعر یہ ہے......

قال خليل ربه الرحمٰن

حمد الرب واحد رحمٰن

علمت ما وجدت ثم يزعم

هذه افعال شك و يقين فاعلموا

(کہا خلیل نے اس کا رب رحمٰن ہے، حمد ہے رب رحمٰن واحد کی، میں نے جانا میں نے نہیں پایا وہ گمان کرتا ہے، یہ افعال شک اور یقین میں مشترک ہیں)

اس شعر میں نوع ثالث عشر افعال شک و یقین کا ذکر ہے۔اس کے بعد غالباً خاتمہ پر مشتمل چند اشعار اور ہوں گے۔اس نظم کا صرف ایک نسخہ مولوی محمد عرفان خان صاحب کے کتب خانے ''عرفانیہ کتب خانہ ٹونک'' میں محفوظ ہے اور وہ بھی آخر سے قدرے ناقص ہے۔ناقص ہونے کی وجہ سے تاریخ کتابت وغیرہ کا بھی پتہ نہیں چل سکا۔

۴۔شرح نظم مأة عامل (عربی) مذکورہ بالا نظم کی شرح ہے۔یہ شرح بھی مکمل دستیاب نہیں ہوسکی۔اس شرح کا بھی صرف ایک نسخہ مولوی محمد عرفان صاحب ہی کے کتب خانے میں محفوظ ہے جو شارح کے پسران میں سے کسی کے قلم کا لکھا ہوا ہے۔تاریخ کتابت درج نہیں۔یہ نسخہ ''نوع عاشر'' افعال ناقصہ تک ہے۔اس شرح کا ابتدائی کچھ حصہ ''عربک اینڈ پرشین ریسرچ انسٹیٹیوٹ ٹونک'' مین بھی ہے لیکن وہ صرف نوع رابع تک ہے۔تاریخ کتابت اس نسخہ میں بھی درج نہیں ہے، شرح ہذا کی ابتداء اس طرح ہے......

"قال خلیل ربه......الخ۔ اشار الناظم الی اسمه و هو خلیل الرحمن لقوله خلیل ربه الرحمن......الخ" شعر:نظمتها للولد العزیز...... الخ، یقال عز الشیٔ یعز اذا قل وجود مثله، و ولدی عبدالعزیز کذالك لا یکاد یوجد مثله فی الفطنة و الذکاء رفعه تعالیٰ کما فعل باخوته عبدالرب الولی و عبدالحق الذکی و عبدالعلی الولی الاصغر و بارك الله فی ولدی الاصغر من الکل نور الحق السعید ربنا هب لنا من ازواجنا و ذریاتنا قرة اعین...... الخ"

(یعنی کہا خلیل نے کہ اس کا رب...... الخ۔ میں نے اس کو ولد عزیز کے لیے نظم کیا، لفظ ''عزیز'' عز الشی یعز سے مشتق ہے، یہ نادر الوجود شے کے لیے بولا جاتا ہے گویا کہ ولد عزیز بھی اپنی ذہانت، سمجھ، اور عقلمندی میں بے مثل ہے، اپنے دوسرے بھائیوں کی طرح، عبدالرب الولی، عبدالحق الذکی، عبدالولی الاصغر، اللہ میرے چھوٹے بڑے سب بیٹوں میں برکت دے، نورالحق السعید اے رب عطا فرما ہماری ازواج واولاد میں آنکھوں کی ٹھنڈک)

اس شرح کا جو حصہ دستیاب ہوسکا ہے اس کے آخر کی عبارت یہ ہے......

"و لنفصل هذه الافعال تبعا للقوم...... لکن دلالة علی الثبوت فی الماضی من تعرض لزواله فی الحال او لا زواله فلهذا"

۵- تحقیق جواب الاشکار المسمی بجذر الاصم (عربی) اس رسالہ میں موصوف نے منطق کے مشہور اشکال ''جذر اصم'' کو حل کیا ہے۔ مولوی صدرالدین خان دہلوی اور مولوی نظام الدین کے فرمانے سے یہ رسالہ جاورہ میں تصنیف فرمایا، نواب غوث محمد خان والیٔ جاورہ کا خطبہ میں ذکر ہے۔ ۲۶/صفحہ کا رسالہ ہے۔ ۱۲۶۸ھ میں مطبع حنفی میں یہ رسالہ طبع ہوا، اوله الحمد لله رب العالمین و الصلوة و السلام علی محمد و اله...... الخ۔

۶-منظومة غدیر خم (عربی) مع شرح فارسی۔ ''غدیر خم'' کے سلسلہ میں حکیم مرزا علی لکھنوی کی جانب سے آپ سے ایک سوال کیا گیا تھا اس کے جواب میں آپ نے یہ منظومہ نظم فرمایا اور پھر اس کی شرح بھی فارسی میں لکھی، ابتداء کا کچھ حصہ نقل کیا جارہا ہے......

و کم سر خفی للنبی
علیہ صلوۃ بارنہ الحفی

بسیار راز پوشیدہ ہستند مر نبی را، بروئے بار درروز آفریدگار وے کہ مہرباں است...... (بہت سے رازہائے خداوندی ہیں کہ حضرت نبی مکرم ﷺ سے بھی پوشیدہ رہے، خدا آفریندۂ روزگار مہربان ہے) کم جرئیۃ لانشاء الشکر۔

و قد وقع السوال الذی ذکاء
بدر العلم عن سر خفی
بتوفیق الالہ الیوسفی
لصدق فی النبی و فی الولی
و ان الیوسفی اجاد نظما
بلیغا کاشفا امر ؟؟؟؟

چوتھے شعر کی شرح میں موصوف لکھتے ہیں......

"اعلم ان الناظم ھو خلیل الرحمن ...... التاجیکی نسبا و الخراسانی اجداد او بشاوری اجاؤ اجداد المصطفی ابادی مولد او منشاء، کان فی القدیم یلقب نفسہ بالمصطفی ابادی و کان رقیمہ علی انقبادی و الرسائل ھکذا۔ کتبہ العبد المسکین المعتصم بحبلہ المتین خلیل الرحمن المصطفی ابادی تجاوز اللہ عنہ یوم التنادی، ثم مستد سنۃ الف و مأتین و اربعۃ و خمسین صار یلقب نفسہ بالیوسفی و کان رقیمہ ھکذا، کتبہ الراجی عن عفو ربہ الحفی خلیل الرحمن الیوسفی المصطفی ابادی حقہ اللہ تعالی بلطفہ الخفی...... اما بلقبہ نفسہ بالیوسفی فلما رأیمن اھل الزمان عن البغی والعدوان علی من ندم الدنیا و یمدح العقب...... و قد وقعت لی مثل ھذہ الواقعۃ و تحققت فیھا ان الاخوان ھم الخوان...... فوجہ تلقیبی نفسی بالوسفی ما جری علی من الظلم الجلی و الخفی من الاخوۃ و

الاخوان و الاصدقاء و الخلان و التشبه لما في ذالك بيوسف عليه الصلوة والسلام الى سورة يوسف عصمنا الله عن التأسف فهذاه ثلاثة وجوه...... الخ"

(یعنی جان تو کہ ناظم و نظ لکھنے والے خلیل الرحمٰن التاجیکی نسباً خراسانی یا پشاوری اجداداً مصطفیٰ آبادی کے اجداد وغیرہ یہاں پہنچے تھے اور قدیم زمانہ میں ان کا لقب یہی مصطفیٰ آبادی تھا۔ انقبادی اور رسائل میں اسی طرح لکھا ہے۔ لکھا اس کو عبد مسکین نے جو محتاج ہے حبل متین کا (یعنی اللہ کی مدد کا) خلیل الرحمٰن مصطفیٰ آبادی، اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اس کے گناہوں سے تجاوز فرمائے۔ ۱۲۵۴ھ میں مسند پر بیٹھے تو ''یوسفی'' کے ساتھ اپنے کو ملقب کیا۔ اس کی ذاتی تحریر میں اسی طرح لکھا ہوا تھا۔ لکھا اس کو امیدوار رحمت رحیم نے یعنی خلیل الرحمٰن یوسفی مصطفیٰ آبادی اللہ تعالیٰ اپنی مہربانی کے ساتھ معاملہ فرمائے۔

لیکن یوسفی لقب رکھنے کی وجہ یہ ہے کہ جب انہوں نے ابنائے زمانہ سے ظلم اور عدوان دیکھا ان پر جو دنیا سے قطع کر کے آخرت کے طلبگار تھے...... اور میرے ساتھ کچھ اسی طرح کے معاملات پیش آئے اور مجھے اپنے ہی بھائیوں سے ایسے ہی شدائد پہنچے، میں نے اپنا یہ لقب ان حالات اور معاملات کے سبب رکھا جو خاص دوستوں کے ہاتھوں ظاہری اور باطنی ستم پہنچے اور اس میں یوسف علیہ السلام کے ساتھ تشبیہ دینا ہے کہ آپ کو بھی اپنے بھائیوں سے ناروا ظلم پہنچے تھے۔ جیسا کہ سورہ یوسف میں اس کا ذکر ہے اللہ تعالیٰ ہمیں افسوسناک باتوں سے محفوظ فرمائے۔ پس وجہ تسمیہ کی یہ تین وجوہات ہوئیں۔

اسی سلسلہ میں آپ لکھتے ہیں، و قد قلت في ملك الايام لما رأيت من الاخوان اللئام: (اور میں نے گزشتہ ایام میں کہا تھا جبکہ کمینوں سے ناروا سلوک دیکھا تھا)

معاملة الاخوان قطع اخوة
لذا قيل مقراض المحبة للقرض

(یعنی معاملہ بھائیوں کا اخوت کو قطع کرتا ہے اس لیے کہا گیا ہے کہ قرض محبت کی قینچی ہے) و قد قلت في سالف الزمان و هو اول شعر قلته: (یعنی اور میں نے زمانہ گزشتہ میں کہا تھا جو کہ میرا پہلا شعر تھا)

لنا عتب على قوم اساؤا
بنا عمدا و لا عذر يبين

عمـــدا او راغـــوا حقـــوق

الحـــق بمسلـــم لو ان يديـــن

(یعنی اور ہمیں رنج ہے ایسی قوم پر جس نے ہمارے ساتھ برائی کی اور دانستہ کی جس کا ان کے پاس کوئی عذر نہیں ہے عمداً انہوں نے ہمارے واجب حقوق ضائع کیے اور یہ اسلامی حق تھا کاش کہ وہ دیندار ہوتے)

۷- فتاویٰ فارسی، یہ کوئی مستقل فتاویٰ نہیں ہیں بلکہ ایک مرتبہ آپ سے ایک استفتاء کے ذریعہ کسی نے کچھ سوالات دریافت کیے تھے، ان سوالات کے جوابات موصوف نے تفصیل سے دیئے۔ یہی جوابات فتاویٰ کے نام سے موسوم ہو گئے۔ "رسالہ تحلیل ما احل اللّٰہ" میں آپ نے ان جوابات کا ذکر فرمایا ہے جس سے یہ بھی اندازہ ہوتا ہے کہ یہ جوابات موصوف نے ۱۲۴۶ھ میں لکھے تھے۔ یہ سوالات فاتحہ خوانی، اسقاط سے متعلق ہیں۔ اس کتاب کا ایک نسخہ ''عربک اینڈ پرشین ریسرچ انسٹیٹیوٹ ٹونک'' میں اور ایک نسخہ کتب خانہ عرفانیہ ٹونک میں محفوظ ہے۔

۸- تحليل ما احل الله فى تفسير ما أهل به لغير الله (فارسی) (یعنی حلت اس کی جو اللہ نے حلال کی ہے ''ما اھل بہ لغیر اللہ'' آیت کی تفسیر میں) یہ رسالہ ۱۲۵۴ھ کا مصنفہ ہے۔ ۱۲۵۹ھ میں یہ رسالہ مطبع ''سماچار ممبئ'' میں طبع ہوا جب کہ مولانا حج سیو اپس تشریف لائے تھے۔ یہ رسالہ ۴۴ رصفحات پر مشتمل ہے۔ اوله، الحمد لله واجب الوجود بذاته و صفاته لذاته......الخ۔

۹- رسم الخیر (عربی) اس رسالہ میں مصنف نے ایام مخصوصہ میں صدقات و فاتحہ کے مسئلہ سے بحث کی ہے۔

۱۰- رسم الخیرات وافشاء البرائت (فارسی) (یعنی رسم خیرات اور اس کا صحیح طریقہ) یہ رسالہ دراصل عربی رسالہ رسم الخیر کا فارسی ترجمہ ہے جو بعض احباب کے فرمانے سے کیا ہے اور اس میں مزید اضافہ بھی کیا ہے۔ یہ رسالہ بھی ۱۲۵۹ھ میں مطبع ''سماچار ممبئ'' میں طبع ہوا جبکہ آپ حج سے واپس تشریف لائے تھے۔ صفحات ۶۳ر ہیں۔ اولہ، الحمد للہ رب العالمین ...... اما بعد چوں کہ ایں راجی از عفو ربہ الغنی خلیل الرحمٰن الیوسفی ...... الخ۔

اس رسالہ کی تردید میں مولانا حیدر علی صاحب رامپوری ٹونکی نے دو رسالے فارسی میں تصنیف

فرمائے۔ ایک رسالہ میں اس رسالہ کے مطالب و معانی کی تردید کی ہے اور دوسرے رسالہ میں اس کے الفاظ و عبارات کا سقم ظاہر فرمایا ہے۔ ثانی الذکر رسالہ ''اقامت سنت ما باتت بدعت'' کے نام سے موسوم ہے اور عربک اینڈ پرشین ریسرچ انسٹیٹیوٹ ٹونک کے شعبہ قلمی میں محفوظ ہے جو ۱۲۶۴ھ کا مصنفہ ہے۔ اس رسالہ میں مولوی حیدر علی صاحب نے اپنے اوّل الذکر رسالہ کا متعدد مقامات پر ذکر فرمایا ہے۔

۱۱- رسالہ فاتحہ در ردِ وہابیہ (اردو) مذکورہ بالا ہر دو رسائل ''رسم الخیر'' اور ''رسم الخیرات'' تصنیف فرمانے بعد بنگال کے باشندگان کے اصرار پر آپ نے ان رسائل کا اردو ترجمہ کر کے یہ رسالہ ترتیب دیا۔ یہ رسالہ ۱۲۶۱ھ میں ممبئی میں طبع ہوا جو ۳۰ صفحات پر مشتمل ہے۔

۱۲- رسالہ بیعت (اردو) یہ رسالہ آپ نے اخذِ بیعت کے سلسلہ میں تصنیف فرمایا اور جو بدعتیں اس سلسلہ میں رائج ہوگئی ہیں اس رسالے میں ان کی تردید کی ہے۔ اصل رسالہ فارسی میں تصنیف کیا تھا بعد میں اس کا اردو ترجمہ کیا۔ یہ رسالہ بھی ۱۲۶۱ھ میں ممبئی میں طبع ہوا، مختصر رسالہ ہے۔

مولوی عبدالحی صاحب لکھنوی نے ''نزہت الخواطر'' میں مولانا خلیل الرحمٰن کی تصانیف کے تحت بیان کیا ہے کہ آپ نے حاشیہ غلام یحیٰ، میر زاہد رسالہ، اور میر زاہد علی شرح المواقف پر بھی تعلیقات لکھی ہیں (۲۴)

لیکن مولانا محمد عمران خان صاحب کہ جنہوں نے مولانا خلیل الرحمٰن کی مندرجہ بالا تمام کتب اور رسائل پر بڑی تحقیق کی ہے لکھا ہے کہ یہ حواشی ان کی نظر سے نہیں گزرے۔ (۲۵)

مجموعہ مکاتیب= مصنف کے پسر مولوی عبدالحق صاحب کی بیاض خاص جو ان کی اولاد میں ایک صاحب کے پاس محفوظ ہے اس بیاض کو مولوی محمد عمران خان نے دیکھا ہے انہوں نے اپنے مخطوط ''تذکرہ عرفانیہ'' میں تذکرہ کیا ہے، آپ لکھتے ہیں کہ اس بیاض میں مولانا خلیل الرحمٰن سے متعلق چند خطوط کی نقل محفوظ ہے چونکہ یہ خطوط تاریخی حیثیت رکھتے ہیں اس لیے ان خطوط سے متعلق ضروری معلومات یہاں درج کی جارہی ہیں جو کہ مولوی عمران صاحب نے اپنے تذکرہ عرفانیہ میں بیان کی ہیں۔ (۲۶)

۱۔ مکتوب عربی مخانب احمد بن محمد بن علی الانصاری الیمنی الشروانی بنام مولانا خلیل الرحمٰن۔ اس خط کے ساتھ موصوف نے اپنی مصنفہ کتاب جوہر وقار شرح بابت سعاد کا ایک نسخہ بھی تحفہ بھیجا ہے اور خط میں مولوی محمد صاحب مفتی اور مولوی حبیب الرحمٰن کو سلام لکھا ہے، تاریخ درج نہیں ہے۔

۲۔ مکتوب عربی از مولانا شروانی، مذکور بنام نواب وزیر الدولہ بہادر، یہ خط ۵/ذیقعدہ ۱۲۴۲ھ میں لکھا گیا ہے۔

۳۔ مکتوب عربی از محمد بغدادی مجاور مدینہ بنام نواب وزیر الدولہ۔ یہ خط ۱۲۴۰ھ میں لکھا گیا ہے۔

۴۔ مکتوب عربی از مولانا خلیل الرحمٰن بنام مولانا عبداللہ الغوثی۔ تاریخ ۶/رجب درج ہے لیکن سن درج نہیں ہے۔

۵۔ مکتوب عربی بنام مولانا خلیل الرحمٰن۔ اس خط پر تاریخ درج نہیں ہے اور یہ بھی کہ کس کی طرف سے بھیجا گیا ہے۔ مضمونِ خط سے ایسا اندازہ ہوتا ہے کہ مولانا حیدر علی رامپوری کی طرف سے ہے۔

۶۔ مکتوب عربی از مولانا خلیل الرحمٰن بنام محمد نعمان بن حفاد۔ اس خط کے آخری حصہ میں قرب و جوار کے شہروں میں تعلیم و تعلم کا ذکر ہے اور اپنے مشاغل علمی اور درس و تدریس کی تفصیل ہے، اس کے ساتھ مولانا لکھتے ہیں ......

"و لقد قارب الاخ...... حبیب الرحمن...... لدی ھذا المسکین و لعلہ لفضل اللہ یتفرغ الی شھر او شھرین و محمد عظیم من المنتھی" (اخی حبیب الرحمٰن اس مسکین کے پاس ہیں اللہ کے فضل سے امید ہے کہ ایک دو مہینے میں فارغ ہو جائیں گے، اور محمد عظیم منتہی طالب علم ہیں) مولانا حبیب الرحمٰن اور مولوی محمد عظیم دونوں مولانا کے چھوٹے بھائی تھے۔

۷۔ مکتوب عربی ازمولانا خلیل الرحمٰن بنام نواب محمد سعید خان والی رامپور۔ اس خط میں ۲۱/ ذیقعدہ ۱۲۵۶ھ تاریخ درج ہے۔ یہ خط سفر حج میں لکھا گیا ہے اس خط میں مولانا لکھتے ہیں ...... "و المرجو من وجهكم العميم و كرمكم الجسيم ان لا تنسونى ههنا منتميا اليكم و ولدى عبدالرب كان فى حماية الرب و الذى الذكى عبدالحق منها لديكم من معروفكم و مالوفكم و الله يسعدكم و ينصركم و يمددكم" (آپ کی ذات شریف اور عظیم کرم سے امید ہے کہ دعاؤں میں فراموش نہیں کریں گے جو تم سے آرزو رکھتا ہے میرا بیٹا عبدالرب اللہ اس کی حمایت کرے اور میرا بیٹا زکی عبدالحق آپ کے پاس ہیں جو کہ نوازش کریمانہ کے باعث آپ سے مانوس ہیں اللہ تمہیں نیک بخت بنانے میں مدد کرے اور عمر دراز عطا فرمائے۔

۸۔ مکتوب عربی ازمولانا خلیل الرحمٰن بنام مولوی حبیب اللہ روز عرفہ ۱۲۴۳ھ کو یہ خط لکھا گیا ہے۔ یہ مولوی حبیب اللہ شاہجہانپوری ہیں جو مولانا بحرالعلوم کے شاگرد تھے اور علوم حکمیہ میں شاہجہانپور کے ممتاز علماء میں سے تھے۔ بطور نمونہ مولانا کا یہ خط ذیل میں پورا ہی نقل کیا جا رہا ہے......

"من العبد المسكين خليل الرحمن بن محمد عرفان وفقه الله بما يحبه و يرضاه و جعل اخره خيرا من اولاه، بسم الله الرحمن الرحيم الحمد لله الذى علمنا ما لم نعلم و انطقنا بما شاء و الهم، و الصلواة و السلام على نبيه محمد سيد الامم و افضل العرب و العجم و على اله المختصين بالحكم و اصحابه الذين سلكوا للطريق ...... امابعد و بعد السلام فإن السيد قيام الدين رزقه الله من اليقين و سدره فى الدين عندى بمنزلة فلذة كبدى عبدالرب الولى، استجاب الله فيهما دعائى و قومهما فى الدين من ورائى و الهذا شركتهما فى الدرس عندى درست لها درست شرح الميبذى و ؟؟؟ فى درس تحرير اوقليدس للطوسى، ثم شركت معد قرة عينى و قطعة كبد الولى عبدالرب عليه فضل الرب و شرك معد شريكه الشريف النسب و يرحمه الله عبدا قال امينا۔ و ليجد ابوقيام الدين السيد سيف الدين انشاء الله تعالى

ريح علوم يوسفه انفا و يوسفه لا يوسف عليه بعد التحصيل كما
يجده سالفا في بضع سنين و تسلية اباه و الاقربين و لن تبيض اعينهم
من الحزن عليه اللهم و تقبل و كانت و قريرة بالسرور عليه دعاء
باعظم الاسماء و خير الانبياء و السلام عليكم و على من لديكم و
لديه۔ و من الولى عبدالرب و الذكى عبدالحق و الولى الاصغر
عبدالعلى و الذكى الاصغر عبدالعزيز و الاخ السعيد سعد الله و ابن
اخى عبدالرحيم و الاخ المشفق ابى بنده مسروبخ ذهب و النواب اياة
هناك طلب۔ انشاء الله تعالى يصل الكتاب الى الحبيب الفاضل
والعالم العامل المولوى حبيب الله لا زوال كاسمه حبيب الله و زرع
له الله فى دنياه ما ينفعه فى عقباه۔ حرر ه يوم عرفةيوم الاثنين
١٢٤٣ھ و المولوى عبيد الله و المولوى كليم الله لقران عليكم
السلام و رفيقنا هذه المرة المولوى محمد نور بن ملا بشارت اخون
يقرع السلام ايضا۔

(یعنی یہ تحریر بندہ خلیل الرحمٰن بن محمد عرفان کی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کو اپنی پسند اور رضا کی توفیق دے اور اس کی آخری حالت پہلی حالت سے بہتر بنائے۔ شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔ سب تعریفیں اللہ کے لیے جس نے سکھایا ہمیں جو ہم نہیں جانتے تھے اور جو چاہا وہ ہم سے نطق کرایا اور الہام کیا۔ درود وسلام نبی پر جو سردار امت اور افضل عرب و العجم ہیں اور آپ کی آل پر جو مختص ہیں حکمت کے ساتھ اور آپ کے صحابہ جو اس راستہ پر چلے۔

اما بعد۔ پس سلام کے بعد عرض یہ ہے کہ سید قیام الدین اللہ اسکو یقین کامل عطا کرے اور دین میں مضبوط بنائے میرے نزدیک میرے پارہ دل عبدالرب الولی کی طرح ہے۔ اللہ دونوں کے حق میں میری دعا قبول کرے اور میرے بعد ان کو قیام دین کا ذریعہ بنائے اسی لیے میں نے دونوں کو درس میں شریک کرلیا ہے اور دونوں کا درس شرح ''میبذی'' ہے۔ طوسی کی تحریر اقلیدس میں بھی میری آنکھوں کی ٹھنڈک اور دل کا ٹکڑا عبدالرب جس پر فضل رب ہو اس کا شریک شریف النسب ہے۔ اللہ اس بندہ پر رحم کرے جو آمین کہے اور قیام الدین سید سیف الدین عنقریب اپنے یوسف میں علم کی خوشبو پائیں گے۔

ایسا یوسف جس پر تاسف نہیں حصول علم کے بعد جیسے کہ حضرت یوسف علیہ السلام زنداں میں رہے پھر خوشبو بن کر آئے حضرت یعقوب کے حزن و ملال میں جن کی آنکھیں غم سے سفید ہوگئی تھیں اپنے والد اور اقربین کے لیے مژدہ جانفزا دینے۔ اے اللہ قبول فرما یہ میری خوشی اور قرار۔ اسم اعظم کے صدقے اور خیر الانبیاء کے وسیلے سے تم سب پر اور جو حاضر ہیں سلام ہو۔ عبدالرب زکی عبدالحق ولی اصغر عبدالعلی، زکی اصغر عبدالعزیز ص الح بھائی اللہ نیک بخت کرے ابن اخی عبدالرحیم مشفق بھائی ابی بندہ۔ انشاء اللہ فاضل حبیب اور عالم باعمل مولوی حبیب اللہ کے پاس کتاب پہنچے گی اللہ کرے نام کی طرح حبیب اللہ رہیں دنیا و آخرت میں۔ تحریر کیا اس کو یوم العرفہ بروز پیر ۱۲۴۳ھ۔ مولوی عبید اللہ اور مولوی کلیم اللہ بھی سلام کہتے ہیں۔ اس مرتبہ ہمارے رفیق مولوی محمد نور بن مولوی ملا بشارت اخون وہ بھی آپ کو سلام کہتے ہیں)

مذکورہ بالا خطوط کے ساتھ مولانا خلیل الرحمٰن کی ایک عربی نظم بھی شامل ہے جو ۳۱/اشعار پر مشتمل ہے۔ یہ نظم مولانا نے نواب امیر خان صاحب (والی ٹونک) کی تعریف وتہنیت میں اس وقت لکھی تھی جبکہ موصوف نے بیماری کے بعد غسل صحت کیا۔ اس طرح ۹/اشعار پر مشتمل ایک عربی نظم مزید شامل ہے جو مختارالدولہ محمود خان کی تعریف میں لکھی گئی ہے......

شعر اوّل

لو لم یدل الوھم صیت جلاله
ما خیل طیف خیال سامی حاله

شعر

محمود اھل الفضل طرا کاسمه
وکفی به برھان حسن خصاله

آگے چل کے مولانا محمد عمران صاحب اسی ''تذکرہ'' میں یہ بھی لکھتے ہیں کہ بیاض مذکورہ کے ساتھ ایک اردو رسالہ مطبوعہ دیکھنے کا اتفاق ہوا تھا جس کے لیے کہا گیا ہے کہ یہ رسالہ بھی مولانا خلیل الرحمٰن کا مصنفہ ہے ''تحفۂ محمدیہ'' جو علماء ممبئی کی طرف سے سید احمد (شہیدؒ) اور ان کے معتقدین کے خلا لکھا گیا تھا۔ اسی کتاب سے اخذ کر کے یہ رسالہ لکھا گیا۔ اس رسالہ میں ایک ایک عقیدہ بیان کر کے اس کی تردید کی گئی ہے۔ اس طرح دس عقائد کا ذکر ہے۔ رسالہ ہٰذا ۶۱ رصفحات پر مشتمل ہے۔ مطبع کا نام اور سنِ طباعت درج نہیں ہے غالباً ممبئی میں طبع ہوا ہے۔ اولہ، حمد وافر سزاوار ہے اسی خالق برحق کو جس نے حق کو باطل بکی کے لیے پیدا کیا، الخ۔ (۲۷)

مولانا سید حیدر علی ٹونکی

حالاتِ زندگی

مولانا سید حیدر علی رامپوری ٹونکی، مولوی عنایت علی بخاری دہلوی کے فرزند ہیں۔ آپ شیخ جلال بن حسین بن محمد حسینی بخاری کی اولاد میں سے ہیں۔ آپ دہلی میں پیدا ہوئے وہیں پرورش پائی اور بچپن میں رامپور منتقل ہوگئے (۱)۔ جناب مولوی محمد عمران خان جو ٹونک کے ایک بڑے محقق ہیں کے مطابق آپ کے والد سید عنایت علی نے دہلی سے آ کر رامپور کے کسی گاؤں میں بود و باش اختیار کرلی تھی اور وہیں ۱۱۹۲ھ میں مولانا حیدر علی کی پیدائش ہوئی۔ (۲۸)

آپ نحو و عربیت میں سید غلام جیلانی رفعت (المتوفی ۱۲۳۴ھ) اور مولانا عبدالرحمٰن قہستانی (المتوفی ۱۲۲۴ھ) اور شیخ رستم علی رامپوری (المتوفی ۱۲۴۰ھ) کے شاگرد تھے۔ اس کے علاوہ لکھنؤ میں ملا مبین سے بھی ایک عرصہ تک پڑھتے رہے۔ پھر دہلی جا کر شاہ رفیع الدینؒ صاحب اور شاہ عبدالعزیزؒ صاحب سے استفادہ کیا اور حکیم شریف خان صاحب سے طب پڑھی۔ حضرت سید صاحبؒ سے طریقت کی تعلیم حاصل کی۔ آپ ذکاوت، سرعتِ ادراک، جامعیت، معقول و منقول، کتاب و سنت و اختلاف ائمہ سے واقفیت، تبحر علمی میں سر آمد روزگار اور علوم حکمیہ میں بحر ذخار تھے (۲۹)۔

نواب صدیق حسن خان ''ابجد العلوم'' میں مولانا حیدر علی ٹونکی کے بارے میں لکھتے ہیں……

☆ "و کان فاضلا جلیلا جمع علم الطب الی سائر علومه، آپ بڑے فاضل، علم طب اور دوسرے تمام کے جامع انسان تھے''

☆ "کان بارعا فی علم الطب و له ید طولی فی ذالك، علم طب میں بڑا تفوق حاصل تھا اور اس فن میں بڑا ملکہ تھا''

☆ "کان یدرس و یطب و ینفع الناس، درس دیا کرتے تھے، طبی خدمات انجام دیتے اور لوگوں کو نفع پہنچایا کرتے تھے''

☆ "انه کان قصیر القامة نحیف البدن، آپ پست قامت اور

نحیف بدن تھے'' (۳۰)

مولانا غلام جیلانیؒ نے خود پڑھا کر آپ کو شاہ عبدالعزیز صاحبؒ محدث دہلوی کی خدمت میں بھیجا جہاں سیدنا شاہ محمد اسماعیل شہیدؒ کے ہمراہ پڑھا۔ شاہ عبدالعزیز فرمایا کرتے تھے میرے ان تین شاگردوں میں ہر ایک علیحدہ علیحدہ خصوصیت رکھتا ہے، اسماعیل کو اللہ نے دین کے لیے پیدا کیا، عبدالرحیم صفی پوری کو دنیا کے لیے اور حیدر علی کو دین اور دنیا دونوں کے لیے۔ (۳۱)

مولانا حیدر علی ٹونکی کی شادی آپ کے استادِ محترم مولانا غلام جیلانی کی دختر سے ہوئی تھی اس لیے آپ رامپور کے ایک محلہ، محلہ راج دوارہ میں رہا کرتے تھے اور ایک عرصہ تک رامپور میں رہے اور اسی لیے آپ رامپوری مشہور ہو گئے۔ آپ نے ۱۲۳۰ھ میں کلکتہ کا سفر کیا اور کچھ عرصہ قیام کیا اور وہاں بھی درس و تدریس میں مشغول رہے۔ (۳۲)

آپ ۱۲۵۲ھ میں والیٔ ٹونک نواب وزیر الدولہ کے طلب کرنے پر ٹونک تشریف لائے اور مستقل سکونت اختیار کی۔ عمر کا باقی حصہ ٹونک ہی میں گزارا اور یہیں وفات پائی۔ ٹونک پہنچ کر آپ نے عزت دینی و دنیوی حاصل کی اور عزت و شان سے زندگی بسر ہونے لگی، یہاں آپ نے سلسلۂ درس و تدریس شروع کیا اور مطب بھی (۲)۔ نواب وزیر الدولہ نے پوری قدر دانی اور جوہر شناسی کے ساتھ آپ کی خدمت کی اور خود آپ کے شاگرد ہوئے اور مولانا کو اپنا معالج خاص بھی مقرر کیا۔ نواب صاحب نے آپ کو ریاست کا مدار الہام (دیوان کل ملک و مال) بنا رکھا تھا (۲) اور ۱۲۶۰ھ میں عہدۂ دیوانی کے فرائض بحسن وخوبی انجام دیتے رہے، ۱۲۶۲ھ میں آپ نے خود ہی اس خدمت سے سبکدوشی حاصل کر لی۔ (۳۳)

اس کے علاوہ مولوی محمد عمران خان ٹونکی جو کہ ٹونک کے ایک بہت بڑے محقق تھے جن کا حال ہی میں (۱۹۹۰ء) انتقال ہوا ہے اپنے ایک مخطوط میں لکھتے ہیں کہ مولوی محمد علی صدر پوری ٹونکی نے جو محمد تخلص فرمایا کرتے تھے مولانا حیدر علی ٹونکی کی وفات پر دو قطعے لکھے (یہ قطعات کتب خانہ ٹونک کے ایک مخطوط ''مجموعہ قطعات ولادت و وفات'' سے مأخوذ ہیں) جو کہ درج ذیل ہیں (اور اس قطعہ سے بھی مولانا حیدر علی کی تاریخ وفات کا تعین ہوتا ہے)

سولہویں تاریخ تھی ذی الحج کی
پیر کا دن دوپہر تھی کچھ ڈھلی

کثرت آہ و فغان سے ہو بہو
حشر برپا ٹونک میں تھا ہر گلی
ایک سے پوچھا مجھ یہ حال
کیوں یہ ہے ہر ایک دل کو بے کلی
بادلِ پُر درد و غم اس بیت کو
وہ لگا پڑھنے با آوازِ جلی
''آج اس دنیا سے جنت کو گئے
سیدِ دین مولوی حیدر علی''(۳۴)

۱۲۷۲ھ

اولاد = آپ کے دو بیٹے سید یحیٰ اور سید زکریا تھے۔ جن میں سے جناب سید یحیٰ ۱۸ رسال کی عمر ہی میں لاولد انتقال کر گئے تھے جبکہ سید زکریا جو عابد و زاہد اور علم و فضل کے مالک تھے لیکن ان کی عمر نے بھی وفا نہیں کی اور زمانۂ شباب ہی میں انتقال فرما گئے۔ ان کی اولاد میں ایک صاحبزادے محمد یوسف لاولد ہی فوت ہو گئے تھے جبکہ آپ کی دو صاحبزادیاں تھیں ایک آمنہ بی اور دوسری محمدی بی۔ ان سے اولاد کا سلسلہ جاری رہا۔ مولانا حیدر علی صاحب کی تین دختران تھیں، سعادت بی، طیبہ زوجہ سید عبدالرزاق رامپوری، سکینہ بی زوجہ مولوی انعام اللہ بریلوی اور نجیبہ بی (آپ حافظ قرآن بھی تھیں) زوجہ سید عبدالرحمٰن ہمشیرہ زادہ سید احمد شہیدؒ۔ آپ کی تینوں دختران سے اولاد کا سلسلہ جاری رہا۔ (۳۵)

مولانا حیدر علی نے اپنے برادر حقیقی مولوی محمد علی رامپوری (خلیفہ سید احمد شہیدؒ) کی اولاد کو بھی ہمیشہ اپنی ہی اولاد سمجھا اور ان کی بہتر تربیت کی، چنانچہ سید احمد علی سیماب نے آپ ہی کی نگرانی میں تربیت پائی۔ ریاست کی طرف سے آپ کو اس خیر خواہی و کارگزاری کے صلے میں فیل و پالکی سواری کے لیے عطا ہوئے۔

ٹونک میں مال پورہ دروازہ کے باہر لب سڑک ایک مسجد بھی آپ کی تعمیر کردہ ہے جو آج تک ''مولانا صاحب کی مسجد'' کے نام سے مشہور ہے۔ اس مسجد میں آپ تفسیر و حدیث کا درس دیتے تھے۔ مسجد سے متصل شمال کی جانب مختار الدولہ محمود خان کا باغیچہ اور جنوب کی جانب گورستان ہے اور یہ

گورستان بھی آپ ہی سے منسوب ہے اور اسی میں آپ بھی مدفون ہیں۔ مسجد کے قریب فصیل شہر سے متصل اندرونی جانب آپ کے مکانات ہیں جو اب تک آباد ہیں۔

شاگرد= سید حیدر علی ٹونکی کی عمر کا بیشتر حصہ چونکہ درس و تدریس میں گزرا ہے اس لیے آپ کے شاگردوں کی تعداد بھی بے شمار ہے۔ مشاہیر وقت کو آپ سے تلمذ حاصل تھا۔ مولوی ابو یحییٰ امام خان نوشہروی نے حسب ذیل اصحاب کو آپ کا شاگرد لکھا ہے......

مولوی امام الدین کشمیری ٹونکی

مولوی احمد علی سیماب ٹونکی

نواب صدیق حسن خان رئیس بھوپال

مولوی برہان الدین ٹونکی

مولوی بزرگ علی مارہروی

سید عبدالرزاق

مولوی انعام اللہ بریلوی (۳۶)

اور مولوی عبدالحی صاحب لکھنوی نے مندرجہ ذیل اصحاب کو بھی آپ کا شاگرد لکھا ہے......

مولانا ابراہیم بن دین اللہ النگرہنسوی

مولوی احمد علی چڑیا کوٹی

قاضی اوحد الدین بلگرامی (صاحب نفائس اللغات)

مولوی عمران رامپوری

مفتی غیاث احمد کاکوروی

قاضی ہدایت علی گیلانوی

قاضی عنایت رسول چڑیا کوٹی (۳۷)

شیخ احمد بن محمد الشروانی جنہوں نے کلکتہ میں آپ سے شرح شمسیہ منطق میں اور شرح نخبۃ الفکر اصول حدیث میں پڑھی۔

حافظ احمد خان شوق نے تذکرہ کاملانِ رامپور میں مولوی عبدالعلی خان رامپوری ریاضی دان اور مولوی غلام ناصر خان ساکن محلہ راج دارہ رامپور کو بھی آپ کا شاگرد لکھا ہے، مولوی عبدالکریم ٹونکی خوشنویس اور مولوی محمد حسن خان ٹونکی عسکری بھی آپ کے شاگرد تھے۔ (۳۸)

وفات= تاریخ ٹونک پر استاد آبرو کی کتاب ایک مستند کتاب ہے۔ اس میں مصنف نے آپ کی تاریخ وفات ۱۲۷۲ھ لکھا ہے جبکہ مولوی عبدالحی نے نزہت الخواطر میں آپ کا سن وفات ۱۲۷۳ھ لکھا ہے جو کہ درست معلوم نہیں ہوتا اس لیے کہ ''حدیقہ راجستھان ٹونک'' (معروف بہ تاریخ ٹونک) میں مصنف سید اصغر علی آبرو نے سنِ وفات کے ذکر کے ساتھ ذیل کے تین مصرعے بھی درج کیے ہیں جن سے مولانا کا سنِ وفات برآمد ہوتا ہے......

(۱) ''بخلد بریں شد محبّ ودود'' ۱۲۷۲ھ

(۲) ''رفت زیں عالم سوئے دار بقا'' ۱۲۷۲ھ

(۳) ''جنتِ فردوس گردد مسکن و ماأ وائے او'' ۱۲۷۲ھ (۳۹)

سید حیدر علی ٹونکی کی دینی و علمی خدمات

مولوی احمد علی سیماب ''محامد علیہ'' میں لکھتے ہیں کہ آپ نے اگر چہ کوئی متن یا شرح کسی خاص فن میں نہیں لکھی لیکن رسائل بہت سے تصنیف فرمائے ہیں جو رشد و ہدایت پر مشتمل ہیں۔ یہ تمام رسائل تو نہیں ملتے البتہ مندرجہ ذیل رسائل اب تک علم میں آسکے ہیں۔ (۴۰)

۱- رسالہ اثبات رفع الیدین فی المواضع الاربعۃ من العقود (فارسی) (چار مواقع پر رفع یدین کے کرنے کے حق میں رسالہ) یہ رسالہ آپ نے مولوی سید محبوب علی دہلوی کے ایک فارسی رسالہ کے رد میں لکھا ہے۔ مولوی ابو یحییٰ امام خان نوشہروی لکھتے ہیں......

> ''مولوی محبوب علی صاحب بھی جہاد کوہستان میں حضرت الامیر السید احمد کے ہمراہ شریک جہاد تھے مگر بعض اختلافات کے بہانے سے عین محاذ سے لوٹ آئے اور دہلی آ کر حضراتِ مجاہدین کے جملہ اختصامات کے خلاف مورچہ قائم کر دیا حتیٰ کہ جب غازیوں کے ستھراؤ سے جماعت کا شیرازہ بکھر گیا تو یہ بزرگوار یعنی سید محبوب علی ان کے اتباع کے مسلک لزوم بالسنۃ کی مخالفت پر اتر آئے، چنانچہ سید حیدر علی کا رسالہ اثبات رفع الیدین، مولوی محبوب علی صاحب کے ان ہی مغالطات کے جواب میں ہے'' (۴۱)

(۲) صیانۃ الناس عن وسوسۃ الخناس (اردو) (یعنی شیطان کے وسوسوں سے انسان کا بچاؤ) یہ رسالہ آپ نے مولوی فضل رسول بدایونی کے ''حولات عشر'' کی تردید میں لکھا ہے۔ مولوی فضل رسول نے ''تقویۃ الایمان'' جس کے مصنف مولانا اسماعیل شہیدؒ ہیں پر اعتراضات کیے تھے۔ اس رسالہ میں ان ہی کی تردید ہے۔ معترض کی عبارتیں ''موصوف کا قول'' سے تعبیر کر کے نقل کی گئی ہیں۔ مقدمہ میں سید احمد شہیدؒ کی اصلاحات اور مولانا اسماعیل شہیدؒ کے محاسن و مکارم بھی بیان کیے گئے ہیں۔ یہ رسالہ ۱۵۶ صفحات پر مشتمل ہے۔ ۱۲۷۰ھ میں مطبع فخر المطابع میں باہتمام نیاز احمد طبع ہوا۔ اوّل کی عبارت یہ ہے، الحمد للہ الذی انزل علی عبدہ الکتاب و لم یجعل لہ عوجا......الخ۔

۳- اقامت سنت باماتت بدعت (فارسی) (یعنی سنت کا قیام بدعت کے خاتمہ سے) یہ رسالہ آپ نے مولانا خلیل الرحمٰن یوسفی رامپوری ٹونکی گلشن آبادی پسر ملا عرفان رامپوری صاحب دوار و مدار کے رسالہ ''رسم الخیرات'' (فارسی) کی تردید میں لکھا ہے۔ چونکہ مولانا سید حیدر علی عامل بالحدیث تھے اور مولانا خلیل الرحمٰن ولایتی سخت مقلد اس لیے دونوں کے درمیان اکثر مباحثے رہا کرتے تھے۔ مولانا خلیل الرحمٰن نے ''رسم الخیرات'' کے نام سے ایک رسالہ عربی میں لکھا تھا جس میں ایام مخصوصہ میں فاتحہ و ایصال ثواب کے بدعت ہونے کی تردید کی تھی۔ اس رسالہ ''رسم الخیر'' کا پھر فارسی میں ترجمہ کیا اور اس کا نام ''رسم الخیرات'' رکھا۔ مولانا حیدر علی صاحب نے ''اقامت سنت باماتت بدعت'' میں اس رسالہ کی تردید کی ہے اور تردید بھی لفظ بلفظ۔ اس رسالہ کا ایک قلمی نسخہ ''عربک اینڈ پرشین ریسرچ انسٹیٹیوٹ ٹونک'' کے قلمی شعبہ میں محفوظ ہے۔ یہ رسالہ اسی (۸۰) اوراق پر مشتمل ہے۔ ۱۲۶۴ھ میں آپ نے یہ رسالہ تصنیف فرمایا۔ رسالہ کے دیباچہ میں سید احمد شہیدؒ کی اصلاحات و احیاء دین کا بھی تفصیل کے ساتھ ذکر ہے۔

۴- رسالہ در رسوم موتیٰ (فارسی) (یعنی میت کی رسوم سے متعلق رسالہ) یہ رسالہ بھی مولانا خلیل الرحمٰن کے رسائل کی تردید میں لکھا گیا ہے۔ صراحتاً تو اس کا ذکر نہیں کیا گیا ہے البتہ درمیان میں عبارت میں کنایتاً کئی جگہ ذکر ہے۔ یہ رسالہ مختصر ہے اور تقریباً دو جزو پر مشتمل ہے، اوّل کی عبارت یہ ہے، الحمد للہ الذی ھدانا للایمان و حبب الینا و زین فی قلوبنا الاعتصام بالکتاب و السنۃ نبی اخر الزمان......الخ۔

۵- نظام الملۃ و دافع العلۃ (فارسی) (یعنی ملت کو جوڑنا اور مرض (بدی) کو ختم کرنا) اس

رسالہ میں مولانا حیدر علی نے تقلید کے عدم وجوب سے بحث کی ہے، یہ رسالہ تقریباً چار جزو پر مشتمل ہے۔

۶۔ جنگ مسائل (قلمی) یہ دراصل ایک مجموعہ ہے جس میں شاہ عبدالعزیزؒ، مولانا حیدر علی اور دیگر علماء کے فتاویٰ و رسائل جمع کیے گئے ہیں۔ یہ مجموعہ مختلف الخط ہے۔ اکثر حصہ حافظ عزیز الرحمٰن ٹونکی کاتب کے قلم کا ہے اور بعض حصہ مولوی عبدالرحمٰن کا تحریر کردہ ہے۔ بعض مسائل کے جوابات اصلی ہیں یعنی جواب دینے والے حضرات کے قلم کے لکھے ہوئے ہیں۔ یہ مجموعہ ۱۲۷۵ھ جمع کردہ ہے۔ اس مجموعہ میں مولانا حیدر علی صاحب کے جو رسائل و مسائل نقل کیے گئے ہیں ان میں سے چند یہ ہیں......

۱۔ سلسلہ شرکت اعیاد ہنود، مولوی تراب علی صاحب کا ایک فتویٰ اس مجموعہ میں شامل ہے۔ اس کے ذیل میں مولانا حیدر علی صاحب کی تائیدات و تحقیقات ہیں جو تین چار ورق پر مشتمل ہیں، اس تحریر کی پیشانی پر یہ عبارت درج ہے ''جواب سوم از'' اس کے بعد اصل مضمون اس طرح شروع ہوتا ہے......

''اوّل این قدر باید دانست کہ شبہ کردن با کفار ممنوع و حرام است'' (یعنی اوّل یہ بات جاننا چاہیے کہ کفار کے ساتھ تشبیہ ممنوع و حرام ہے) اور آخر کی عبارت یہ ہے "ھکذا افاد مولانا و مخدومنا حضرت حیدر علی"

۲۔ فتویٰ دو ورقی بسلسلہ جوازِ بیعِ انسان، (یعنی انسان کے فروخت کے جواز کے سلسلہ میں دو ورقی فتویٰ) اس فتوے پر نواب محمد علی خان والی ٹونک کے قلم سے یہ عبارت درج ہے ''تحقیق جوازِ بیعِ انسان از مولانا محمد حیدر علی محمد آبادی معروف بہ ٹونک'' آخر میں کاتب نے یہ عبارت لکھی ہے......

''و این نقل است از اصل قرطاس کہ جناب مولانا و مخدومنا محقق فروع و اصول مدقق منقول و معقول مظہر خفی و جلی حضرت مولانا محمد حیدر علی طالب اللہ...... کہ از دستِ مبارک خود نوشتہ و مہر کردہ بودند، نوشتہ شد کہ سند باشد'' (یعنی یہ نقل ہے مولانا کے اصل مسودے سے جو کہ ایک پائے کے محقق معقول اور منقول ظاہری و باطنی علوم کے ماہر تھے انہوں نے اپنے ہاتھ سے تحریر کی تاکہ سند رہے اور مہر لگائی)

۳۔ تحقیقات و جوابات در کشف حال چند استفاء، و فتویٰ در جوابِ فاضل فلسفی معروف بہ مولوی فضل حق خیر آبادی بابت تکفیر اسماعیل شہیدؒ۔ (یعنی اسماعیل شہیدؒ کی تکفیر کے متعلق مولوی فضل حق کے

فتوے کے جواب میں چند فتاویٰ کی تحقیق اور جوابات)

مولوی فضل حق خیر آبادی نے جب اسمٰعیل شہید کی تصانیف پر اعتراضات کیے تو ان کی مدافعت کے لیے مولانا حیدر علی ہی آگے بڑھے، مولوی فضل حق خیر آبادی سے امکانِ نظیر میں مباحثہ بھی رہا۔ نواب صدیق حسن خان ابجد العلوم میں لکھتے ہیں......

"و الحق ان الحق فی تلك المباحثات بید السید لا بید الشیخ کما یظهر من الرجوع الی کتبها عند نظر الانصاف" (یعنی حق یہ ہے کہ مذکورہ بحث میں سید صاحب کا پلہ شیخ پر بھاری ہے جیسا کہ انصاف کے ساتھ ان کی کتابوں کی طرف رجوع کرنے سے ظاہر ہوتا ہے)

اس مجموعہ کا ایک حصہ جو کہ تقریباً سو صفحات پر مشتمل ہے ان ہی جوابات وتردیدات پر مشتمل ہے جو اس سلسلہ میں یکے بعد دیگرے لکھے گئے ہیں۔

۴- تکمله تحقیق المقال فی معنی حدیث لاتشد الرحال۔ (حدیث لا تشد الرحال کے معنی میں تحقیقی گفتگو کا تکملہ) یہ رسالہ تقریباً تیس صفحات پر مشتمل ہے۔ اس رسالہ کی اوّل عبارت یہ ہے ''بر ناظرین کتب سیر و احادیث مخفی نیست کہ منجملہ مقاصد...... الخ'' اس رسالہ کے آخر میں کاتب نے یہ عبارت لکھی ہے......

"تمت هذه الرسالة الشریفة و النسخة العجیبة من تصنیفات جامع علوم الفروع و الاصول و المنقول و المعقول حضرت مولانا محمد حیدر علی غفر له الرحیم الولی۔ ۱۲۷۸ھ هجری نبوی صلعم زیورِ اختتام" (یعنی یہ رسالہ شریفہ اور نسخہ عجیبہ جو کہ فروع، اصول، منقول اور معقول علوم کے جامع حضرت مولانا محمد حیدر علی (اللہ رحیم ولی آپ کی مغفرت کرے) کی تصنیفات میں سے ہے۔ ۱۲۷۸ھ میں مکمل ہوا)

۵- رسالہ در سماع اموات۔ یہ کوئی مستقل رسالہ نہیں ہے بلکہ چند صفحات میں آپ کی تقریر کا خلاصہ لکھا گیا ہے اور اس حصہ کے کاتب مولوی عبدالرحمٰن صاحب ہیں۔ (۴۲)

☆☆☆

مولانا حکیم سید برکات احمد ٹونکی

حسب ونسب

استاد الوقت مولانا حکیم سید برکات احمد ٹونکی ۱۲۸۰ھ میں ٹونک میں پیدا ہوائے۔ آپ کے والد ماجد مولانا حکیم دائم علی تھے جو میر نگر ضلع پٹنہ بہار کے خاندانِ سادات کے گرامی قدر فرد تھے۔ مولانا حکیم دائم علی نے ابتدائی تعلیم اپنے عزیز اور بہار کے مشہور فاضل مولانا محمد احسن گیلانی سے حاصل کی۔ (۴۳)

نامور صحافی اور کالم نویس جناب نصر اللہ خان لکھتے ہیں......

''آپ (مولانا برکات احمد) کے والد ماجد میر سید دائم علی پٹنہ بہار کے رہنے والے تھے۔ آپ نے حکیم احسن اللہ خان دہلوی سے طب اور علوم عقلیہ ونقلیہ کی تحصیل علامہ فضل حق خیر آبادی اور مولانا احسن گیلانی سے کی'' (۴۴)

حکیم الامت سید برکات احمد کے شاگرد رشید جناب مناظر حسین گیلانی لکھتے ہیں......

''حضرت الاستاد مولانا برکات احمد ٹونکی کے والد ماجد بہار کے رہنے والے تھے۔ ٹونک میں نواب کے طبیب خاص تھے۔ بڑے پائے کے بزرگ تھے۔ ستر بہتر سال کی عمر میں وفات ہوئی۔ آخر عمر تک سو رکعات نفلی نمازوں کا یومیہ التزام باقی رہا۔ یہ تہجد، اشراق، چاشت کے سوا تھی۔ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ سے خلافت بھی ملی تھی (۴۵)۔

موصوف مولانا محمد احسن گیلانی سے علم حاصل کرنے کے بعد لکھنؤ اور رامپور پہنچے۔ بعد ازاں تکمیل علم حدیث مولانا عالم علی مراد آبادی نگینوی سے کی اور پھر وہاں سے اجمیر ہوتے ہوئے وارد ٹونک ہوئے۔ آپ جب ٹونک تشریف لائے تو نواب محمد علی خان والیٔ ریاست تھے جو بذاتِ خود بھی ایک عالم تھے اور عالموں کے قدر شناس بھی۔ نواب صاحب کو اپنے صاجزادے اور ولیعہد (ابراہیم خاں خلیلؔ)

کے لیے ایک متقی و عالم اور طبیب اتالیق کی ضرورت تھی۔ ایسی ہمہ صفت موصوف ہستی نواب صاحب کو صرف حکیم دائم علی کی نظر آئی۔ چنانچہ آپ کو نواب صاحب نے اپنے ولیعہد کا اتالیق مقرر کیا۔نواب محمد علی خان کے انتقال کے بعد جب حافظ ابراہیم علی خان خلیلؔ تخت نشیں ہوئے تو آپ نہ صرف نواب صاحب کے طبیب خاص مقرر ہوئے بلکہ وزیر اعلیٰ کا درجہ بھی دیا گیا۔اس کے علاوہ آپ کو خان کے خطاب سے بھی نوازا گیا اور بہت سی جاگیریں بھی عطا ہوئیں۔سید دائم علی خان کی شادی ضلع مظفر نگر یوپی کے ایک مردم خیز قصبہ پھلت کے ایک معزز اور علمی خاندان میں ہوئی جس کا تعلق امام العلماء حضرت شاہ ولی اللہ محدثِ دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے ہے یعنی دختر غازی ولی محمد پھلتی سے۔ غازی صاحب نے دو شادیاں کی تھیں پہلی پھلت میں ہوئی اور دوسری شادی زمانۂ جہاد میں بحالتِ سفر سرحد میں کی۔ ان ہی سرحدی زوجہ سے جو بڑی صاحبزادی زینب خاتون تھیں ان سے حکیم سید دائم علی خان کا عقد ہوا۔ اور پھر انہیں زینب خاتون کے بطن سے سب سے پہلے وہ آفتابِ علم طلوع ہوا جس نے ہند، کابل، بخارا، کاشغر وغیرہ کے ذرات کو روشن و منور کر دیا جس کا نام سید برکات احمدؒ ہے۔(۴۶)

حکیم سید برکات احمد، حکیم دائم علی خان کے بڑے صاحبزادے تھے۔آپ کے والد آپ سے بے پناہ محبت فرمایا کرتے تھے اور پل بھر کے لیے اولاد کو آنکھوں سے اوجھل نہیں کر سکتے تھے۔اسی لیے صاحبزادے کی ابتدائی تعلیم کا انتظام ٹونک ہی میں کیا اور اپنے ایک قدیم دوست اور صوبۂ بہار کے مشہور اور جید عالم مولانا لطف علی دھنچھوہوی کو صاحبزادے کی تعلیم کے لیے ٹونک ہی بلا لیا۔سید برکات احمد نے اپنی ابتدائی تعلیم کا درس موصوف سے لیا اور پھر مولانا محمد حسن ٹونکی سے ہدایہ پڑھی۔

حالاتِ زندگی

استاد کی دن رات کی محنت اور ہونہار شاگرد کی خداداد صلاحیت سے جلد ہی آپ کے اندر علمی پختگی ہونے لگی اور آپ کے جوہر سامنے آنے لگے اور والد بزرگوار کو اس گوہر نایاب کے لیے ٹونک کی علمی دنیا محدود نظر آنے لگی۔ چنانچہ آپ میں مزید نکھار پیدا کرنے کے لیے آپ کو ٹونک سے باہر تعلیم کے لیے بھیجنے کا ارادہ فرمایا۔اس زمانے میں رامپور میں مولوی عبدالحق خیرآبادی اپنا مسند درس جمائے ہوئے تھے اور علمی حلقوں میں آپ کے درس کا طوطی بول رہا تھا۔حکیم سید دائم علی خان کی نظر اسی مدرسہ کی طرف گئی اور آپ کو اس خیرآبادی درس میں شریک کرا دیا گیا۔آپ نے اس خیرآبادی استاد کی خدمت میں تقریباً پندرہ سال گزارے اور نہ صرف نصاب، درس نظامیہ بلکہ قدماء کی کتابیں بھی پڑھیں

جن میں شفاء ابن سینا، شرح اشارات طوسی، افق المبین میر باقر داماد، حواشی دوانی، حواشی مرزا جان، خوانساری مولفات قوشجی خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ خود مولانا کی تصانیف خارج از نصاب ''جواہر غالیہ'' وغیرہ بھی پڑھیں۔ (۴۷)

جناب نصر اللہ خان صاحب حکیم سید برکات احمد کے دورِ طالب علمی کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں......

> ''حضرت مولانا سید برکات احمدؒ، حضرت مولانا عبدالحق خیرآبادی کے ارشد تلامذہ میں سے تھے۔ وہ صوفی بھی تھے اور عالم بھی تھے اور طبیب بھی تھے اور ان تمام شعبوں میں وہ یگانۂ روزگار تھے...... مولانا سید برکات احمد کو علامہ عبدالحق خیرآبادی ٹونک سے اپنے ساتھ لے گئے اور سید صاحب ان کے پاس پندرہ سال رہے۔ آپ نے وہ ساری کتابیں پڑھیں جو خیرآبادی نصاب میں تھیں اور وہ بھی پڑھیں جو ملاّ نظام الدین کے نصاب میں شامل تھیں۔ طب کی تعلیم آپ نے غلام نجف خان سے حاصل کی جو حکیم احسن اللہ خان دہلوی کے شاگرد تھے'' (۴۸)

تکمیل معقولات کے بعد استاد کی اجازت حاصل کر کے اپنے حقیقی خالو اور معتبر و مستند محدث مولانا محمد ایوب پھلتی قاضی ریاست بھوپال کی خدمت میں حصول علم حدیث کے لیے حاضر ہو گئے۔ اس بارے میں سید سلیمان ندوی لکھتے ہیں......

> ''پندرہ برس مولانا عبدالحق خیرآبادی کی صحبت میں رہ کر علوم عقلیہ و حکمیہ میں سرآمد روزگار بنے تھے، ساتھ ہی علم حدیث اور علوم دینیہ کا فیض قاضی محمد ایوب صاحب بھوپال سے حاصل کیا تھا'' (۴۹)

ایک سال سے زیادہ بھوپال میں رہے اور پھر واپس ٹونک تشریف لے آئے۔ زمانۂ طالب علمی میں اپنے والد صاحب اور حکیم رضی الدین دہلوی کے خاندان کے ایک فرد جناب حکیم احسن اللہ خان دہلوی سے طب کی تکمیل بھی کر لی تھی۔ حکمت و طب دونوں اصطلاحوں کے لحاظ سے واقعتاً حکیم تھے اور یہ

لقب اتنا غالب رہا کہ بعد وفات بھی حکیم صاحب ہی کے نام سے یاد کیے جاتے ہیں۔ جب آپ تعلیم سے فراغت پا کر ٹونک آئے تو آپ کے والد حضرت حکیم دائم علی خان تقریباً پچاس برس کے ہو چکے تھے۔ اگر چہ کہ قویٰ مضبوط تھے لیکن طبیعت گوشہ نشینی کی طرف مائل ہو چکی تھی لہٰذا آپ نے اپنے صاحبزادے حکیم برکات احمد صاحب کو اپنی جگہ شاہی طبیب اور وزیر خزانہ مقرر کروا دیا۔ آپ کی شخصیت کا ایک خوب صورت پہلو یہ تھا کہ آپ نے کبھی دنیاداری اور مال و دولت کی طرف توجہ نہیں فرمائی۔ آپ اپنے والد بزرگ وار کے منصب اور نواب صاحب کی قرابت کا فائدہ اٹھا سکتے تھے لیکن آپ نے ایسا نہیں کیا اور صرف معالج خاص کے عہدہ پر ہی اکتفا کیا۔ آپ کے شاگرد رشید مولانا معین الدین اجمیری بیان کرتے ہیں کہ آپ کی روپے پیسے سے بے رغبتی کا عالم یہ تھا کہ تمام عمر روپے کے پیسے شمار نہ کر پائے۔ (۵۰)

درس وتدریس

قیام بھوپال کے زمانے میں آپ سے طلباء کی ایک جماعت مستفید ہوتی رہی تھی۔ ان ہی میں سے کچھ طالب علم ٹونک پہنچے اور یہاں باقاعدہ درس کا آغاز ہوا۔ ابتداء آپ کے پاس کچھ مقامی اور بیرونی طلبہ کا اجتماع تھا رفتہ رفتہ آپ کی درسی عظمت کا احاطہ وسیع ہونے لگا، ہندوستان بلکہ عالم اسلام کے طلبہ آپ پر ٹوٹ پڑے یہاں تک نوبت تھی کہ ایک زمانے میں صبح پانچ بجے سے لیکر رات کے گیارہ بجے تک مسلسل سبق پڑھاتے رہتے تھے۔ طلبہ کی کثرت کو دیکھ کر ریاست نے ایک شکستہ مکان میں قلیل تنخواہ پر چند مدرسوں کو رکھ لیا۔ یوں باقاعدہ ایک مدرسہ کی بنیاد پڑی۔ اس مدرسہ کا نام ''مدرسہ خلیلیہ'' رکھا گیا جو نواب محمد ابراہیم خان خلیلؔ کے تخلص کی مناسبت سے تھا جو خدا کے فضل سے اب تک اسی شان سے چل رہا ہے۔ (۵۱)

حضرت سید برکات احمدؒ صاحب طلبہ پر بے انتہا شفقت فرماتے تھے۔ درس و تدریس کے وقت پورا رعب و جلال رہتا تھا۔ عام مجلسوں میں پُر لطف گفتگوئیں رہتی تھیں۔ طلبہ کو خطابات سے بھی نوازا جاتا تھا۔ ایک سرحدی طالب علم جو فارغ التحصیل ہو کر شفا و اشارات پڑھنے کے لیے حاضر ہوا تھا اور تنومند و قدآور تھا اس کا نام ''ابوالبشر'' رکھ دیا گیا۔ پانی پت کے ایک معمّر طالب علم ''مولوی چچا صاحب'' کے لقب سے ملقب ہوئے۔ ایک ذہین طالب علم مولوی عبدالواحد بدایونی مرحوم کو جو پست قد تھے ''ملا مختصر'' کا خطاب عطا ہوا۔ اسی طرح بہار کے ایک زیادہ بولنے والے طالب علم کو ''بالسٹر'' کے نام سے

یاد کیا جاتا تھا۔ ان باتوں سے استادِ محترم کی طبیعت میں ظرافت اور طلبہ سے قربت اور محبت کا اندازہ ہوتا ہے۔آپ کا یہ معمول تھا کہ بغیر مطالعہ کے درس نہیں دیا کرتے تھے یہاں تک کہ بغیر مطالعہ کے قطبی و شرح جامی بھی نہ پڑھاتے تھے۔ جو طلبہ شروح و حواشی کی مدد سے مطالعہ دیکھتے ان پر سخت ناراض ہوتے۔ غیر درسی مجالس میں تحصیل علم اور قیمت علم کے متعلق ایسے واقعات سناتے کہ خود بخود طلبہ علم کی تشنگی سے معمور ہوجاتے۔تقریروں، حاشیوں، شرحوں اور قلمی نسخوں کی نقل میں رغبت کا عجیب سلسلہ جاری رہتا۔ درسی نصاب کے علاوہ طب اور مثنوی مولانا روم کا بھی درس رہتا۔ فلسفہ شروع کراتے تو شمس العلماء مولانا عبدالحق کی تصنیف ''زبدة الحکمۃ'' (اردو) سے ابتدا فرماتے (۵۲)

آپ اپنے شاگردوں کو امتحان کے لیے ہر وقت تیار رہنے کی تاکید فرماتے اور شاگرد بھی ہر وقت تیار رہتے۔ او جب کبھی سال میں باقاعدہ امتحان لینا ہوتا تو سوالات پہلے سے بتادیتے پھر امتحان لیتے۔اعتراضات کرتے، جرح فرماتے، جب اس میں کامل نکلتا تب پاس فرماتے۔شعبان، رمضان اور شوال میں عموماً تعلیم بند رہتی، ہفتہ میں منگل اور جمعہ کو اسباق بند رہتے۔

تصانیف

تقریباً بیس سال تک مختلف علوم وفنون کی مسلسل تعلیم و تدریس کے بعد ادھر پچھلے دس پندرہ سال سے حضرت برکات احمدؒ نے اپنی توجہ درس سے زیادہ تصنیف و تالیف کی طرف پھیر دی تھی۔آپ کی کل اڑتالیس (۴۸) تصانیف ہیں ان میں سے نصف سے زائد معقولات پر ہیں۔(۵۳)

مولانا عبدالشاہد صاحب نے لکھا ہے کہ ان کی کل کتابیں عربی میں ہیں۔ یہ صحیح نہیں ہے۔آپ کی کتابیں فارسی عربی اور اردو تینوں زبانوں میں ہیں جیسا کہ آپ کی تصانیف کی (آگے بیان کردہ) فہرست سے ظاہر ہوگا۔ خود شاہد صاحب نے ثورۃ الہندیہ میں آگے تحریر کیا ہے کہ ''اردو میں اگر حضرت کی یادگار ہے تو یہی (صدقہ جاریہ فی ردِ آریہ) ہے۔(۵۴)

آپ کی تصانیف مختلف موضوعات پر ہیں جن میں سے مطبوعہ کتب کی تفصیل درج ذیل ہے (تمام تفصیلات مولوی سعید کے ایک مضمون سے ماخوذ ہیں)(۵۵)

(۱)	العقول الضابطہ	مطبع علوی لکھنؤ	۱۳۱۴ھ	منطق
(۲)	عشرۂ کاملہ	مطبع المطابع دہلی	۱۳۱۸ھ	فلسفہ

(۳)	امام الکلام فی تحقیق الاجسام	انتظامی پریس کانپور	۱۳۲۳ھ	فلسفہ
(۴)	رسالہ وجودِ رابطی	انتظامی پریس کانپور	۱۳۲۳ھ	منطق
(۵)	نبراس الحرکۃ	انوار احمدی الہ آباد	۱۳۳۲ھ	فلسفہ (۳۲ صفحات کا رسالہ ہے، اقبال اکادمی سے شائع شدہ ہے، اتقان العرفان فی ماہیۃ الزمان میں مطبع کا نام سہواً انوار احمدی تحریر ہوگیا ہے۔
(۶)	الحجۃ البازغہ	عثمانی پریس دکن	۱۳۳۴ھ	فلسفہ
(۷)	حسرت العلماء	مطبع المطابع دہلی	۱۳۱۸ھ	تذکرہ
(۸)	بالصمصام القاضب راس المفتری علی اللہ الکذب۔	نوبہار برقی پریس		مولانا کے صاحبزادے مولانا احمد برکاتی نے ۱۳۴۸ھ میں شائع کرایا، نسخہ پر سن اور اشاعت درج نہیں ہے۔
(۹)	فصل الخطاب			کلام وعقائد

مندرجہ بالا تمام کتب عربی میں ہیں۔ اردو میں چار رسائل آپ کی یادگار ہیں……

(۱)	الہدایۃ البرکاتیہ	شمس الاسلام پریس دکن	۱۳۳۴ھ	کلام وعقائد
(۲)	التلغراف	جید پریس دہلی		فقہ (تارکی خبر پر اعتماد وعدمِ اعتماد پر بحث ہے۔
(۳)	مکتوب علم غیب	کریمی پریس کلکتہ	۱۳۳۲ھ	کلام وعقائد

(۴)	صدقہ جاریہ فی رد آریہ	موصوف نے یہ رسالہ دیانند سرسوتی کے فلسفیانہ اصول کی تردید میں تحریر کیا ہے، مولانا کے صاحبزادے مولانا محمد احمد برکاتی نے مرتب کر کے شائع کرایا۔

ثورۃ الہندیہ کے مرتب و مترجم مولانا عبدالشاہد صاحب شیروانی نے لکھا ہے کہ ایک رسالہ نوٹوں کے ہنڈی ہونے یا نہ ہونے پر بھی تصنیف فرمایا تھا۔(۵٦)

مولانا سید برکات احمدؒ کی غیر مطبوعہ تصانیف درج ذیل ہیں......(۵۷)

(۱)	معارف الالہیہ	عربی، الاہیات
(۲)	تقریر ترمذی	عبدالشاہد صاحب نے تحریر کیا ہے کہ ترمذی شریف کی ایک ضخیم شرح کا بھی آغاز کیا تھا شاید یہ اسی کے اجزاء ہوں۔
(۳)	تکملہ حاشیہ مفتاح الجھی	منطق
(۴)	تحقیق مسئلہ جبر وقدر	کلام
(۵)	حاشیہ برحاشیہ عبدالحق بر حاشیہ شرح مواقف	کلام
(٦)	میر زاہد	امور عامہ
(۷)	حاشیہ برحاشیہ رسالہ قطبیہ میر زاہد	منطق
(۸)	رسالہ امتناع النظیر	کلام وعقائد
(۹)	تنویر المنار	یہ مولانا بحرالعلوم کی شرح منار فارسی کا عربی ترجمہ ہے۔
(۱۰)	تحقیق انیق	
(۱۱)	رسالہ نصائح واحکام	تصوف
(۱۲)	رسالہ تماثیل	تصوف (عربی)
(۱۳)	تحقیق انیق	

مولانا سید برکات احمد صاحب ایک حاذق حکیم بھی تھے۔ طب کے موضوع پر آپ کی تصانیف حسب ذیل ہیں......

۱- بیاض جامع البرکات۔

۲- سرور المعالجین۔

۳- رحمۃ اللہ فی الباہ۔

۴- کتاب الامانت فی الطب۔

۵- رسالہ تپ کہ بعد مسہلات باقی ماند۔

۶- رسالہ آتشک۔

۷- رسالہ ماء الجبن۔

۸- علاج النساء۔

(تمام کتب اردو و عربی میں غیر مطبوعہ ہیں)

وفات

مولانا سید برکات احمدؒ صاحب کی وفات کے حالات کے متعلق مولانا عبدالشاہد صاحب نے ثورۃ الہندیہ میں آپ کے صاحبزادے مولانا حکیم محمد احمد صاحب کے ایک مطبوعہ خط کو نقل کیا ہے اس خط سے جو حالات معلوم ہوتے ہیں ان کے مطابق انتقال سے دو سال پہلے آپ کو ضعفِ معدہ کی شکایت تھی اس بیماری ہی میں آپ نے حج فرمایا اور درس و تدریس اور تصنیف و تالیف کے کام کو جاری و ساری رکھا۔ آپ کے صاحبزادے لکھتے ہیں کہ مرض الموت کی ابتداء یوم عید الفطر ۱۳۴۶ھ سے اس طرح شروع ہوئی کہ شدت سے بخار ہوا اور ۲۳؍روز تک کوئی فرق نہ ہوا اور پھر ورم جگر ہو گیا۔ آخر عشرہ میں مرض انتہائی شدت ڈبل نمونیہ کی صورت میں ظاہر ہوا جس کی کمزور جسمانیت تاب نہ لاسکی اور آفتابِ فضل و کمال ۱۳؍ربیع الاوّل ۱۳۴۷ھ (۱۹۲۹ء) کو شب کے تین بجے غروب ہو گیا، انا للہ و انا الیہ راجعون۔ وفات سے ایک شب پہلے آپ نے جو وصیت فرمائی وہ یہ تھی......

''میرے مدرسہ خلیلیہ اور رباطہ (مسافر خانے) کا پوری طرح

خیال رکھنا ۔ درس و تدریس کا سلسلہ پوری قوت کے ساتھ قائم رکھنا۔ میرے والد ماجد کا عرس ضرور رجاری رکھنا۔ میرے فاتحہ کا بہت خیال رکھنا'' (۵۹)

آپ کا دورِ علالت تقریباً پانچ ماہ رہا مگر ایک روز بھی مشغلہ علمی ترک نہ کیا۔ آپ کے صاحبزادے مولانا حکیم محمد احمد صاحب فرماتے ہیں جمعہ کا روز حضرت کی زندگی کا آخیر دن تھا اور اس روز بھی آپ نے ''التعرف فی حقیقت التصوف'' کا مطالعہ فرمایا تھا۔ ان ہی ایام علالت میں تین عمیق علمی تصانیف فرمائیں جن کا اختتام زندگی کے لحات کے اختتام کے ساتھ ہوا۔ ان کی تصانیف شروع مرض میں اس امر سے مطلع ہونے کے بعد کہ اب دنیا سے کوچ ہے شروع کی گئی اور وفات حسرت آیات سے چند ساعت بیشتر اختتام کو پہنچائی گئیں۔ (۶۰)

مولوی محمد صاحب مفتی

حالاتِ زندگی

مولوی محمد صاحب مفتی، ملا عرفان رامپوری کے بڑے بیٹے تھے۔ مولانا محمد عمران خان ٹونکی اپنے ایک مخطوط میں ملا عرفان کے صاحبزادوں کی یہ ترتیب لکھتے ہیں......

۱- مولوی محمد صاحب مفتی۔

۲- مولانا خلیل الرحمٰن صاحب یوسفی مصطفیٰ آبادی ٹونکی گلشن آبادی۔

۳- مولانا حبیب الرحمٰن آخوند۔

۴- مولوی محمد عظیم صاحب۔

۵- مولوی سعد اللہ صاحب خطیب اوّل جامع مسجد ٹونک۔

۶- مولوی سیف اللہ صاحب۔

۷- دختر زوجہ اخوند نعمان۔

آپ یہ بھی لکھتے ہیں کہ اوّل الذکر چار بیٹے اور دختر پہلی زوجہ سے تھے اور آخر الذکر دو بیٹے دوسری زوجہ سے۔ ملا عرفان رامپوری صاحب کی اولاد میں مولوی حبیب الرحمٰن صاحب اور مولوی محمد عظیم کا نوجوانی میں ہی رامپور میں انتقال ہوگیا۔ مولانا صاحب کی دختر بعد نکاح اپنے وطن سوات چلی گئی تھیں اور وہیں ان کا انتقال ہوا۔ باقی پسران ریاست ٹونک قائم ہونے کے بعد نواب امیر الدولہ بہادر بانیٔ ریاست کے عہد میں رامپور سے ٹونک منتقل ہو گئے تھے اور ان کی اولاد آج تک ٹونک اور جاورہ میں آباد ہے۔ مولوی محمد صاحب مفتی رامپور میں پیدا ہوئے وہیں تربیت پائی۔ اپنے والد سے ابتدائی درس لیا اور پھر مفتی شرف الدین رامپوری، ملا حسن بن غلام مصطفیٰ لکھنوی اور مولانا بحرالعلوم سے علومِ متداولہ حاصل کیے۔ ایک عرصہ تک رامپور ہی میں درس و تدریس کا سلسلہ جاری رکھا پھر ٹونک منتقل ہو گئے۔ (۶۱)

حافظ احمد علی خان شوق ''تذکرہ کاملانِ رامپور'' میں لکھتے ہیں......

''(مولوی محمد صاحب مفتی) مولانا غلام جیلانی رفعت کے ارشد تلانذہ میں سے تھے۔ کتب فقہہ پر اچھی طرح عبور تھا۔ درس و تدریس ان کے مکان پر ہوتا تھا۔ حدیث و فقہہ میں اچھی مہارت تھی۔ محلّہ راجدوارہ میں جو اونچا محلّہ کہلاتا ہے وہ ان ہی کا تھا۔ مکان کا بڑا دروازہ خام تھا۔ اندر کا مکان بھی خام مگر اچھا تھا'' (۶۲)

مولوی عبدالحی صاحب لکھنوی ''نزہت الخواطر'' میں لکھتے ہیں......

"و کان غیر متعصب فی المسائل الخلافیة خلافا لاخیه القاضی خلیل الرحمن اخبرنی بذالك محمود حسن الطوکی" آپ اپنے بھائی قاضی خلیل الرحمٰن کی طرہ اختلافی مسائل میں متعصب نہیں تھے، جیسا کہ مولوی محمود حسن ٹونکی نے مجھے بتایا ہے'' (۶۳)

مولوی محمد صاحب کے چھوٹے بھائی مولانا خلیل الرحمٰن گلشن آبادی آپ سے پہلے ٹونک آچکے تھے ان ہی کے ایماء پر نواب امیر الدولہ بہادر بانیٔ ریاست ٹونک نے مولوی صاحب کو رامپور سے ٹونک بلایا اور عدالت شریعت ٹونک کا مفتی مقرر فرمایا۔ اس زمانے میں دیوانی، فوجداری اور مال کے تمام مقدمات عدالتِ شریعت سے ہوا کرتا تھا۔ مولوی محمد صاحب مفتی آخرعمر تک عدالت کے مفتی رہے۔ اس کے علاوہ نواب امیر خان نے اپنے صاحبزادگان کی تعلیم وتربیت بھی موصوف کے سپرد فرمادی تھی۔ چنانچہ آپ نواب وزیرالدولہ کے استاد بھی تھے۔ رامپور سے ٹونک منتقل ہوکر مولوی صاحب نے ابتداء میں اپنے بھائی مولانا خلیل الرحمٰن کے مکانات کے متصل محلّہ شاگرد پیشہ میں قیام فرمایا۔ عرصہ تک وہاں رہے اس کے بعد نواب وزیرالدولہ نے محلّہ امیر گنج میں خاص آپ کے لیے ایک پختہ مکان تعمیر کرادیا۔ مفتی صاحب اس مکان میں منتقل ہو گئے۔ مولوی صاحب نے اپنے جدید مکان میں منتقل ہوکر مکان سے قریب ایک مسجد تعمیر کرائی۔ یہ مسجد اب تک آباد ہے۔ مسجد پہلے تنگ اور چھوٹی تھی۔ ۱۳۵۸ھ میں مولانا محمد عرفان ٹونکی اور دیگر اہل خیر حضرات کی جدوجہد سے اس مسجد کو وسعت دی گئی۔ ابتدا میں یہ مسجد مولوی محمد صاحب مفتی ہی کی طرف منسوب رہی۔ مولوی صاحب کے انتقال کے بعد اس کے متولی ان کے پسر

مولوی عبدالکریم صاحب رہے۔ اس لیے اب مسجد مولوی عبدالکریم صاحب کے نام سے معروف و موسوم ہے۔(۶۴)

درس وتدریس

مسجد سے متصل ایک خام مکان تھا (جس میں اب مسجد ہی کے لیے اب خوض تعمیر ہوگیا ہے یہ مکان مولوی محمد صاحب مفتی کا مدرسہ تھا۔ اس میں موصوف درس دیا کرتے تھے۔ ریاست کے اولین مدارس میں سے یہ ایک مدرسہ تھا۔ مولوی محمد عمران خان ٹونکی لکھتے ہیں......

''نواب امیر خان کے دور میں دوسرا قدیم مدرسہ جس کا پتہ چلتا ہے وہ ''مولوی محمد صاحب مفتی کا مدرسہ'' تھا'' (۶۵)

مولوی محمد عمران صاحب اپنے والد مولوی محمد عرفان ٹونکی کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ جب کسی عالم کی دستار بندی ہوتی تو نواب وزیرالدولہ پلاؤ کی ایک دیگ بھیجا کرتے جو طلباء میں تقسیم ہوتی تھی۔ مولوی عبدالرحیم صاحب مفتی کے والد مولوی شاہ عالم صاحب جو ایک جلیل القدر عالم تھے مولوی محمد صاحب مفتی ہی کے شاگرد تھے اوراسی مدرسہ کے فارغ التحصیل تھے۔ نواب امیر خان کے انتقال کے بعد نواب وزیرالدولہ بھی اپنے استاد کی قدر افزائی فرماتے رہے اور ہمیشہ انعام و اکرام سے سرفراز فرمایا۔ نواب وزیرالدولہ نے اپنی اولاد کی تعلیم وتربیت بھی مولوی صاحب کے سپرد فرمائی چنانچہ نواب محمد علی خان جو نواب وزیرالدولہ کے بعد والئ ریاست ہوئے انہوں نے مولوی محمد صاحب مفتی کے مدرسہ (واقع مکان محلہ امیر گنج) ہی میں تربیت پائی۔ مولوی محمد مفتی کے انتقال کے بعد موصوف کے بیٹے مولوی عبدالکریم صاحب کی نگرانی میں رہے۔ ایک روایت یہ بھی مشہور ہے کہ نواب محمد علی خان جب ن واب ہوئے ہیں تو اس مکان سے والئ ریاست بن کر گئے ہیں۔ یہ صرف ان امراء کی نیک نیتی اور دینداری تھی جس کی وجہ سے انہوں نے ہمیشہ اپنی اولاد کو علماء کی صحبت میں رکھنے کی کوشش کی۔ (۶۶)

مولوی محمد صاحب مفتی آخر تک اس مکان میں درس و تدریس کا کام انجام دیتے رہے اور سینکڑوں طلباء نے فیض اٹھایا۔ ان طلباء میں نہ صرف ہندوستان بلکہ بیرون ہند (مثلاً افغانستان اور ایران وغیرہ) سے بھی بہت سے طلباء اپنی علم کی پیاس بجھانے تشریف لائے اور علم کی تمام منزلیں طے کیں۔ آپ کے انتقال کے بعد آپ کے صاحبزادے مولوی عبدالکریم مسندِ درس پر فائز ہوئے اور

درس کا سلسلہ جاری رہا۔ کچھ عرصہ یہ مدرسہ غیر آباد رہا اس کے بعد آپ کے نواسے شیخ الحدیث مولانا حیدر حسن خان ٹونکی نے اس مدرسہ کو پھر سے آباد کیا اور عرصہ تک وہاں درس و تدریس کا سلسلہ جاری رہا۔ بعد ازاں مولانا حیدر حسن خان لکھنؤ تشریف لے گئے اور وہاں ندوۃ العلماء میں شیخ الحدیث بنا دیئے گئے تو اس مدرسہ کا وہ رنگ نہ رہا۔ بہر حال درس و تدریس جاری رہا۔ (۶۷)

وفات

مولوی محمد صاحب کا انتقال ۱۲۶۵ھ میں بزمانہ نواب وزیر الدولہ ٹونک میں ہوا اور گورستان موتی باغ میں دفن کیے گئے۔ مولوی محمد صاحب کی دو مہریں تھیں ایک میں ''محمد بن محمد عرفان'' کندہ تھا اور دوسری میں یہ لکھا ہوا تھا ''محمد مظہر اسرار عرفان''۔ مولوی محمد صاحب کا زیادہ تعلق درس و تدریس سے رہا اسی لیے غالباً آپ تصنیف و تالیف پر توجہ نہ کر سکے۔ آپ کی کوئی تصنیف منظر عام پر نہیں آئی ہے اور نہ ہی اس کا کہیں کوئی ذکر ملتا ہے۔ (۶۸)

اولاد

مولوی محمد صاحب کے مندرجہ ذیل سات بیٹے اور چار بیٹیاں تھیں......

۱-	مولوی عبدالرحیم صاحب	برادر کلاں
۲-	مولوی عبدالرحمٰن صاحب	(ان کی مہر میں یہ مصرعہ کندہ تھا ''عبدرحمٰن از محمد مظہر عرفان شدہ'')
۳-	مولوی عبدالقادر صاحب	
۴-	مولوی عبدالمنان صاحب	
۵-	مولوی عبدالکریم صاحب	
۶-	مولوی عبدالغفار صاحب	(ماہ شعبان ۱۲۷۹ھ میں حج کو جاتے ہوئے ممبئی میں نوجوان لاولد فوت ہوئے)
۷-	مولوی فضل الرحمٰن صاحب	(مشہور بہ کاکا)
۸-	عمدہ بیگم صاحبہ	(زوجہ مولوی عبدالعزیز صاحب پسر مولانا خلیل الرحمٰن)

۹-	منصب بیگم صاحبہ	(زوجہ ملاّ رمضان صاحب ولایتی)
۱۰-	حسینی بیگم صاحبہ	(زوجہ خان صاحب احمد حسن خان صاحب دلیر بخت، والدہ محمود حسن ٹونکی (صاحب معجم المصنفین))
۱۱-	اولیاء بیگم صاحبہ	(زوجہ مولوی فضل حق صاحب خطیب جامع مسجد امیر گنج ٹونک)

اوّل الذکر چار بیٹے مولوی صاحب کی پہلی بیوی سے تھے اور آخر الذکر تین بیٹے اور چار بیٹیاں دوسری زوجہ سے تھیں۔ مولوی صاحب دوسرے بیٹے مولوی عبدالرحمٰن کے دو بیٹے تھے۔ مولوی محمد عادل خان اور مولوی عبدالرؤف خان دونوں عالم تھے۔ ''تذکرہ کاملانِ رامپور'' میں حافظ احمد علی شوق نے ان دونوں کو مولوی محمد صاحب مفتی کا بیٹا لکھا ہے اور ان کے علاوہ مولوی صاحب کی دوسری اولاد کا بالکل ذکر نہیں کیا ہے حالانکہ یہ دونوں مولوی محمد صاحب کے بیٹے نہیں تھے بلکہ پوتے تھے۔(۶۹)

مولوی عبدالرؤف کے متعلق حافظ احمد علی خان شوق نے تذکرہ کاملانِ رامپور میں لکھا ہے......

> ''ان کا انتقال رامپور میں ہوا اور پیلو والی مسجد کے جنوبی پہلو میں ان کی قبر کنکر کی بنی ہوئی ہے اور عادل خان کا انتقال ٹونک میں ہوا''(۷۰)

مولانا حیدر حسن خان ٹونکی

سلسلہ نسب

مولانا حیدر حسن خان بن احمد حسن خان ذکائی دلیر بخت ابن مولانا غلام حسین خان ابن مولانا اکبر حسین خان۔ مولانا اکبر حسین خان صاحب اپنے وقت کے ایک بڑے فقیہہ اور پرہیزگار عالم تھے۔ آپ یاغستان کے رہنے والے تھے۔ اس کوہستانی علاقہ میں ''شان'' نامی ایک قصبہ میں پٹھانوں کا ایک قبیلہ آباد تھا۔ یہ قبیلہ "قنی" کے نام سے مشہور تھا۔ موصوف اسی قبیلہ کے بڑے عالم سمجھے جاتے تھے۔ جب نواب نجیب الدولہ (المتوفی ۱۱۸۴ھ ۱۷۶۸ء) نے ''نجیب آباد'' (علاقہ روہیل کھنڈ) آباد کیا تو اس نے مولانا اکبر حسین کو بھی یاغستان سے بلایا اور نجیب آباد میں آباد کیا اور درس و تدریس کی خدمت آپ کے سپرد کی گئی۔ آپ نے اپنی عمر کا بقیہ حصہ نجیب آباد ہی میں گزارا۔ آپ کے بیٹے مولانا غلام حسین خان اپنے والد کے صحیح جانشیں تھے۔ والد ہی سے تعلیم حاصل کی تھی۔ اپنی سلامت روی، اصابتِ رائے اور تفقہ میں شہرت کاملہ کے مالک تھے۔ درس و تدریس کا سلسلہ برابر جاری تھا۔ یہ وہ زمانہ تھا جبکہ غلام قادر خان روہیلہ کے بھائی معین الدین خان عرف بھمبو خان کا انتقال ۱۷۸۵ء میں ہو چکا تھا۔ بھمبو خان نے چونکہ مولانا غلام حسین خان سے تعلیم حاصل کی تھی اس لیے وہ مولانا کی بڑی قدر و منزلت کیا کرتا تھا۔ مولانا کی بھی پوری زندگی نجیب آباد ہی میں گزاری۔ (۱۷)

مولانا احمد حسن خان دلیر بخت بھی اپنے والد کے صحیح جانشیں تھے۔ آپ صاحب علم ہونے کے ساتھ ساتھ غیر معمولی طور پر انتظامی صلاحیتوں کے مالک تھے بلکہ ملکی مہمات میں ایک کامیاب سپہ سالار کی حیثیت بھی رکھتے تھے۔ یہ وہ زمانہ تھا جبکہ ریاست ٹونک وجود میں آ چکی تھی اور دور دور سے علماء و فضلاء اور اہل کمال کھنچ کھنچ کر ٹونک میں آباد ہو رہے تھے۔ بہت سے خود سے ریاست آئے اور بہت سوں کو نواب امیر خان نے بلوایا۔ مولانا احمد حسین خان بھی نواب امیر خان کے دورِ حکومت میں ہی ٹونک منتقل ہوئے اور محلہ امیر گنج میں قیام کیا۔ نواب صاحب کی طرف سے آپ کو مال گزاری کا دفتر آپ کے سپرد

کیا گیا۔(۷۲)

ٹونک منتقل ہو جانے کے بعد مولانا احمد حسین خان کی شادی ٹونک میں مولوی محمد خان صاحب مفتی کی دختر حسین بیگم سے ہوئی۔ مولوی محمد خان صاحب اس سے پہلے رامپور سے ٹونک منتقل ہو کر آباد ہو چکے تھے اور اسی محلہ امیر گنج میں قیام تھا۔ اس طرح یہ دونوں علمی خانوادے ایک ہی محلہ میں آباد تھے اور علم و فضل سے سیراب کر رہے تھے۔ مولانا احمد حسن خان اگر چہ درس و تدریس سے زیادہ متعلق نہیں رہے بلکہ آپ کی عمر کا اکثر حصہ انتظامی امور میں گزرا لیکن چونکہ صاحب علم تھے اور علم کی اہمیت سے واقفیت تھے اس لیے اپنی اولاد کی تعلیم کی طرف پوری توجہ مبذول فرمائی اور اولاد کو ہمیشہ ریاست اور اس کے متعلق امور سے دور رکھا اور ایسے مشاغل سے متعلق ہونے کا موقع نہیں دیا جس کی وجہ سے کسی وقت بھی اولاد علم سے محروم ہو جائے یا اس کی توجہات علم و فضل کے علاوہ کسی اور طرف مبذول ہو سکیں۔ ایک بار رئیس کی جانب سے مولانا احمد حسن خان کو آپ کی خدمات کے صلہ میں جاگیر عطا ہوئی اور اس کی سند باضابطہ مولانا کے نام جاری ہوئی۔ مولانا نے سند کو چاک کر دیا اور جاگیر قبول نہیں فرمائی اور فرمایا کہ اس جاگیرداری میں پھنس کر اولاد کا شکار بن کر رہ جاتی ہے اس لیے میرا اس سے دور رہنا ہی اچھا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس نیک نیتی کا جو صلہ مولانا کو عطا فرمایا دنیا میں کسی بڑے سے بڑے خوش نصیب انسان ہی کو عطا ہو سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس نیک نیتی اور پُر خلوص انسان کو چھ بیٹے عطا فرمائے اور سب کے سب چاند تارے بن کر افقِ علم پر چمکے اور اپنے کردار اور عمل کے لحاظ سے وہ مثال قائم کر گئے جس کی نظیر مشکل ہی سے کہیں نظر آتی ہے...... ! ان ہی میں سے ایک مہر عالم تاب مولانا حیدر حسن خان مرحوم کی شخصیت تھی جس کا نمود اسی سرزمین ٹونک سے ہوا اور تھوڑی ہی مدت میں یہ نونہال اپنی شاخیں پھیلاتا ہوا ایک تنومند درخت بن گیا اور قلیل مدت میں بارآور ہو کر دور دور تک تلامذہ کا جال بچھ گیا۔ آج علمی دنیا میں آپ کے تلامذہ مولانا حیدر حسن کی طرف اپنی نسبت کرتے ہوئے فخر محسوس کرتے ہیں۔ (۷۳)

آپ سرزمین ہند کے مانے ہوئے علماء اور محبوب ترین اساتذہ میں سے تھے۔ درسِ حدیث اور کردار و عمل کے لحاظ سے طبقہ علماء میں آپ کو جو اعلیٰ مقام حاصل ہے وہ آپ کے تبحر علمی اور عالم باعمل ہونے کی بیّن اور واضح دلیل ہے۔ (راقم)

ولادت

مولانا حیدر حسن خان کی ولادت ریاست ٹونک میں ۱۲۸۰ھ ۱۸۶۲ء میں ہوئی اور یہیں تربیت پائی۔ اپنے برادر کلاں مولوی محمد حسن خان مفتی اور مولوی محمود حسن خان نیز دیگر علمائے عصر، مولانا محمد حسن خان (چھاؤنی والے) اور مولانا عبدالکریم سے علوم متداولہ حاصل کرتے رہے۔ پھر لاہور کا سفر اختیار کیا جو اس وقت بڑا علمی مرکز تھا وہاں غلام احمد صاحب نعمانی سے تمام علوم عقلیہ اور نقلیہ میں دستگاہ پیدا کی۔ مولانا حیدر حسن ان کو آخر دم تک اپنا علمی مربی اور محسن سمجھتے رہے۔ اسی زمانے میں آپ نے مرزا غلام احمد قادیانی کو بھی دیکھا۔ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کی تقریریں بھی سنیں۔ اسی زمانۂ طالب علمی میں آپ نے پنجاب کے مشہور شیخ اور عالم پیر مہر علی شاہ گولڑوی کی بھی زیارت کی۔ اس زمانے میں پنجاب کی نحو مشہور تھی۔ مولانا نے شرح جامی بڑی محنت اور توجہ سے پڑھی۔ تمام علومِ عقلیہ اور ریاضیہ بھی بڑی بلند ہمتی اور حوصلہ مندی سے پڑھے اور ان پر پورا عبور حاصل کیا۔ منطق و فلسفہ کے علاوہ علم ہیئت و فلکیات کی بھی کتابیں بڑی محنت و تحقیق سے پڑھیں۔ مولانا نے جب تمام علوم چھوڑ کر علم حدیث ہی کو اپنا وظیفہ اور موضوع بنالیا تھا۔ لاہور سے علوم مروجہ سے فراغت کر کے مولانا سہیل یمانی شیخ حسین ابن محسن انصاری خزرجی نزیل بھوپال کے شہرۂ آفاق درسِ حدیث میں شرکت کی جو اس وقت اپنے محدثانہ طرز، یمنی خصوصیات کی وجہ سے نہ صرف ہندوستان بلکہ اپنے عہد میں ممتاز تھا۔ مولانا نے شیخ صاحب سے صحاح ستہ کا درس لیا اور پورے انہاک اور مطالعہ و تحقیق کے ساتھ مصروفِ استفادہ رہے۔ شیخ صاحب نے آپ کو تمام صحاح و متداول کتب حدیث کی سند دی جو نہایت عالی اور قلیل الوسائط ہے۔ مولانا حیدر حسن نے اسی عہد کے دوسرے استادِ حدیث اور شیخ وقت مولانا سید نذیر حسین صاحب دہلوی کے درس میں بھی شرکت کی اور ان سے بھی سند لی۔ (۴۷)

تکمیل علم کے بعد آپ اپنے وطن ٹونک آ گئے۔ ٹونک اس وقت درس و تدریس کا ایک مرکز بنا ہوا تھا جہاں دور دور سے شائقین علم جمع ہو رہے تھے۔ اور اپنے نانا مولوی محمد صاحب کی مسجد میں درس دینا شروع کر دیا۔ یہ دور چونکہ مدارس کا دور نہیں تھا اس لیے تمام علماء اپنی اپنی قیام گاہوں پر درس دیا کرتے تھے یا پھر مساجد میں۔ ۱۳۱۷ھ/۱۸۹۹ء میں مدرسہ ناصریہ کا قیام عمل میں آیا۔ یہ مدرسہ صاجزادہ عبدالرحیم خان کی سرپرستی میں قائم ہوا۔ مولانا سیف الرحمٰن کابلی مدرسِ اوّل اور مولانا حیدر حسن خان مدرسِ دوم مقرر ہوئے۔ تقریباً بیس سال اس مدرسہ میں آپ درس دیتے رہے اور ایک بڑی

تعداد میں علماء اور فضلاء تیار کر دیئے۔ مولانا سید ابوالحسن ندوی اپنی کتاب ''پرانے چراغ'' میں مولوی حیدر حسن خان کا شیخ العرب والعجم حاجی امداد اللہ مہاجر مکی سے براہِ راست بیعت ہونا بھی لکھتے ہیں، آپ لکھتے ہیں......

''مولانا نے نوجوانی میں اپنے بڑے بھائی مولانا محمود حسن خان ٹونکی اور غالباً صاحبزادے عبدالرحیم خان کے ساتھ حجاز کا سفر کیا اور حج و زیارت سے مشرف ہوئے۔ اس وقت شیخ العرب والعجم حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی حیات تھے۔ مولانا نے ان سے بیعت کی اور حاجی صاحب نے ان کی باطنی استعداد دیکھ کر اسی قیام کے زمانے میں ان کو اجازت دے دی'' (۷۵)

مولانا کے علم و فضل، تقویٰ و طہارت اور درس و تدریس کا شہرہ دور دور ہو چکا تھا۔ دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ جو ایک عرصہ سے کسی مشہور استادِ حدیث اور ماہرفن کی خدمات سے محروم تھا سے بھی متعدد بار آپ کی خدمات حاصل کرنے کی کوشش کی گئی لیکن وطن کی محبت اور آپ کی قانع و سادہ زندگی نے ٹونک سے باہر جانے کے لیے آمادہ نہیں کیا۔ مولوی عبدالحی صاحب لکھنوی ''نزہت الخواطر'' میں تحریر فرماتے ہیں "طلبته غير مرة الى لكهنؤ للتدريس و دارالعلوم فلم يرض به و قنع على ما تحصل له فى بلدته" (یعنی میں نے ان کو دارالعلوم میں تدریس کے لیے کئی مرتبہ بلایا مگر وہ اپنے شہر میں اسی گزارے میں خوش رہے) نیز مولانا پر تبصرہ کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں......

"له مشاركة جيدة فى الفقه و الاصول و الكلام والحديث يدرس و يفيد مع عفاف و عزة نفس و اشتغال محاسبة النفس و تفويض الامور و توكل على الله سبحانه و قناعة باليسير" (۷۶) (یعنی ان کا فقہ، اصول، کلام اور حدیث میں عمدہ کام ہے، درس دیا کرتے تھے اور فائدہ پہنچاتے تھے عفت، عزت نفس، محاسبہ نفس، اللہ شانہ تعالیٰ پر توکل اور تھوڑے پر قناعت کے ساتھ رہتے)

۱۳۳۹ھ ۱۹۲۱ء میں جب صاحبزادہ عبدالرحیم خان کا انتقال ہوگیا تو آپ لکھنؤ تشریف لے گئے اور دارالعلوم ندوہ سے تعلق فرمالیا۔ آپ دارالعلوم میں شیخ الحدیث بنا دیئے گئے۔ حدیث کی بڑی

کتابیں آپ کے سپرد ہوئیں۔ مولانا نے پوری یکسوئی اور انہماک کے ساتھ پڑھانا شروع کیا۔ آپ کے زمانۂ تدریس میں مولانا سید عبدالحی ناظم ندوۃ العلماء اور شمس العلماء مولانا حفیظ اللہ صاحب (تلمیذ رشید مولانا عبدالحی صاحب فرنگی محلی) مہتمم دارالعلوم تھے۔ مولانا حیدر حسن خان نے تقریباً دو سال تک مولانا حکیم سید عبدالحی صاحب کی حیات میں تدریس کے فرائض انجام دیئے۔ مولانا عبدالحی صاحب نے ۱۵؍جمادی الآخر ۱۳۴۱ھ (۳؍فروری ۱۹۲۳ء) کو انتقال فرمایا۔ مولانا حیدر حسن خان نے تقریباً سات سال تک مہتمم بھی رہے۔ یہ وہ دور تھا جب ڈاکٹر سید عبدالعلی صاحب کا دورِ نظامت تھا آپ مستقل طور پر ٹونک تشریف لے گئے تھے۔ مولانا حیدر حسن خان نے پوری مستعدی وتندہی اور دلسوزی کے ساتھ فرائض انجام دیئے یوں مولانا نے تقریباً بیس سال تک دارالعلوم لکھنؤ میں درسی خدمات انجام دیتے رہے۔ اس دوران ٹونک برابر آمد و رفت رہی۔ (۷۷)

ندوۃ العلماء سے تعلق قائم ہو جانے کے بعد آپ نے مدرسہ فرقانیہ (جو مولانا عین القضاۃ صاحب کا قائم کردہ تھا اور پورے ہندوستان میں نام پیدا کر رہا تھا) کا رنگ دیکھا۔ ٹونک میں تجوید قرآن کی تعلیم کا عام رواج نہ ہونے کا احساس آپ کو پہلے ہی تھا اس لیے آپ نے اس کمی کو پورا کرنے کی جلد سے جلد کوشش کی اور ۱۹۲۵ء مطابق ۱۳۴۴ھ میں مدرسہ فرقانیہ لکھنؤ کے نام پر ٹونک میں ''مدرسہ فرقانیہ'' کی بنیاد رکھی جو اللہ کے فضل و کرم سے آج تک آباد ہے۔ یہ دارالعلوم فرقانیہ ٹونک محلہ کالی پلٹن میں لب سڑک مسجد سعدیہ سے متصل اپنی ایک شاندار موقوفہ عمارت میں واقع ہے۔ مدرسہ کا صدر دروازہ شرق رویہ ہے، دروازے پر مدرسہ کا نام خوب صورت انداز میں لکھا ہوا ہے۔ مولانا حیدر حسن کی وفات کے بعد مولوی قاضی محمد عرفان صاحب اس مدرسہ کی سرپرستی فرماتے رہے۔ ان کے انتقال کے بعد آپ کے صاحبزادے مولوی محمد عمران صاحب اس کے سرپرست اعلیٰ ہوئے۔ (۷۸)

۱۳۵۷-۵۸ھ میں مولانا حیدر حسن خان لکھنؤ سے ٹونک منتقل ہو گئے۔ یہ وہ زمانہ تھا جب نواب سعادت علی خان والئ ریاست تھے اور ''مدرسہ امیریہ'' (جو کہ صاحبزادہ عبدالرحیم صاحب کا قائم کردہ تھا) کی توسیع و ترقی کے سلسلہ میں اقدام فرمانا چاہتے تھے۔ چنانچہ جامع مسجد ٹونک کے حصہ میں اس مدرسہ کو منتقل کیا گیا اور باصرار مولانا کو اس مدرسہ میں مدرسِ اوّل اور مولوی محمد عرفان صاحب کو مدرسِ دوم مقرر کیا گیا۔ افتتاح کے موقع پر نواب صاحب تشریف لائے اور مولانا سے بخاری شریف کا درس لیکر مدرسہ کا افتتاح کیا۔ (۷۹)

وفات

لکھنؤ سے ٹونک منتقل ہو جانے کے بعد مولانا کافی مضمحل ہو گئے تھے اس لیے تین سال سے زائد زندہ نہ رہ سکے۔ چند روز مولانا کو حدت و گرمی کی شکایت رہی آخر میں آپ پر فالج کا اثر ہوگیا اور چند روز اس مرض میں مبتلا رہ کر ۱۵ / جمادی الاولی ۱۳۶۱ھ مطابق ۳۱ / مئی ۱۹۴۲ء بروز یک شنبہ کو ٹونک میں مولانا کا انتقال ہوگیا۔ گورستان موتی باغ میں اپنے والد کی قبر کے قریب دفن کیے گئے۔ (۸۰)

خصائل

مولانا حیدر حسن جس طرح علم کے لحاظ سے بحرِ ذخار تھے۔ اسی طرح عمل کے لحاظ سے بھی آپ کا درجہ بہت بلند تھا۔ اتقاء و پرہیزگاری کا یہ عالم تھا کہ صحابہؓ کا صحیح نمونہ معلوم ہوتے تھے۔ نہایت سادہ مزاج اور باعمل بزرگ تھے۔ اتباع سنت کا جذبہ کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔ اپنی خانگی زندگی تک میں اس کا پورا پورا لحاظ فرماتے تھے۔ آپ کے شاگردِ رشید جناب ابوالحسن ندوی نے آپ کی شخصیت کا کیا خوب نقشہ کھینچا ہے، آپ لکھتے ہیں......

> ''۱۹۲۳ء سے ۱۹۴۰ء تک تقریباً ۱۷ برس لکھنؤ کے خوش قسمت شہری ایک ایسا نورانی چہرہ دیکھنے کے عادی ہو گئے تھے جس کو دیکھ کر علمائے سلف کی یاد تازہ ہوتی تھی اور بیاختیار اس کی طرف طبیعت اور اس کی محبت و عقیدت دل میں پیدا ہوتی تھی۔ میانہ قد، متناسب الاعضاء جسم، چہرہ انار کی طرح سرخ اور گلاب کی طرح شاداب، آنکھوں میں سرخ ڈورے اور شب بیداری کے آثار، نگاہیں جھکی ہوئی، چال باوقار لیکن اس عزم و اعتماد کا اظہار، سر پر افغانی طرز کا عمامہ، کبھی سرخ رومال کا، اکثر سفید پیشانی کی جانب جھکا ہوا، پاؤں میں نری کا سادہ جوتا، پائجامہ شرعی ٹخنوں سے خاصا اونچا، گرمیوں میں صرف کرتا، سردیوں میں اس پر روئی بنڈی جس کے اوپر کے بٹن کھلے ہوئے، ہاتھ میں ایسی چھڑی جو ہندوستان ریاست کے لوگ اکثر رکھتے ہیں، سادہ لیکن مضبوط جس سے اپنے دفاع اور

خودداری کی حفاظت کا کام لیا جا سکے...... لکھنؤ کے دکانداروں اور ان راستوں سے روزانہ گزرنے والوں نے ایک معصوم صورت، بزرگ سیرت ہستی کو پیدل گزرتے ہوئے بار بار دیکھا، خصوصاً جمعہ کی شام کو جو عربی مدارس میں چھٹی کا دن ہوتا ہے۔ یہ مولانا حیدر حسن صاحب ٹونکی تھے'' (۸۱)

موصوف کے ایک اور شاگرد مولانا رئیس احمد جعفری نے آپ کے انتقال پر ایک مضمون تحریر فرمایا تھا اس میں بھی موصوف نے آپ کے کردار و عمل کی تعریف کی کوشش کی ہے اور بہت خوب کی ہے۔ آپ لکھتے ہیں......

''ان کی دلربا شخصیت ، ان کا یگانہ فضل و کمال، ان کا زہد وتقویٰ، ان کی سیرت سے اچھی صورت اور صورت سے اچھی سیرت، ان کی شفقت و محبت، اپنوں سے ان کی والہانہ فریفتگی، بیگانوں سے ان کا مخلصانہ برتاؤ، اس طرح کے واقعات ایک ایک کرکے دماغ کے پردہ پر (انتقال کی خبر سن کر) یوں اجاگر ہوتے چلے گئے جیسے پردۂ سیمیں پر تصاویر متحرکہ''

''میانہ قد، دبلا بدن، دودھ کی طرح سفید داڑھی، سرخ وسفید چہرہ جیسے کشمیر کا سیب، سر پر ایک پگڑی، ہاتھ میں ایک چھڑی، آنکھوں میں ایک خاص قسم کی چمک، نیچا کرتا اونچا پائجامہ''

''ان کی دھج ایسی ہوتی کہ دیکھنے والے پر رعب بھی پڑتا تھا اور اثر بھی ان کی سادگی پر ہزاروں بناوٹیں قربان، پاؤں میں نری کا جوتا، دبلا بدن، میانہ قد، بڑی بڑی مخمور آنکھیں، سر پر ایک پگڑی، اونچا پائجامہ، نیچا کرتا، چلتے اس طرح جیسے ڈھلوان جگہ سے کوئی اتر رہا ہو'' (۸۲)

مولانا کے معمولات کا ذکر کرتے ہوئے سید ابوالحسن ندوی تحریر فرماتے ہیں......

''مولانا کا نظام الاوقات یہ تھا کہ رات کے پچھلے پہر بہت پہلے

اٹھ جاتے، طویل نوافل پڑھتے، کسی قدر جہر سے نوافل ادا کرتے، تلاوت میں بڑا سوز و رقت ہوتی، بہت طویل سجدہ کرتے اور اس میں ان کے گریہ کی آواز ہم جیسے غافلوں کو بھی سنائی دیتی، نوافل سے فارغ ہوکر دیر تک ذکرخفی میں مشغول رہے، فجر کی نماز کے بعد آپ مطالعہ میں مشغول ہوجاتے، ناشتہ کا ان کا معمول نہیں تھا، چائے کے بالکل عادی نہ تھے، دوپہر کا کھانا موسم کے مطابق اوّل وقت کھالیتے، یہی ناشتہ تھا یہی کھانا، مدرسہ شروع ہوتا تو طلباء ہی ان کے کمرہ میں آجاتے اور درس شروع ہوجاتا، آپ اپنی صحت کا بڑا خیال رکھتے، بیماری سے بہت گھبراتے، اور علاج سے جہاں تک ہوسکتا بچنے کی کوشش کرتے، اچھی و سادہ غذا کو وہ بڑے سے بڑے معجون پر ترجیح دیتے، بڑھاپے اور ضعیفی کے الزام سے حتیٰ الامکان بری رہنے کی کوشش کرتے، آپ کو یہ بات بھی ناگوار ہوتی کہ کوئی ان کو کمزور یا معمر سمجھ کر کسی محنت کے کام سے روکے، آپ کو روپے پیسے سے کوئی لگاؤ نہ تھا، اپنی تنخواہ کا حساب کتاب رکھنا بھی بہت مشکل معلوم ہوتا تھا، حوالہ کرتے، اگر وہ اس کا حساب پیش کرتا تو ناراض ہوجاتے، حیا اور افغانی غیرت آپ میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی، آپ کو اپنے خالص افغانی النسل ہونے پر بڑا فخر تھا''(۸۳)

مولانا حیدرحسن خان رؤساء و امراء اور ان کے درباریوں سے ہمیشہ متنفر رہے۔ ٹونک کا باشندہ ہونے کے باوجود کبھی نواب کے دربار میں نہیں گئے۔ ان کی محفلوں سے آپ کی طبیعت کسی طرح بھی میل نہیں کھاتی تھی۔ اکثر نواب صاحب کی طرف سے مختلف فیہ مسائل اور مقدمات شرعیہ کے سلسلے میں علماء کا جلسہ طلب کیاجاتا تھا جس میں ریاست کے ملازم علماء کے علاوہ شہر کے دیگر علماء و فضلاء کو بھی دعوت دی جاتی تھی اور کھلے دل سے اختلافی مسائل پر بحثیں ہوا کرتی تھیں۔ ایک بار ایسا ہی موقع آگیا مولانا اس زمانہ میں ٹونک میں مقیم تھے۔ مولانا کے بڑے بھائی مولانا محمود حسن خان، نواب صاحب کے اصرار سے اقرار کرآئے کہ وہ اپنے بھائی (مولانا حیدر حسن) کو بھی اس مسئلہ میں گفتگو کرنے کے لیے

ساتھ لائیں گے۔ شام کو آپ نے مولانا سے کہہ دیا کہ صبح باغ (نواب صاحب کی قیام گاہ) چلیں گے فلاں مسئلہ پر گفتگو کرنا ہے، آپ سن کر خاموش ہو گئے اور دوسرے روز اس سے پہلے کہ مقرر وقت آتا خاموشی سے لکھنؤ کے لیے روانہ ہو گئے اور ایسا موقع نہیں آنے دیا کہ بھائی ساتھ لیجانے پر اصرار کرتے۔(۸۴)

درس و تدریس

مولانا حیدر حسن خان کی زندگی کا بیشتر حصہ درس و تدریس ہی میں گزرا ہے۔ عمر بھر پڑھا اور پڑھایا۔ بے شمار علماء آپ کے دریائے علم سے سیراب ہوئے (مثلاً مولانا ابوالحسن ندوی، مولانا عبدالقدوس ہاشمی، رئیس احمد جعفری، مولانا رشید احمد نعمانی، مفتی ولی حسن ٹونکی وغیرہ) علوم متداولہ کے درس دینے میں آپ کو مہارت تامہ حاصل تھی۔ فنِ حدیث اور اسماء الرجال میں خاص طور سے آپ کو بڑا عبور اور ملکہ تھا اور ان علوم میں اپنا نظیر نہیں رکھتے تھے۔ جناب رئیس احمد جعفری نے آپ کے حلقۂ درس پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا ہے......

> ''جن لوگوں نے ان کے حلقۂ درس میں شرکت کی ہے ان کا طرزِ تحقیق دیکھا ہے ان کی حاضر دماغی کا مشاہدہ کیا ہے، ان کے حسنِ استدلال کو پرکھا ہے، ان کی وسعتِ نظر کو جانچا ہے اور ساتھ ہی دوسری درسگاہوں کے حلقۂ درس میں بھی شرکت کی ہے، دوسرے شیوخ کا طرزِ تعلیم بھی دیکھا ہے ان کا تو یہ عقیدہ ہے کہ مولوی صاحب اپنے علم و فضل کی بنا پر نہ صرف ہندوستان میں بلکہ بیرون ہندوستان میں بھی یگانہ تھے۔ فرد فرید تھے، لاشریک نہ تھے۔ ان کے زمانہ میں بھی ہم نے علماء و شیوخ کو دیکھا، اب بھی دیکھتے ہیں لیکن حیدر حسن خان کی سی بات نہیں پاتے''
>
> وہ بات کوہ کن کی گئی، کوہ کن کے ساتھ (۸۵)

قرآن فہمی میں بھی آپ کو ملکہ تھا۔ قرأت مؤثر اور آواز دلپسند تھی۔ آپ نے جوانی میں حفظ کیا تھا۔ فن تجوید میں نہ صرف دخل تھا بلکہ اس فن میں بصیرت تامہ اور ملکۂ راسخہ رکھتے تھے۔ شاطبی جو تجوید کی مشکل کتاب سمجھی جاتی ہے بے تکلف اور بسہولت پڑھاتے تھے۔ فن تجوید کی بڑی اہمیت اور عظمت آپ

کے دل میں تھی اور علماء میں سے جو قرآن شریف صحیح نہ پڑھے اور تجوید کے مبادی سے بھی ناواقف ہو اس کو بڑا ناقص سمجھتے تھے۔ اسی ذوق کی بنا پر آپ نے ٹونک میں حفظ و تجوید کا ایک مدرسہ ''مدرسہ فرقانیہ'' کے نام سے قائم کیا اور فن تجوید اور حفظ کے لیے بڑے بڑے اساتذہ کی خدمات حاصل کیں۔ مثلاً استاذ القرآء قاری عبدالمالک صاحب، مولانا منتخب الحق صاحب بہاری، مولانا عبدالرشید نعمانی (صاحب لغات القرآن)، قاری محمد صادق صاحب، قاری محمد نذر (لکھنؤ، وغیرہ)۔ آپ کا درس عملی ہوا کرتا تھا۔ اور طلباء اس میں صرف سامع یا مجلس وعظ کے حاضرین کی حیثیت نہیں رکھتے تھے۔ فن حدیث کی بنیادی کتابیں، مراجع، رجال و اصول حدیث اور متعلقہ فنون کی کتابیں پاس ہی الماری میں ہوتیں، طلباء کو حکم ہوتا کہ فلاں کتاب لاؤ فلاں جگہ سے کھولو اور پڑھو۔ ایک حدیث یا ایک مسئلہ کے لیے دس دس کتابیں کھل جاتیں، جرح و تعدیل اور رجال کی کتابوں میں راویوں کا حال دیکھا جاتا، اپنے مذہب کی تائید کے لیے دوسری کتابوں سے دلائل و نقول پیش کی جاتیں، ان پر آزادانہ بحث ہوتی، طلباء آزادی اور بے تکلفی کے ساتھ اس بحث و مذاکرہ میں حصہ لیتے، آپ حضرت مولانا لطف اللہ صاحب علی گڑھی کے طرزِ تدریس کو بہت پسند کرتے تھے، جس میں سوال و جواب اور رد و کد کا معرکہ ہوا کرتا تھا، آپ کو وہی طالب علم زیادہ عزیز اور محبوب تھا جو آزادی سے بحث کرے اور مسئلہ کو سمجھنے کی کوشش کرے۔(۸۶)

آپ کے تدریس حدیث کا طرز محدثانہ تھا۔ غالباً محدثین یمن کی خصوصیات کا حامل اور اور شیخ حسین کے درس کا عکس، یمنی علماء کی کتابوں سے استفادہ بھی پورا تھا، خاص طور پر الامیر محمد بن اسماعیل الصنعانی (المتوفی ۱۱۸۲ھ) اور السید محمد ابن ابراہیم ابن الوزیر (المتوفی ۱۱۴۰ھ) علامہ مقبلی اور علامہ شوکانی کی کتابیں برابر مطالعہ میں رہتیں اور ان کا حوالہ دیتے۔ علمائے احناف میں سے بھی ان کی کتابوں کا زیادہ حوالہ دیتے جن کا پایہ حدیث میں مسلم ہے اور جنہوں نے مذہب حنفی کے اثبات میں احادیث سے ہی زیادہ تر کام لیا ہے۔ آپ کے درس کی ایک برکت یا خوبی یہ تھی کہ فن حدیث سے مناسبت اور اس کی بنیادی کتابوں سے ذاتی واقفیت ان کے طبقات اور درجات سے پوری آگاہی اور اسماء الرجال اور اصول حدیث کی کتابوں سے فائدہ اٹھانے کی صلاحیت پیدا ہوجاتی تھی۔ آپ کے پڑھانے کا ذوق اس طرح تھا کہ اس کے لیے چھوٹی بڑی کتاب کی شرط نہ تھی۔ آپ صرف و نحو اور منطق کی ابتدائی کتاب بھی اسی دلچسپی اور توجہ سے پڑھاتے جیسے منتہی کتابیں یا کتب حدیث۔ بعض ہونہار طلباء کو خود شوق دلاتے اور خارج وقت میں ان کو پڑھایا کرتے۔ آپ کی ایک خاص صفت سادگی اور طلباء کے

ساتھ شفقت اور مساوات تھی۔ آپ ہونہار اور ذہین طلباء کا خاص خیال رکھتے اور بسا اوقات اپنی اولاد پر ترجیح دیتے تھے۔(۸۷)

مختصر یہ کہ آپ اساتذہ قدیم مثلاً مولانا محمود الحسن ٹونکی، مولوی عبدالکریم صاحب عسکری، شیخ حسین بن محسن الیمانی، مولانا سید نذر حسین دہلوی کی مکمل یادگار تھے جو سب کشتیاں جلا کر علم کے آستانہ پر آکر پڑ گئے تھے اور دنیا کی ہر چیز سے روزہ رکھ لیا تھا۔ان کے نزدیک کسی مسئلہ کے لیے دلیل کا مل جانا، کسی قوی حدیث کا ہاتھ آ جانا یا متقدمین میں سے کسی کے یہاں سے اپنے لیے تائید حاصل ہو جانا دنیا کی ہر لذت ونعمت سے بڑھ کر لذت ونعمت تھی۔ اسی طرح کوئی قلمی کتاب مل جائے یا متقدمین میں سے کسی کی نئی کتاب چھپ کر آ جائے تو پھر ان کے سرور اور محویت کا ٹھکانہ نہ تھا۔ خود کتابیں خریدتے بھی تھے اور بعض اہم کتابوں کو ٹونک کے اہم کتب خانہ (صاحبزادہ عبدالرحیم کا کتب خانہ) یا رامپور سے نقل کروایا کرتے اور ان کو سینے سے لگا کر رکھتے، رات دیر تک مطالعہ کرتے۔(۸۸)

تصانیف

مولانا کا زیادہ مشغلہ درس وتدریس تھا اس لیے تصنیف وتالیف کا موقع آپ کو کم ملا اور مستقل تصانیف کتب ورسائل کی شکل میں ترتیب نہیں دی جا سکیں۔ مولانا ابوالحسن ندوی بھی یہ ہی تحریر فرماتے ہیں، آپ لکھتے ہیں......

> ''مولانا بہت قلیل التصنیف تھے میرے علم میں تین یا چار رسائل ان کی یادگار ہیں۔ ایک حجاب شرعی پر ان کا رسالہ جو ان کے عزیز شاگرد مولوی رئیس احمد جعفری نے مطبع قیمہ ممبئی میں چھپوادیا تھا۔ دوسرے صاع اور مسئلہ رفع یدین پر ان کے منفرد رسائل جنہوں نے ایک کتاب کی شکل اختیار کر لی۔ ان کے علاوہ اور متفرق آمالی اور تحقیقات ان کے شاگردوں کے پاس ان کے مسودات میں ہوں گے''(۸۹)

لیکن پھر بھی چونکہ آپ کو فن حدیث اور اسماء الرجال پر پورا عبور تھا اس لیے آمین بالجہر، فاتحہ خلف الامام، رفع یدین وغیرہ جیسے مختلف فیہ مسائل سے متعلق آپ کے کچھ رسائل ومسائل محفوظ ہیں جس

کی تفصیل ذیل میں دی جارہی ہے۔

یہ تفصیلات آپ کے ایک شاگرد مولوی حکیم احمد حسن خان ٹونکی مرحوم کے مملوکہ نسخوں سے دی جارہی ہے۔ اصل مسودات کا علم نہیں۔ قیام ٹونک کے آخر زمانہ میں حکیم احمد حسن خان مولانا سے متعلق ہوئے اور خاطر خواہ استفادہ کیا۔ مولانا حیدر حسن آپ سے بہت خوش تھے اور اکثر اپنے رسائل موصوف کو نقل کرنے کے لیے مرحمت فرمایا کرتے تھے۔ ذیل میں دو مجموعوں کی تفصیل پیش کی جارہی ہے جس کا تذکرہ مولوی عمران صاحب نے اپنے تذکرہ عرفانیہ میں کیا ہے۔ (۹۰)

ان مجموعوں میں بعض اجزاء مستقل رسائل کی حیثیت رکھتے ہیں اور بعض صرف مسائل ہیں جن کے ذریعہ مولانا نے اپنی تحقیق کو صفحات قرطاس پر محفوظ کرانے کی کوشش کی ہے......

ا- "المجموعة الحيدرية المشتملة على المسائل العديدة و الرسائل المفيدة" (مجموعہ حیدریہ جو بے شمار مسائل اور مفید رسائل پر مشتمل ہے) یہ مجموعہ ذیل کے مسائل پر مشتمل ہے:-

۱- مسئلة المضمضة و الاستنشاق۔ (کلی اور ناک میں پانی کا مسئلہ)

۲- رسالة الصاع۔ (وزن)

۳- غسل الرجلين فرض فی الوضوء والمسح۔ (وضو میں دونوں پیر دھونے کی فرضیت اور مسح)

٤- هل للوضوء فرض على كل قائم للصلاة ام على الحدث خاصة۔ (کیا وضو ہر نماز پڑھنے والے پر فرض ہے یا بے وضو پر خاص طور پر؟)

٥- هل يجب التسمية فی الوضوء۔ (کیا وضو میں بسم اللہ پڑھنا واجب ہے؟)

٦- ما جاء اذا استيقظ من منامه فلا يضمن يده فی الاناء۔ (کیا حکم آیا ہے (حدیث) جب بیدار ہو تو وہ برتن میں ہاتھ نہ ڈالے)

٧- وقت صلاة الظهر و العصر۔ (نماز ظہر اور عصر کے اوقات)

٨- هل الدم ينقض الوضوء ام لا۔ (خون وضو کو توڑ دیتا ہے یا نہیں؟)

٩- مسئلة النبيذ۔ (نبیذ کا مسئلہ)

١٠- ولوغ الكلب۔ (کتا برتن میں منہ ڈال دے (تو اس کا کیا حکم ہے؟))

١١- مسئلة ولوغ الهرة۔ (بلی برتن میں منہ ڈال دے تو کیا حکم ہے)

۱۲- ما استدل على ان الكلام (اى من كلام الناهى) و كلام من ظن اتمام الابطال الصلاة۔ (کیا استدلال کیا ہے بھول کر کلام کرنے اور نماز کے تمام ہونے کے خیال سے کلام کرنے سے نماز باطل نہیں ہوتی)

۱۳- رسالة اداب الدعاء (رسالہ آداب دعا)

المجموعة الرسائل والمسائل فی الحدیث...... (حدیث سے متعلق رسائل ومسائل کا مجموعہ)

۱- رسالة رفع اليدين۔ (رفع یدین کے مسئلہ پر رسالہ)

۲- مسئلة الاعراف و الدم۔ (مسئلہ نکسیر اور خون)

۳- تحقيق مسئلة النبيذ ولوغ الكلب و الهرة۔ (تحقیق مسئلہ نبیذ اور کتے اور بلی کا جھوٹا)

٤- المسح على العمامة۔ (عمامہ پر مسح)

٥- المسح على الجوربين۔ (جراب پر مسح)

٦- الطهارة المثنى و الخامسة۔ (طہارت دومرتبہ دھونا یا پانچ مرتبہ)

۷- هل يجب ان ينام قبل ان يتوضاء۔ (کیا وضو کرنے سے پہلے سونا واجب ہے؟)

۸۔ هل يتوضأ المعذور لكل الصلوة او الصلاة واحدة۔ (کیا معذور ہر نماز کے لیے وضو کریگا؟)

۹- المستحاضة تجمع بين الصلاتين بغسل واحد ام لا۔ (مستحاضہ دو نمازوں کو ایک غسل سے جمع کرے گی یا نہیں؟)

۱۰- ما جاء فى الجنب و الحائض انهما لا تقرأن القران۔ (کیا حکم آیا ہے کہ جنبی اور حائضہ کے بارے میں کہ وہ دونوں قرآن نہیں پڑھیں گے؟)

۱۱- كيفية التيمم وحده۔ (تیمم کی کیفیت اور حد)

۱۲- الوطيء فى الدبر۔ (دبر میں وطی کا مسئلہ)

۱۳- هل التغليس افضل فى الصبح ام الاسفار۔ (کیا صبح میں تغلیس (یعنی اندھیرے میں نماز پڑھنا) افضل ہے یا اسفار (یعنی روشنی میں نماز پڑھنا؟))

١٤- مسئلة الفرار من الوباء۔ (وبا سے فرار کا مسئلہ)

۱۵- دفع طعن الطاعين عن امام المجتهدين فى صاع رسول رب العالمين۔ (رسول رب العالمین ﷺ کے صاع کے مسئلہ میں امام مجتہدین پر طعن دینے والوں کے طعن کا جواب)

١٦- هل يصلي على الميت الغائب۔ (کیا غائبانہ نماز جنازہ جائز ہے؟)

١٧- جواب الترديد رسالة الامام البخاری فی اثبات رفع اليدين فی الصلاة۔ (نماز میں رفع یدین کے ثبوت میں امام بخاریؒ کے رسالہ کی تردید کا جواب)

ان رسائل کے علاوہ درس دیتے وقت مولانا کا یہ طرز عمل تھا کہ پیش نظر نسخہ پر اسی وقت طالب علم سے برمحل حاشیہ بھی لکھواتے جاتے تھے۔ سنن الترمذی آپ خصوصیت سے پڑھاتے اور اس پر کافی محنت فرماتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ اس پر آپ کے حواشی بھی کثیر تعداد میں پائے جاتے ہیں جو آپ نے مختلف طلباء کو وقتِ درست تحریر کرائے۔ سنن الترمذی کا جو نسخہ مولانا کا ذاتی نسخہ تھا اور اکثر زیر درس رہا کرتا تھا، اس پر اس طرح کے حواشی زیادہ تھے۔ مولوی احمد حسن خان نے یہ تمام حواشی اس نسخہ سے نقل کر کے کتابی شکل میں محفوظ کر لیے ہیں۔ اسی طرح حکیم صاحب موصوف جب مولانا سے درس لیا کرتے تھے تو اس وقت بھی مولانا مختلف مسائل پر اپنی تحقیق اسی وقت لکھوادیا کرتے تھے، یہ حواشی بھی محفوظ ہیں اور ان کا اکثر حصہ کتابی شکل میں نقل کر کے محفوظ کر لیا گیا ہے۔ اس طرح سنن الترمذی و جامع النسائی اور صحیح البخاری کے حواشی محفوظ کیے گئے ہیں جو اب تک نہیں چھپ سکے ہیں اور مولوی احمد حسن کے خاندان کی ملکیت میں ہیں۔ (٩١)

مولانا رئیس احمد جعفری نے بھی مولانا کے بعض مختصر رسائل کا حوالہ دیا ہے اور مولانا کے طرزِ تحقیق و تدقیق پر بھی کچھ تبصرہ کیا ہے، آپ لکھتے ہیں......

> ''بعض اہم مسائل پر مولوی صاحب نے عربی زبان میں چھوٹے چھوٹے رسالے املاء کرائے تھے، ان کی تمنا تھی کہ یہ عام ہو جائیں پھیل جائیں اور اشاعت پائیں تاکہ لوگ مستفید ہوں'' موصوف روزانہ ڈیڑھ دو گھنٹہ تک (قریبی تعلق رکھنے والے طلباء سے) کسی خاص موضوع پر کتب حوالہ سے مواد جمع کراتے، صحاح ستہ سے اور دوسری کتب سے اسی موضوع پر ہم معنی حدیثیں اتنی چھان بین اور تحقیق کے بعد جو وہ رائے قائم کرتے تھے، بڑوں بڑوں کے لیے ان سے اختلاف کرنا ناممکن ہو جاتا تھا، ان کا وہی طرز تھا جو ''بدایۃ المجتہد'' میں ''ابن رشد'' نے اختیار کیا۔ (٩٢)

افسوس یہ ہے کہ آپ کی تصانیف کے طبع ہونے کی نوبت نہیں آئی صرف ایک رسالہ ''الحجاب فی الاسلام'' طبع ہوا ہے، اس رسالہ میں آپ نے یہ واضح فرمایا ہے کہ ''حجاب شرعی'' جو اسلام میں شروع کیا گیا ہے کیا ہے......؟ پھر آیات قرآنیہ واحادیث نبویہ سے دلائل پیش کیے ہیں۔ ۱۶ر صفحات کا مختصر رسالہ ہے جو چھوٹی تختی پر ۱۳۵۸ھ میں مطبع قیمیہ ممبئی میں طبع ہوا۔ (۹۳)

دراصل مولانا نے یہ تمام رسائل اپنے زمانہ تدریس دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ اپنے شاگردوں مولانا عبدالرشید نعمانی اور حکیم احمد حسن صاحب کو لکھوائے تھے لیکن چونکہ بعد ازاں مولانا حیدر حسن ٹونک تشریف لے آئے اور یہ تمام تحریرات آپ کے شاگردوں ہی کے پاس رہیں اور جس کے کچھ عرصہ بعد ہی مولانا حیدر حسن کا انتقال بھی ہوگیا۔ چنانچہ وسائل کی کمی اور دیگر مشکلات کے باعث یہ مواد اب تک غیر مطبوعہ رہا ہے۔ (راقم)

باب دوم

فصل دوم

ریاست ٹونک کے مدارس

اور ان کی دینی و علمی خدمات

(۱) ریاست ٹونک کے ابتدائی علمی حالات

(۲) مدرسہ خلیلیہ کی دینی و علمی خدمات

(۳) مدرسہ ناصریہ کی دینی و علمی خدمات

(۴) مدرسہ فرقانیہ کی دینی و علمی خدمات

(۵) مدرسہ امیریہ کی دینی و علمی خدمات

(۶) دیگر مدارس کی دینی و علمی خدمات

ریاست ٹونک کے ابتدائی علمی حالات

۱۸۱۷ء میں ایک باعزت صلح اور ایک فاتحانہ معاہدہ کی بدولت ریاست ٹونک کا قیام عمل میں آ چکا تھا۔ اس کے بانی امیر الدولہ نواب امیر خان بہادر کی حیثیت مسند ریاست پر جلوہ افروز ہونے سے قبل جنگِ آزادی کے ایک اولوالعزم مجاہد، ایک بہادر جرنیل، ایک شجاع سپہ سالار کی تھی۔ ان کی مردانہ کاریوں اور معرکہ آرائیوں نے ہندوستان کی تاریخ کو بہت متأثر کیا تھا۔ ان کی تیزگامی شمشیر زنی اور دشمنوں پر بجلی کی سرعت کے یورش حیرت انگیز حد تک تھی۔ چنانچہ منشی سید علی اصغر ناظم لکھتے ہیں......

''یہ اگرچہ نام کے امیر تھے مگر اس میں شک نہیں کہ بازئ شجاعت میں آفتاب ہوکر چمکے۔ شجاعت کے جان تھے اور تہور کے روح تھے۔ حسینوں کی دل فگار نگاہ کی طرح ان کے سفاک نیزہ کے توڑ کی کچھ انتہا نہ تھی اور ان کی خارا شگاف تلوار میں معشوقوں کی وزدیدہ نظری سے کہیں زیادہ شوخیاں تھیں۔ اولوالعزمی کو ان پر ناز تھا اور اپنے ارادوں میں ناکامی کے خیال کا ان کے دل و دماغ تک کبھی گزر ہی نہیں ہوا تھا'' (۹۴)

در صد ہزار قرن سپہر پیادہ رو
نار و چو او سوار بہ میدانِ روزگار

مشہور مؤرخ اکبر شاہ خان نجیب آبادی تحریر فرماتے ہیں......

''امیر خان کی روداد زندگی میں رستم و اسفندیار کی بہادری، سکندر و سلیمان کی اولوالعزمی، تیمور کی ملک گیری کے نمونے بکثرت موجود ہیں'' (۹۵)

نواب امیر خان بڑے سخی دوست، نیک سیرت اور علم دوست رئیس تھے۔ ان کی زندگی کا اکثر حصہ اگرچہ جنگ و پیکار میں گزرا لیکن اس کے باوجود وہ بڑے باذوق اور مذہبی جذبات رکھنے والے

انسان تھے۔ ارباب کمال کے جوہروں کو پرکھنے اور ان کی حیثیتوں کے مطابق اعزازی و امتیازی قیمت لگانے میں ان کو کمال حاصل تھا۔ اوقاتِ فرصت میں وہ شعروسخن اور علم وفن کے مشاغل سے بھی ذوق رکھتے تھے۔ یہ ہی وجہ تھی کہ بہادر، جنگجو اور دلیر وشجاع سپاہیوں کے ساتھ ساتھ ان کے لشکر میں علماء اور فقراء وصلحاء کی ایک جماعت بھی برابر ساتھ رہتی تھی جن کی علمی و ادبی اور مذہبی وجاہت سے پورا لشکر متأثر تھا اور ان کی وجہ سے علم و ادب اور مذہبی ذوق تمام لشکریوں میں پایا جاتا تھا۔

جب نواب بہادر نے طرحِ اقامت ڈالی اور قصبہ ٹونک کو دارالریاست قرار دیا تو ان کے ہمراہی بھی یہیں آباد ہو گئے۔ مولانا محمد حبیب اللہ خان فضائی مرحوم لکھتے ہیں......

> ''ان کے تمام ہمراہی مسلمان مجاہد تھے۔ شجاع سپہ تھے۔ جنہوں نے ہر معرکہ میں فتح حاصل کی تھی اور شکست کھا کرنہیں بلکہ باعزت صلح اور فاتحانہ معاہدہ کی رُو سے تلواروں کو نیام میں کیا تھا۔ یہ بہادر جب ٹونک میں آباد ہوئے تو آلاتِ حرب ان کے کھیل کے لیے تھے، زرہ بکتر ان کے اوڑھنے بچھونے کے لیے اور اللہ کی ان کے شغل کے لیے تھی'' (۹۶)

یہاں اس وقت صرف ٹھاکروں (راجپوتوں) کا ایک کوٹ تھا۔ اہیروں گوجروں کی تھوڑی سی آبادی تھی اور ان کے علاوہ مسلمانوں کی بھی ایک قلیل تعداد میں آباد تھے جو مختلف بادشاہوں کے عہد میں حلقہ بگوشِ اسلام ہوئے تھے۔ ابوالعرفان مولانا محمد حبیب اللہ فضائی ٹونکی مرحوم جن کا مطالعہ ٹونک کی تاریخ پر بڑا گہرا اور وسیع تھا انہوں نے اپنے ایک مکتوب میں ٹونک کی آبادی کی تفصیل اس طرح بیان کی ہے......

> ''ٹونک مسلمانوں کے دو طبقوں سے آباد ہوا ہے ایک وہ قدیم سے ٹونک اور اس کے اطراف میں رہتے تھے۔ زیادہ تر ناخواندہ سپہ گر اور کسان تھے اور مختلف بادشاہوں کے ادوار میں غیر مسلم حلقوں سے اسلام میں داخل ہوتے رہے تھے وہ جو نواب امیر الدولہ اور وزیر الدولہ کے عہد میں بیرونِ ٹونک سے آ کر آباد ہوئے۔ ان میں سید اور پٹھان زیادہ تھے جن کا نسلی سلسلہ

بیرونِ ہند سے ہے۔ دن دونوں طبقوں میں باہمی شناخت کے لیے
''پردیسی مسلمان'' اور ''دیس والے مسلمان'' کی اصطلاح جاری
ہوئی'' (۹۷)

غرض کہ امیر الدولہ نواب امیر خان کے قبضہ اور تسلط کے وقت ٹونک بہت ہی مختصر آبادی پر مشتمل ایک دور افتادہ قصبہ تھا۔ مدنیت، شائستگی اور تہذیب و حضارت کی روشنی اس قصبہ سے کوسوں دور تھی۔ اس دور کے ٹونک کے جناب حبیب احمد صاحب (ایم ایس سی علیگ) نے بڑے دلکش اور خوب صورت انداز میں تصویر کشی کی ہے، آپ لکھتے ہیں......

''ندی کے قریب پہاڑی کے دامن میں ہند قدیم کی قوموں میں سے ایک قدیم قوم اہیر کی بستی ہے۔ چند چھوٹے چھوٹے پتھر پر پتھر رکھ کر مٹی سے چنے ہوئے مکانات، ان کے نزدیک جانوروں کے باڑے، اس چھوٹے سے گاؤں کے گرد نہ سڑکیں ہیں نہ کشادہ شاہراہیں نہ دور دور کسی اور گاؤں کا پتہ ہے۔ جنگل اور پہاڑوں میں تیندوؤں اور بگھیروں کا مسکن ہے اور رات کے سناٹے میں ان کے دھاڑنے کی آواز بھی آجاتی ہے۔ پہاڑی، جنگل اور ندی کے اس نظر فریب مجموعے کو آپ ''ٹونکڑا'' کہیے کہ یہی اس کا نام ہے'' (۹۸)

امیر الدولہ بہادر نے زمامِ حکومت ہاتھ میں لیتے ہی ایک طرف تو ریاست کے استحکام کی جانب توجہ کی اور پرانے قصبے کے باہر ایک نیا قصبہ آباد کرنا شروع کیا۔ سر بفلک عمارتیں، پُر رونق بازار، دلفریب تفریح گاہیں، نزہت بخش باغات، عالیشان محلات اور پُرشکوہ مساجد تعمیر کرائیں اور اپنی ہمت و کوشش سے ریاست کی آبادی، ترقی، جنگلات کی صفائی اور زراعت کی توسیع فرمائی۔ دور افتادہ پرگنات، نیاہڑہ، چھبڑا، سرونج، پڑاوہ اور علیگڑھ کا نظم و نسق فرمایا۔ چنانچہ اس سلسلے میں دیوان شمس الدین کا بیان ہے کہ......

''در ۱۲۳۵ھ یک ہزار دوصد و سی و پنج شروع تعمیر عمارات عالی
و احداثِ باغہائے فرحت بخش و مسرت آگیں در قلعۂ امیر گڑھ و

اطراف آن و آبادئ بلدۂ نو اساس باسم سامی خویش نامی بامیر گنج و مسجد جامع آن بلدۂ اسلام آرام و کفر رنج و دیگر مساجد و مدارس آن شہر آبادانی آ گنج بعمل آمد و در عرصۂ چہار سال باختتام رسید'' (۹۹) (یعنی ۱۲۳۵ھ میں بڑی شاندار عمارات اور خوبصورت باغوں کی تعمیر کا سلسلہ امیر گڑھ اور اس شہر جو کہ سامی کے نام سے موسوم تھا کے اطراف کی آبادی میں شروع کیا۔ جہاں اسلام کی سربلندی اور کفر وشرک کی تذلیل تھی۔ اس کے ساتھ ہی مساجد و مدارس بھی تعمیر کیے اور یہ سلسلہ تعمیرات چار سال تک زور و شور سے جاری و ساری رہ کر اپنے اختتام کو پہنچا)

دوسری طرف وہ علماء وصلحاء اور اہل علم و اداب کی قدر دانی اور آبادکاری کی جانب بھی متوجہ رہے جس کا لازمی نتیجہ یہ نکلا کہ ٹونک میں ابتدا ہی سے اہل علم و اصحابِ فکر کا ایسا اجتماع شروع ہوگیا جس کی آبادی اور موجودگی اس شہر کی علمی، تمدنی، مذہبی اور سماجی فضا میں آب و رنگ دینے کا سبب بنی اور یہاں سیکڑوں اصحابِ علم وفضل پیدا ہوگئے جنہوں نے راجستھان کے ریگستان میں ٹونک کو علم و ادب کا لہلہاتا چمنستان بنادیا۔ کسی کو اس پر شیراز کا گمان ہوا تو کوئی اسے بغداد کے مماثل ٹھہرانے لگا۔ منشی سید احمد مرتضی لکھتے ہیں......

''دہلی اور لکھنؤ کے اہل علم و کمال قدر دانی کی کشش سے ٹونک میں اس قدر جمع تھے کہ دارالسلام ٹونک اس وقت ہندوستان کا شیراز نظر آرہا تھا'' (۱۰۰)

مولوی شمس الدین احمد صاحب ''ہفدہ سالہ امیر وبست سالہ وزیر'' میں لکھتے ہیں کہ......

''و از زمرۂ عالیان علمائے ابرار وفضلائے اجبار از معتبران و معتمدان اہل فضل و کمال مولوی نظام الدین ساکن کڑہ مانک پور کہ از تلامذۂ شمس العلماء، قمر الفضلاء، کوکبہ صوفیۂ صافہ، مولانا و اولانا حضرت شاہ عبدالعزیز مفسر و محدثِ دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ و مولوی محمد حسن ساکن رامپور واقع ملک میان دوآب کہ بیک واسطہ شاگرد

حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز علیہ الرحمہ موصوف بود۔ ومولوی محمد محسن ساکن مصطفیٰ آباد واقع ملک کڑہ و مولوی نور ساکن ولایت افغانستان باکمال تقویٰ درایام لشکرکشی مصاحبت وجلیس نواب دین و تقویٰ آیاب بودند''

''و دیگر بسیار علماء و طلبائے علم بودند۔ و قاریان قرآن مجید و حافظانِ مصحف مجید بسیار بودند مگر از آنہا قاری محمود ساکن بلدۂ بندر سورت در قرأت و خوش لہجہ باکمال تقویٰ و ورع آن قدر بود کہ وقتیکہ قرآن عظیم الشان می خواند مردم راہ بار و بے اختیار در راہ می ایستادند و حضارانِ محفل کمال سرور و بہجت می یافتند، وقت ادائے نماز باجماعت مقتدیان آن مقتدا نماز سرفراز اثر قرأتش بفرط خشوع وخضوع وحضورِ قلب می خواندند''

''و بعد از وقوع صلح دیگر علمائے فحول مثل مولوی خلیل الرحمٰن و برادرِ بزرگ شان مولوی محمد و برادر خورد شان مولوی سعد اللہ کہ این ہر سہ عالمانِ دین و دانایانِ یقین در علوم استاد اکثر صاجزادہ ہا و مدرس مدارس بودند و دیگر مدرسان مانند مولوی سید احمد، مولوی عبیداللہ و مولوی حکیم اللہ جابجا حسب تعین آن حاکم برین درس علوم منقول و معقول بطلب می دادند و تعلیم اقسام علوم و اضاف مخصوم می نمودند''(۱۰۱)

بانی ریاست نواب امیر خان کا دور ۱۸۱۷ء/۱۲۳۴ھ سے شروع ہوکر ۱۸۳۴ء/۱۲۵۰ھ پر ختم ہوتا ہے۔ اس ابتدائی دور میں ٹونک میں کافی آبادی ہوچکی تھی اور متعدد علمی خاندان ترک سکونت اختیار کرکے مستقل طور پر یہاں آباد ہوچکے تھے۔ ایک باقاعدہ اسلامی ریاست کے قیام کے ساتھ ساتھ ایک جدید شہر کی بنیاد ڈالی جاچکی تھی۔ محلے اور گنج قائم ہوئے اور شاہی محلات کی تعمیر کے ساتھ ساتھ مساجد و معابد اور مدارس کی بھی تعمیر ہونے لگی، اس طرح دس بیس سال کی مدت میں یہ ریاست علم وفضل، درس و تدریس اور فضل وکمال کا بھی مرکز بن گئی تھی۔ اس دور کی ممتاز شخصیتوں کے ذمہ مختلف خدمات سپرد تھیں۔ حکیم انور علی نواب امیر خان کے لائق صاجزادے وزیر الدولہ کے اتالیق تھے۔ مولوی خلیل

الرحمٰن درسی خدمات انجام دیتے تھے۔ آپ ملا عرفان رامپوری کے صاحبزادے تھے۔ ملا عرفان بحرالعلوم لکھنوی کے تلامذہ میں سے تھے اور متاہل ہوکر رامپور میں سکونت اختیار کرلی تھی، موصوف اور نواب امیر خان کے خسر اخوند محمد ایاز خان تحصیل علم کی غرض سے ایک ساتھ ہندوستان آئے تھے۔ اس لیے قیام ریاست کے بعد ملا عرفان رامپوری کی اولاد میں مولانا خلیل الرحمٰن، مولوی محمد مفتی اور مولوی سعد اللہ خطیب ٹونک منتقل ہوگئے۔ مولانا خلیل الرحمٰن تاحیات نواب امیر خان، ٹونک ہی میں درسی خدمات دیتے رہے۔ اور قاضی القضاۃ کے منصب عالی پر بھی مامور کیے گئے۔ (۱۰۲)

مولوی کلیم اللہ، مولوی سید احمد اور مولوی سید نور جدید آبادی میں ہونہار نوجوانوں کی تعلیم و تدریس پر مامور تھے۔ قیام ریاست کے بعد ہی دیگر عمارات کے ساتھ ساتھ جامع مسجد کی وسیع اور خوشنما عمارت بھی تعمیر ہوگئی تھی اور دفتر شریعت کا قیام بھی عمل میں آچکا تھا اس لیے مولانا خلیل الرحمٰن کے دونوں بھائی مولوی مفتی اور مولوی سعد اللہ خطیب کو رامپور سے طلب کیا گیا، دونوں حضرات ملا عرفاں رامپوری کے صاحبزادے تھے۔ مولوی محمد مفتی رامپور میں محلہ راجدوارہ میں مسند درس پر فائز تھے۔ ریاست کے بعد خدمت افتاء و قضاء آپ کے سپرد ہوئی اور درس و تدریس کا سلسلہ بھی جاری رہا اور مولوی سعد اللہ صاحب کو جامع مسجد کا خطیب و امام مقرر کیا گیا۔ ابتدائی دور میں جدید آبادی جس تیزی سے بڑھ رہی تھی اسی تناسب سے درس و تدریس اور تعلیم و تعلم میں بھی اضافہ ہو رہا تھا مگر وہ دور مدارس کا نہیں تھا۔ ابتدائی تعلیم مکاتب کے ذریعہ ہوا کرتی تھی اور ثانوی اور اعلیٰ تعلیم کے لیے ہر با کمال کی ذات تعلیم کا مرکز ہوتی تھی جس سے طلبہ دور دور سے آکر فیض حاصل کرتے تھے۔ اس لیے ابتدائی دور میں صرف دو مدرسوں کا پتہ چلتا ہے جو درس و تدریس کا مرکز بنے ہوئے تھے۔ اوّل ''مولانا خلیل الرحمٰن کا مدرسہ'' جس کی منہدمہ عمارت موتی باغ کے وسط میں اب بھی باقی ہے اور مولانا صاحب کے مدرسہ کے نام سے معروف ہے۔ مدرسہ کے ایک گوشہ میں ایک مختصر کھلی مسجد بھی ہے۔ اس دور میں باہر سے آنے والے طلبہ کا ہجوم اسی مدرسہ میں لگا رہتا تھا اور تشنگانِ علم دور دور سے یہاں آکر فیض حاصل کرتے تھے۔ ''تذکرہ ہند'' میں مولانا رحمٰن علی نے لکھا ہے کہ مولوی عبدالفتاح گلشن آبادی نے بھی ٹونک پہنچ کر مولانا خلیل سے تلمذ حاصل کیا۔ وہ اسی مدرسہ کے فارغ شدہ ہیں۔ ان کے علاوہ مولانا رضا علی خان بریلوی نے بھی مولانا خلیل الرحمٰن سے تلمذ حاصل کیا ہے۔ (۱۰۳)

محمد اسحاق بھٹی ''فقہائے پاک و ہند'' میں لکھتے ہیں......

''مولانا رضا علی نے ٹونک کا عزم کیا اور قاضی صاحب ممدوح
کے حلقۂ درس میں شریک ہوئے، عرصے تک ان کی خدمت میں
رہے اور ان سے کتب درسیہ کی تکمیل کی'' (۱۰۴)

۱۲۵۰ھ/۱۸۳۴ء میں نواب وزیر الدولہ تخت نشین ہوئے۔ بعض اختلافی مسائل کی بناء پر ان سے مولانا خلیل الرحمٰن کی نہیں بنی چنانچہ انہوں نے ٹونک سے ترکِ سکونت اختیار کر کے جاورہ چلے گئے۔ ان کے جانے کے بعد یہ مدرسہ ویران ہوگیا۔ موتی باغ بھی گورستان بنادیا گیا۔ تقریباً چالیس سال بعد رؤسائے ٹونک نے اسی تالاب موتی باغ کے شمال کی جانب ایک عمارت مدرسہ کے لیے تعمیر کرلی اور اس کا نام ''مدرسہ خلیلیہ'' رکھا گیا۔ یہ مدرسہ بھی ایک زمانہ تک چلتا رہا۔ نواب امیر خان کے دور میں دوسرا قدیم مدرسہ جس کا پتہ چلتا ہے وہ ''مولوی محمد صاحب کا مدرسہ'' تھا، موصوف نواب امیر خان کی طلب پر رامپور سے ٹونک آئے اور محکمۂ شریعت کے مفتی ہوگئے۔ درس وتدریس کا سلسلہ بھی جاری رہا۔ حافظ احمد علی خان شوق آپ کے بارے میں لکھتے ہیں......

''مولوی غلام جیلانی رفعت کے ارشد تلامذہ میں سے تھے کتب
فقہ پر اچھی طرح عبور تھا'' (۱۰۵)

محلہ امیر گنج میں آپ نے رہائشی مکان کے قریب ایک مسجد تعمیر کرائی۔ مدرسہ کی خام عمارت اسی مسجد کے متصل واقع تھی اور اسی میں مولانا درس دیا کرتے تھے۔ مولوی شاہ عالم صاحب ٹونکی وغیرہ اسی مدرسہ کے فارغ التحصیل افراد میں سے تھے۔ ۱۹۲۹ء میں یہ خام حصہ مسجد میں شامل کرلیا گیا اور اب اس مقام پر مسجد مذکورہ کا وسیع حوض تعمیر ہوگیا ہے۔ ان دونوں مدرسوں کے علاوہ اس دور میں کسی اور مدرسہ کا پتہ نہیں چلتا البتہ جدید آبادی کے مختلف حصوں میں مختلف حضرات تعلیم کے لیے مقرر تھے۔ چنانچہ مولوی کلیم اللہ مسجد وزیر باغ میں اور مولوی عبید اللہ اور مولوی سید احمد آبادی کے دوسرے حصہ میں درس دیتے تھے۔

ٹونک کے دوسرے نواب وزیر الدولہ کے دور میں علمی کاموں اور درس وتدریس کے سلسلہ میں کافی ترقی ہوئی اس حیثیت سے یہ دور سنہری دور شمار کیا جا سکتا ہے۔ آپ اپنے پدرِ بزرگوار نواب امیر الدولہ محمد امیر خان کی وفات کے بعد ۱۸۳۴ء میں مسند نشین ریاست ہوئے تھے۔ (۱۰۶)

اس زمانے میں بے شمار علمی خاندان ٹونک منتقل ہوکر آباد ہوئے۔ نواب وزیر الدولہ ہی کے دور

میں سید احمد شہیدؒ کی شہادت کے بعد آپ کے متعلقین ٹونک میں آ کر آباد ہوئے تھے۔ سید ابوالحسن ندوی لکھتے ہیں......

''بالاکوٹ کے سانحہ کے بعد انہوں نے سید صاحبؒ کے اہل خانہ اور ان عزہ کو جو سندھ میں تھے نیز ان مجاہدین و مہاجرین کو جنہوں نے ہندوستان آنا منظور کیا اپنے پاس ٹونک بلالیا اور اہل تعلق کو ہر طرف سے سمیٹنے کی کوشش کی اور ان کی خدمت واکرام میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا'' (۱۰۷)

جس مقام پر اس قافلہ کا قیام ہوا تھا پورا محلہ ''محلہ قافلہ'' کے نام سے آباد ہوگیا۔ نواب وزیر الدولہ نے اپنے والد بزرگ وار نواب امیر خان کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے سید صاحب کی شہادت کے بعد مجاہدین کی بڑی قدر دانی کی اور ان کے متعلقین کی بے حد اعانت کی، چنانچہ جناب مظہر محمود شیروانی لکھتے ہیں......

''انہوں نے (یعنی نواب وزیر الدولہ نے) تحریکِ جہاد میں سید صاحب کی اور آپ کی شہادت کے بعد آپ کے عیال اور مجاہدین کی بے حد اعانت و خدمت کی'' (۱۰۸)

چنانچہ اس قدر دانی کو دیکھتے ہوئے جن علمی خانوادوں کو سید صاحبؒ سے تعلق تھا وہ بھی رفتہ رفتہ ٹونک آ کر آباد ہونے لگے جن سے علمی و تعلیمی مشاغل میں غیر معمولی اضافہ ہوگیا۔ مولانا حیدر علی رامپوری نے اپنی قیام گاہ پر مسند درس بچھائی، شمس العلماء مولوی امام الدین اپنے مقام پر تشنگانِ علم کو سیراب کرتے رہے۔ تاج العلماء قلزم علوم مولانا نجف علی خان قاضی جھجر تصنیف و تالیف میں مشغول تھے۔ مولوی سراج الرحمٰن ''قافلہ'' میں درس دیتے تھے۔ (۱۰۹)

اسی طرح بعد کے دور میں مولوی محمد حسین خان جلال آبادی محلہ ''چھاؤنی'' میں۔ مولوی محمد حسن خان محلہ ''بہیر'' میں اور مولوی نور الحق خستہ اپنی قیام گاہ محلہ ''غول'' میں مولوی بہادر علی دہلوی، مولوی عبدالحق ٹونکی، مولوی عبدالغفور بنگالی، حکیم دائم علی خان، مولوی جان محمد پنجابی اپنیا پنے مقام پر تعلیم و تدریس میں مشغول تھے (۱)۔ جیسا کہ پہلے بیان کیا گیا ہے یہ دور قیام مدارس کا نہ تھا بلکہ اصحابِ علم و کمال کی قیام گاہیں علیحدہ علیحدہ ایک ایک مدرسہ کی حیثیت رکھتی تھیں البتہ ہر مسجد اور ہر محلہ

میں مکتب کا ہونا ضروری تھا جن میں ابتدائی تعلیم کا انتظام ہوا کرتا تھا۔ ایسے مکاتب کی تعداد اس دور میں بہت تھی۔ (۱۱۰)

تیرہویں صدی ہجری کے اوائل سے قیام مدارس کا دور شروع ہوتا ہے۔ یہ وہ زمانہ تھا جب کہ ٹونک کے کچھ سپوتوں نے مقامی علماء سے حصولِ تعلیم کے بعد اس کی تکمیل کے لیے باہر قدم نکالا اور تکمیل کے بعد تعلیمی فیض جاری کرنے کے لیے اپنے وطن واپس آئے، چنانچہ حکیم برکات احمد صاحب خیر آباد میں مولوی عبدالحق صاحب خیر آبادی سے (۱۱۱)، مولوی حیدر حسن خان صاحب شیخ الحدیث و ناظم دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ لاہور میں، مولوی غلام احمد صاحب نعمانی سے اور مولوی سیف الرحمٰن صاحب کابلی، مولانا رشید احمد گنگوہیؒ سے سند فراغت حاصل کر کے ٹونک واپس تشریف لائے۔ (۱۱۲)

اس زمانے کے دستور کے مطابق ابتداء میں ان حضرات نے بھی اپنی اپنی قیام گاہ پر درس دینا شروع کیا پھر یہ خیال ہوا کہ ٹونک میں ایک بڑا مدرسہ قائم ہونا چاہیے۔ وقت کے روشن خیال اور اہل خیر حضرات اس مشورہ میں شریک تھے۔ صاحبزادہ عبدالرحیم خان مظفر جنگ جو بڑے علم دوست اور علماء کے قدر دان تھے اس معاملہ میں پیش پیش تھے ان کی کوششوں سے ۱۳۱۷ھ/۱۸۹۹ء میں ''دارالعلوم خلیلیہ'' اور ''مدرسہ ناصریہ'' واقع ''مسجد قافلہ'' وجود میں آئے۔ (۱۱۳)

مدرسہ خلیلیہ

اس مدرسہ کے بانی علامۃ الہند مولانا حکیم برکات احمد صاحبؒ ہیں جیسا کہ پہلے بیان کیا گیا ہے کہ ٹونک کے قیام کے اوّل دور میں مدارس کا قیام زیادہ تر مساجد میں یا پھر علماء کے اپنے گھروں پر رہا، پھر بعد میں وہ مدارس با قاعدہ عمارتوں میں منتقل ہوئے اور با قاعدہ مدارس کی شکل اختیار کیں۔ اس مدرسہ کی ابتدائی حالت کا نقشہ جناب علامہ مناظر احسن گیلانی نے کیا خوب بیان کیا ہے، آپ لکھتے ہیں ......

> ''اللہ کا یہ بندہ علم کے اس دریا کو جس جگہ بیٹھ کر ہند و بیرون ہند میں جاری کیے ہوئے تھا میں اس کا چشم دید گواہ ہوں کہ وہ صرف خام دیواروں اور ''کوہلو'' کے ایک چھپر کا ایک سہ درہ دالان تھا، جس کا طول شاید بارہ ہاتھ اور عرض غالباً پانچ ہاتھ سے زیادہ نہ تھا،

جاجم کا ایک فرش بچھا رہتا تھا، چھوٹے چھوٹے پائے کی ایک میز استادِ مرحوم کے سامنے رہتی جس پر طالب علم کتاب رکھ کر ان کے سامنے پڑھتے اور طلبہ کے لیے بھی معمولی لکڑی کی دستی تپائیاں تھیں جن پر وہ اپنی کتابیں رکھ کر سبق سنا کرتے تھے۔ یہ حیثیت تھی اس دارالعلوم کی اور اس کے فرنیچر، سازوسامان کی، جہاں سے پڑھ پڑھ کر ایک طرف لوگ ہندوستان کے شہروں میں پھیل رہے تھے اور دوسری طرف بخارا، کابل، سمرقند اپنے اپنے اوطان کی طرف جا رہے تھے۔ مٹی کے اسی دالان میں بخاری، ترمذی، ہدایہ، تلویح کے اسباق بھی ہوتے تھے، اور حمد اللہ، قاضی مبارک، شمس بازغہ، صدرا جیسی معقولات کی عام درسی کتابوں کے سوا شرح تجرید مع حواشی دوانی و صدر معاصر شفاء و اشارات، الافق المبین جیسی کتابیں جنہیں وہاں کی اصطلاح میں قدماء کی کتابیں کہتے تھے، ان کا درس بھی اس خصوصیت کے ساتھ جاری تھا کہ اب دنیا کے طول و عرض میں ان کتابوں کے پڑھنے والے اس علمی خاندان کے سوا اور کہیں پڑھ نہیں سکتے تھے، بلکہ بسا اوقات اسی دالان میں نفیسی و شرح اسباب قانون شیخ طب کی کتابوں کا درس دن کو ہوتا تھا اور رات کو حضرت استاذ اسی میں بیٹھ کر طبی طلبہ کو مطب کے نسخے بھی لکھواتے تھے، کبھی کبھی اس میں تصوف کی کتابیں بھی پڑھائی جاتی تھیں اور جب درس کا کام ختم ہو جاتا تھا تو چند طلبہ کی خواب گاہ کا بھی کام اسی دالان سے لیا جاتا تھا، یہ کانوں کی سنی ہوئی نہیں برسوں آنکھوں دیکھی بات ہے“ (۱۱۴)

مدرسہ ناصریہ

یہ مدرسہ صاحبزادہ عبدالرحیم خان (۱۱۵) کی سرپرستی میں ۱۳۱۷ھ/۱۸۹۹ء میں قائم ہوا۔ یہ ٹونک کے دو ابتدائی مدارس میں سے ایک تھا جہاں سرحد و افغانستان تک سے طلباء اپنی علم کی پیاس

بجھانے آیا کرتے تھے۔ مولانا ابوالحسن ندوی لکھتے ہیں......

''ٹونک اس وقت درس و تدریس کا ایک بڑا مرکز بنا ہوا تھا۔ راجپوتانہ کے اس ریگستان میں وہی ایک سرسبز وشاداب علمی خطہ تھا جہاں سرحد وافغانستان تک سے شمع علم کے پروانے ہجوم کرتے تھے۔ اس وقت وہاں دو مستقل مدرسے طلباء و شائقین علم کا ملجا و ماویٰ بنے ہوئے تھے، ایک مدرسہ خلیلیہ اور دوسرا مدرسہ ناصریہ'' (۱۱۶)

مولانا سیف الرحمٰن کابلی مدرس اوّل اور مولانا حیدر حسن خان مدرس دوم مقرر ہوئے۔ اوّلاً اس مدرسہ کا قیام جامع مسجد قافلہ میں ہوا۔ مولانا حیدر حسن ٹونکی نے تقریباً بیس سال تک اس مدرسہ میں درس و تدریس کی خدمات انجام دیں اور ہزاروں طلباء فارغ التحصیل ہوئے۔ صاحبزادہ عبدالرحیم جو اس مدرسہ کے سرپرستِ اعلیٰ تھے کے انتقال کے بعد مولانا حیدر حسن خان دارالعلوم لکھنؤ تشریف لے گئے اور مولانا سیف الرحمٰن کابلی صاحب بھی ترکِ سکونت کر کے وطن چلے گئے۔ مگر یہ مدرسہ اپنی خدمات انجام دیتا رہا۔ ۱۹۱۱ء کے بعد سے مولوی محمد علی خان خطیب جامع مسجد قافلہ کی سرپرستی میں رہا۔ مولوی عمران خان مرحوم کے مطابق مولوی جان محمد پنجابی اور مولوی عبدالرحیم صاحب مفتی نے بھی اس مدرسہ میں درس دیا ہے (۱۱۷)

مدرسہ فرقانیہ

اس مدرسہ کے بانی مولانا حیدر حسن خان ٹونکی شیخ الحدیث ندوۃ العلماء لکھنؤ ہیں۔ اس مدرسہ کے قیام سے پہلے ٹونک میں تجویدِ قرآن کی تعلیم کا عام رواج نہ تھا۔ قیام لکھنؤ کے زمانہ میں مولانا حیدر حسن خان ٹونکی نے ''مدرسہ فرقانیہ لکھنؤ'' دیکھا اور اس کی مفید اور کارآمد خدمات آپ کے سامنے آئیں۔ یہ مدرسہ مولانا عین القضاۃ صاحب کا قائم کردہ تھا اور اس وقت فنِ تجوید قرآن کے سلسلے میں پورے ہندوستان میں اپنا ایک نام پیدا کر رہا تھا۔ مدرسہ کی یہ خدمات دیکھ کر مولانا حیدر حسن کے دل میں بھی غبطہ پیدا ہوا اور آپ نے چاہا کہ ان کے وطن ٹونک میں بھی تحفیظ قرآن اور تجوید قرآن کے لیے اسی معیار کا ایک مدرسہ قائم کیا جائے (۱۱۸)۔ مولانا تجویدِ قرآن کی تعلیم کو خاص اہمیت دیتے تھے۔ چنانچہ سید ابوالحسن ندوی لکھتے ہیں......

''فنِ تجوید کی بڑی اہمیت اور عظمت ان کے دل میں تھی اور علماء

میں سے جو قرآن شریف صحیح نہ پڑھے اور تجوید کے مبادی سے بھی ناواقف ہو اس کو بڑا ناقص سمجھتے تھے۔ اسی بنا پر لکھنؤ کے مدرسہ فرقانیہ سے بڑا ربط تھا۔ جب تک اس کے بانی سید عین القضاۃ صاحبؒ حیات تھے ان سے برابر ملتے رہتے تھے۔ ان کی وفات کے بعد بھی وہاں کے بڑے اساتذہ قاری عبدالمالک صاحب اور قاری نذر صاحب سے بڑے تعلقات تھے۔ اسی ذوق کی بنا پر اپنے وطن ٹونک میں حفظ و تجوید کا ایک مدرسہ ''مدرسہ فرقانیہ'' کے نام سے قائم کیا۔(۱۱۹)

اسی دارالعلوم فرقانیہ کے قیام کے سلسلے میں مولوی محمد عمران خان ٹونکی لکھتے ہیں......

''مولانا (حیدر حسن ٹونکی) جب ٹونک سے لکھنؤ پہنچے اور وہاں مولانا عین القضاۃ صاحب کا مدرسہ فرقانیہ لکھنؤ دیکھا اور اس میں تجوید و قرأت کی وہ سرگرمیاں ملاحظہ فرمائیں جس کی وجہ سے وہ اس وقت ان فنون کا مرکز بنا ہوا تھا تو اس وقت مولانا بہت متأثر ہوئے اور اسی وقت ان کے دل میں شدت سے احساس پیدا ہوا کہ اگر اپنے وطن میں فنِ تجوید و قرآن کی طرف توجہ نہیں کی گئی تو معلوم نہیں اہل وطن کہاں پہنچیں، بالآخر اپریل ۱۹۲۵ء میں جب مولانا بزمانہ تعطیلات لکھنؤ سے ٹونک تشریف لائے تو اس عزم کے ساتھ کہ اپنے وطن میں اہل وطن کے لیے اس معیار کا ایک مدرسہ کھول ہی دینا ہے۔ مولانا کو اپنے اس خیال کی تقویت اپنے برادر بزرگ مولانا محمود حسن خان (صاحب معجم المصنفین)، سید عزیز الدین بغدادی، مولانا قاضی محمد عرفان خان صاحب ناظم عدالت شریعت اور ان جیسے چند دوسرے مخلص حضرات کی ہمنوائی سے برابر مل رہی تھی'' (۱۲۰)

چنانچہ ۱۱؍جولائی ۱۹۲۵ء کو اس مدرسہ کا افتتاح ہوا۔ اوّل یہ مدرسہ مولانا محمد صاحب مرحوم جو

کہ مولانا حیدر حسن کے نانا تھے، کی ایک مختصر مسجد میں قائم ہوا۔ ان ہی مخلص حضرات پر مشتمل ایک مجلس منتظمہ بنی جس کے سکریٹری سید حامد علی نقوی منتخب ہوئے۔ کچھ عرصہ بعد ملکہ فردوس زمانی بیگم صاحبہ نے سرائے واقع گلی لوہاران متصل ''مسجد رحمو'' میں یہ مدرسہ قائم کر لینے کی اجازت دے دی اور مدرسہ وہاں منتقل ہوگیا۔ یہ جگہ نسبتاً زیادہ وسیع تھی۔ اب مدرسہ میں درجہ تجوید بھی کھول دیا گیا اور ۱۸ر نومبر ۱۹۲۵ء کو قاری مولا بخش صاحب کا تقرر عمل میں آیا جو فنِ تجوید کے اساتذہ میں سے تھے۔ قاری حبیب اللہ صاحب جو بعد میں عرصہ دراز تک اس مدرسہ میں مدرس تجوید رہے اور (قیام پاکستان کے بعد کراچی میں ایک بہترین فنِ تجوید کا مدرسہ چلاتے رہے) وہ اس سال اور اس وقت کے سب سے پہلے طالب علم ہیں جنھیں اس مدرسہ کی جانب سے ماہانہ وظیفہ دیا گیا۔ ۱۹۲۷ء کے اوائل میں مدرسہ کافی ترقی کر گیا تھا چنانچہ مدرسہ میں درجاتِ حفظ کے کئی حفاظ کا تقرر عمل میں آیا جن کا اپنے دور کے چوٹی کے حفاظ میں شمار ہوتا تھا۔ ۲۰ر اپریل ۱۹۲۸ء کو اس وقت کے قاری جناب محمد سابق صاحب کا تقرر عمل میں آیا اور اسی سال جون ۱۹۲۸ء میں بانی مدرسہ مولانا حیدر حسن ہندوستان کے مشہور و معروف قاری قاری عبدالمالک صاحب کی خدمات مدرسہ کے لیے حاصل کرنے میں کامیاب ہوگئے۔ قاری مصطفیٰ صاحب مکی کی خدمات بھی مدرسہ کو حاصل ہوگئیں۔ ان حضرات کے ٹونک آنے کے بعد اس مدرسہ کو چار چاند لگ گئے اور مدرسہ میں طلباء کا بے پناہ اضافہ ہوتا رہا اور کچھ ہی عرصہ میں یہ مدرسہ حفظ قرآن اور تجوید و قرأت کا مرکز بن گیا۔ (۱۲۱)

۳۰ر اگست ۱۹۳۰ء سے قبل استاذ الاساتذہ قاری عبدالمالک صاحبؒ کو لکھنؤ جانا پڑ گیا۔ آپ دو سال تک ہی مدرسہ کی ذمہ داری سنبھال سکے لیکن اس دو سال کی قلیل مدت میں ایسے پودوں کی بنیاد پڑ چکی تھی جو آئندہ سب تناور درخت بننے والے تھے۔ قاری عبدالمالک صاحب واپس تشریف لے جانے لگے تو بانی مدرسہ نے کچھ طالب علم قاری عبدالمالک کے ساتھ کر دیئے تاکہ لکھنؤ میں دیگر علوم میں مہارت حاصل کرسکیں۔ ان طلباء میں قاری حبیب اللہ، قاری اسعد حسن، قاری صبغۃ اللہ صاحب اور منشی فیض محمد صاحب شامل تھے۔ دو سال کی قلیل مدت میں یہ طلباء لکھنؤ سے فارغ ہوکر واپس تشریف لے آئے۔ اس عرصے میں مدرسہ نے ترقی کی طرف ایک موڑ اور لیا۔ صاحبزادی بوٹا بیگم صاحبہ نے اس مدرسہ کے لیے ایک وسیع و عریض عمارت وقف فرمادی جس میں آجکل یہ دارالعلوم قائم و دائم ہے۔ ۲۶ر اکتوبر ۱۹۳۰ء کو مدرسہ سرائے سے اس جدید عمارت میں منتقل ہوگیا۔ اس کا باقاعدہ افتتاح ہوا۔ اس افتتاح کے موقع پر بانی مدرسہ حیدر حسن کی تجویز کے مطابق لکھنؤ سے قاری محمد نظر صاحب کو خصوصی

طور پر امتحان کے لیے بلایا گیا اور یہی وہ پہلا سال ہے جبکہ دارالعلوم کی جانب سے تجوید میں اسناد عطا کی گئیں۔ ۱۹۲۵ء سے لیکر ۱۹۳۱ء تک تقریباً بیس طالب علم اس دارالعلوم سے اپنے علوم کی تکمیل کر کے فارغ ہوئے۔ ۲۵رفروری ۱۹۳۱ء کو مدرسہ کے لیے ایک دستور العمل منظور ہوا اور اسی کے مطابق امتحانات سالانہ وششماہی ہونا شروع ہوئے، مزید برآں اسی سالمدرسہ میں عربی فارسی کی تعلیم کا اضافہ ہوا۔ چنانچہ یکم مارچ ۱۹۳۱ء کو درجہ فارسی کے لیے مولوی سید احمد شاہ صاحب کا تقرر مستقل طور پر عمل میں آیا اور عربی کے درس کی ذمہ داری قاضی محمد عرفان خان صاحب نے اعزازی طور پر قبول فرمائی۔ سید مصطفیٰ علی صاحب جو اپنے فن کے مشہور و ماہر حسابی و ریاضی دان گزرے ہیں وہ مدرس حساب مقرر ہوئے اور اسی سال سے دارالعلوم میں الہ آباد کے امتحانات عربی و فارسی، منشی و مولوی وغیرہ جاری ہوئے۔ (۱۲۲)

حفظ قرآن اور تجوید وقرأت کی خدمت کے ساتھ ساتھ یہ مدرسہ علومِ عربیہ کی خدمت بھی برابر کرتا رہا، چنانچہ اعزازی مدرسین عربیہ کے علاوہ مدرسہ کو خوش قسمتی سے مولانا منتخب الحق صاحب بہاری (جنھوں نے قیامِ پاکستان کے بعد پاکستان میں بھی بڑی علمی خدمات انجام دی ہیں) مولوی عبدالحی صاحب اور مولوی عبدالحفیظ صاحب مفتی کی خدمات بھی حاصل ہوتی رہیں۔ قیامِ پاکستان سے قبل تک مولانا سعد حسن ٹونکی نے اس دارالعلوم کے انتظامی امور سنبھالے رکھے جنھوں نے قیام پاکستان کے بعد بھی سندھ میں بڑی دینی وعلمی خدمات انجام دیں۔ آپ سندھ یونیورسٹی کے گولڈ میڈیلسٹ تھے۔ بہت سی کتابوں کے مصنف بھی ہیں۔ جن کا تذکرہ مقالے میں اپنے مقام پر موجود ہے۔

الغرض ۱۹۴۶ء کے نتائج دیکھنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ اس وقت تک مدرسہ سے سینکڑوں کی تعداد میں حفاظ مکمل طور سے فارغ ہو چکے تھے۔ ناظرہ خواں طلباء کی تعداد بے شمار ہے۔ اسی طرح تجوید سے فارغ ہونے والے طلباء کی تعداد بھی خاصی نظر آتی ہے۔ اللہ کے فضل و کرم سے مولانا حیدر حسن ٹونکیکا قائم کردہ یہ دارالعلوم ابھی تک خدمات انجام دے رہا ہے۔

مدرسۂ امیریہ

اس مدرسہ کا قیام ابتداء ۱۳۳۸ھ میں تالاب موتی باغ کی اس عمارت میں قائم ہوا تھا جس عمارت میں پہلے ''مدرسہ خلیلیہ'' (۱) تھا۔ اس مدرسہ کے اوّلین مدرس مولوی جان محمد پنجابی اور مولوی

عبدالحفیظ صاحب مفتی وغیرہ تھے۔ جس عمارت میں یہ مدرسہ تھا اس کے قریب ہی بانی ریاست ٹونک نواب امیر خان کا مزار ہے۔اس لیے ''مدرسہ امیریہ'' کے نام سے یہ مدرسہ موسوم ہوا۔

۳رذی الحجہ ۱۳۵۸ھ کو مولانا حیدرحسن خان ٹونکی دارالعلوم سے ترکِ تعلق کر کے ٹونک تشریف لے آئے۔ یہ وہ دور تھا جب نواب سعادت علی خان والی ریاست ٹونک تھے۔ ان کے زمانے میں توسیع وترقی کے لیے مدرسہ کو اس نئے ہال میں منتقل کیا گیا جو جامع مسجد امیر گنج ٹونک کے غرب کی جانب تعمیر ہوا تھا اور مولانا حیدرحسن ٹونکی کو مدرس اوّل اور مولانا محمد عرفان خان (۲) کو مدرس دوم مقرر کیا گیا۔ اس کے افتتاح کے موقع پر خود نواب صاحب نے مولانا حیدر حسن خان سے تلمذ حاصل کیا اور بخاری شریف کا درس لیا۔

۱۳۶۱ھ میں مولانا حیدرحسن ٹونکی کے وصال کے بعد مدرسہ پھر تالات موتی باغ کی عمارت میں منتقل ہوگیا اور تقسیم کے بعد تک قائم رہا لیکن چونکہ مدرسہ آبادی کے باہر واقع تھا تو چل نہ سکا اور اب مدرسہ کی عمارت بوسیدہ حالت میں خالی پڑی ہے۔

دیگر مدارس

پہلے بیان کردہ مدارس کے علاوہ ٹونک میں کئی اور بہت سے مدرسے قائم ہیں لیکن اکثر و بیشتر مکاتب کی شکل میں ہیں مثلاً ......

۱- مدرسہ تعلیم الاسلام، واقع جامع مسجد امیر گنج ٹونک۔
۲- مدرسہ گلزار باغ۔
۳- مدرسہ قرآنیہ، واقع مسجد مولوی امام الدین ٹونک۔
۴- مدرسہ عزیزیہ بنات المسلمین۔

ان کے علاوہ اور بہت سے دیگر چھوٹے چھوٹے مکاتب دینی وعلمی خدمات انجام دے رہے ہیں۔

حواشی وحوالہ جات

۱...... محمد اسحاق بھٹی، فقہائے پاک و ہند جلد سوم، ۱۹۸۹ء، ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور، ص ۲۳۱

۲...... مولانا عبدالحی بن فخر الدین الحسنی، نزہت الخواطر، میر محمد کتب خانہ، مرکز علم و ادب کراچی، ص ۳۲۲

۳...... مولوی محمد عمران خان، تذکرہ عرفانیہ، مخطوط، مملوکہ کتب خانہ عرفانیہ ٹونک

۴...... حافظ احمد علی شوق، تذکرہ کاملان رامپور، ۱۹۲۹ء، لبرٹی آرٹ پریس، دہلی، ص ۱۲۲

۵...... حافظ احمد علی شوق، تذکرہ کاملان رامپور، ۱۹۲۹ء، لبرٹی آرٹ پریس، دہلی، ص ۱۲۳

۶...... مولوی محمد عمران خان، تذکرہ عرفانیہ، مخطوط، مملوکہ کتب خانہ عرفانیہ ٹونک

۷...... مولانا محمد عمران خان، ٹونک کے مدارس اور کتب خانے (مضمون رسالہ معارف۔۲۔ جلد ۹۸) ۱۹۶۴ء، ص ۱۵۰

۸...... محمد اسحاق بھٹی، فقہائے پاک و ہند جلد سوم، ۱۹۸۹ء، ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور، ص ۲۳۱

۹...... محمد اسحاق بھٹی، فقہائے پاک و ہند جلد سوم، ۱۹۸۹ء، ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور، ص ۲۳۲

۱۰...... مولوی محمد عمران خان، تذکرہ عرفانیہ، مخطوط، مملوکہ کتب خانہ عرفانیہ ٹونک

11...... محمد اسحاق بھٹی، فقہائے پاک و ہند جلد سوم، ۱۹۸۹ء، ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور، ص ۲۳۳

12...... مولوی محمد عمران خان، تذکرہ عرفانیہ، مخطوط، مملوکہ کتب خانہ عرفانیہ ٹونک

13...... مولوی محمد عمران خان، تذکرہ عرفانیہ، مخطوط، مملوکہ کتب خانہ عرفانیہ ٹونک

14...... مولوی رحمان علی، تذکرہ علمائے ہند، لاہور، ص ۶۴

15...... محمد اسحاق بھٹی، فقہائے پاک و ہند جلد سوم، ۱۹۸۹ء، ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور، ص ۲۴۵

16...... حکیم سید محمد احمد، انوار علم و عرفان، ۱۹۹۸ء، نفیس پریس جے پور، ص ۱۶

17...... حکیم سید محمد احمد، انوار علم و عرفان، ۱۹۹۸ء، نفیس پریس جے پور، ص ۱۶/ ۱۷

18...... مولوی محمد عمران خان، تذکرہ عرفانیہ، مخطوط، مملوکہ کتب خانہ عرفانیہ ٹونک

19...... مولوی محمد عمران خان، تذکرہ عرفانیہ، مخطوط، مملوکہ کتب خانہ عرفانیہ ٹونک

20...... حافظ احمد علی شوق، تذکرہ کاملان رامپور، ۱۹۲۹ء، لبرٹی آرٹ پریس، دہلی، ص ۱۲۲

21...... حافظ احمد علی شوق، تذکرہ کاملان رامپور، ۱۹۲۹ء، لبرٹی آرٹ پریس، دہلی، ص ۱۲۲/۱۲۳

22...... محمد اسحاق بھٹی، فقہائے پاک و ہند جلد سوم، ۱۹۸۹ء، ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور، ص ۲۳۲

23...... تصانیف کی اصل عبارت اور معلومات راقم نے قیام ٹونک کے دوران کتب خانہ عرفانیہ میں موجود تذکرہ عرفانی مرتبہ مولوی محمد عمران خان سے لی ہیں۔

۲۴...... مولانا عبدالحی بن فخر الدین الحسنی، نزہت الخواطر، میر محمد کتب خانہ، مرکز علم و ادب کراچی، ص ۳۲۳

۲۵...... مولوی محمد عمران خان، تذکرہ عرفانیہ، مخطوط، مملوکہ کتب خانہ عرفانیہ ٹونک

۲۶...... مولوی محمد عمران خان، تذکرہ عرفانیہ، مخطوط، مملوکہ کتب خانہ عرفانیہ ٹونک

۲۷...... مولوی محمد عمران خان، تذکرہ عرفانیہ، مخطوط، مملوکہ کتب خانہ عرفانیہ ٹونک

۲۸...... مولانا عبدالحی بن فخر الدین الحسنی، نزہت الخواطر، میر محمد کتب خانہ، مرکز علم و ادب کراچی، ص ۳۲۵

۲۹...... مولانا ابوالحسن ندوی، سیرت سید احمد شہید، ۱۹۷۲ء، مجلس نشر و اشاعت کراچی، ص ۹۷

۳۰...... نواب صدیق حسن خان، ابجد العلوم بحوالہ مولوی عمران خان، مولانا حیدر علی ٹونکی (مضمون)، مطبوعہ برہان، دہلی، دسمبر ۱۹۶۶ء، ص ۳۵۴

۳۱...... ابویحییٰ امام خان نوشہروی، تراجم علمائے اہل حدیث، ۱۳۹۱ھ، بار دوم، شائع کرد مرکزی جمعیت اہلحدیث لائلپور، ص ۲۸۳

۳۲...... حافظ احمد علی شوق، تذکرہ کاملان رامپور، ۱۹۲۹ء، لبرٹی آرٹ پریس، دہلی، ص ۱۱۸

۳۳...... مولانا سید ابوالحسن ندوی، کاروان ایمان و عزیمت، ۱۹۷۲ء، ناشر سید احمد شہید اکیڈمی لاہور، ص ۹۴

۳۴...... مولوی محمد عمران خان، تذکرہ علمائے ٹونک (غیر مطبوعہ)، مملوکہ کتب خانہ عرفانیہ ٹونک

۳۵...... ابویحییٰ امام خان نوشہروی، تراجم علمائے اہل حدیث، ۱۳۹۱ھ، بار دوم، شائع کرد مرکزی جمعیت اہلحدیث لائلپور، ص ۳۸۸

۳۶..... ابو یحییٰ امام خان نوشہروی، تراجم علمائے اہل حدیث، ۱۳۹۱ھ، بار دوم، شائع کرد مرکزی جمعیت اہلحدیث لائلپور، ص ۳۸۴

۳۷..... مولانا عبدالحی بن فخر الدین الحسنی، نزہت الخواطر، میر محمد کتب خانہ، مرکز علم وادب کراچی، ص ۳۱۱

۳۸..... حافظ احمد علی شوق، تذکرہ کاملان رامپور، ۱۹۲۹ء، لبرٹی آرٹ پریس، دہلی، ص ۱۱۸

۳۹..... مولوی سید اصغر علی آبرو، حدیقہ راجستھان (تاریخ ٹونک)، ۱۹۰۲ء، مطبع ستارہ ہند آگرہ، ص ۱۰۷

۴۰..... تمام تصانیف اور اصل عبارت کی معلومات تذکرہ علمائے ٹونک (غیر مطبوعہ) مرتبہ مولوی عمران صاحب مرحوم، مملوکہ کتب خانہ عرفانیہ ٹونک سے لی گئی ہیں۔

۴۱..... ابو یحییٰ امام خان نوشہروی، تراجم علمائے اہل حدیث، ۱۳۹۱ھ، بار دوم، شائع کرد مرکزی جمعیت اہلحدیث لائلپور، ص ۳۸۵

۴۲..... تصانیف کی معلومات اور اصل عبارات (راقم کے بزمانہ قیام ٹونک) تذکرہ علمائے ٹونک (غیر مطبوعہ) مرتبہ مولوی عمران خان صاحب مرحوم مملوکہ کتب خانہ عرفانیہ ٹونک سے لی گئی ہیں۔

۴۳..... مولانا عبدالشاہد، ثورۃ الہندیہ (باغی ہندوستان)، ۱۹۴۷ء، مدینہ پریس بجنور، ص ۲۲۴

۴۴..... نصر اللہ خان، اک شخص مجھ ہی سا، روزنامہ حریت، ۲۱ نومبر ۱۹۸۶ء

۴۵..... سید مناظر حسین گیلانی، تعلیم و تربیت، ۱۹۴۳ء، دہلی، ص ۳۱۸

۴۶...... سید منظور الحسن برکاتی، نواب وزیر الدولہ کا علمی و ادبی دربار (مضمون، رسالہ دارالعلوم) دسمبر ۱۹۷۴ء، دہلی، ص ۱۱

۴۷...... مولانا عبدالشاہد، ثورۃ الہندیہ (باغی ہندوستان)، ۱۹۴۷ء، مدینہ پریس بجنور، ص ۲۳۰

۴۸...... نصراللہ خان، اک شخص مجھ ہی سا، روزنامہ حریت، ۲۱ رنومبر ۱۹۸۶ء

۴۹...... سید سلیمان ندوی، یادرفتگان، ۱۹۷۷ء، کراچی، ص ۸۷

۵۰...... مولانا عبدالشاہد، ثورۃ الہندیہ (باغی ہندوستان)، ۱۹۴۷ء، مدینہ پریس بجنور، ص ۲۳۱

۵۱...... مولانا عبدالشاہد، ثورۃ الہندیہ (باغی ہندوستان)، ۱۹۴۷ء، مدینہ پریس بجنور، ص ۲۳۲

۵۲...... مولانا عبدالشاہد، ثورۃ الہندیہ (باغی ہندوستان)، ۱۹۴۷ء، مدینہ پریس بجنور، ص ۲۳۵

۵۳...... مولانا عبدالشاہد، ثورۃ الہندیہ (باغی ہندوستان)، ۱۹۴۷ء، مدینہ پریس بجنور، ص ۲۳۷

۵۴...... مولانا عبدالشاہد، ثورۃ الہندیہ (باغی ہندوستان)، ۱۹۴۷ء، مدینہ پریس بجنور، ص ۲۳۸

۵۵...... مولوی سعید احمد خان، مولانا برکات احمد اور ان کی تصانیف، ۱۹۸۱ء، ٹونک، ص ۶/۵

۵۶...... مولانا عبدالشاہد، ثورۃ الہندیہ (باغی ہندوستان)، ۱۹۴۷ء، مدینہ پریس بجنور، ص ۲۳۸

۵۷...... مولوی سعید احمد خان، مولانا برکات احمد اور ان کی تصانیف، ۱۹۸۱ء، ٹونک، ص ۶/۷

۵۸...... مولوی سعید احمد خان، مولانا برکات احمد اور ان کی تصانیف، ۱۹۸۱ء، ٹونک، ص ۷/۸

۵۹...... مولانا عبدالشاہد، ثورۃ الہندیہ (باغی ہندوستان)، ۱۹۴۷ء، مدینہ پریس بجنور، ص ۲۴۸

۶۰...... صاحبزادہ شوکت علی، مولانا برکات احمد اور ان کی علمی خدمات (مضمون)، مطبوعہ جرنل، جلد ۵، ۱۹۸۶ء، شائع کردہ عربک اینڈ پرشین ریسرچ انسٹیٹیوٹ ٹونک، جمال پرنٹنگ پریس دہلی، ص ۹۸

۶۱...... مولوی محمد عمران خان، تذکرہ عرفانیہ، مخطوط، مملوکہ کتب خانہ عرفانیہ ٹونک

۶۲...... حافظ احمد علی شوق، تذکرہ کاملان رامپور، ۱۹۲۹ء، لبرٹی آرٹ پریس، دہلی، ص ۳۵۶/۳۵۵

۶۳...... مولانا عبدالحی بن فخر الدین الحسنی، نزہت الخواطر، میر محمد کتب خانہ، مرکز علم وادب کراچی، ص ۳۵۳

۶۴...... مولوی محمد عمران خان، تذکرہ عرفانیہ، مخطوط، مملوکہ کتب خانہ عرفانیہ ٹونک

۶۵...... مولوی محمد عمران خان، تذکرہ عرفانیہ، مخطوط، مملوکہ کتب خانہ عرفانیہ ٹونک

۶۶...... مولوی محمد عمران خان، تذکرہ عرفانیہ، مخطوط، مملوکہ کتب خانہ عرفانیہ ٹونک

۶۷...... مولانا عمران خان، ٹونک کتب خانے اور قدیم مدارس (مضمون)، مطبوعہ رسالہ معارف، ۱۹۶۶ء، جلد ۹۸، ۱۵۵

۶۸...... حکیم سید محمد احمد، انوار علم و عرفان، ۱۹۹۸ء، نفیس پریس جے پور، ص ۱۴

۶۹...... مولوی محمد عمران خان، تذکرہ عرفانیہ، مخطوط، مملوکہ کتب خانہ عرفانیہ ٹونک

۷۰...... حافظ احمد علی شوق، تذکرہ کاملان رامپور، ۱۹۲۹ء، لبرٹی آرٹ پریس، دہلی، ص ۵۵۶

۷۱...... مولانا عبدالقدوش ہاشمی، مولانا حیدر حسن خان (مضمون) مطبوعہ رسالہ فاران، کراچی، ماہ اپریل ۱۹۶۴ء، ص ۲۷

۷۲...... محمد عامر خان ندوی، محمود حسن خان اور ان کے علمی کارنامے (مضمون)، جرنل، شائع کردہ عربک اینڈ پرشین ریسرچ انسٹیٹیوٹ ٹونک، جلد نمبر ۸، ۱۹۸۰ء، نیو پبلک پریس دہلی، ص ۱۱۰

۷۳...... مولوی محمد عمران خان، تذکرہ عرفانیہ، مخطوط، مملوکہ کتب خانہ عرفانیہ ٹونک

۷۴...... سید ابوالحسن ندوی، پرانے چراغ، ۱۹۷۵ء، شائع کردہ نشریات اسلام، کراچی، ص ۱۸۶/۱۸۴

۷۵...... سید ابوالحسن ندوی، پرانے چراغ، ۱۹۷۵ء، شائع کردہ نشریات اسلام، کراچی، ص ۱۸۷

۷۶...... مولانا عبدالحی بن فخر الدین الحسنی، نزہت الخواطر، میر محمد کتب خانہ، مرکز علم و ادب کراچی، ص ۳۲۴

۷۷...... سید ابوالحسن ندوی، پرانے چراغ، ۱۹۷۵ء، شائع کردہ نشریات اسلام، کراچی، ص ۱۹۸

۷۸...... حکیم قاضی محمد عمران خان، دارالعلوم فرقانیہ ٹونک ترقی کی راہوں پر، ۱۹۷۸ء، جمال پرنٹنگ پریس دہلی، ص ۱۸

۷۹...... حکیم قاضی محمد عمران خان، دارالعلوم فرقانیہ ٹونک ترقی کی راہوں پر، ۱۹۷۸ء، جمال پرنٹنگ پریس دہلی، ص ۱۹

۸۰...... سید ابوالحسن ندوی، پرانے چراغ، ۱۹۷۵ء، شائع کردہ نشریات اسلام، کراچی، ص ۲۰۳

۸۱...... سید ابوالحسن ندوی، پرانے چراغ، ۱۹۷۵ء، شائع کردہ نشریات اسلام، کراچی، ص ۱۸۳

۸۲...... رئیس احمد جعفری، دید و شنید، ۱۹۷۰ء، کراچی، ص ۸۵

۸۳...... سید ابوالحسن ندوی، پرانے چراغ، ۱۹۷۵ء، شائع کردہ نشریات اسلام، کراچی، ص ۱۸۸

۸۴...... مولوی محمد عمران خان، تذکرہ عرفانیہ، مخطوط، مملوکہ کتب خانہ عرفانیہ ٹونک

۸۵...... رئیس احمد جعفری، دید و شنید، ۱۹۷۰ء، کراچی، ص ۸۶

۸۶...... حکیم قاضی محمد عمران خان، دارالعلوم فرقانیہ ٹونک ترقی کی راہوں پر، ۱۹۷۸ء، جمال پرنٹنگ پریس دہلی، ص ۴۱

۸۷...... سید ابوالحسن ندوی، پرانے چراغ، ۱۹۷۵ء، شائع کردہ نشریات اسلام، کراچی، ص ۱۸۷

۸۸..... مولوی محمد عمران خان، تذکرہ عرفانیہ، مخطوط، مملوکہ کتب خانہ عرفانیہ ٹونک

۸۹..... سید ابوالحسن ندوی، پرانے چراغ، ۱۹۷۵ء، شائع کردہ نشریات اسلام، کراچی، ص ۱۸۸

۹۰..... مولوی محمد عمران خان، تذکرہ عرفانیہ، مخطوط، مملوکہ کتب خانہ عرفانیہ ٹونک

۹۱..... مولوی محمد عمران خان، تذکرہ عرفانیہ، مخطوط، مملوکہ کتب خانہ عرفانیہ ٹونک

۹۲..... رئیس احمد جعفری، دید وشنید، ۱۹۷۰ء، کراچی، ص ۸۶

۹۳..... مولوی محمد عمران خان، تذکرہ عرفانیہ، مخطوط، مملوکہ کتب خانہ عرفانیہ ٹونک

۹۴..... منشی سید اصغر علی ناظم، نجم الثاقب، بجنور، مشرق العلوم پریس، ص ۱۳

۹۵..... اکبر شاہ نجیب آبادی، نواب امیر خان، یونائیٹیڈ انڈیا پریس لکھنؤ، ص ۵۵

۹۶..... مولانا حبیب اللہ فضائی، رہنمائے شاہکار، ۱۹۶۹ء، دہلی، دیباچہ صفحہ نمبر ''ی''

۹۷..... سید منظور احمد برکاتی، ٹونک کا دبستان شعرو ادب (مضمون)، مطبوعہ نوائے ادب ممبئی، اپریل ۱۹۷۷ء، ص ۵۰

۹۸..... سید منظور احمد برکاتی، ٹونک کا دبستان شعرو ادب (مضمون)، مطبوعہ نوائے ادب ممبئی، اپریل ۱۹۷۷ء، ص ۵۳

۹۹..... دیوان شمس الدین، ہفتدہ سالہ امیر و بست سالہ وزیر، ص ۱۰/۹، بحوالہ منظور الحسن برکاتی (مضمون) نوائے ادب، ممبئی، ۱۹۷۷ء، دہلی، ص ۵۴

۱۰۰..... منشی سید احمد مرتضی، آثار مالوہ، ۱۹۳۷ء، خواجہ پریس دہلی، ص ۱۳۷

۱۰۱...... سید منظور احمد برکاتی، ٹونک کا دبستان شعرو ادب (مضمون)، مطبوعہ نوائے ادب ممبئی، اپریل ۱۹۷۳ء، ص ۵۷

۱۰۲...... محمد اسحاق بھٹی، فقہائے پاک و ہند جلد سوم، ۱۹۸۹ء، ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور، ص ۲۳۱

۱۰۳...... مولانا عمران خان، ٹونک کتب خانے اور قدیم مدارس (مضمون)، مطبوعہ رسالہ معارف، ۱۹۶۶ء، جلد ۹۸، ۱۵۱

۱۰۴...... محمد اسحاق بھٹی، فقہائے پاک و ہند جلد سوم، ۱۹۸۹ء، ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور، ص ۲۴۵

۱۰۵...... حافظ احمد علی شوق، تذکرہ کاملان رامپور، ۱۹۲۹ء، لبرٹی آرٹ پریس، دہلی، ص ۳۵۵

۱۰۶...... سید منظور الحسن برکاتی، نواب وزیر الدولہ کا علمی و ادبی دربار (مضمون، رسالہ دارالعلوم) دسمبر ۱۹۷۳ء، دہلی، ص ۲۷

۱۰۷...... مولانا سید ابوالحسن ندوی، کاروان ایمان و عزیمت، ۱۹۷۲ء، ناشر سید احمد شہید اکیڈمی لاہور، ص ۱۲۶

۱۰۸...... پروفیسر ڈاکٹر محمود شیرانی، حافظ محمود شیرانی اور ان کی علمی و ادبی خدمات، جدل اول، ۱۹۹۳ء، لاہور، ص ۲۸

۱۰۹...... ایک بستی کا نام ہے جس کا نام سید احمد شہیدؒ کے لواحقین کو بسایا گیا تھا۔

۱۱۰...... حکیم قاضی محمد عمران خان، دارالعلوم فرقانیہ ٹونک ترقی کی راہوں پر، ۱۹۷۸ء، جمال پرنٹنگ پریس دہلی، ص ۴۹

......۱۱۱ حکیم محمود احمد برکاتی، ''معین المنطق'' (تقدیم)، ۱۹۶۷ء، مشہور پریس کراچی، ص ۵۶

......۱۱۲ سید ابوالحسن ندوی، پرانے چراغ، ۱۹۷۵ء، شائع کردہ نشریات اسلام، کراچی، ص ۱۸۹

......۱۱۳ مولانا محمد عمران خان، ٹونک کے مدارس اور کتب خانے (مضمون رسالہ معارف ۔۲۔ جلد ۹۸) ۱۹۶۴ء، ص ۱۵۴

......۱۱۴ مناظر حسین گیلانی، تعلیم و تربیت، ۱۹۴۴ء، دہلی، ص ۳۵۰/۳۵۱

......۱۱۵ نواب محمد علی خان والی سوم ریاست ٹونک، کے بیٹے تھے۔

......۱۱۶ سید ابوالحسن ندوی، پرانے چراغ، ۱۹۷۵ء، شائع کردہ نشریات اسلام، کراچی، ص ۱۸۶

......۱۱۷ حکیم قاضی محمد عمران خان، دارالعلوم فرقانیہ ٹونک ترقی کی راہوں پر، ۱۹۷۸ء، جمال پرنٹنگ پریس دہلی، ص ۳۸

......۱۱۸ حکیم قاضی محمد عمران خان، دارالعلوم فرقانیہ ٹونک ترقی کی راہوں پر، ۱۹۷۸ء، جمال پرنٹنگ پریس دہلی، ص ۶

......۱۱۹ سید ابوالحسن ندوی، پرانے چراغ، ۱۹۷۵ء، شائع کردہ نشریات اسلام، کراچی، ص ۱۹۱/۱۹۲

......۱۲۰ مولوی محمد عمران خان، تذکرہ عرفانیہ، مخطوط، مملوکہ کتب خانہ عرفانیہ ٹونک

......۱۲۱ حکیم قاضی محمد عمران خان، دارالعلوم فرقانیہ ٹونک ترقی کی راہوں پر، ۱۹۷۸ء، جمال پرنٹنگ پریس دہلی، ص ۵۲

۱۲۲...... مولانا سعد حسن ٹونکی، سالانہ روئداد مدرسہ عالیہ فرقانیہ ٹونک، ۴۵-۱۹۴۶ء، مطبوعہ معین پریس اجمیر، ص ۱۸

۱۲۳...... ناظم عدالت شریعت ٹونک، التوفی ۱۳۸۱ھ

۱۲۴...... مولانا محمد عمران خان، ٹونک کے مدارس اور کتب خانے (مضمون رسالہ معارف۔۲۔ جلد ۹۸) ۱۹۶۴ء، ص ۱۵۶

باب سوم

ٹونک کے دیگر علماء کی سوانح وسیرت اور علمی ودینی خدمات

(۱)	مولوی اصغر علی آبرو	(۲)	مولوی انوار الحسن
(۳)	مولوی بدر الدین	(۴)	مولوی پیر جی مرتضیٰ
(۵)	مولوی حبیب الرحمٰن	(۶)	مولوی محمد حسن خان
(۷)	مولوی خیر الدین شیر کوٹی	(۸)	مولانا سعد اللہ
(۹)	مولوی محمد شریف	(۱۰)	قاضی عبد العلیم معجز
(۱۱)	محمد علی صدر پوری	(۱۲)	مولوی عبد الکریم خان
(۱۳)	غازی ولی محمد	(۱۴)	مولوی فضل حق
(۱۵)	مولانا محمود حسن خان	(۱۶)	حافظ محمود شیرانی
(۱۷)	مولوی مظہر حسن خان	(۱۸)	مولوی نصیر احمد
(۱۹)	مولانا نور الحق خستہ	(۲۰)	مولوی وجیہ الدین
(۲۱)	مولوی وحید حسن	(۲۲)	حواشی وحوالہ جات

باب سوم

ٹونک کے دیگر علماء کی سوانح وسیرت اور علمی و دینی خدمات

۱	مولوی اصغر علی آبرو	۲	مولوی انوار الحسن
۳	مولوی بدر الدین	۴	مولوی پیر جی مرتضیٰ
۵	مولوی حبیب الرحمٰن	۶	مولوی محمد حسن خان
۷	خیر الدین شیر کوٹی	۸	سعد اللہ
۹	محمد شریف	۱۰	قاضی عبد الحلیم معجز
۱۱	محمد علی صدر پوری	۱۲	عبد الکریم خان
۱۳	غازی ولی محمد	۱۴	فضل حق
۱۵	محمود حسن خان	۱۶	محمود شیرانی
۱۷	مظہر حسن خان	۱۸	نصیر احمد
۱۹	نور الحق خستہ	۲۰	وجیہ الدین
۲۱	وحید الدین		

سید اصغر علی آبرو

ریاست ٹونک کے بانی نواب امیر الدولہ محمد میر خاں صاحب بہادر صاحب سیف تھے، صاحب قلم نہ تھے لیکن علم کے قدرداں اور مردم شناس تھے۔ نواب صاحب موصوف جب انگریزوں سے برسرپیکار تھے اور ٹونک ریاست وجود میں نہیں آئی تھی اس وقت بھی علماء اور فضلاء کو اپنے ہمرکاب رکھا کرتے تھے۔ ۱۲۱۴ھ میں کلیم سید انور علی رامپور سے آکر نواب میر خاں کے لشکر میں شامل ہو گئے تھے۔ مصنف ''یادگار آبرو'' لکھتے ہیں ''از رامپور روانہ گشتہ بہ لشکر ظفر پیکر نواب امیر الدولہ بہادر شمشیر جنگ رسیدہ ملازمت نواب صاحب بہادر بالقابہ اختیار نمود'' (۱) دیوان شمس الدین نے آپ کا نام ''استادانِ علم وفن سپاہگرہ'' میں کیا ہے (۲)

سید اصغر علی صاحب آپ ہی کے صاحبزادے تھے جو استاد آبرو کے نام سے مشہور ہوئے۔ ان کی مختصر سوانح عمری ''یادگارِ آبرو'' سے معلوم ہوتا ہے کہ آبرو کے جد امجد بخارا سے نواب احمد علی خاں کے عہد میں رامپور آئے تھے۔ آبرو ۱۸۵۳ء میں پیدا ہوئے (۳) رامپور میں خط نستعلیق کی مشق نادر رقم کاں شاگرد معجز رقم خاں قندھاری کی نگرانی میں کی۔ پنجہ افگنی کی مہارت میر امام علی سے حاصل کی اور میر پنجہ شکن کا خطاب حاصل کیا۔ ۱۲۸۱ھ میں ٹونک واپس آئے (۴) اس دور کے مذاق کے مطابق تصوف کا شغل بھی کیا ''چلہ متصل مزار حضرت سید محمود شاہ غازی عرف نوغزا صاحب کشیدم'' (۵)۔ ۱۲۹۹ھ میں ٹونک ریاست کے دارالانشاء میں وقائع نگاری و پروانہ نویسی کا کام سپرد ہوا۔ کچھ عرصہ پرگنہ علی گڑھ میں پیش کار بھی رہے ''کار تحریر میلاد حضرت سرورِ کائنات'' تفویض کیا گیا (۶)

کل راجستھان اردو سمپوزیم میں جناب حامد رشید صاحب رقمطراز ہیں......

> ''نواب ابراہیم علی خاں نے آپ کی علمی و ادبی خدمات سے متاثر ہو کر فخر الشعراء کے خطاب سے نوازا تھا اور دفتر خاص دارالانشاء کا انتظام بھی سپرد کیا تھا'' (۷)

نائب ریاست کی سفارش، ان کی مالی حالت اور والد سید حکیم انور علی صاحب کی خدمات کے پیش نظر خطابات وخلعت چند بار عطا کیے گئے، چنانچہ آبرو لکھتے ہیں......

''شما خاطر قرین طمانیت دارید ترقی شما خاطر خواہ کردہ خواہد شد باز نائب صاحب بہادر عرض نمودند کہ حکم حضور والا بجا و درست مگر والد معزی الیہ وممتاز استاد و معالج خاص نواب وزیر الدولہ بہادر بودند وصدہا روپیہ بطور انعام از سرکار بادشاح مرحمت می شد۔ تنخواہ مشارٌ الیہ قصیر وخرچ کثیر دریں تنخواہ گزر اوقات ایشاں دشوار''

دارالانشاء کے فرمان میں مذکور ہے......

''چونکہ تمہارے والد عمدۃ العلماء زبدۃ الفضلاء حکیم سید انور علی مرحوم عہد نواب امیر الدولہ بہادر ونواب وزیر الدولہ مرحوم ومغفور سے ممتازین ریاست میں شمار کیے جاتے تھے۔ بخیال پاس ولحاظ والد مرحوم تمہارے کے حضور کو پورا پورا خیال نسبت تمہارے ہے، مطلع و مطمئن رہو''

نواب امین الدولہ حافظ محمد ابراہیم علی خاں صاحب بہادر کا حکم ہوا کہ......

''چونکہ تمہارے والد عمدۃ العلماء زبدۃ الفضلاء حکیم سید انور علی بعہد حضور جنت آرام گاہ عمائدین میں سے تھے اور تم بھی ایک عرصہ سے وابستگان ونمک خواران ریاست سے ہو حضور تمہاری کارگزاری سے خوش ہیں۔ قصیدہ پیش کردہ حضور نے سماعت فرمایا، طبیعت ما بدولت واقبال خوشنود ہوئی از رہ بصلہ مدح سرائی حضور سے بحسن و قدردانی خطاب فخر الشعراء معتمد الملک سے تم کو معزز فرمایا گیا''(۸)

علمی وادبی خدمات

آپ کی علمی و ادبی خدمات بہت ہیں۔ ترجمہ تزک بابری اور شاہی میلاد کے ساتھ آپ کی تصانیف کی تعداد لگ بھگ بیس ہے۔

(۱)...... **انقلاب دنیا** اردو، مطبوعہ، تحفہ جنت دہلی، ۱۶/صفحات کا رسالہ ہے اس مسدس میں دنیا کی بے ثباتی اور بے مہری کا ذکر کیا ہے، آخر میں لکھا ہے۔

یہ دھوکے کی ٹٹی ہے دنیا نہیں ہے
تری خاک مٹی ہے دنیا نہیں ہے

(۲)...... **معاملات دنیا** اردو، مطبوعہ، ۸/ صفحے کا رسالہ جس میں مصنف نے اپنی چوتھی شادی کا ذکر کیا ہے، منظوم داستان معاشقہ ہے۔

(۳)...... **وسیلہ مغفرت** اردو، ۲۴/صفحات کا منظوم رسالہ، صغیر المطابع دہلی سے طبع ہوا، غزل اور قصائد پر مشتمل ہے۔

(۴)...... **رسالہ ہفت زبان** جناب بدرالامراء ضیاء الملک صاحبزادہ محمد شیر علی خان بہادر سرور جنگ کے ایما پر بچوں کے لیے لکھا گیا تھا۔ دستور الصبیان اور خالق باری کے طرز پر ہے۔ بقول مصنف تعداد اشعار ۵۴۵/ ہے۔ ۴۸/صفحات کا یہ کتابچہ حمیدیہ پریس دہلی میں چھپا ہے۔

(۵)...... **یادگار آبرو** آبرو کی خودنوشت سوانح حیات فارسی زبان میں ۱۰/صفحات میں سوانح عمری ۱۳۴۰ء تک کی تحریر کی گئی ہے۔ صفحہ ۱۰/ سے تا آخر فارسی کی غزلیں ہیں۔

(۶)...... **رموز الفقراء** تصوف سے متعلق مختصر مطبوعہ رسالہ ہے۔

(۷)...... **ولولہ طبیعت** شاعر کے عشقیہ کلام کا مجموعہ ہے۔

(۸)...... **تاریخ ریاست ٹونک** تاریخی نام ''حدیقہ راجستھان ٹونک'' ستارہ ہند آگرہ میں طبع ہوئی۔ آبرو کی سب سے ضخیم کتاب ہے۔ پہلے فارسی میں ریاست کی تاریخ لکھی پھر اس کا اردو ترجمہ کیا۔ نوابان ٹونک اور صاحبزادگان کی قلمی تصاویر سے مزین ہے۔ آخر میں ٹونک کے شعراء کا کلام درج ہے۔

(۹)...... **گوہر حقیقت** صغیر المطابع دہلی میں ۱۹۲۲ء میں طبع ہوا۔ ۱۶/صفحات کا رسالہ ہے۔ شاعر کا نعتیہ اور صوفیانہ کلام ہے۔ اسی سے پتہ چلتا ہے کہ ۲۲ء میں شاعر ستر برس کا ہو چکا تھا۔

عمر ستر سے آبرو گزری
اب تو تھوڑی سی زندگانی ہے

(۱۰)...... **ماہیت القلوب** ۶/صفحات کا رسالہ ہے۔ تصوف سے متعلق ہے۔ سوالات و جوابات کی شکل میں ہے۔ زبان فارسی اور صغیر المطابع مچھلی والان دہلی سے ۱۰/صفحات پر طبع بھی ہو چکا ہے۔

(۱۱)...... **فی مقدمات الکبریت الاحمر** فارسی، ۲۵/ اوراق کی چھوٹی تقطیع کی نہایت خوش خط کتاب ہے۔ مصنف نے تین فصلوں میں تقسیم کیا ہے۔ فصل اوّل در تحقیق اسم اعظم در مجمع السلوک مخدوم شیخ سعد۔ فصل دوم در فضائل درود و خواص و برکات۔ فصل سوم در مناقب محبوب سیمانی، طریق خواندن درود کبریت احمر اور درود شریف تحریر کیے ہیں۔ مختصراً عجیب وغریب صوفیانہ افکار و کرامات کا ذکر ہے۔

(۱۲)...... **گنجینہ نصیحت**

اس کے دو قلمی نسخے ایک بڑی تقطیع کا ہے اور ایک چھوٹی تقطیع کا۔ دونوں ہی مصنف کے تحریر کردہ ہیں۔ نواب وزیر الدولہ کے فرمانے پر مصنف اپنے دونوں لڑکوں سید محمد اشرف علی عرف سید جان و سید غضنفر علی عرف میاں جان کے لیے بطور نصیحت لکھی گئی ہے۔

(۱۳)...... **تذکرہ السلاطین**

(قلمی) ابتداء میں فارسی زبان میں حمد ونعت، اور منظوم خطاب ہے۔ یہ کتاب تقریباً پونے دوسو صفحات پر محیط ہے۔ ہر صفحہ پر سترہ سطریں ہیں۔ یہ تاریخ ہے نہ تذکرہ بلکہ اجمالی جائزہ ہے بادشاہوں کا جس میں ہندوستان اور ایران کے واقعات درج کیے گئے ہیں۔

(۱۴)...... **تذکرۃ النبیین**

انبیاء کا تذکرہ ہے، دستیاب نہیں ہوا، آبرو نے اس کا ذکر تذکرۃ السلاطین میں کیا ہے۔

(۱۵)...... **اوصاف معلیٰ**

فارسی، قلمی ۵۸/صفحات، حمد، نعت، سراپائے رسول ﷺ اور قدسی کی مشہور نعت کی تضمین پر مشتمل ہے۔

(۱۶)...... **مضامین معلیٰ**

فارسی، قلمی، ۸۴/صفحات، غزلیات ومثنوی پر مشتمل ہے۔

(۱۷)...... **دعائے مغنی**

۱۲/ورقی رسالہ، ہر صفحے میں چار سطریں بین السطور اردو ترجمہ۔

(۱۸)...... **پندنامہ آبرو**

سات ورقی بڑی تقطیع کا رسالہ ہے، فارسی زبان میں جیسا کہ نام سے ظاہر ہے۔

(۱۹)...... عروس معرا

۸ر صفحے کا قلمی رسالہ فارسی زبان میں ہے۔ گیارہ مراسلے بے نقط تحریر کیے گئے ہیں۔ اس رسالہ کے آخر میں نواب امین الدولہ وزیر الملک حافظ محمد ابراہیم علی خان صاحب بہادر کے چار فرمان ہیں اس کے بعد آبرو کی خدمات کے متعلق ریزیڈنٹ وغیرہ کے سرٹیفکیٹ ہیں۔ ایک خط نواب سلیمان خان اسدؔ کا بھی ہے۔

(۲۰)...... داستانِ محبت

تقریباً ساٹھ صفحات کا بڑی تقطیع کا رسالہ ہے جس میں ٹونک کے چوتھے نواب کی عشقیہ داستان تحریر کی گئی ہے۔

(۲۱)...... آداب و رسومات ٹونک

حسن آراء و انجمن آراء کے سوال و جواب کی شکل میں ناول کی طرز میں ٹونک ریاست کے رسومات و آداب لکھے ہیں۔ تقریباً سو صفحات پر محیط اردو زبان میں منظوم و منثور لکھی گئی ہے۔

(۲۲)...... تاریخ ٹونک

فارسی، مصنف نے اس کا ذکر یادگار آبرو میں کیا ہے۔

(۲۳)...... ترجمہ تزک بابری

ظہیرالدین بابر کے تزک کا اردو ترجمہ ہے۔

(۲۴)...... شاہی میلاد

قلمی، ٹونک کا مشہور میلاد، سات ضخیم جلدوں میں ہے۔ نواب ابراہیم علی خاں صاحب والی ٹونک کے زمانہ سے اب تک نذر باغ ٹونک میں ایک جلد روزانہ ختم کی جاتی ہے۔ اس طرح ٹونک میں عید ملادالنبی سات دن تک منایا جاتا ہے۔

(۲۵) صبح وطن شام غریباں

فارسی قلمی، ۵۷ر صفحات، کتاب کو چار حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔

(۲۶)...... انشائے آبرو

فارسی مکتوبات کا مجموعہ ہے جو طلباء کو فارسی سکھانے کے لیے مرتب کیا گیا ہے۔ ۵۷ر صفحات کے اس قلمی مجموعہ میں مختلف قسم کے خطوط ہیں۔

(۲۷)...... **مثنوی شمع و پروانہ** قلمی فارسی، ۵۲/اوراق، ہر صفحے پر ۱۹/سطریں، مشہور قصے کو عام انداز میں قلمبند کیا گیا ہے۔

(۲۸) **خلاصہ آبروئے حکمت** دو جلد، موضوع طب، قلمی۔

(۲۹)...... **قرابادین آبرو** دو جلد، طب، قلمی۔

(۳۰)...... **رسالہ احکام النکاح** قلمی، جس پر ٹونک کے مفتیان شرع شریف کے مواہر ثبت ہیں۔

(۳۱)...... **سیپارۂ آبرو** مطبوعہ رفاہ عام پریس آگرہ۔ ہفت مجلدات، ہر رسالہ تقریباً ۲۰/صفحات کا ہے۔ اس کا دوسرا نام زبان معلی بھی ہے۔ سرورق پر شعر درج ہے۔

یہ مانا لکھنوی اہل زبان ہیں

زباں یہ بھی زبانِ لکھنوی ہے

(۳۲)...... **خلاصۃ البیان فی ذکر الاعیان** یہ تصنیف سید اصغر علی آبرو کے خود کے قلم سے لکھی ہوئی ہے۔ یہ ایک مسودہ کی شکل میں ہے۔ کتاب ہذا سادہ اور شیریں فارسی زبان میں ہے۔ دو مقالوں پر مشتمل ہے مقالہ اوّل میں ٹونک کی مفصل تاریخ ہے اور ہر مقام کی آبادی وغیرہ ہے۔ مقالہ دوم میں بانی ریاست امیر خان اور دیگر رئیسان کے حالات زندگی بیان کیے گئے ہیں۔ اسی لیے اس کا متعارف نام ''تواریخ خاندان'' رکھا گیا ہے جو تاریخی نام ہے(۹)

آپ کے تلامذہ

آبرؔو کے شاگردوں کی تعداد ٹونک میں بہت تھی۔ ان کے مشہور شاگردوں میں سید محمد ناظر حسین ناظرؔ، صاحبزادہ محمد شیر علی خان شررؔ، صاحبزادہ حمید اللہ خاں شیداؔ، صاحبزادہ محمد یونس خاں صاحب آرزوؔ، صاحبزادہ حبیب اللہ خاں صاحب ضبطؔ، سید نیاز احمد صاحب خردؔ، صاحبزادہ صدیق علی خاں صاحب۔

مولوی انوار الحسن صاحب مفتی

مولوی انوار الحسن خان مفتی بن مولوی محمد حسن خان صاحب مفتی بن مولوی احمد حسن خان دلیر بخت ۔ چودھویں صدی کے دوسرے عشرہ میں ٹونک میں پیدا ہوئے ۔ یہیں مولوی سیف الرحمٰن صاحب اور دیگر علماء سے علوم حاصل کیے ۔ نہایت مسکین طبیعت اور نیک مزاج واقع ہوئے تھے ۔ ۱۳ رمئی ۱۳۱۱ھ کو عدالت شریعت ٹونک میں مفتی مقرر ہوئے اور آخر عمر تک مفتی رہے ۔ آپ نے میزان العرب کی ایک اردو شرح لکھی ہے جو ہندوستان میں طبع ہو چکی ہے (۱۰)

۱۳۶۰ھ کی دہائی میں موصوف کا ٹونک میں انتقال ہوا ۔ آپ کے چند دختران اور صرف ایک بیٹے مولوی ولی حسن صاحب (مفتی اعظم پاکستان) تھے ۔ موصوف نے ابتدائی تعلیم ٹونک میں حاصل کی ۔ اپنے چچا مولوی حیدر حسن خان صاحب کے ساتھ ندوۃ العلماء لکھنؤ میں ہی رہے ۔ پھر دیو بند جا کر فضیلت کی تکمیل کی ۔ عدالت شریعت ٹونک میں کچھ عرصہ بطور تربیت کام کیا ۔ بالآخر عدالت میں مفتی بنا دیے گئے ۔ پھر عدالت شریعت چھبڑہ (ٹونک) کے مفتی مقرر کیے گئے (۱۱) ۔ تقسیم ہند کے بعد وہیں سے پاکستان آ گئے ۔ یہاں درس و تدریس و افتاء کی خدمات احسن طریقہ پر انجام دیتے رہے ۔ تصنیف و تالیف کا سلسلہ بھی جاری رکھا ۔ بعد ازاں مفتی اعظم پاکستان ہوئے (تفصیلی حالات مقالہ میں اپنے مقام پر موجود ہیں)

مولوی بدرالدین

مولوی نورالحق خستہ کے صاحبزادے مولوی بدرالدین بھی علوم عربیہ کے عالم تھے اور ٹونک کے جید حفاظ میں شمار کیے جاتے تھے۔ ایک عرصہ تک ٹونک اور اس کے پرگنات میں نظامت، مجسٹریٹی اور منصفی کے عہدوں پر فائز رہے۔ آخر میں عدالت شرع شریف کے ناظم ہوئے (۱۲) اس کے بعد کچھ عرصہ وکالت کی۔ آخر میں گوشہ نشیں ہوگئے تھے۔ اپنے گھر پر ہی تعلیم قرآن کا سلسلہ جاری کر رکھا تھا۔ سینکڑوں بچوں کو حفظ قرآن کی سعادت سے بہرہ ور کیا۔ بڑے بااخلاق انسان تھے اور بڑے پُروقار انداز میں رہتے تھے۔ ۱۶/دسمبر ۱۹۷۱ء کو انتقال کیا۔

پیر جی مرتضیٰ خان

پیر جی مرتضیٰ خان بھی نواب وزیرالدولہ کے زمانے میں وارد ٹونک ہوئے اور ٹونک میں رہ کر دینی وعلمی خدمات انجام دیں۔ ان کے والد کا نام قیمت خان جمعدار تھا۔ مولوی سعد اللہ خان رامپوری سے صرف ونحو پڑھی (۱۳) نواب صاحب کے پیر بھائی تھے۔ نواب صاحب نے بڑے اصرار سے ٹونک بلایا تھا۔ نواب محمد علی خان اور ان کے صاحبزادے آپ کے مرید تھے۔ ٹونک میں انتقال ہوا۔ موتی باغ میں مزار ہے۔

تصانیف

(۱) احسن الوصایا اردو مطبوعہ ۱۲۹۱ھ

(۲) دافع العناد و نافع العباد، اردو مطبوعہ ۱۲۸۶ھ

ان کے فرزند حکیم احسن اللہ خان نے حکیم دائم علی خان اور ان کے فرزند رشید علامہ حکیم برکات احمد سے فن طب کی تکمیل کی تھی۔ شوال ۱۳۳۲ھ میں ٹونک میں انتقال ہوا (۱۴)

مولوی حبیب الرحمٰن اخوند

ملا عرفان رامپوری کے بیٹے تھے۔ رامپور میں پیدا ہوئے۔ عالم و فاضل اور طبیب تھے۔ اپنے بڑے بھائی مولوی محمد صاحب مفتی اور مولانا خلیل الرحمٰن سے علوم حاصل کیے۔ نواب وزیر الدولہ کے عہد میں ٹونک تشریف لائے (۱۵)۔ موصوف کے کوئی نرینہ اولاد نہیں تھی، صرف ایک بیٹی تھیں جو مولوی محمد صاحب مفتی کے پسر مولوی عبدالرحمٰن کو منسوب تھیں۔

تصانیف

مفردات ادویہ میں موصوف کا تصنیف کردہ ایک رسالہ محفوظ ہے اس رسالہ میں ادویہ کے عربی نام لکھ کر فارسی اور ہندی کے نام بتائے گئے ہیں۔ پھر طبیعت اور مقدار ظاہر کر کے افعال و خواص، بدل و مصلح بتائے گئے ہیں۔ یہ نسخہ کتب خانہ عرفانیہ ٹونک میں محفوظ ہے اس کا کاغذ سفید بوسیدہ تقطیع قدرے کلاں، اوراق ۷۷ر ہیں۔ ۲۳ر صفر ۱۲۷۱ھ تاریخ کتابت ہے۔ اس رسالہ کے کاتب مؤلف کے بھتیجے حکیم عبدالعزیز پسر مولانا خلیل الرحمٰن ہیں۔ رسالہ ہٰذا کی کتابت کے وقت مؤلف کا انتقال ہو چکا تھا۔ باقی کسی اور تصنیف کا علم نہ ہو سکا (۱۶)

مفتی محمد حسن خان

مولوی محمد حسن خان مفتی بن خان صاحب احمد حسن خان ذکائی دلیر بخت۔ آپ مولوی محمود حسن خان صاحب صاحب معجم المصنفین کے بڑے بھائی تھے۔ تیرہویں صدی کے آٹھویں عشرہ میں ٹونک میں پیدا ہوئے۔ یہیں تربیت پائی۔ مولوی امام الدین صاحب ٹونکی سے فقہ واصول کی کتابیں پڑھیں۔ ہدایہ تک پڑھنے کے بعد دہلی تشریف لے گئے اور وہاں فارغ التحصیل ہوئے۔ شیخ حسن عرب سے بھی آپ کو تلمیذ حاصل ہے۔ جید عالم تھے۔ درس وتدریس کا سلسلہ جاری تھا۔ ٹونک میں بہت لوگ آپ کے شاگرد ہیں (۱۷)۔ صاحب نزہۃ الخواطر نے لکھا ہے کہ آپ حصول علم کے لیے رامپور بھی گئے اور وہاں مولانا اکبر علی، مفتی سعد اللہ اور علامہ عبدالعلی مہندس سے تلمذ حاصل ہوا۔ بھوپال میں مولانا عبدالقیوم صاحب بڈھانوی اور شیخ حسین عرب سے حدیث پڑھی۔ ہر دو حضرات سے حدیث کی سند حاصل تھی (۱۸)

ابتداء آپ پراگنہ نیاہیڑہ میں عدالت شریعت کے مفتی مقرر ہوئے۔ پھر وہاں سے منتقل ہوکر عدالت شریعت صدر ٹونک میں تشریف لے آئے اور آخر عمر تک مفتی رہے۔ ۱۳۴۷ھ میں ٹونک میں آپ کا انتقال ہوا۔ محترم مولوی حکیم قاضی محمد عرفان خان صاحب مرحوم آپ ہی کی جگہ عدالت شریعت میں مفتی مقرر ہوئے تھے۔

علمی خدمات

"منبع النہرین العلیا فی ترجمۃ الکشف والغایۃ القصیاء" آپ ہی کا مصنفہ ہے۔ موصوف ایک روز اپنے والد صاحب کے ہمراہ صاحبزادہ عبدالرحیم خان صاحب کی حویلی پر تشریف لے گئے اور کتب خانہ دیکھا۔ صاحبزادہ صاحب نے کتب خانہ سے جلال الدین السیوطی کے دو رسالے "الغایۃ القصیاء فی احوال الدنیا" اور "الکشف فی مجاوزۃ ھذہ الامۃ

علی الالف" آپ کو ترجمہ کے لیے دیئے۔ آپ نے دونوں رسالوں کا ترجمہ کر کے اس کا نام "منبع النهرين العلياء في ترجمة الكشف و الغاية القصياء" رکھا۔ ۱۳۰۲ھ میں یہ ترجمہ ہوا۔ آپ کے والد صاحب نے رسالہ ہذا کا ایک مقدمہ لکھ کر شامل کیا (۱۹)۔ رسالہ ہذا کا ایک نسخہ کتب خانہ ٹونک میں محفوظ ہے جو آپ کے برادر مولوی محمود حسن خان صاحب کے قلم کا لکھا ہوا ہے۔
اوّلہ چون ایزد پاک خلق عالم آراست...... الخ۔

مولوی خیر الدین شیرکوٹی

نواب وزیر الدولہ کی دعوت پر ٹونک آئے۔ یہ شیرکوٹ ضلع بجنور یو پی کے رہنے والے تھے۔ سید صاحب کے خلفاء اور معتمد جرنیلوں میں تھے۔ تبحر عالم اور بہترین مقرر ہونے کے ساتھ بہادر سپہ سالار بھی تھے۔ سید صاحب کے ساتھ جہاد میں نمایاں خدمات انجام دی تھیں۔ ۱۲۶۲ھ ۱۸۴۷ء میں وزیر الدولہ نے پرگنہ سرونج (مالوہ) پر عامل بنا کر بھیج دیا تھا۔ آپ نے بڑی بیدار مغزی تدبرانہ سیاست کے ساتھ فرائض منصبی انجام دیئے۔ آپ نے اپنی تقاریر اور وعظ کے ذریعے ٹونک میں اشاعت علم کا کافی کام کیا۔ آپ بہترین مقرر تھے۔ آپ کی پُر اثر تقاریر سے بہت سے غیر مسلم داخل اسلام ہوئے (۲۰)

مولوی سعد اللہ صاحب خطیب

مولوی حافظ سعد اللہ بن ملا عرفان صاحب رامپوری۔ رامپور میں پیدا ہوئے۔ اپنے برادر مولانا خلیل الرحمٰن اور دیگر علماء سے علوم حاصل کیے۔ نواب امیر خان بانی ریاست ٹونک کے طلب فرمانے پر رامپور سے ٹونک تشریف لائے۔ آپ کے دو بھائی مولانا خلیل الرحمٰن اور مولوی محمد صاحب مفتی بھی ٹونک آ چکے تھے اور خدمات مفوضہ انجام دے رہے تھے۔ مولوی سعد اللہ صاحب کے تشریف لانے پر نواب صاحب نے آپ کو جامع مسجد امیر گنج کا خطیب مقرر فرمادیا اور پرگنہ سرونج میں موضع آم کھیڑہ وغیرہ جاگیریں دے کر مزید عزت افزائی فرمائی گئی۔ مولانا خلیل الرحمٰن نے ۹؍ ذی الحجہ ۱۲۴۳ ھ کو ایک خط ٹونک سے مولوی حبیب اللہ کو لکھا تھا۔ اس میں اپنے بھائی مولوی سعد اللہ کے لیے لکھا ہے وہ آج کل بطلب نواب امیر الدولہ سرونج گئے ہوئے ہیں۔

جامع مسجد امیر گنج ٹونک کی خطابت کی خدمت، تعمیر کے وقت سے مولوی سعد اللہ صاحب کے سپرد کی گئی تھی۔ موصوف کا انتقال ہو جانے کے بعد بھی یہ سلسلہ اب تک ان کی اولاد میں قائم ہے۔ مولوی سعد اللہ صاحب نے ٹونک اور ٹونک کے پرگنہ سرونج میں خدمت افتاء بھی انجام دی ہے۔ افسوس آپ کی اولاد میں زیادہ عرصہ علم کا سلسلہ باقی نہیں رہا۔ ۲۲؍ ذی الحجہ ۱۲۶۹ ھ کو مولوی سعد اللہ صاحب کا ٹونک میں انتقال ہوا۔ گورستان موتی باغ میں اپنے بھائی مولوی محمد صاحب مفتی کے متصل دفن کیے گئے (۲۱)

مولوی سعد اللہ صاحب کی دو مہریں تھیں۔ پہلی مہر میں ''حافظ سعد الدین محمد عرفان (۱۲۳۸)'' اور دوسری میں ''من ضرب عرفانہ سعد اللہ (۱۲۴۵)'' کندہ تھا (۲۲)

تصانیف

مولوی سعد اللہ صاحب کی ایک بیاض ہی محفوظ رہی ہے جس میں ضروری فقہی مسائل اور دیگر اہم باتیں جمع کی گئی ہیں جو کہ '' **جنگ** '' کے نام سے معروف ہے (۲۳)۔ باقی تصانیف کا ذکر نہ مل سکا۔

مفتی محمد شریف صاحب

مفتی محمد شریف صاحب دارالعلوم دیوبند سے فارغ تھے، ایک عرصہ تک ریاست ٹونک کی عدالت العالیہ محکمہ شریعت میں مفتی کے عہدہ پر فائز رہے اور آخر عمر تک جمیعۃ علمائے کے پلیٹ فارم سے خدمات انجام دیتے رہے تھے۔ ہندوستان کے مختلف صوبوں کے مستند عربی مدارس میں تدریسی اور تعلیمی خدمات بھی انجام دی تھیں۔ وعظ و تبلیغ کا سلسلہ بھی جاری کر رکھا تھا، آخر میں دارالعلوم خلیلیہ ٹونک کے صدر المدرسین ہوئے۔ ۶ رمئی ۱۹۶۶ء میں وفات پائی (۲۴)

قاضی عبدالحلیم صاحب معجزؔ

مولوی قاضی حافظ حکیم عبدالحلیم صاحب معجزؔ پسر مولوی عبدالکریم صاحب ابن مولوی محمد صاحب مفتی۔ ٹونک میں تیرہویں صدی کے ساتویں عشرہ میں پیدا ہوئے اور وہیں تربیت پائی۔ ابتدائی کتب درسیہ فارسی پڑھیں۔ پھر علوم عربیہ حاصل کیے۔ صَرف ونحو کی کتابیں مولوی عبدالغفور صاحب بنگالی سے، منطق کی کتابیں مولوی تراب علی لکھنوی سے، منقولات میں فقہ وغیرہ کی کتابیں مولوی دوست محمد صاحب ناظم عدالت شریعت سے پڑھیں۔ پھر طب کا شوق ہوا۔ مولوی احمد علی صاحب سیمابؔ ٹونکی اور حکیم دائم علی خان صاحب ٹونکی سے اوائل کتب کی تعلیم حاصل کیں۔ پھر حکیم علی حسن صاحب امروہوی کا دامن پکڑا جو ٹونک کے مشہور اور حاذق طبیب تھے اور یہاں ان کا کامیاب مطب چل رہا تھا۔ چنانچہ ان ہی سے علم طب کی پوری تکمیل کی۔ سالہا سال مطب میں بیٹھے اور استفادہ کرتے رہے اور کامیاب طبیب ہوئے۔ کبھی اپنے استاد کے مطب میں بیٹھ کر مریضوں کی تشخیص کرتے اور اسباب وعلامات کے لحاظ سے نسخہ تجویز کیا کرتے تھے۔ کبھی اس کو ضبط تحریر کرتے جاتے تھے۔ چنانچہ رسالہ موسومہ ''مطب ہفت روزہ'' اسی طرح ترتیب دیا گیا جس کا ذکر تصانیف میں آرہا ہے۔ موصوف ٹونک میں مطب کیا کرتے تھے اور دن رات علماء کی محافل اور علمی مجالس میں مصروف رہتے۔ آخر عمر میں جونا گڑھ وغیرہ جاکر بھی مطب کیا ہے۔ جوگڑھ میں حکیم عبدالرزاق صاحب رامپوری مطب کیا کرتے تھے۔ وہ آپ کے خاندانی وقار اور بزرگوں سے واقف تھے اس لیے آپ کے ساتھ بڑی عزت سے پیش آتے اور خاطر تواضع کرتے۔ حکیم عبدالحلیم صاحب نے پھر اجمیر جاکر مطب کیا۔ اجمیر میں بابو عثمان نامی جو ایک بزرگ صفت انسان تھے۔ بڑے مہمان نواز اور مسافر پرور۔ علماء و بزرگان کی بڑی خدمت کیا کرتے تھے۔ بابو صاحب اگرچہ انگریزی علوم میں ماہر تھے مگر دینی غلبہ موصوف پر بہت تھا۔ اس لیے حکیم صاحب کے ساتھ بھی بڑے احترام سے پیش آئے۔ آپ نے بابو صاحب موصوف ہی کے فرمانے سے مدرسہ عثمانیہ معینیہ کے ابتدائی طلباء کے لیے نماز کے احکام نظم کیے اور اس رسالہ کا نام ''احکام الصلوٰۃ'' رکھا۔ ذیل کے اشعار میں اس بات کا ذکر کیا گیا ہے۔ (۲۵)

مدرسہ اسلامیہ ہے ایک یہاں
اس کے افسر ہیں مرے ایک مہربان
مدرسہ کے وہ پریسیڈنٹ ہیں
دین کے دفتر کے سپرنٹنڈنٹ ہیں
رغبت ان کی موجب تصنیف ہے
الفت انکی باعث تالیف ہے

اجمیر سے ٹونک تشریف لانے کے بعد اس رسالہ احکام الصلوٰۃ کی آپ نے مفصل شرح لکھی جس کا نام ''کاشف الروایات'' ہے(۲۶)

حکیم صاحب موصوف کو شاعری میں کافی شغف تھا۔ معجزؔ تخلص تھا۔ نواب محمد سلیمان خان اسدلکھنوی کے شاگرد تھے اور ان سے کافی روابط تھے۔ قطعات تاریخ کے علاوہ آپ کا فارسی و اردو دیوان بھی تھا جو بدقسمتی سے اب محفوظ نہ رہ سکا۔ استاد اصغرعلی صاحب آبرؔو سے ''حدیقہ راجستھان ٹونک'' (تاریخ ٹونک اردو) میں ''بزم خلیل'' کے نام سے ایک مشاعرہ لکھا ہے جو ۱۳۱۴ھ میں صاجزادہ شبیرعلی خان کے مکان پر ہوا تھا۔ اسی مشاعرہ کے سلسلہ میں قاضی عبدالحلیم صاحب کی ایک فارسی غزل بھی نقل کی گئی ہے جو اس مشاعرہ میں پڑھی گئی تھی۔ ہر شاعر کی غزل کے ساتھ شعراء کے مختصر حالات بھی درج کیے گئے ہیں۔ چنانچہ قاضی صاحب کی عمر اس وقت ۴۶ر سال لکھی گئی ہے، اس اعتبار سے قاضی صاحب کی پیدائش ۱۲۶۸ھ میں بنتی ہے۔ تاریخ ٹونک میں مذکورہ غزل کے علاوہ معجزؔ ٹونکی کے دو تاریخی قطع بھی درج کیے گئے ہیں۔ ایک قطعہ مسجد حکیم سرور شاہ سے متعلق ہے جو مسجد علی گنج کے نام سے مشہور ہے۔ اس مسجد کی ترمیم ۱۲۹۸ھ میں صاجزادہ عبدالرحیم خان صاحب نے کرائی تھی۔ اس پر یہ قطعہ لکھا گیا ہے۔ دوسرا قطعہ صاجزادہ محمود خان صاحب کی حویلی واقع موتی باغ سے متعلق ہے جو ۱۲۹٦ھ میں تعمیر ہوئی ہے۔

حکیم صاحب موصوف حافظ قرآن بھی تھے اور صرف چھ ماہ کی مدت میں آپ نے قرآن مجید اس زمانہ میں حفظ کیا تھا جبکہ آپ کے والد مولوی عبدالکریم صاحب حج کو تشریف لے گئے تھے۔ ۲۱ر رمضان ۱۳۲۸ھ کو بمرض طاعون ٹونک میں قاضی صاحب کا انتقال ہوا اور گورستان موتی باغ میں اپنے والد صاحب کی قبر کے جانب غرب دفن کیے گئے۔ یہ وہ زمانہ تھا جبکہ اس علاقہ میں مرض طاعون وبائی

شکل میں پھیلا ہوا تھا اور اموات کثرت سے ہو رہی تھیں اور گھر کے گھر صاف ہو رہے تھے۔ چنانچہ قاضی عبدالحلیم صاحب، ان کی اہلیہ قمر جہاں بیگم، خوشدامن، دونوں بیٹیاں بوٹا بیگم و بشریٰ بیگم کا انتقال اسی مرض میں چند روز کی مدت میں ہوگیا۔

قاضی صاحب مرحوم کی دو مہریں دیکھی گئیں۔ ایک ۱۲۹۱ھ کی ہے اور اس میں عبدلعلیم ۱۲۹۱ھ درج ہے۔ دوسری مہر ۱۳۰۲ھ کی ہے اور اس میں قاضی عبدالحلیم ۱۳۰۲ھ کندہ ہے۔

قاضی عبدالحلیم صاحب نے دو نکاح کیے اور دونوں بیویوں سے اولاد ہوئی۔ پہلا نکاح خدیجہ بیگم دختر مولوی فضل حق صاحب خطیب جامع مسجد سے ہوا۔ ان کے بطن سے محمد ابراہیم، نظام الحق پسران اور زبیدہ خاتون دختر کی پیدائش ہوئی۔ دوسرا نکاح آپ نے قمر جہاں بیگم دختر بخت بلند خان صاحب سے اس زمانہ میں کیا جبکہ آپ کے والد حج کو تشریف لے گئے تھے۔ ان کے بطن سے حافظ محمد اسمٰعیل، قاضی، محمد عرفان صاحب، حکیم خلیل الرحمٰن صاحب پسران اور بوٹا بیگم و بشریٰ بیگم دختران پیدا ہوئیں۔ ایک بیٹے حسن مثنیٰ بھی تھے ان کا انتقال نوعمری میں ہوگیا تھا۔ اس طرح محمد ابراہیم، نظام الحق نوجوان فوت ہوئے (۲۷)

(۱) تدبیر الحوامل والصبیان (فارسی)

اس رسالہ میں حاملہ عورتوں اور بچوں کے امراض و اسباب و علامات اور ان کے علاج سے بالتفصیل بحث کی گئی ہے۔ اپنے موضوع پر بہترین کتاب ہے۔ آخر کتاب میں مرض موتی جھرہ سے بحث کی گئی ہے۔ ۱۳۱۸ھ میں آپ نے یہ رسالہ تصنیف فرمایا، چنانچہ موصوف کا قلمی اصل نسخہ محفوظ ہے جس پر ۱۵/ ذی قعدہ ۱۳۱۸ھ تاریخ کتابت درج ہے۔ تقطیع متوسط ہے اور صفحات ۹۸/ ہیں۔ اولہ، حکیم برحق صدیست بے ضد کہ بحد ذاتش خواندن کافی است قل ھواللہ احد...... الخ۔ اس رسالہ کی متعدد نقول حاصل کی جاتی رہی ہیں۔ اس رسالے کی متعدد نقول حاصل کی جاتی رہی ہیں، ایک نقل کتب خانہ عرفانیہ ٹونک میں مولوی عمران صاحب کے پاس موجود ہے۔

(۲) رسالہ موتی جھرہ (فارسی)

تدابیر الحوامل مذکور میں مصنف نے مرض موتی جھرہ سے قدرے بحث کی تھی لیکن یہ مرض چونکہ

اس وقت نو پیدا شدہ اور دن بدن ترقی پذیر تھا اور اس مرض کی تشخیص اور دوا کی تجویز میں اطباء تک سے لغزش ہو رہی تھی اس لیے ۱۳۱۸ھ میں آپ نے اس موضوع پر مستقل رسالہ لکھنا شروع کیا اور اس میں اس مرض کے اسباب و علامات اور اس کے علاج سے بالتفصیل بحث کی۔ ۹؍ذی الحجہ ۱۳۲۳ھ کو موصوف اجمیر میں اس رسالہ کی تصنیف سے فارغ ہوئے۔ مصنف کا اصل نسخہ محفوظ ہے، تقطیع متوسط اور صفحات ۲۵؍ ہیں۔ اس رسالہ کی بھی متعدد نقول ہو چکی ہیں۔ اوّل کی عبارت اس طرح ہے ربنا حمدك سبحانك لا علم لنا...... بعد حمد و صلوٰۃ میگوید...... الخ

(۳) مطب ہفت روزہ (فارسی)

یہ وہ مطب ہے جس میں موصوف نے حکیم علی حسن صاحب امروہوی کے مطب میں بیٹھ کر ہر روز کے حاضر ہونے والے مریضوں کی کیفیتِ مرض مع صراحت نام مریض و عمر، ضبط تحریر کی تھی۔ تشخیص و تجویز بھی ساتھ ساتھ ہے۔ اس طرح موصوف صرف سات روز کے حالات کے لکھ سکے اس لیے اس مطب کا نام مطب ہفت روزہ رکھا۔ جمادی الاولی ۱۳۱۲ھ سے آپ نے یہ مطب لکھنا شروع کیا۔ مؤلف کے قلم کا لکھا ہوا اصل نسخہ محفوظ ہے جس پر ۷؍جمادی الاولی ۱۳۱۲ھ تاریخ کتابت درج ہے۔ صفحات ۸۶؍ ہیں، اس مطب کی بھی متعدد نقول ہو چکی ہیں۔ اولہ بعد حمد و صلوٰۃ فقیر عبدالحلیم کمترین شاگردانِ مولانا و مرشدنا...... الخ۔

(۴) نصاب الطب منظوم (اردو)

فن طب میں یہ رسالہ آپ نے نصاب الصبیان کے طرز پر نظم فرمایا۔ اس میں مفردات و مرکبات طبیہ کو بیان فرمایا ہے۔ حروفِ تہجی کی ترتیب پر اس کے ابواب قائم ہیں۔ ہر باب میں ابتداء بحر وزن کو ظاہر کیا گیا ہے۔ پھر اس باب کی اصطلاحات طبیہ، مشہور مرکب نسخے اور مشہور مرکبات مستعملہ کو بیان فرمایا ہے۔ تعدادِ حروف کے لحاظ سے کتاب کے اٹھائیس باب ہیں۔ مؤلف نے اس کتاب میں مفردات و مصطلحات طبیب کو خوب ہی انداز میں بیان فرمایا ہے اور مرکب نسخوں کو بھی بہتر انداز سے نظم فرمایا ہے۔ نمونہ کے طور پر دو مرکب نسخے ذیل میں درج کیے جاتے ہیں۔

نسخہ حب الشفا تخم دھتورہ زنجبیل
چین کی ریوند عب کا گوند جدوار خطا

حب بلسان عود بلسان مصطگی اور بالچھڑ
دار چینی تج تگر کیسر مضاعف ایلوا

موصوف نے ابتداء میں اس رسالہ کا ایک مفصل مقدمہ بھی نثر میں لکھا ہے۔ جس میں علم حکمت کا مختصر حال، علم حکمت کا مبدأ اور اس کی فضیلت بوضاحت بیان فرمائی ہے۔ ۱۳۱۱ھ میں آپ نے یہ رسالہ لکھنا شروع کیا اور ۱۰ ؍شوال ۱۳۱۲ھ کو اس سے فارغ ہوئے۔ مصنف کے قلم کا لکھا ہوا نسخہ محفوظ ہے۔ صفحات ۸۶؍ ہیں۔ اس رسالہ کی بھی متعدد نقول ہو چکی ہیں۔ مقدمہ کی ابتداء اس طرح ہے، الحمد للہ الذی ...... الخ

شعر اول

طب سے ہے مقصود علم و خدمت خلق خدا
نے تفاخر نے امیروں کا تقرب مدعا
فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن فاعلات
یاد کر وزن رمل اے گوہر بحر حیا

شعر آخر

الٰھی انت بالرحم المحقق
و انی بالخطیات المسلم
فاصلح سوء حالی و اعف عنی
ذنوبی المؤخر و المقدم
(یعنی اے اللہ تیرا رحیم ہونا محقق ہے اور میرا خطا کار ہونا مسلم ہے، لہٰذا میرے حال پر رحم فرماتے ہوئے میری اصلاح فرما اور میرے گزشتہ و آئندہ گناہوں سے درگزر فرما)

مصنف علام نے اس رسالہ کی مفصل شرح بھی لکھنے کا ارادہ کیا تھا اور اس کی ترتیب بھی شروع کردی تھی لیکن صرف چند جزء مرتب ہو سکے جو مسودات کی شکل میں محفوظ ہیں۔

(۵) احکام الصلوٰۃ منظوم (اردو)

یہ رسالہ آپ نے بابو عثمان صاحب ساکن اجمیر کے فرمانے سے اجمیر میں نظم فرمایا۔ مدرسہ اسلامیہ معینیہ اجمیر کے طلباء کے لیے یہ رسالہ ترتیب دیا گیا۔ اس رسالہ میں نماز کے مسائل بڑی خوبی سے نظم فرمائے گئے ہیں۔ یہ رسالہ ۱۳۴۳ھ میں بمبئی میں طبع بھی ہو چکا ہے اور اس علاقہ کے مدارس میں داخل نصاب بھی رہا ہے۔ مطبع رحمانی میں طبع ہوا تھا جس کے صفحات ۳۲ ر ہیں۔ مصنف علامہ کے پسر صوفی خلیل الرحمٰن صاحب حکیم نے کراچی پاکستان میں بھی یہ رسالہ طبع کرایا جس میں مصنف کے حالات کا بھی اضافہ ہے۔ مصنف کے قلم کا لکھا ہوا اصل نسخہ بھی محفوظ ہے جس پر ۳۰ رصفر ۱۳۲۶ھ تاریخ کتابت درج ہے اور اس پر کاشف الروایات سے حواشی چڑھے ہوئے ہیں۔ اولہ......

بعد حمد خالق و نعت رسول
مدحت اصحاب و اولادِ بتول
ہو نزول صد درود و صد سلام
مصطفیٰ اور آل پر ان کے مدام
نظم احکام نماز اب اے پسر
گوش دل سے سن اور اس کو یاد کر

آخر کے اشعار

معجز ٹونکی بوقت اختتام
پڑھ درود اوپر نبی کے والسلام
پانچ دن میں یہ لکھے احکام سب
باوجود شغل طبی روز و شب
ہوں سفر میں اور صفر کی تیس ہے
سال ہجری تیرہ سو چھبیس ہے

کچھ دنوں سے دل میں شوق سیر ہے
اب مقام اجمیر دارالخیر ہے

(۶) کاشف الروایات شرح احکام الصلوٰۃ (اردو)

رسالہ احکام الصلوٰۃ آپ نے چونکہ مبتدی طلباء کے لیے نظم فرمایا تھا۔ مسائل بھی اس میں اسی لحاظ سے بیان کیے تھے۔ اس رسالہ کی ترتیب کے بعد آپ کو اس کی ایسی شرح کی ضرورت محسوس ہوئی جس میں مسائل فقہیہ اور فوائد ضروریہ تفصیل سے بیان کیے جائیں۔ اسی خیال کو پیش نظر رکھتے ہوئے آپ نے یہ شرح تصنیف فرمائی اور بڑی تحقیق و تشریح کے ساتھ اس میں مسائل بیان کیے۔ تصنیف سے فارغ ہو کر مسلسل چھ ماہ تک علمائے ٹونک کے ساتھ اس شرح کی تصحیح کی گئی اور دیگر کتب سے اس کا مقابلہ کیا گیا۔ آخر کتاب میں موصوف نے یہ وعدہ بھی کیا تھا کہ جس طرح نماز کے مسائل تفصیل سے بیان کیے گئے ہیں۔ اسی طرح باقی ماندہ عبادات و معاملات، صوم و زکوٰۃ نکاح اور بیع و شراء وغیرہ کے مسائل بھی تحقیق کے ساتھ اردو زبان میں تحریر فرمائیں گے۔ لیکن ۱۳۲۸ھ کے اوائل میں آپ اس شرح سے فارغ ہوئے اور اسی سال ۲۱ر رمضان کو آپ کا انتقال ہوگیا۔ اس شرح کے آخر میں مولوی نظام الدین احمد صاحب، ہدایت الاسلام دہلی و رکن انتظامی ندوۃ العلماء لکھنؤ، مولوی معین الدین صاحب اجمیری، سید غلام قطب الدین شاہ چشتی نظامی، مولوی نورالحق صاحب خستہ ٹونکی، مولوی عبداللہ خان صاحب ٹونکی، مولوی محمود حسن خان صاحب ٹونکی صاحب معجم المصنفین، مولوی محمد حسن خان صاحب، مولوی حیدر حسن خان صاحب اور مولوی سیف الرحمٰن صاحب ٹونکی کی تقریظات شامل ہیں۔

اس شرح کا صرف ایک نسخہ مصنف کے قلم کا لکھا ہوا محفوظ ہے۔ اس شرح کے صفحات ۲۰۸ر ہیں۔ درمیان میں کاغذ چٹیں اور پرچے چسپاں کر کے اضافات کیے گئے ہیں۔ لکھائی گنجان ہے، مصنف علام اس شرح کا دیباچہ و خطبہ بھی ترتیب نہ دے سکے۔ اسی وجہ سے سبب تالیف سے کتاب شروع ہو جاتی ہے۔ اوّلہ سبب تالیف کتاب کا یہ کہ جب رسالہ احکام الصلوٰۃ حسب درخواست ...... الخ (۲۸)

مولوی محمد علی صدر پوری

مولوی محمد علی صدر پوری نواب وزیر الدولہ کے طلب فرمانے پر ٹونک تشریف لائے تھے اور یہاں رہ کر دینی وعلمی خدمات انجام دیں۔آپ شیخ رمضان علی کے فرزند اور صدر پور (ملیح آباد) کے رہنے والے تھے۔ مرزا حسن علی محدث لکھنوی شافعی المذہب سے حدیث وتفسیر کی کتابیں پڑھی تھیں۔ مولوی بشارت اللہ بہرائچی مجددی سے نسبت ارادت رکھتے تھے۔ ۱۲۵۸ھ میں ٹونک تشریف لائے اور نواب وزیرالدولہ کے صاحبزادگان کے استاد واتالیق مقرر ہوئے۔ صاحب تقوی بزرگ تھے۔تمام عمر اشاعت علوم وتبلیغ دین کی خدمات انجام دیتے رہے۔شعروسخن کا بھی ذوق تھا۔خود بھی بڑے اچھے شاعر تھے ''محمد'' تخلص فرماتے تھے۔۱۵/رجب المرجب ۱۲۸۹ھ میں انتقال کیا۔مولوی محمد حسن صاحب نے تاریخ وفات کہی۔

دریغا کہ آں عالم حق پرست
محمد علی فضل و دانش انیس
ز عیش جہاں دل برداشتہ
بگردید با ملاء اعلی جلیس
محمد سن صوری و معنوی
رقم کرد تاریخ بہ طرزِ نفیس
بفردوس رفت آں معلّی جناب
و ماہ رجب نصف و لیل الخمیس

آپ کی تصانیف کثیر ہیں مگر راقم کے جوعلم میں آسکیں وہ درج ذیل ہیں(۲۹)......

(۱) آثارمحشر دراحوال قیامت

(۲) دلبرواعظین

(۳) تسرالناظرین

(۴) ے نوشان درقصص بزرگان۔

مولوی عبدالکریم خان

مولوی قاضی عبدالکریم بن مولوی محمد خان مفتی بن ملا عرفان صاحب رامپوری، رامپور میں پیدا ہوئے۔ وہیں پرورش پائی اور علوم حاصل کیے (۳۰)۔ پھر اپنے والد کے ہمراہ ٹونک آ کر سکونت اختیار کی۔ کتب درسیہ کی تکمیل اگرچہ اپنے والد اور دیگر اساتذہ سے کی تھی لیکن درس و تدریس یا علمی مشغلہ میں زیادہ مصروف نہیں رہتے تھے۔ بلکہ اتقاء و پرہیزگاری میں اپنی زندگی گزارتے۔ غرباء و مساکین کی خدمت کرتے اور زیادہ سے زیادہ لوگوں کے کام آنے کی کوشش کرتے تھے۔ زندگی اس میں صرف ہوتی تھی کہ محلہ کی بڑی بوڑھیوں اور اپاہج و معذور لوگوں کی خدمت کیا کریں۔ آپ کا ہر روز کا معمول تھا کہ گھروں پر جاتے اور معلوم کرتے پھرتے کہ کس کس کو کس چیز کی ضرورت ہے۔ پھر بازار جا کر ضرورت کی چیزیں لا دیا کرتے تھے۔ موصوف حد سے زیادہ نیک طبیعت واقع ہوئے تھے اور خدمت خلق کا جذبہ بے انتہا تھا۔ آپ کے زہد و تقویٰ کے حوالے سے کئی ایک واقعات مشہور ہیں، مثلاً ایک بار مغرب کے قریب کھیپ کے کچھ گٹھے والے اس وجہ سے اپنے گھر واپس جا رہے تھے کہ بازار میں ان کا مال فروخت نہیں ہوا تھا۔ راستہ میں مولوی عبدالکریم صاحب کا میلا ن ہوگیا، گٹھے والے حسرت سے آپس میں کہتے جا رہے تھے کہ آج مایوس جا رہے ہیں۔ مولوی صاحب کے دل پر ان کی باتوں کا بڑا اثر ہوا۔ آپ نے بے ضرورت تمام گٹھے خرید لیے اور گھر میں لے جا کر ڈلوا دیئے اور مالکوں کو گٹھوں کی قیمت ادا کر کے روانہ کر دیا۔ گھر والے بھی بے ضرورت خریداری پر ناراض سے ہوئے اور بات رفع ہوگئی۔ اتفاق سے اسی رات موصوف کے والد مولوی محمد صاحب تہجد کے وقت نماز کے لیے اٹھے، سوئے اتفاق سے بالا خانہ سے پاؤں پھسلا اور نیچے جا پڑے۔ اتفاق سے نیچے وہ گٹھے پڑے تھے جو مولوی عبدالکریم صاحب نے بے ضرورت خریدے تھے۔ اس طرح بحمد اللہ کسی طرح کی ضرب نہیں آئی اور محفوظ رہے۔ فرمانے لگے آج عبدالکریم کی نیکی میرے کام آ گئی (۳۱)

مولوی محمد صاحب چونکہ نواب وزیر الدولہ اور ان کی اولاد کے استاد تھے اور عدالت شریعت کے مفتی تھے اس لیے ٹونک کے جملہ رؤسا مولوی عبدالکریم صاحب کو بڑی عزت و احترام کی نگاہ سے

دیکھتے تھے۔ نواب محمد علی خان جب ۱۲۸۴ھ میں معزول ہوکر بنارس میں قیام پذیر ہو گئے تو مولوی صاحب ان سے ملاقات کے لیے بنارس تشریف لے گئے اور پیدل تشریف لے گئے۔ کہا جاتا ہے کہ مولوی صاحب پاس "یا حی یا قیوم" کا کوئی عمل تھا، جس کی وجہ سے آپ طویل سفر بھی کم مدت میں بآسانی پیدل کرلیا کرتے تھے۔

بنارس کا یہ سفر غالباً ۱۲۹۳ھ میں ہوا ہے۔ اس لیے اس وقت آپ نے اپنے دادا ملا عرفان رامپوری کے قلم کا لکھا ہوا ایک نسخہ "الدر المنتثرہ فی الاحادیث المشتھرہ" کا نواب محمد علی خان کی خدمت میں پیش کیا ہے۔ یہ نسخہ عربک اینڈ پرشین ریسرچ انسٹیٹیوٹ ٹونک کے شعبہ قلمی میں محفوظ ہے۔ اس پر نواب صاحب کی طرف سے ایسا ہی نوٹ دیا گیا ہے اور ۱۲۹۳ھ اس پر درج ہے۔ جب آپ بنارس تشریف لے گئے تو نواب صاحب کے پاس قیام ہوا۔ دورانِ قیام میں ایک روز نواب صاحب کو اطلاع ملی کہ آج مولوی عبدالکریم صاحب ایک طوائف کے مکان پر تشریف لے گئے اور اسے پانچ روپیہ دے کر وعدہ بھی کر آئے ہیں۔ نواب صاحب کو بڑی حیرت ہوئی اور دل میں ارادہ کیا کہ آج مولوی صاحب کی جانچ کرنا ہے۔ نماز عشاء کے بعد نواب صاحب نے حسب معمول اپنے پلنگ پر آرام فرمایا مگر خاموشی کے ساتھ جاگتے رہے۔ مولوی صاحب کا پلنگ بھی قریب تھا وہ بھی لیٹ گئے اور سو گئے۔ نواب صاحب اپنے اس خیال میں رات بھر جاگے کہ کب مولوی صاحب تشریف لے جائیں اور میں ٹوکوں۔ مولوی صاحب رات بھر آرام سے سوتے رہے۔ نواب صاحب کو تعجب ہوا اور خیال ہوا کہ شاید انہیں غلط اطلاع ملی۔ صبح نواب صاحب نے مولوی صاحب سے دریافت فرمایا تو مولوی صاحب نے اقرار کیا اور فرمایا کہ میں گیا تھا اور پانچ روپیہ بھی دے کر آیا تھا۔ میرے اس عمل سے اگر ایک ہی روز وہ حرام سے محفوظ رہی تو کیا برا ہوا۔ نواب صاحب حیران ہوکر خاموش ہو رہے (۳۲)

نواب محمد علی خان کے بعد نواب ابراہیم علی خان والی ریاست ہوئے۔ وہ بھی مولوی صاحب کی بہت تعظیم و تکریم کیا کرتے تھے اور ان کا بڑا احترام فرماتے۔ مولوی صاحب نواب صاحب کو ہمیشہ ابراہیم علی خان کہہ کر مخاطب کیا کرتے تھے۔ خاندانی امراء مولوی صاحب کے اس عمل پر برا مانتے تھے۔ ایک روز نواب صاحب کے سامنے بھی ایسا ہی ذکر آ گیا۔ نواب صاحب مولوی صاحب کے خاندان اور ان کے رتبے سے واقف تھے، اس لیے فوراً سب کو خاموش کر دیا۔ نواب صاحب کے دل میں مولوی صاحب کا اس قدر احترام تھا کہ راستہ میں کہیں مولوی صاحب مل جاتے تو سواری روک کر مولوی

صاحب کو اپنے ہمراہ ساتھ بٹھاتے اور ان کے مکان تک پہنچا جاتے۔ مولوی محمد صاحب کے انتقال کے بعد آبائی جاگیر و معافی مولوی عبدالکریم صاحب اور ان کے برادران کے نام منتقل ہوگئی تھی لیکن اس کے علاوہ بھی نواب وزیر الدولہ نے موصوف کو شہر ٹونک کی جدید آبادی کا قاضی اور نکاح خوان مقرر فرمایا اور اس کے صلہ میں ایک گاؤں بھی مزید جاگیر میں مرحمت فرمایا۔ مولوی عبدالکریم صاحب تیرہویں صدی کے آخر عشرہ میں حج بیت اللہ کو بھی تشریف لے گئے تھے۔ اس زمانہ میں چونکہ بادبانی کشتیوں کے ذریعہ سفر ہوتا تھا اس لیے تین سال میں حج سے واپسی ہوئی تھی۔ ۱۲۹۶ھ میں آپ اس سفر پر تشریف لے گئے اور ۱۲۹۹ھ میں واپس ہوئے۔ اس لیے عبدالحلیم صاحب کے ایک قلمی نوٹ کے اعتبار سے انتقال سے ایک سال قبل مولوی صاحب حج بیت اللہ سے واپس تشریف لائے ہیں۔ مولوی عبدالکریم صاحب کا انتقال ۱۳۰۰ھ میں بمرض یرقان ٹونک میں ہوا اور گورستان موتی باغ میں اپنے والد مولوی محمد صاحب کے احاطہ میں دفن کیے گئے۔ آپ کی دو مہریں تھیں ان میں آپ کا نام اس طرح کندہ تھا۔ محمد عبدالکریم ۱۲۸۳ھ۔ عبدالکریم خان ۱۲۹۷ھ (۳۳)

مولوی عبدالکریم صاحب کے تین بیٹے اور دو بیٹیاں تھیں۔

(۱) مولوی عبدالقیوم خان صاحب

(۲) مولوی کلیم عبدالحلیم صاحب عجز

(۳) مولوی عبدالصمد خان صاحب عرف منا خان صاحب

(۴) حجاب بیگم زوجہ کپتان بدرالدین احمد صاحب

(۵) زہرہ بیگم زوجہ مولوی عبدالوحید صاحب، پسر مولوی عبدالعزیز صاحب، پسر مولانا خلیل الرحمٰن صاحب۔

غازی ولی محمد

ضلع مظفر نگر یو پی کے ایک مردم خیز قصبہ ''پھلت'' کے معزز وعلمی خاندان کے فرد تھے جس کو حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مولد اور حضرت شاہ اللہ کے مدفن ہونے کا شرف حاصل ہے۔ غازی صاحب حضرت سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ کے ان مخلص رفقاء اور خلفاء میں سے تھے جن پر سید احمد شہید صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو اعتماد کلی تھا اور جن کو اہم تنظیمی امور اور مشاورت کے لیے ہر مجلس میں خصوصی طور پر شامل رکھتے تھے۔ ان کا شمار سید صاحب کے لشکر کے بہت ہی خاص اور معتمد جرنیلوں میں ہوتا تھا۔ تمام رفقاء جہاد ان کا بڑا ادب و احترام کیا کرتے تھے۔ سید صاحب نے غازی صاحب کو بیعت کے شرف سے مشرف فرمانے کے بعد ان کی تعلیم و تربیت میں بطور خاص توجہ فرمائی تھی اور ان کے قلب کو اپنی عارفانہ توجہات سے تجلیات الٰہی کا مہبط و مسکن بنا دیا تھا۔ ذکر وفکر، اطاعت و عبادات اور تقویٰ کے اعتبار سے غازی صاحب کی زندگی نمونہ تھی۔ فرائض کے علاوہ نوافل و مستحبات میں اپنا جو معمول بنا لیا تھا اس پر ہمیشہ مستقیم رہے۔

زمانہ جہاد میں سید صاحب کا توشہ خانہ اور گودام آپ ہی کی تحویل میں رہتا تھا۔ جن مجاہدوں کو مراسلت و مکاتبت کی اجازت تھی ان میں ایک آپ بھی تھے۔ جو خطوط آپ کی جانب سے لکھے جایا کرتے تھے ان پر آپ کی مہر ثبت ہوتی تھی جس پر ''ہوالولی الحمید'' کندہ تھا۔

سید صاحب کی شہادت بالاکوٹ کے بعد ۱۲۵۲ھ میں نواب وزیرالدولہ نے آپ کو اور آپ کے ساتھ حافظ شیخ وجیہ الدین باغپتی اور مولوی خیرالدین شیرکوٹی کو ایک مخلصانہ خط لکھ کر ٹونک بلا لیا تھا۔ مؤرخین کا بیان ہے کہ سید صاحب کے ازواج کے قافلہ کو لے کر جب غازی ولی محمد صاحب ٹونک پہنچے تو نواب وزیرالدولہ ازراہ عقیدت و احترام دور تک استقبال کے لیے آئے تھے اور ایک میل سے زیادہ فاصلہ سے سید صاحب کی اہلیہ صاحبہ کی پالکی کو خود کندھا دے کر لائے تھے۔ نواب صاحب نے

غازی صاحب کی سواری کے لیے پالکی مقرر کر رکھی تھی اور اپنی مہر خاص ان کے سپرد کردی تھی، سرکاری خزانے کا تعلق بھی آپ سے تھا (۳۴)

غازی صاحب کا انتقال آبائی وطن پھلت ہی میں ہوا، ٹونک سے پھلت رخصت پر گئے ہوئے تھے کہ چند دن علیل رہ کر داعی اجل کو لبیک کہا۔ تاریخ وفات معلوم نہ ہو سکی۔ غازی صاحب نے دو شادیاں کیں۔ پہلی شادی پھلت ہی میں ہوئی اور دوسری شادی زمانہ جہاد میں بحالت سفر سرحد میں کی۔ سرحدی زوجہ سے جو بڑی صاحبزادی زینب خاتون تھیں ان سے میر نگر بہار کے علمی خاندان کے ممتاز فرد اور چوتھے فرماں روائے ٹونک نواب ابراہیم علی خان کے طبیب خاص مولانا حکیم سید دائم علی خان کا عقد ہوا۔ اور اس قران السعدین سے وہ مہر منور طلوع ہوا جس نے ہند، کابل، بخارا، خیوا، کاشغر وغیرہ کے ذرات کو روشن و منور کیا اور جو آگے چل کر حقیقت میں ''برکات احمد'' ہی ثابت ہوا (۳۵)۔ علامۃ الہند حکیم سید برکات احمد، حکیم دائم علی خان کے بڑے صاحبزادے اور علامہ عبدالحق خیر آبادی کے مایہ ناز تلمیذ تھے (۳۶)۔ علوم عقلیات ونقلیات کی تحصیل کے بعد درس و تدریس کا سلسلہ جاری کیا اور سیکڑوں تشنگان علوم کو سیراب کیا۔ آپ کے بارے میں آپ کے تلمیذ رشید مولانا مناظر احسن گیلانی لکھتے ہیں......

> ''بھوپال میں طلباء کی ایک خاص جماعت آپ سے مستفید ہو رہی تھی۔ ابتداً ان ہی طالب علموں میں سے کچھ لوگ آپ کے ساتھ ٹونک پہنچے، اب ایک باضابطہ درس کا آغاز ہوا لیکن اس درس کے لیے کیا آپ نے اخباروں میں چندہ کی اپیل کی، مسلمانوں کے پاس آپ نے سفراء بھیجے، کانفرنس بلا کر ریزولیشن پاس کیے، کمیٹیاں قائم کیں، نصاب یا کلنڈر شائع کیے، کچھ نہیں، خود تھے، علم تھا، محنت تھی اور خدا کی توفیق تھی، جو آتا گیا اس کی کتابیں شروع کرادی گئیں، اس طرح اس مدرسہ یا جامعہ کی ابتدا ہوگئی جس کے فارغین و محصلین ہندوستان کے بڑے سے بڑے مدرسوں کے صدر مدرس ہوئے اور صرف ہند نہیں بلکہ سرحد کے کوہستانوں میں، کابل کی پہاڑیوں میں، بخارا کے مرغزاروں میں، سمرقند و خیوا تاشقند کی مسجدوں میں تم کو اس عجیب وغریب مدرسہ کے فارغ شدہ علماء علم دین کی خدمت میں مصروف نظر آئیں گے'' (۳۷)

مولوی فضل حق صاحب خطیب

مولوی حافظ محمد فضل حق بن مولوی حافظ سعد اللہ خان خطیب ابن ملا عرفان رامپوری ۱۲۵۰ھ میں رامپور میں پیدا ہوئے۔ اپنے والد مولوی سعد اللہ صاحب وغیرہ سے کتابیں پڑھیں۔ شیخ محمد تھانوی سے بھی تلمذ حاصل تھا۔ شاہ غلام جیلانی رامپوری بلاسپوری سے بیعت تھے۔ موصوف دن رات تصنیف و تالیف و مشاغل علمیہ میں مصروف رہتے۔ کتابوں کے تراجم کا زیادہ شوق تھا۔ تقریباً چالیس کتابوں کا ترجمہ کیا ہے۔ آپ کو شیخ عبدالقادر جیلانی سے زیادہ عقیدت تھی۔ اس لیے شیخ موصوف کے فضائل میں جن حضرات نے کتابیں لکھی ہیں اکثر کے تراجم آپ نے کیے ہیں۔ آپ نے دو حج کیے۔ پہلا حج ۱۲۷۹ھ میں کیا اور دوسرا ۱۳۰۸ھ میں۔ دوسرے حج کا سفر نامہ بھی لکھا ہے۔ ۱۰ رشعبان ۱۳۰۸ھ کو آپ اس حج کو روانہ ہوئے اور ۳ ربیع الاوّل ۱۳۰۹ھ کو واپس تشریف لائے۔ آپ نے حج کے جو حالات بطور سفر نامہ لکھے ہیں اس میں مناسک حج کی بھی تفصیل ہے اور دیگر ضروری معلومات کا اضافہ کر کے یہ سفر نامہ تیار کیا گیا ہے۔ موصوف کو علمی شغف اس قدر تھا کہ سفر و حضر دونوں میں دن رات تالیف و ترجمہ میں مشغول رہتے۔ جاگیر کی وصولی کے سلسلہ میں سرونج تشریف لے جاتے تو پورے سفر میں تراجم و کتابت کا کام جاری رہتا۔ جس منزل پر قیام ہوتا یہی مشغلہ تھا۔ حج کو تشریف لے گئے تو اس سفر میں بھی یہ کام جاری رہا۔ اپنے والد کے انتقال کے بعد جامع مسجد امیر گنج کے خطیب و امام مقرر ہو گئے اور آخر عمر تک یہ خدمت انجام دیتے رہے۔ آبائی جاگیر بھی موصوف کے نام منتقل ہوگئی۔ آخر عمر میں موصوف پر فالج کا اثر ہوگیا۔ تین سال تک مفلوج رہے۔ بالآخر ۱۳ رشوال ۱۳۲۳ھ کو آپ کا انتقال ہوگیا۔ اور گورستان موتی باغ ٹونک میں آبائی احاطہ میں دفن کیے گئے (۳۸)

۵ رجمادی الاولی ۱۳۲۰ھ کو بروز یکشنبہ موصوف نے ایک وصیت نامہ تحریر فرمایا جو محفوظ ہے (مملوکہ کتب خانہ عرفانیہ ٹونک)۔ اس میں اپنی اولاد اور پس ماندگان کو نصیحت فرمائی ہے۔ اپنے دفن کے سلسلہ میں ہدایات دی ہیں۔ اپنے خادموں کے ساتھ حسن سلوک کی توجہ دلائی ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ فالج کا اثر ہو جانے کے بعد آپ نے یہ وصیت نامہ لکھا ہوگا۔

توشک خانہ سرکاری کے رکارڈ سے اندازہ ہوتا ہے کہ آپ کتب خانہ قلعہ معلی ٹونک کے نگران

بھی رہے ہیں۔ چنانچہ ۱۲۸۷ھ میں آپ اس کے نگران تھے اور اس وقت اس کی فہرست بھی آپ نے تیار کی تھی۔ آپ کی مہر میں یہ عبارت کندہ تھی ''محمد فضل حق بن الخطیب مولوی سعداللہ (۱۳۰۲ھ)''(۳۹)

مولوی فضل حق صاحب کا پہلا نکاح چاندی بیگم التوفیہ بماہ ذیقعدہ ۱۳۲۳ھ سے ہوا تھا۔ آپ کا دوسرا نکاح اولیاء بیگم دختر مولوی محمد صاحب مفتی سے ہوا تھا۔ ہر دو زوجات سے آپ کے مندرجہ ذیل پانچ بیٹے اور دو بیٹیاں ہوئیں۔

۱ مولوی حافظ نورالحق صاحب۔

۲ حافظ حاجی سراج الحق صاحب۔

۳ مولوی حافظ مظہرالحق صاحب خطیب۔

۴ حافظ انوارالحق صاحب۔

۵ حافظ غلام محمد خان صاحب۔

۶ صغریٰ بی زوجہ حافظ احمد علی خان صاحب۔

۷ خدیجہ بی زوجہ مولوی قاضی عبدالحلیم صاحب۔(۴۰)

تراجم وتصانیف (۴۱)

(۱) الترجمۃ النفیس لتاریخ الخمیس

یہ ''کتاب الخمیس فی احوال النفس النفیس'' کا اردو ترجمہ ہے۔ یکم ذی الحجہ ۱۳۰۴ھ کو اس ترجمہ کی ابتدا ہوئی۔ ۱۱؍رجب ۱۳۰۷ھ کو پرگنہ سرونج میں اس ترجمہ سے فراغت ہوئی جبکہ مترجم علام نواب صاحب ٹونک کے ساتھ دورہ پر گئے ہوئے تھے۔ مترجم کے قلم کا لکھا ہوا اصل نسخہ محفوظ ہے (کتب

خانہ عرفانیہ ٹونک)

(۲) ترجمہ اردو منہاج العابدین

۱۲۹۸ھ میں آپ نے یہ ترجمہ کیا تھا۔ ۲۴؍ربیع الاوّل کو بروز جمعہ اپنے دیہہ جاگیر موضع آم کھیڑہ علاقہ سرونج میں اس سے فارغ ہوئے۔ عرصہ تک یہ ترجمہ مسودہ کی شکل میں رہا، سترہ سال بعد ۱۹؍محرم ۱۳۱۵ھ کو اس ترجمہ پر نظر ثانی کی، اور اس کا مقدمہ اور فہرست اوّل میں شامل کی گئی۔ اس ترجمہ کا اصل نسخہ مترجم کے قلم کا لکھا ہوا محفوظ ہے (کتب خانہ عرفانیہ ٹونک)۔ تقطیع متوسط اور صفحات ۱۹۴؍ہیں۔

اوّلہٗ الحمد للہ رب العالمین والعاقبۃ للمتقین، الخ

(۳) ترجمہ اردو عین العلم

یہ ترجمہ آپ نے ۱۳۹۲ھ میں عین العلم کے فارسی ترجمہ سے کیا تھا جو مولوی محمد رفیع الدین صاحب مراد آبادی کا کیا ہوا تھا۔ ۱۳۱۹ھ میں آپ نے اس ترجمہ پر نظر ثانی کر کے اس کا مقدمہ شامل کیا۔ اس ترجمہ کا اصل نسخہ محفوظ ہے (کتب خانہ عرفانیہ ٹونک)۔ تقطیع متوسط، صفحات ۲۲۵؍ہیں آخر سے قدرے ناقص ہے۔

(۴) المصابیح فی بیان عدد رکعات التھجد والتراویح

اصل رسالہ مولوی عبدالرحمٰن صاحب مہاجر مکی کا مصنفہ ہے۔ ۱۳۱۳ھ میں جب حجاج کا قافلہ حج سے واپس آیا تو رسالہ مذکورہ بھی اپنے ہمراہ لایا اور مولوی صاحب سے ترجمہ کی خواہش کی۔ آپ نے اس سال اس کا اردو میں ترجمہ کیا۔ ۲۷؍شوال ۱۳۱۳ھ کو اس ترجمہ سے فارغ ہوئے۔ اصل ترجمہ محفوظ ہے (کتب خانہ عرفانیہ ٹونک)۔ یہ رسالہ سات باب اور ایک خاتمہ پر مرتب ہے۔ اوّلہٗ الحمد للہ رب العالمین و الصلوٰۃ والسلام...... الخ

(۵) ترجمہ نصاب الاحتساب

(۱۲۹۴ھ) یہ ترجمہ آپ نے صاحبزادہ عبدالرحمٰن خان خلف نواب وزیر الدولہ کے فرمانے

سے کیا اور ۱۰؍ شعبان ۱۲۹۴ھ کو اس فارغ ہوئے۔ مترجم کے قلم کا لکھا ہوا اصل نسخہ بھی محفوظ ہے (کتب خانہ عرفانیہ ٹونک)۔ اور ۱۳۱۰ھ میں یہ ترجمہ مطبع نامی لکھنؤ میں طبع بھی ہو چکا ہے جس کے صفحات ۱۸۶؍ ہیں۔ اوّلہ الحمد للہ الذی مشرع لنا الشرائع و بین لنا الاحکام...... الخ

(۶) شموس فیاض لترجمۃ الشفا القاضی عیاض

(۱۲۹۷ھ) ۱۰؍ محرم ۱۲۹۷ھ کو آپ نے اس کتاب کا ترجمہ شروع کیا۔ ۲۵؍ رجب ۱۲۹۷ھ کو نصف اوّل کے ترجمہ سے فارغ ہوئے۔ ۱۴؍ شعبان ۱۲۹۷ھ کو نصف آخر کا ترجمہ شروع کیا اور ۲۰؍ ذی الحجہ ۱۲۹۷ھ کو اس سے فارغ ہوئے۔ شموس فیاض اس ترجمہ کا تاریخی نام ہے۔ ترجمہ ہٰذا کا بھی اصل نسخہ محفوظ ہے (کتب خانہ عرفانیہ ٹونک)۔

(۷) ترجمہ حیوۃ الحیوان

اس ترجمہ کی جلد اوّل مترجم کے قلم کی لکھی ہوئی مولوی احمد حسن صاحب مفتی کے پاس محفوظ ہے (جے پور)۔ اس ترجمہ کی دوسری جلد کتب خانہ عرفانیہ ٹونک میں موجود ہے۔ یہ جلد بھی مترجم کے قلم کی لکھی ہوئی ہے۔ یہ جلد حرف زاء سے شروع ہو کر آخر تک ہے۔ یکم ربیع الثانی ۱۳۱۲ھ کو اس جلد کے ترجمہ کی ابتدا ہوئی اور ۲۷؍ ذیقعدہ کو اس سے فراغت ہوئی۔

(۸) اظہار الیقین لترجمۃ فتح المبین

مترجم نے ۱۳۰۸ھ میں حج کیا ہے۔ حج سے پہلے آپ بغداد تشریف لے گئے۔ ۷؍ رمضان ۱۳۰۸ھ کو وہاں پہنچے۔ حضرت امام اعظم اور شیخ عبدالقادر جیلانی کے مزارات کی زیارت کی۔ بعد زیارت مولانا عبدالرحمٰن صاحب آفندی سے ملاقات ہوئی جو شیخ صاحب کی اولاد میں سے تھے۔ اور کتاب "فتح المبین فیما یتعلق بتریاق المحبین" اور "محک المانی ترجمہ فتح الربانی" انہیں دکھائے۔ موصوف بہت خوش ہوئے اور یہ تراجم بغرض طباعت لے لیے۔ نیز اپنی کتاب فتح المبین بغرض ترجمہ آپ کو عطا فرمائی اور جلد ترجمہ کرنے کی تاکید کی۔ قیام بغداد ہی میں آپ نے ترجمہ کا کام شروع کر دیا۔ دو ایک جزو کا ترجمہ کر کے وہیں مصنف کو دکھایا۔ اس کے بعد آپ حج کو

تشریف لے گئے۔ حج سے فارغ ہوکر ۳؍ربیع الاوّل ۱۳۰۹ھ کو آپ واپس ٹونک تشریف لائے۔ اس پورے سفر میں ترجمہ کا سلسلہ جاری رہا۔ ۲۵؍جمادی الاولیٰ ۱۳۰۹ھ کو آپ اس ترجمہ سے فارغ ہوئے اور ''اظہار الیقین'' اس کا نام رکھا۔ ۱۳۱۰ھ میں یہ ترجمہ مطبع دت پرشاد بمبئی میں طبع ہوا۔ تقطیع متوسط اور صفحات ۳۵۱؍ہیں۔ اوّلۂ الحمد لله على نعمائه الشاملة و الشكر له على الائمة الكاملة...... الخ

(۹) اصباغ السالکین ترجمۃ غنیۃ الطالبین

اس ترجمہ کا اصل نسخہ موصوف بغداد میں مولوی عبدالرحمٰن صاحب آفندی کو دے آئے تھے اس لیے اس کا یہاں ٹونک میں کوئی نسخہ موجود نہیں ہے۔

(۱۰) محک ایمانی ترجمہ فتح الربانی معروف بہ ستین مجالس

اس ترجمہ کا اصل نسخہ بھی غالبًا بغداد ہی میں رہا۔ اس لیے کہ اس کا اصل نسخہ بھی مترجم نے بغرض طباعت شیخ آفندی مذکور کو دے دیا تھا۔

(۱۱) حمائل ریحانی ترجمہ تحفۃ القادریہ ابوالمعالی

۱۱؍ربیع الثانی ۱۲۹۲ھ کو آپ نے اس ترجمہ کی ابتداء کی اور ۸؍جمادی الاولیٰ ۱۲۹۲ھ کو بروز شنبہ اس سے فراغت ہوئی۔ مترجم کے قلم کا لکھا ہوا اصل نسخہ محفوظ ہے (کتب خانہ عرفانیہ ٹونک)۔

(۱۲) ترجمۃ السیف الربانی فی عنق المعترض علی الغوث الجیلانی

اصل کتاب علامہ سید محمد مکی کی مصنفہ ہے جس کا مختصر حال اس ترجمہ کے اوّل میں شامل ہے۔ یہ کتاب "حق ظاهر في شرح حال الشيخ عبدالقادر" مصنفہ علی بن محمد قرمانی حنفی کی تردید میں لکھی گئی ہے اور ۱۳۰۹ھ کی مصنفہ ہے۔ یہ کتاب مترجم علامہ کو صاحبزادہ احسان اللہ خان خلف صاحبزادہ عنایت اللہ خان کی معرفت پہنچی۔ چونکہ آپ کو شیخ جیلان سے دلی تعلق تھا اس لیے ۲۰؍جمادی الاولیٰ ۱۳۲۰ھ روز دوشنبہ کو اس کتاب کا ترجمہ شروع کردیا۔ ۸؍صفر ۱۳۲۱ھ کو بروز پنجشنبہ اس سے فراغت ہوئی۔ آخر میں

ان تقاریظ کا ترجمہ بھی شامل ہے جو ''السیف الربانی'' پر مختلف علماء نے لکھی ہیں۔ یہ تقاریظ تعداد میں ۴۲ ر ہیں۔ ترجمہ ہذا کا اصل نسخہ محفوظ ہے۔ یہ ترجمہ صاحب ترجمہ کی آخری تصنیف ہے اس لیے کہ اس سال آپ پر فالج کا اثر ہوگیا۔ اور تین سال مفلوج رہ کر ۱۳۲۳ھ میں آپ کا انتقال ہوگیا۔

(۱۳) وسیلۃ الفقیر الی جنابۃ الکبیر

مناقب غوثیہ فارسی مصنفہ میر محمد صادق شہابی سعدی کا اردو ترجمہ ہے۔ ترجمہ کا نام تاریخی ہے۔ شیخ کریم بخش میر سامان کے فرمانے سے آپ نے ۱۲۹۲ھ میں ترجمہ کیا۔ مترجم کے قلم کا لکھا ہوا اصل نسخہ محفوظ ہے (کتب خانہ عرفانیہ ٹونک) جس پر ۲۷ ر جمادی الاخریٰ ۱۲۹۲ھ تاریخ کتابت درج ہے۔

(۱۴) ترجمہ اردو جواہر النوادر فی مناقب سیدی عبدالقادر۔

(۱۵) ترجمہ باب الملامۃ بر کتاب کشف المحجوب مع عقدنہم ودہم از سبحۃ الابرار جامی۔

(۱۶) ترجمہ فتوح الغیب مع مفتاح الفتوح للشیخ محدث دہلوی۔

(۱۷) تحفۃ الامیر فی بیان السماع والمزامیر

یہ کتاب آپ نے نواب ابراہیم علی خان صاحب کے فرمانے سے تصنیف فرمائی۔ ایک مقدمہ، چار باب اور ایک خاتمہ پر مرتب ہے۔ مقدمہ میں سماع کی ماہیت، باب اوّل میں مفسرین کی تحقیقات، دوم میں محدثین کی تحقیقات، سوم میں فقہاء کی روایات اور چہارم میں صوفیاء کے اقوال ہیں۔ خاتمہ بطور قول فیصل شامل کیا گیا ہے۔ نواب محمد علی خان کے حکم سے یہ کتاب مطبع مفید عام آگرہ میں طبع ہوئی۔ ۳۰۹ ر صفحات پر مشتمل ہے۔ اوّلہٗ، الحمد للہ الذی بتحمیداتہ یترنم البلابل...... الخ

(۱۸) رسالہ اخلاق ابراہیم

مترجم علام، نواب ابراہیم علی خان صاحب کے والی ریاست ہونے کے بعد سرکاری کتب خانہ واقع قلعہ معلی کی خدمت پر مامور ہوگئے تھے اور کتابوں کی ترتیب اور فہرست کی تیاری جاری تھی۔ اس

سلسلہ میں آپ نے ایک فارسی کتاب دیکھی جو پند ونصائح پر مشتمل تھی۔ کتاب مذکور ابوالمظفر محمد قطب شاہ کے کتب خانہ کی تھی۔ ۱۲۸۷ھ میں آپ نے فارسی سے اس کا اردو میں ترجمہ کیا اور نواب صاحب کے فرمانے کے مطابق اپنے والد مولوی سعد اللہ خطیب کی بیاض اور رسالہ نصائح الملوک سے اس میں بعض فوائد کا اضافہ کیا۔ رسالہ اخلاق ابراہیم، اس کا تاریخی نام ہے۔ اس رسالہ کا ایک نسخہ کتب خانہ عرفانیہ ٹونک میں محفوظ ہے جس کے کاتب عبدالغفار خان ہیں اور ۲۲ر جمادی الاخریٰ ۱۲۸۷ھ تاریخ کتابت ہے۔ ایک نسخہ صاحبزادہ عبدالرحمٰن خان صاحب کے کتب خانہ سے حاصل ہوا تھا وہ بھی محفوظ ہے۔ اس رسالہ کا ایک نسخہ ٹونک کے نواب کے ذاتی کتب خانہ میں تھا جو دہلی منتقل ہوگیا۔

(۱۹) تریاک الخیل، فرسنامہ ابراہیم

یہ کتاب آپ نے ۱۳۰۲ھ میں نواب ابراہیم علی خان صاحب کے فرمانے سے تصنیف فرمائی۔ جس میں گھوڑوں کے علاج سے بحث کی گئی ہے۔ ''فرسنامہ ابراہیم'' اس کا لقب اور تریاک الخیل تاریخی نام ہے۔ اکیس بابوں پر مرتب ہیں اور ہر باب میں متعدد فصلیں ہیں۔ اس کتاب کا اصل نسخہ مصنف کے قلم کا لکھا ہوا محفوظ ہے (کتب خانہ عرفانیہ ٹونک)۔ اس کا ایک نسخہ عربک اینڈ پرشین ریسرچ انسٹیٹیوٹ ٹونک کے کتب خانہ میں بھی موجود ہے جس کے کاتب سید محمد ارشاد علی حنفی قادری ہیں۔ یکم شوال ۱۳۰۲ھ تاریخ کتابت درج ہے اور اس کے صفحات ۳۶۱ر ہیں۔

(۲۰) نیک زادراہ بغداد (نامہ غریب)

۱۳۰۸ھ میں آپ نے سفر حج کیا ہے۔ یہ اس حج کا سفرنامہ ہے جو آپ نے اپنے داماد قاضی عبدالحلیم صاحب معجز اور مولوی احمد حسن خان صاحب کے اصرار پر ترتیب دیا۔ یہ سفرنامہ دو حصوں پر مرتب ہے۔ حصہ اوّل میں سفر کے حالات اور مقامات متبرکہ کی تفصیلات ہیں۔ حصہ دوم میں مناسک و مسائل حج کی تفصیل بیان کی گئی ہے۔ ۴ر شوال ۱۳۰۹ھ کو آپ نے اس کتاب کا بیضہ تیار کیا جو محفوظ ہے (کتب خانہ عرفانیہ ٹونک)۔ اوّله الحمد لله رب العالمين، الرحمن الرحيم، مالك يوم الدين...... الخ

(۲۱) مولود مسعود

ریاست ٹونک میں عرصہ سے میلاد خوانی کی محافل ہوا کرتی تھیں۔ اس سلسلہ میں جو طویل وضخیم ''مولود'' تیار کیا گیا تھا اس کی ترتیب میں بھی آپ شریک تھے۔ اسی وقت سے آپ کا خیال تھا کہ ایک ایسا مولود ترتیب دیا جائے جو طویل بھی نہ ہو اور تمام ضعیف روایات سے پاک ہو۔ ربیع الاول ۱۳۰۱ھ میں جب محفل میلاد منعقد ہوئی اور مولوی احمد علی خان صاحب درازی کتاب کی وجہ سے ورق گردانی کی تو اس وقت صاحبزادہ اسحٰق خان صاحب نے مولوی فضل حق صاحب سے اصرار کیا کہ آپ ایک مختصر ترتیب دے دیں۔ آپ نے کتاب ''ما ثبت من السنۃ'' سے ولادت کے حالات بطور مولود ترتیب دیئے۔ معراج وغیرہ کے جو واقعات اس میں نہیں تھے ان کا خود اضافہ کیا۔ ''مدارج النبوۃ'' سے حضور کا حلیہ شامل کیا۔ حیات النبی کا بیان کتاب ''انتباہ الاذکیاء فی حیات الانبیاء'' سے اخذ کیا۔ اس طرح یہ مولود مرتب ہو گیا۔ مصنف کے قلم کا لکھا ہوا نسخہ محفوظ ہے (کتب خانہ عرفانیہ ٹونک) لیکن قدرے ناقص ہے۔

اس کتاب کا ایک مزید نسخہ مولانا عرفان صاحب مرحوم کے پاس تھا جو نہایت خوشخط لکھا ہوا تھا۔ یہ نسخہ آپ نے صاحبزادہ سردار احمد خان خلف صاحبزادہ اسحٰق خان صاحب کو دے دیا جو ان کے پاس محفوظ ہونا چاہیے (مگر باوجود کوشش کے معلوم نہ ہو سکا کہ اب محفوظ ہے یا نہیں)

(۲۲) تواریخ جمیل

یہ کتاب ایک فارسی رسالہ کا ترجمہ ہے جو مولوی صبغۃ اللہ ولد مولوی عظمت اللہ مصنفہ تھا۔ آپ نواب وزیر الدولہ کے استاد تھے۔ ۱۲۵۱ھ میں آپ حج بیت اللہ سے واپس تشریف لائے اور نواب صاحب کے فرمانے سے فارسی میں یہ رسالہ تصنیف فرمایا جس میں بیت اللہ کی تعمیرات وغیرہ کا ذکر ہے۔ یہ رسالہ شاہی قلعہ (ٹونک) کے کتب خانہ میں محفوظ تھا۔ مولوی فضل حق صاحب نے نواب ابراہیم علی خان صاحب کے فرمانے سے اس کا اردو میں ترجمہ کیا اور ''تواریخ جمیل'' اس کا تاریخی نام رکھا۔ ۴ر صفر ۱۳۰۰ھ کو اس ترجمہ سے فارغ ہوئے۔ ۴۴ر صفحہ کا رسالہ ہے جو ۱۳۰۰ھ ہی میں مطبع محمدی ٹونک میں طبع ہوا۔ اولہ، الحمد للہ رب العالمین والعاقبۃ للمتقین...... الخ

(۲۳) رسالہ اکل وشرب

اس رسالہ میں اکل وشرب کے آداب، کتاب "مفاتیح الجنان شرح شرعۃ الاسلام" اور "شبستان فقیہ ابواللیث" سے اخذ کر کے جمع کیے گئے ہیں۔

(۲۴) رسالہ مسائل عیدین و جنازہ

ایک مختصر رسالہ ہے۔ اس کا ایک نسخہ نائب عبید اللہ خان صاحب کے کتب خانہ میں کافی عرصہ موجود رہا۔

دیگر رسائل درج ذیل ہیں:

(۲۵) ...... رسالہ شکار

(۲۶) ...... مولود جیلانی

(۲۷) ...... ترجمہ استفتاء و جواب

(۲۸) ...... ارشاد الانام

(۲۹) ...... رسالہ تراویح

مذکورہ بالا تراجم و رسائل کے علاوہ بھی موصوف کی تصانیف ہیں لیکن ان کے نسخے منتشر ہو گئے یا ضائع ہو چکے۔ ٹونک کے کتب خانہ میں وہ کتابیں محفوظ نہیں رہ سکیں۔ صاحب ترجمہ نے خود اپنے مرتبہ شجرہ میں اپنی تصانیف کی تعداد ۴۰ سے زائد لکھی ہیں جب کہ مذکورہ شجرہ ۱۳۱۰ھ کا مرتبہ ہے۔

مولوی محمود حسن خان صاحب

مولوی محمود حسن خان بن خان صاحب احمد حسن خان ذکائی دلیر بخت ابن مولانا غلام حسین خان بن مولانا اکبر حسین خان صاحب۔ مولانا اکبر حسین خان صاحب اپنے وقت کے بڑے فقیہ اور پرہیزگار عالم تھے۔ یاغستان کے رہنے والے تھے۔ اس کوہستانی علاقہ میں ''شان'' نامی ایک قصبہ میں پٹھانوں کا ایک قبیلہ آباد تھا۔ موصوف اس قبیلہ کے بڑے عالم سمجھے جاتے تھے۔ جب نواب بخسب الدولہ نے جس کا انتقال ۱۳۸۴ھ میں ہوا ہے۔ ''نجیب آباد'' آباد کیا تو اس نے مولانا اکبر حسین خان کو بھی یاغستان سے بلایا اور نجیب آباد میں آباد کیا۔ درس و تدریس کی خدمت آپ کے سپرد کی گئی۔ چنانچہ آپ نے اپنی عمر کا باقی حصہ نجیب آباد میں گزارا۔ ان کے بیٹے مولانا غلام حسین خان اپنے والد کے صحیح جانشیں تھے۔ والد ہی سے تعلیم حاصل کی تھی۔ اپنی سلامت روی، اصابت رائے اور تفقہ میں شہرت کاملہ کے مالک تھے۔ درس و تدریس کا سلسلہ برابر جاری تھا۔ یہ وہ زمانہ تھا جبکہ غلام قادر خان روہیلہ کے بھائی معین الدین خان عرف بھبو خان نجیب آباد پر قابض تھے اور نجیب الدولہ کے بیٹے ضابطہ خان کا انتقال ۱۳۸۵ھ میں ہو چکا تھا۔ بھبو خان نے چونکہ مولانا غلام حسین خان سے تعلیم حاصل کی تھی اس لیے وہ مولانا کی بڑی قدر و منزلت کیا کرتا تھا۔ مولانا کی پوری زندگی بھی نجیب آباد میں گزری۔

مولف احمد حسن خان ذکائی دلیر بخت بھی اپنے والد کے صحیح جانشیں تھے۔ صاحب علم ہونے کے ساتھ ساتھ غیر معمولی طور پر انتظامی صلاحیتوں کے مالک تھے۔ بلکہ ملکی مہمات میں ایک کامیاب سپہ سالار کی حیثیت بھی رکھتے تھے۔ یہ وہ زمانہ تھے جبکہ ریاست ٹونک وجود میں آ چکی تھی اور دور دور سے علماء و فضلاء اور اہل کمال کھنچ کھنچ کر ٹونک میں آباد ہو رہے تھے۔ مولانا احمد حسین خان صاحب بھی نواب میر خان کے دور میں نجیب آباد سے ٹونک منتقل ہوئے اور محلہ امیر گنج میں قیام کیا جو اس وقت نیا نیا آباد ہو رہا تھا۔ مال گزاری کا دفتر یہاں مولانا کے سپرد کیا گیا (۴۲)

ٹونک منتقل ہو جانے کے بعد مولانا احمد حسین خان کی شادی ٹونک میں مولوی محمد خان صاحب مفتی کی دختر حسین بیگم سے ہوئی، مولوی محمد صاحب اس سے پہلے رامپور سے ٹونک منتقل ہو کر آباد ہو چکے تھے اور اسی محلہ امیر گنج میں قیام تھا۔ اس طرح یہ دونوں علمی خانوادے ایک ہی محلہ میں آباد تھے اور علم و

فضل سے سیراب کر رہے تھے۔ مولانا محمود حسن خان اپنے والد گرامی کے دوسرے فرزند تھے اور اپنے بھائیوں میں منجھلا ہونے کی وجہ سے خاندان کے عزیز اور پرانے لوگ ''منجھلے بھیا'' کہا کرتے تھے۔ اور اس نام سے یہاں آپ معروف تھے (۴۳)

۱۲۷۶ھ مطابق ۱۸۵۹ء میں موصوف ٹونک میں پیدا ہوئے یہیں تربیت پائی۔ ابتدائی تعلیم سے لے کر درس نظامیہ کی تکمیل کی حد تک تعلیم ٹونک میں حاصل کی۔ چنانچہ اپنے برادرِ کلاں مولوی محمد حسن خان مفتی، مولوی عبدالغفور صاحب بنگالی، مولوی محمد حسن خان جلال آبادی، شمس العلماء مولوی امام الدین خان ناظم شریعت ااور دوسرے علمائے ٹونک سے علوم کی تکمیل کی۔ فراغت کے بعد ابتداء کچھ دنوں صیغۂ مالگواری میں کام کیا مگر حصول علم کی تمنا نے گھر چھوڑنے پر مجبور کردیا۔ یہاں سے آپ بھوپال گئے وہاں الشیخ محمد الیمانی کی مسند درس بچھی ہوئی تھی جنہیں نواب صدیق حسن خان نے یمن سے بلاکر بھوپال میں رکھا تھا۔ موصوف کے علم و اتقاء کا شہرہ دور دور پہنچ رہا تھا۔ علم وفضل اور اتباع سنت میں اپنی مثال بھی آپ تھے۔ بہر حال مولانا محمود حسن خان انہی شیخ یمانی کی خدمت میں حاضر ہوگئے اور ایک مدت تک صبح و شام خدمت میں حاضر رہ کر علم حدیث کی تکمیل کی (۴۴)۔ بھوپال میں طویل مدت قیام کے بعد دہلی، لکھنؤ اور رامپور اسی سلسلہ میں تشریف لے گئے اور تھوڑی تھوڑی مدت قیام کرنے کے بعد واپس ٹونک تشریف لے آئے اور درس وتدریس کا سلسلہ شروع کردیا۔ مولانا عبدالقدوس ہاشمی کے تحریر فرمانے کے مطابق بڑی مدت تک عدالتی عہدہ دار کی خدمت بھی انجام دی اور کئی بار دربارِ ٹونک اور دوسرے والیانِ ریاست کے باہمی تعلقات میں وکیل ریاست اور سرکاری نمائندہ کی حیثیت سے بھی کام کیا (۴۵)

۱۳۰۱ھ میں مولانا نے پہلا سفر حج کیا اور ایک مدت تک حرمین میں قیام پذیر رہے۔ وہیں حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی المتوفیٰ ۱۳۱۷ھ سے ملاقات ہوئی اور مخلصانہ تعلقات قائم ہوگئے۔ قیام حرمین کے زمانہ میں دیگر علمائے حرم سے بھی مذاکروں کا سلسلہ جاری رہا (۴۶)۔ مولانا کو علوم ریاضیہ میں مہارت تامہ حاصل تھی۔ منقولات میں بے مثال مہارت کے مالک تھے۔ اس طرح علوم شرعیہ، حدیث، فقہ، اصولِ حدیث اور اصول فقہ وغیرہ میں بھی کلی عبور حاصل تھا۔ علم فقہ و جزئیات مسائل میں امام فن تھے۔ اللہ نے حافظہ ایسا عطا فرمایا تھا کہ جزئیات تک پوری طرح ازبر تھے۔ تاریخ اسماء الرجال اور مصنفین و رواۃ کے احوال پر اس قدر عبور تھا کہ محسودِ زمانہ تھے۔ آپ نے اس سلسلہ میں عرب وعجم کا سفر

کیا۔ شام و مصر کے کتب خانے چھانے۔ ہندوستان کے مشہور کتب خانوں کو دیکھا۔ ٹونک میں صاحبزادہ عبدالرحیم خان کا مشہور تاریخی کتب خانہ (سعیدیہ ڈسٹرکٹ لائبریری) پوری طرح آپ کی نگرانی میں تھا۔ معجم المصنفین کی ترتیب کی ابتداء اس کتب خانہ سے ہوئی۔ آج بھی اس لائبریری کی ایسی کوئی کتاب نہیں جس میں کسی مؤلف یا مصنف ذکر ہوا اور اس کے حاشیہ پر مولانا کے قلم سے نوٹ دیا ہوا نہ ہو۔

مولانا نے کبھی مدرس کی حیثیت سے کہیں ملازمت نہیں کی۔ تعلیم سے فراغت کے بعد سے درس و تدریس کا سلسلہ شروع کر دیا لیکن آپ کی عمر کا اکثر حصہ تصنیف و تالیف میں گزرا۔ معجم المصنفین کی ترتیب شروع کر دی۔ صاحبزادہ عبدالرحیم خان، مولانا کی انتہائی تعظیم و تکریم فرمایا کرتے تھے اور ان کے مصارف کے خود کفیل تھے۔ معجم المصنفین کی تکمیل جب ٹونک میں نہ ہو سکی تو آپ حیدر آباد تشریف لے گئے اور وہاں کئی سال کی مسلسل کوشش اور محنت کے بعد ۱۹۴۳ء میں کتاب مکمل ہوئی۔ حکومت حیدر آباد کی جانب سے آپ کا تاحیات وظیفہ مقرر ہو گیا اور آپ واپس ٹونک تشریف لے آئے۔ واپسی پر اگرچہ کافی نحیف اور ضعیف العمر ہو چکے تھے مگر قوی ماشاء اللہ خوب کام کرتے۔ اپنے نانا مولوی محمد صاحب کی مسجد میں جو رہائشی مکان سے قریب ہی واقع ہے، نماز کے لیے پنج وقتہ پابندی سے تشریف لاتے اور باجماعت نماز ادا کرتے تھے۔ رمضان میں اسی مسجد میں معتکف ہوتے۔ کسی موسم میں بھی آپ سے جماعت نہیں چھوٹتی تھی۔

اتقاء، پرہیزگاری اور اتباع سنت میں آپ اپنے بھائی مولانا حیدر حسن خان شیخ الحدیث کی طرح، صحابہ کے نمونہ تھے اور زندگی کے ہر پہلو میں اس کا لحاظ فرماتے۔ نماز میں خشوع و خضوع اور تعدیل ارکان کا یہ حال تھا کہ کافی وقت ایک نماز میں صرف ہو جاتا۔ رکوع و سجود میں ہی سنت کے مطابق، قرائت کے انداز سے توقف فرمایا کرتے تھے۔ نہایت سادہ مزاج، خوش خلق، بذلہ سنج اور باذاق انسان تھے۔ ظرافت کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ ہر بات ظریفانہ انداز میں فرمایا کرتے۔ ٹونک میں بے شمار واقعات آپ کی ظرافت کے، زبان زدِ خاص و عام ہیں۔ اپنے زمانہ میں علماء کا مرجع تھے۔ جب کسی مسئلہ میں اشتباہ پیدا ہوتا تو آپ ہی کی طرف رجوع کیا جاتا تھا۔ اور آپ اطمینان بخش جواب دیتے۔ اتقاء کمال درجہ کا ہونے کے باوجود ظرافت کا یہ حال تھا کہ آپ کی مجلس میں کبھی کوئی بد دل نہیں ہوتا تھا۔ ہر جملہ ظریفانہ، ہر بات معنی خیز اور ہر گفتگو حق و صداقت پر مشتمل ہوا کرتی تھی۔ پھر بڑی خصوصیت یہ تھی کہ عمر میں کبھی کسی کی غیبت نہیں کی (۴۷)

چونکہ عمر کا اکثر حصہ تصنیف و تالیف میں گزرا ہے اس لیے حیدرآباد دکن سے واپسی کے بعد بھی ضعیف ہوجانے کے یہ عالم تھا کہ ضروریات سے فارغ وقت تصنیف میں گزارتے۔ اور اکثر لکھتے ہی رہتے تھے۔ قیام حیدرآباد کے زمانہ میں مولانا جس رئیس کے بنگلہ پر قیام پذیر تھے اور جس کی اعانت سے مولانا کا یہ تعلق پیدا ہوا تھا وہ عقیدتاً قادیانی تھے۔ مولانا نے دورانِ قیام میں جب یہ حالت دیکھی تو قادیانیوں کے خلاف رسائل لکھنا شروع کردیے۔ ''تصدیق السنۃ'' اور ''معیار السنۃ'' وغیرہ اسی دور کی تالیفات ہیں۔ رئیس موصوف قدر شناس اور علم نواز تھے اس لیے کبھی آپ سے کبیدہ خاطر نہیں ہوئے اور اس طرح آپ کے ساتھ حسن عقیدت سے پیش آتے رہے۔ ٹونک واپس تشریف لے آنے کے بعد بھی تردیدات لکھنے کا یہ سلسلہ جاری رہا۔ مولوی عمران صاحب تذکرہ عرفانیہ میں لکھتے ہیں ''جب کبھی مولانا کی خدمت میں حاضر ہونے کا موقع ملا ہے تو آپ کو دیکھا ہے کہ مرزا غلام احمد خان کی کتابیں ''ازالۃ الاوہام'' وغیرہ سامنے رکھی ہیں اور تردید لکھنے کا سلسلہ جاری ہے''۔ آج بھی ازالۃ الاوہام وغیرہ کے وہ نسخے عرفانیہ کتب خانہ ٹونک میں محفوظ ہیں جو مولانا کے پیش نظر رہتے تھے۔ مولانا کے قلمی حواشی، نوٹس اور یادداشتوں سے لیے ہوئے ہیں۔ مولانا جب اپنی عمر کے چوراسی سال گزار چکے تھے تو مضمحل ہوگئے تھے۔ کبھی کمزوری کی وجہ سے طبیعت ناساز ہوجاتی۔ ایک روز اسی طرح کا ایک قلبی دورہ پڑا اور معمولی علالت کے بعد ۱۷ رشوال ۱۳۶۶ھ مطابق ۴ رستمبر ۱۹۴۷ء روز پنجشنبہ کو مولانا ہمیشہ کے لیے جدا ہوگئے۔ گورستان موتی باغ میں مولانا خلیل الرحمٰن کے مدرسہ میں جانب جنوب دفن کیا گیا۔

مولانا کا نکاح زہرہ بیگم دختر عبدالجبار خان ساکن بہیر سے ہوا تھا۔ اہلیہ کا انتقال مولانا سے ۶ ر ماہ قبل ہوگیا تھا۔ دو دختر اور دو پسران یادگار رہے۔ ایک دختر کا نکاح اپنے بھانجے مولوی وحید حسن خان بن عنایت حسین خان صاحب سے کردیا تھا اور مولانا کی حیات ہی میں دختر کا انتقال بھی ہوگیا تھا۔ بڑے بیٹے مولوی احمد حسین خان نظام کالج حیدرآباد دکن میں عربی کے پروفیسر تھے (جن کا انتقال حال ہی میں ہوا ہے)۔ دوسرے بیٹے حکیم مظفر حسین خان تھے۔ آپ بھی حیدرآباد دکن میں تھے پھر منتقل ہوکر جے پور میں دواخانہ کھول لیا۔ پھر مولانا کی وجہ سے ٹونک تشریف لے آئے۔ تقسیم ہند کے بعد آپ پاکستان تشریف لے آئے اور سلیمی دواخانہ حیدرآباد سندھ میں طبابت کا کام انجام دیتے رہے جن کا انتقال ۱۹۷۹ء میں ہوا۔

قیام حیدرآباد دکن کے زمانہ میں جب مولانا کو فارغ البالی نصیب ہوئی تو اپنے آبائی مکانات

میں ایک پختہ مکان تعمیر کرالیا تھا جو محلہ امیر گنج میں کپتان نورالدین کے متصل واقع ہے۔ مولانا اپنی عمر میں تین بار حج بیت اللہ سے مشرف ہوئے۔ پہلی بار آپ نے اپنی والدہ کے ہمراہ ۱۳۰۱ھ میں حج کیا۔ اس کے بعد ۱۳۲۹ھ میں آپ صاحبزادہ عبدالرحیم خان کے ساتھ حج کو تشریف لے گئے۔ ''رسالۃ الصیہ'' اسی سفر میں آپ نے بیروت میں طبع کرانے کے لیے دیا۔ اس کے چند سال بعد ہی آپ ۱۳۳۲ھ یا ۱۳۲۳ھ میں معجم المصنفین طبع کرانے کی غرض سے سفر کیا اور اس سلسلہ میں حج بیت اللہ سے بھی مشرف واپس تشریف لائے (۴۸)

معجم المصنفین

مولانا کی عمر کا پورا زمانہ، دراصل یہی کتاب ہے جو دوسری ہزار کتابوں سے بہتر ہے۔ مصنفین، مولفین کا سب سے بڑا تذکرہ عربی زبان میں یہی کتاب ہے۔ ۱۳۵۰ھ تک جس قدر مصنفین عالم اسلام میں گزرے ہیں جس نے عربی زبان میں کوئی کتاب بھی تصنیف کی ہے اس کا ذکر اس کتاب میں موجود ہے۔ کتاب کی جامعیت کا اندازہ اس سے کیا جاسکتا ہے کہ اس میں صرف ''احمد'' کے نام کے مصنفین تقریباً تین ہزار ہیں۔ ''محمد'' کے نام والے مصنفین تقریباً اس سے دو گنے ہیں۔ اس کتاب کی اب تک صرف چار جلدیں بیروت میں طبع ہوئی ہیں (۴۹) اور مولانا عبدالقدوس ہاشمی کے تحریر فرمانے کے مطابق باقی ۲۸/جلدوں کے مکمل مسودات سررشتہ تالیف و ترجمہ جامعہ عثمانیہ حیدرآباد دکن میں محفوظ ہیں۔ مولانا عبدالقدوس صاحب حیدرآباد دکن میں معاون کی حیثیت سے مولانا کے ساتھ رہے تھے۔ موصوف نے مولانا پر ایک مفصل مضمون بھی لکھا ہے جو ماہنامہ ''فاران'' میں شائع ہوا ہے۔ اس مضمون میں موصوف نے معجم المصنفین، اس کی تالیف و ترتیب اور ان کی جامعیت پر مفصل تبصرہ کیا ہے (۵۰)

مگر یہ ایک حقیقت ہے کہ قیام ٹونک کے ابتدائی زمانہ میں مولانا کو اس جامع کتاب کے ترتیب دینے کا خیال پیدا ہوا۔ یہی صاحبزادہ عبدالرحیم خان کا کتاب خانہ، اس ترتیب کی ابتدائی منزل بنا۔ مسودات کا اکثر حصہ ترتیب دیئے جانے اور عرب وعجم کا سفر کرلینے کے بعد جب ٹونک میں اس کی اشاعت اور بقیہ ترتیب کے وسائل باقی نہ رہے تو آپ حیدرآباد منتقل ہوئے اور مسلسل جدوجہد اور لگاتار کوشش کے بعد اس کتاب کی تکمیل ہوسکی۔ حال میں معجم المصنفین کے اردو تراجم شروع ہوچکے ہیں اور ٹونک ہی کے ایک عالم مولانا عامر ندوی نے اس کی تیسری جلد کا اردو ترجمہ کیا ہے جو عربک اینڈ

پرشین ریسرچ انسٹیٹیوٹ ٹونک نے ۱۹۹۷ء میں شائع بھی کروادیا ہے، باقی دستیاب جلدوں کے بھی وہ تراجم کررہے ہیں۔

رسالۃ الصید (عربی)

یہ رسالہ آپ نے امام شوکانی اور علامہ ابن تیمیہ کی تردید میں اس مسئلہ پر تصنیف فرمایا ہے کہ بندوق سے مارا ہوا جانور بغیر ذبح کے حرام ہے یا حلال۔ موصوفین کا خیال یہ ہے کہ اس طرح سے شکار کیا ہوا جانور حلال ہے۔ مولانا مرحوم نے اس رسالہ میں دلائل عقلیہ ونقلیہ سے ایسے جانور کی حرمت ثابت کی ہے۔ اس رسالہ کے مطالعہ سے، علم فقہ وحدیث میں مولانا کے مرتبے کا اندازہ ہوتا ہے۔ ۱۱۴/ صفحات پر مشتمل ایک جامع رسالہ ہے جو سات فصلوں پر ترتیب دیا گیا ہے۔ ۱۳۳۲ھ میں یہ رسالہ بیروت میں طبع ہوا۔

اصول توارث (اردو)

اپنے موضوع پر عجیب علمی تصنیف ہے۔ اس رسالہ میں عقائد واعمال کے اس توارث سے بحث کی گئی ہے جو قوموں میں نسلاً بعد نسل باقی رہتا ہے جس کے لیے نہ کسی روایت کی ضرورت ہے اور نہ ہدایت کی۔ ۱۳۴۵ھ میں یہ رسالہ حیدرآباد میں طبع ہوا۔ صفحات ۱۱۶/ ہیں۔ ایک بار اور طبع ہوا ہے اور مولانا عبدلقدوس سے اس کا پیش لفظ بھی لکھا تھا۔ یہ رسالہ چار بابوں پر مرتب ہے۔

معیار السنۃ (اردو)

یہ رسالہ ۱۳۵۸ میں مکتبہ ابراہیمہ حیدرآباد دکن کی جانب سے طبع ہوا۔ ۹۵/ صفحات پر مشتمل ہے۔ مولانا عبدالقدوس نے اس رسالہ کا بھی ایک مختصر پیش لفظ لکھا ہے۔ رسالہ ہذا میں ختم نبوت پر علمی بحث کی گئی ہے اور اسے اصول متوارثہ میں ثابت کیا گیا ہے۔

تصدیق السنۃ اردو

۱۳۶۰ھ میں یہ رسالہ بھی حیدرآباد میں طبع ہوا۔ ۴۲/ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس رسالہ میں

اصولی طور پر ان تمام دعاوی کی تردید کی گئی ہے جو نبی موعود ہونے کے سلسلہ میں سابق صدیوں میں کیے جاتے رہے ہیں۔ چونکہ یہ رسالہ قادیانی مدعی کی تردید میں لکھا گیا ہے جس نے دولت برطانیہ کو اپنی تلوار قرار دیا تھا، اس لیے رسالہ میں اسے ''برطانوی مسیح'' کے لقب سے یاد کیا گیا ہے۔

مولانا کی یہ وہ تصنیفات ہیں جو طبع ہو چکی ہیں۔ مولانا عبدالقدوس نے اپنے مضمون میں مزید ایک رسالہ کے لیے لکھا ہے کہ وہ دہلی کے کسی مطبع میں چھپا تھا۔ نیز یہ بھی لکھا ہے کہ وصایا سے متعلق ایک رسالہ تھا، معلوم نہیں وہ چھپا یا نہیں۔ مرحوم کے مسودات میں اس رسالہ کا ذکر اور کچھ اقتباس ان کی نظر سے گزرا تھا۔ مذکورہ رسائل و تصانیف کے علاوہ مزید چند رسائل جو علم میں آئے ہیں ان سب کی تفصیل ذیل میں دی جا رہی ہے......

رسالۃ فی الاوائل

اس رسالہ میں آپ نے اولیات کو جمع فرمایا تھا، رسالہ کے طبع ہونے کی نوبت نہیں آئی اس کے بارے میں مولوی عمران صاحب ٹونکی لکھتے ہیں ''مولانا حبیب الرحمٰن خان شیروانی نے مولانا نے یہ رسالہ عاریۃً لیا تھا پھر واپس ہونے کی نوبت نہیں آئی اور اس رسالہ کا اصل مسودہ شیروانی صاحب کے پاس رہا۔ اس کا ذکر مولانا مرحوم اپنی حیات میں فرمایا کرتے تھے۔ اس رسالہ کا دوسرا نسخہ بھی نظر سے نہیں گزرا۔ البتہ موصوف کے کاغذات میں دو ورق ایسے دستیاب ہوئے ہیں جو اس رسالہ کے مسودات ہیں''

رسالہ فی تحقیق اثر ابن عباس

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مشہور اثر ہے، ان اللہ خلق سبع ارضین، نوح کنوحکم ......الخ اس کے ثبوت میں مولوی عبدالحی صاحب فرنگی نے ایک رسالہ لکھا تھا اس رسالہ کی تردید میں مولانا نے یہ رسالہ تصنیف فرمایا، آپ کا خیال تھا کہ یہ رسالہ مولوی عبدالحی صاحب کو لکھنؤ بھیجیں کہ ان کا انتقال ہوگیا پھر یہ رسالہ ضائع ہوگیا۔ مولانا کی حیات میں متعدد بار اس رسالہ کا ذکر آیا ہے، مگر نہ مصنف علام کے پاس اس کا نسخہ رہا اور نہ کسی دوسرے مقام پر اس رسالہ کے کسی نسخہ کا پتہ چل سکا۔

رسالہ صبح صادق

صبح صادق پر نفیس اور جامع رسالہ ہے جس میں فجر کی حکمت، ہیئت، نصوص واردہ، فقہاء کے اختلافات، مسائل صوم وصلوٰۃ جو فجر پر متفرع ہیں۔ اس رسالہ میں تفصیل سے بیان کیے گئے ہیں۔ اور نہایت لطیف تحقیق کی گئی ہے۔ یہ رسالہ سات بابوں پر مرتب ہے۔ مصنف علام کے قلم کا لکھا ہوا اصل نسخہ محفوظ ہے جو موصوف نے مولوی عمران صاحب مرحوم کو عنایت فرمایا تھا۔ اس رسالہ کا ساتواں باب مصنف کے پاس ضائع ہوگیا تھا اور آپ کا ارادہ تھا کہ اس کی تکمیل فرمادیں لیکن مکمل کرنے کی نوبت نہیں آئی اور آپ کا انتقال ہوگیا۔ اس رسالہ کی ایک نقل مولوی عمران صاحب مرحوم نے ۱۳۶۷ھ میں کی تھی، یہ نقل بھی محفوظ ہے۔

رسالہ تعامل

اپنے موضوع پر ایک مختصر اور اچھا رسالہ ہے۔ علمائے احناف کیجانب سے اس مسئلہ سے بحث کی گئی ہے کہ ''تعامل'' سند ہے یا نہیں۔ یہ رسالہ آپ نے اپنے برادر مولانا حیدر حسن خان کے فرمانے سے بحالت اعتکاف ایک نشست میں ترتیب دیا۔ موصوف نے یہ حصہ اپنے رسالہ رفع الیدین میں شامل کرلیا۔ جب موصوف کا انتقال ہوگیا تو مصنف علام نے اس میں مزید اضافہ کر کے ایک رسالہ کی تشکیل دی۔ یہ وہی رسالہ ہے جو اس سلسلہ میں ادلہ غریبہ پر مشتمل ہے۔ مولوی عمران صاحب کے والد مولوی عرفان صاحب مرحوم نے ۱۲۶۸ھ میں مصنف کے اصل مسودہ سے یہ رسالہ نقل کرلیا تھا جو محفوظ ہے۔
اوّله اعلم ان العمل بالعقائد و الاحکام الشرعية علی وجهين ...... الخ۔ مصنف علام کے صاحبزادہ عبدالمنعم خان کے ذریعہ ان تمام فرامین، خطوط اور حکمناموں کو اپنی نگرانی میں جمع کرنے کا سلسلہ شروع کیا تھا جو رسول اللہ ﷺ اور خلفائے اربعہ نے اپنے اپنے ادوار میں جاری فرمائے۔ اس سلسلہ کی پہلی کڑی، رسول اللہ ﷺ کے فرامین کا مجموعہ تھا جو ''الرسالات النبویۃ علیہ التحیۃ'' کے نام سے شائع ہوا۔ ان مکاتیب کا اصل مسودہ نواب محمد علی خان صاحب نے جمع کرانا چاہا تھا۔ ان کے انتقال کے بعد صاحبزادہ عبدالرحیم خان صاحب نے اپنے پسر صاحبزادہ عبدالمنعم خان کو یہ مسودات دے کر ان کی تکمیل کرانا چاہی۔ آپ پہلے ہی سے اپنے استاد مولوی محمود حسن خان صاحب کی معیت میں سیرت کی کوئی کتاب ترتیب دینا چاہتے تھے۔ اس موقع کو غنیمت سمجھ کر حضور کے نامجات ''الرسالات النبویۃ'' کے نام

سے شائع کیے۔

باقی حصہ خلفائے اربعہ کے فرامین سے متعلق ہے۔ یہ حصہ اب تک مسودات کی شکل میں ہے اور اس کے طبع ہونے کی نوبت اب تک نہیں آئی۔ صاحبزادہ عبدالمنعم خان صاحب نے اپنی وفات سے کچھ مدت پہلے، یہ مسودات یہ کہہ کے مولوی عمران خان صاحب نے (المتوفی ۱۹۹۲ء) عنایت فرمادیے کہ میں اب مسودات کے محفوظ رکھنے کا اہل نہیں رہا ہوں۔ یہ مسودات مولوی عمران صاحب کے آبائی کتب خانہ عرفانی ٹونک میں محفوظ ہیں۔ جو خلفاء کے فرامین پر مشتمل ہیں۔ سیر واحادیث کی مختلف کتابوں سے یہ مسودات پرچوں کی شکل میں جمع کیے گئے۔ ان مسودات کا اکثر حصہ صاحبزادہ عبدالمنعم خان کے قلم سے ہے۔ نواب محمد علی خان کے پوتے صاحبزادہ عبدالمجید خان پسر صاحبزادہ عبدالحمید خان نے ''تقدیم احمدی'' کے نام سے ایک کتاب ۱۳۳۲ھ میں شائع کی تھی جو محمدی پریس ٹونک میں طبع ہوئی۔ یہ کتاب دراصل مولانا محمود حسن صاحب کی مرتبہ ہے اور اپنے موضوع پر ایک اچھی اور مفصل کتاب ہے۔ مؤلف مرحوم کے کچھ مسودات بھی عرفانیہ کتب خانہ ٹونک میں بطور یادگار محفوظ ہیں جو آپ کا انتقال ہوجانے کے بعد آپ کی کتابوں میں دستیاب ہوئے۔ ان میں چند اوراق ان مسودات کے ہیں جو موصوف عمر کے آخری سالوں میں قادیانیوں کی تردید میں تحریر فرمایا کرتے تھے۔ ان اوراق پر جو صفحات پڑے ہوئے ہیں ان سے اندازہ ہوتا ہے کہ کافی شرح تردید ہوگی۔ معلوم نہیں باقی اوراق کہاں رہے۔ دو روق مصافحہ کے سلسلہ کے ہیں۔ ان میں مصافحہ بالیدین کے جواز میں دلائل دیئے گئے ہیں۔ پانچ چھ جزو، مسائل فقہیہ پر آپ کے قلم سے اردو میں محفوظ ہیں۔ ان کے دیکھنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ فقہ کے مختلف ابواب کو اردو میں جمع کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ ''مسئلہ'' لکھ لکھ کر مسائل جمع کیے گئے ہیں اور جہاں سے جو مسئلہ لکھا گیا ہے اس کا حوالہ ساتھ میں درج ہے۔ یہ مسودات روزہ کے مسائل پر مشتمل ہیں اور صفحہ نمبر ۱۷ سے ۶۴ تک محفوظ ہیں۔ تقریباً تین جزو ایسے مسودات کے بھی محفوظ ہیں جن میں سوال وجواب کے طرز پر مسائل جمع کیے گئے ہیں۔ یہ مسودات بھی صوم وصلوٰۃ وغیرہ کے مسائل پر مشتمل ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے ایسی کوئی کتاب ترتیب دی جارہی تھی۔ چند خطوط کے مسودات بھی ان مسودات میں محفوظ ہیں جو اس دور میں آپ نے ادبی انداز میں تحریری فرمائے۔ اسی طرح ایک جزو معجم المصنفین کے مسودات کا بھی محفوظ ہے جس میں علماء کے نام حروف کی ترتیب سے سنین وفات کے لحاظ سے جمع کیے جا رہے تھے (۵۱)

حافظ محمود خان شیرانی

سلسلہ نسب

سابق صوبہ سرحد بلوچستان کی سرحد پر واقع پہاڑ تخت سلیمانی کے اردگرد افغانوں کا ایک قبیلہ ''شیرانی'' نہایت قدیم زمانے سے آباد ہے۔ یہ علاقہ جو''تحصیل شیرانی'' کے نام سے موسوم ہے۔ چند سال ہوئے ضلع ژوب سے علیحدہ کر کے انتظامی لحاظ سے ضلع ڈیرہ اسماعیل خاں سے متعلق کر دیا گیا ہے۔ شیرانی صفت نسبتی نہیں بلکہ ان لوگوں کے جد امجد کا نام ہے جس کے سبب پورا قبیلہ اسی نام سے معروف ہوگیا۔ پٹھانوں کی تاریخ کی رو سے شیرانی افغانوں کے جد اعلیٰ ملک قیس عبدالرشید کے کے ایک پرپوتے کا نام تھا۔ غزنوی حملوں کے سلسلے میں اس قبیلے کے کچھ افراد ذرائع معاش کے کافی نہ ہونے کے سبب لشکر میں شامل ہو کر ہندوستان چلے آئے، شاید حملۂ سومنات سے واپسی پر یہ لوگ راجپوتانہ میں قیام پذیر ہو گئے۔ ان کی روایات کے علاوہ یہ اندازہ اس سے بھی ہوتا ہے کہ شیرانیوں کے قیام کی جگہ محمود کی سومناتھ سے واپسی کے راستے کے نزدیک واقع ہے (۵۲)

سابق ریاست جودھپور کے ضلع ناگور میں ''کھاٹو'' نام کے دو موضع ہیں جو ایک دوسرے سے دو تین میل کے فاصلے پر ہیں۔ دونوں میں امتیاز کرنے کی خاطر مشرقی قصبے کو چھوٹی کھاٹو اور مغربی قصبہ کو بڑی کھاٹو کہتے ہیں۔ کھاٹو جدید تلفظ ہے جس کی قدیم صورت کھتو ہے، تمام پرانی کتابوں، فرامین اور کتبوں میں یہ نام بصورت کھتو ملتا ہے (۵۳)

بڑی کھاٹو کسی زمانے میں نہایت اہم مقام رہا ہے اس میں بہت سی مساجد، مزارات اور دیگر پرانے آثار موجود ہیں۔ ان میں سب سے قدیم ایک مسجد ہے جو سلطان شمس الدین التمش (متوفی ۶۳۳ ھ) کے دور سے تعلق رکھتی ہے۔ اسی عہد کا ایک کتبہ بھی موجود ہے۔ سنگ مرمر کے اس کتبے پر جو عربی میں کندہ ہے، رمضان ۶۲۹ ھ تاریخ دی گئی ہے۔ کتبے کی تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ابتدا میں التمش کے عہد میں کسی تالاب پر نصب کیا گیا تھا۔ آج کل یہ کتبہ حضرت اسحٰق مغربی کی درگاہ میں جو آٹھویں

صدی ہجری کے مشہور بزرگ ہیں موجود ہے۔ ان ہی حضرت اسحٰق مغربی (متوفی ۷۶۳ھ) کے مرید مشہور بزرگ شیخ احمد کھٹو تھے جن کا مزار سرخیز (گجرات) میں واقع ہے۔ یہ اپنے پیر خانے کی نسبت سے کھٹو کہلاتے ہیں۔ جہانگیر اپنی توزک میں گجرات کے سفر کے سلسلے میں لکھتا ہے......

> چوں مزار شیخ احمد کھٹو بر سر راہ واقع بود، نخست بدانجا رفتہ فاتحہ خواندہ شد، کھٹو نام قصبہ ایست از سرکار ناگور و مولد شیخ از آں جاست۔

لیکن شیخ کی پیدائش کے معاملے میں جہانگیر کو سہو ہوا ہے۔ آپ کی پیدائش کھٹو نہیں بلکہ دہلی کی ہے، جیسا کہ ابوالفضل نے ''آئین'' میں تحریر کیا ہے......

> لقب جمال الدین، در دہلی سال ہفت صد و سی وہفت بزاد، از بزرگ زادہ ہائے آنجاست، مرید و خلیفۂ بابا اسحٰق مغربی، نام او نصیرالدین ......

شیرانی سب سے پہلے اسی قصبہ کھاٹو میں سکونت گزیں ہوئے۔ ان کے متعلق سب سے قدیم تلمیح کتاب ''مرقاۃ الوصول الی اللہ والرسول'' میں ملتی ہے جو شیخ احمد کھٹو کے حالات میں نویں صدی ہجری کے وسط کی ایک تالیف ہے (۵۴)۔ بعد میں بعض چھوٹی کھاٹو نقل مکانی کر آئے لیکن انیسویں صدی کے وسط میں یہاں سے دو تین میل کے فاصلے پر اپنی نو آبادی ڈھانی شرانیان کے نام سے بسائی۔ یہ نو آبادی آج تک موجود ہے اور یہ چار مواضعات پر مشتمل ہے۔ پیشہ سپہ گری کی مناسبت سے شیرانی تمام علاقہ میں سپاہی کے نام سے مشہور ہو گئے اور عموماً مارواڑ کے غیر مسلم انہیں اسی نام سے یاد کرتے ہیں۔ ذرائع معاش کی کمیابی نے یہاں بھی انہیں فوجی خدمت کی طرف متوجہ کیا۔ چنانچہ ریاست جودھپور مارواڑ کی فوج میں داخل ہونے لگے اور مرنے مارنے میں نام پیدا کیا۔ یہی وجہ تھی کہ جب عہد شاہجہانی میں جودھپور کے شاہی خاندان کے ایک فرد رتن سنگھ راٹھوڑ کو مالوے کا علاقہ تفویض ہوا تو اس پر قبضہ جمانے کی غرض سے یہاں سے ایک دستہ شیرانیوں کا ہمراہ لے گیا۔ مالوے پر قابض ہونے کے بعد اس نے بطور دارالریاست ''رتلام'' کی بنیاد رکھی۔ اور اس میں ایک محلہ شیرانی پورہ کے نام سے آباد کیا جو اب بھی موجود ہے (۵۵)

تیرہویں صدی ہجری کی دوسری اور تیسری دھائی میں جب تمام راجپوتانہ اور وسط ہند نواب

امیر خاں کی کچھار بنا ہوا تھا۔ انگریز دشمنی کا نشہ ان کی رگ و پے میں سرایت کر چکا تھا تو جودھپور میں چند شیرانی بھی ان کے لشکر میں شامل ہو گئے۔

۱۸۱۷ء کے اواخر میں امیر خاں اور انگریزوں کے درمیان صلح کے معاہدے پر دستخط ہو گئے اور امیر خاں، نواب ... الدولہ امیر خاں والی ریاست ٹونک بن گئے تو اس کے چند ماہ بعد سید احمد شہیدؒ صاحب وا... شریف لے گئے اور وہاں اعلائے کلمۃ الحق کا سلسلہ شروع کیا۔ معاہدے کی رو سے امیر خاں نے اپنی فوج کا بڑا حصہ برخاست کر دیا ان برخاست شدہ فوجیوں سے چند آدمی جو سید صاحب سے بہت متاثر تھے ان کے پاس دہلی پہنچے اور پھر ان ہی کے ہو رہے، ان میں ایک سپاہی چاند خاں نامی شیرانی بھی تھے۔

۱۸۲۲ء میں جب سید صاحب نے ایک بڑی تعداد کے ساتھ فریضہ حج ادا کیا تو یہ بھی ان کے ہمراہ تھے اسی وجہ سے انہیں خاندان میں حاجی جی کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ حاجی صاحب جہاد کے واسطے سید احمد شہیدؒ صاحب کے ہمراہ سرحد تشریف لے گئے اور ۱۸۳۱ء میں امیر کی شہادت کے بعد واپس لوٹے۔ مولانا غلام رسول مہر نے شہدائے بالاکوٹ کی فہرست میں ایک نام چاند خاں ناگوری دیا ہے۔ ہوسکتا ہے کہ یہ نام کسی غلط فہمی کی بنا پر روایات میں شامل ہوگیا ہو۔ یا ممکن ہے کہ ناگور کے علاقے کے دو چاند خاں جہاد میں شامل ہوئے ہوں۔

حاجی صاحب کچھ عرصے ''رتلام'' (شیرانی پورہ) رہے۔ وہاں ایک بیوہ سے نکاح کیا اور کھاٹو چلے آئے، کھاٹو میں کئی برس مقیم رہے اور کھیتی باڑی کرتے رہے۔ کبھی کبھی سید صاحب کی آل کی زیارت اور ساتھی مجاہدین سے ملاقات کے لیے ٹونک آتے، کھاٹو سے ٹونک براہِ راست کوئی سوا سو میل کا سفر تھا۔ حاجی صاحب کے تین بچے ہوئے، اسماعیل خان، اسحاق خاں اور یعقوب خان۔ جب بچے ذرا سیانے ہوئے تو ان کو لے کر ٹونک چلے آئے تاکہ تھوڑا بہت پڑھنا لکھنا سیکھ جائیں۔ سب سے بڑے بھائی اسماعیل خاں اس دور کی مروجہ تعلیم حاصل کر کے سرکار ٹونک میں ملازم ہوئے اور ترقی کر کے خوب معتزز ہو گئے، کچھ کاروبار کا سلسلہ شروع کرلیا۔ ٹونک کے محلّہ مہندی باغ میں مکانات تعمیر کرائے۔ محمد اسماعیل خاں صاحب کی دو بیویوں سے سات لڑکے ہوئے۔ پہلی بیوی سے دو لڑکے ابراہیم خاں اور اسرائیل خاں، اور دوسری بیوی سے پانچ یعنی محمود خاں، مسعود خاں، مودود خاں، مقصود خاں اور مشہود خاں۔ حافظ صاحب (حافظ محمود شیرانی) دوسرے پانچ بھائیوں میں سب سے بڑے تھے۔ ان کا نام

اپنے والد اور دونوں بڑے بھائیوں کے ناموں کی مناسبت سے محمد میکائیل بھی رکھا گیا۔ والد نے تاریخی نام نکالے جن میں ایک نظام الدین اسماعیل تھا۔ ان کی پیدائش کی تاریخ کا اندراج ان کے والد نے یوں کیا ہے......

بتاریخ ۲۹ رشوال ۱۲۹۷ھ مطابق کنوار کیم ۱۹۳۷ء بکرمی یوم سہ شنبہ ۵ ر اکتوبر ۱۸۸۰ء بعد غروب آفتاب برخوردار محمد محمود عرف محمد میکائیل تولد شد۔ اسم تاریخی نظام الدین اسماعیل، منظور میاں، حمید الدین خان (معنوی)

اس زمانے میں نواب وزیر الدولہ اور نواب ابراہیم علی خاں کی کوششوں سے ٹونک اسلامی علوم کا مرکز بن گیا تھا۔ اس ماحول میں حافظ صاحب نے آنکھ کھولی ٹونک میں رواج تھا کہ ابتدائی قاعدہ پڑھانے کے بعد بچوں کو قرآن حفظ کراتے تھے۔ اس عمر میں ذہن تازہ ہوتا ہے، اس لیے بچہ بڑی آسانی سے یہ سعادت حاصل کر لیتا ہے۔ اس رواج کی وجہ سے ٹونک کے چھوٹے سے شہر میں حفاظ کی تعداد اتنی ہوتی تھی کہ بڑے بڑے شہروں میں دستیاب ہونی ممکن نہ تھی۔ خود نوابوں اور صاحبزادوں میں اکثر حفاظ تھے۔ حافظ صاحب نے بھی اوائل عمر ہی میں اس کام کو پایہ تکمیل تک پہنچایا۔ اس کے بعد مروجہ علوم کی تعلیم شروع ہوئی جن میں فارسی کو مرکزی حیثیت حاصل تھی، اس میں کئی سال صرف ہوئے (۵۶)

۱۶ ر مارچ ۱۸۹۷ء کو ڈھانی شیرانیاں میں عالم خاں ولد محراب خاں شیرانی کی دختر سے آپ کا نکاح ہوا۔ اسی سال انگریزی پڑھنی شروع کی (۵۷)۔ اس غرض سے انہیں جودھپور بھیجا گیا۔ ۱۸۹۸ء میں جودھپور سے مڈل کے امتحان میں کامیاب ہوکر واپس آئے۔ اس زمانے میں شمس العلماء مفتی محمد عبداللہ ٹونکی اورینٹل کالج لاہور میں پڑھایا کرتے تھے۔ وہ علوم اسلامیہ کیساتھ ساتھ فلسفہ اور منطق کے بھی جید عالم تھے۔ جن دنوں حافظ صاحب جودھپور سے آئے اتفاق سے مفتی صاحب بھی ٹونک میں تھے۔ چنانچہ ان کے والد نے ان کو مفتی صاحب کے حوالے کر دیا تاکہ لاہور لے جا کر انہیں داخل کرا دیں۔ یہاں اورینٹل کالج سے انہوں نے منشی، منشی عالم اور منشی فاضل کے امتحانات پاس کیے۔ وہ عالم ۱۸۹۹ء کے امتحان میں اوّل، اور فاضل ۱۹۰۱ء کے امتحان میں یونیورسٹی میں دوم آئے۔ شعر وسخن سے دلچسپی تو ٹونک کی تعلیم ہی کے دوران میں شروع ہو چکی تھی۔ چنانچہ اس عرصہ میں آپ نے کچھ نظمیں وغیرہ کہیں۔ جن میں ان کی معرکہ آرا نظم ''ٹیپو سلطان'' بھی شامل ہے۔ فکر سخن کا لپکا آئندہ کئی برس تک

جاری رہا اور اس وقت چھوٹا جب وہ میدان تحقیق کے شہ سوار قرار پائے۔ اورینٹل کالج کی تعلیم سے فارغ ہونے کے بعد وہ پھر انگریزی کی طرف متوجہ ہوئے اور انٹرنس کا امتحان پاس کیا۔ اب ان کے والد نے مزید تعلیم کے لیے انہیں ولایت بھیجنے کا ارادہ کیا ان کا خیال اپنے لڑکے کو بیرسٹر بنانے کا تھا اس کے لیے حافظ صاحب کی انگریزی تعلیم کافی نہ تھی۔ تاہم فیصلہ یہ ہوا کہ اپنی انگریزی کی کمی بھی وہ ولایت جا کر ہی پوری کریں۔ چنانچہ وہ ستمبر ۱۹۰۴ء میں بمبئی کے راستے عازم انگلستان ہوئے اور ۴/اکتوبر ۱۹۰۴ء کو لندن پہنچے۔ اس سلسلہ میں یہ ذکر بھی ضروری ہے کہ حافظ محمود شیرانی پہلے ایسے ہندوستانی فرد تھے جو راجپوتانہ کی سرزمین سے نکل کر انگلستان گئے (۵۸)

حافظ صاحب کو ولایت بھیجنے سے ان کے والد کا منشا اگرچہ قانون کی تعلیم کا حصول تھا لیکن وہ خود قانون کے بجائے زراعت کی تعلیم اپس ے لیے زیادہ مناسب سمجھتے تھے۔ الغرض کچھ تو اس خیال سے کہ زراعت کے لیے زیادہ مشکل اور فنی قسم کی انگریزی کی ضرورت تھی لیکن زیادہ تر اپنے والد کی مرضی کے پیش نظر وہ قانون کی تعلیم کے لیے ''لنکنز ان'' میں داخل ہوگئے۔ ساتھ ہی ساتھ انگریزی زبان میں مہارت حاصل کرنے کی کوشش شروع کی اور انگریزی ادب کا بغور مطالعہ کرنے لگے۔

لندن میں شیرانی صاحب نے رومن لاء، کریمنل لاء، سیلونشن لاء، نیز لیگل ہسٹری کے امتحانات میں یکے بعد دیگرے کامیابی حاصل کی اور لندن یونیورسٹی کے فارسی امتحان میں اوّل آنے پر انہیں آوزلے اسکالر شپ ملا جس سے انہوں نے پروفیسر ٹی ڈبلیو آرنلڈ کی رہنمائی میں ایک سال تک عربی زبان کا مطالعہ کیا۔ ساتھ ہی اس کے لندن کی مشہور لوزک اینڈ کمپنی میں بطور مشیر برائے اسلامی مخطوطات و آثار عتیقہ کام کرتے رہے۔ تعلیمی مشاغل کے ساتھ وہاں انہوں نے کئی علمی، ادبی سوسائٹیوں میں بھی کام کیا اور وہ ان کے سرگرم رکن رہے۔ حسن اتفاق سے وہاں علامہ اقبال، سر عبدالقادر اور بیرسٹر آصف علی جیسے مشاہیر وطن کی رفاقت بھی میسر آئی جو اس وقت علامہ، سر، اور بیرسٹر نہیں ہوئے تھے بلکہ شیرانی صاحب کی طرح طالب علمانہ زندگی گزار رہے تھے۔ یہ سب بھی شیرانی صاحب کے ساتھ شریک و سرگرم عمل رہے (۵۹)

تصنیف و تالیف کا سلیقہ اور تحقیقی مضامین کی ترقیم و تحریر کا ہنر شیرانی صاحب نے انگلستان کی طالب علمانہ زندگی ہی سے دکھانا شروع کر دیا تھا اور اسی زمانہ سے علمی حلقوں میں ان کا نام ایک بالغ نظر محقق کی حیثیت سے لیا جانے لگا تھا۔ وہ لندن میں سات آٹھ سال رہے اور وہاں کے معاشرہ و تہذیب کا

غائر نظر سے مشاہدہ بھی کیا، لیکن لندن کی رنگین و رومانی وحسین و دلفریب فضا سے دامن کشاں ہی رہے اور یہ فیض تھا بزرگوں کی تعلیم و تربیت کا اور اس دینی ماحول کا جس میں انہوں نے اپنی زندگی کا ابتدائی حصہ گزارا تھا اور جہاں ان کی سیرت و کردار کی تعمیر ہوئی تھی۔ ۱۹۱۳ء میں وہ ہندوستان واپس آگئے تھے، ان کی اس واپسی کی وجوہات کے بارے میں دو روایتیں مشہور ہیں، ایک یہ کہ گھریلو ضروریات و حالات اور مالی مشکلات کے باعث نہیں مجبوراً ہندوستان آنا پڑا تھا اور دوسری روایت یہ ہے کہ لندن کی جس لوزک اینڈ کمپنی میں وہ بطور مشیر کام کرتے تھے اور آخر میں جس کے خود بھی ایک حصہ دار بن گئے تھے اس کمپنی نے انہیں قدیم و نادر اشیاء، پرانے مسکوکات ومخطوطات کی تلاش و فراہمی وخریداری کے لیے ہندوستان بھیجا تھا۔ بہر حال کوئی بھی وجہ ہو، وہ ۱۹۱۳ء میں ہندوستان آگئے تھے اور یہاں سے ان چیزوں کو فراہم کرکے لندن بھیجتے تھے۔ وہ اگرچہ اس مرتبہ بھی لندن واپس جانے ہی کے ارادے سے آئے تھے لیکن ۱۹۱۴ء کی جنگ عظیم کے چھڑ جانے کی وجہ سے وہ پھر لندن نہ جا سکے۔ ٹونک ہی میں مطالعہ اور تحقیق مشاغل میں ۱۹۲۰ء تک مصروف رہے۔ ان ساتھ آٹھ سال کی مدت میں انہوں نے یہاں کے کتب خانوں کے نادر و نایاب ذخیرہائے کتب سے استفادہ کیا اور کتابوں اور پرانے سکوں کی فراہمی و خریداری کے سلسلہ میں لاہور، لکھنؤ اور دوسرے مقامات کے بھی انہوں نے سفر کیے۔ (۶۰)

۱۹۲۱ء میں شیرانی صاحب اپنے اہل و عیال کو ساتھ لے کر مارواڑ اور بھوپال ہوتے ہوئے لاہور چلے گئے۔ لاہور میں چونکہ وہ طالب علمی کا زمانہ گزار چکے تھے اور اس کے بعد بھی وہاں ان کی آمد و رفت اور اکثر قیام رہنے لگا تھا اس لیے وہاں کے علمی ادبی حلقے ان سے کافی حد تک متعارف تھے اور وہاں کے اصحاب علم وفن ان کو قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ اس لیے اب وہ جون ہی لاہور مستقل قیام کے ارادہ سے پہنچے تو وہاں کی علمی مجلسوں اور ارباب علم و ادب نے انہیں ہاتھوں ہاتھ لیا اور وہ اورنٹیل کالج لاہور میں پروفیسر بنا دیئے گئے اس سے پہلے کچھ عرصہ تک وہ اسلامیہ کالج سے بھی وابستہ رہے تھے۔

علامہ سید سلیمان ندوی مرحوم لکھتے ہیں ......

''یہ پہلی مثال ہوگی کہ کاغذی سند کی سند پر نہیں بلکہ ان کی عالمانہ تحقیق کی مثالوں کی سند پر پنجاب یونیورسٹی نے اورنٹیل کالج میں ان کو اردو کا پروفیسر مقرر کیا تھا'' (۶۱)

اس میں شک نہیں وہ اپنی اعلیٰ قابلیت و صلاحیت، حیرت انگیز وسیع معلومات اور تحقیقی و تنقیدی مہارت کے باعث ''پروفیسری'' کے منصب کے لیے بہت ہی موزوں ثابت ہوئے۔ انہوں نے اپنے فرض منصبی کو جس محنت و مستعدی، قابلیت اور ذوق و شوق سے انجام دیا وہ کسی سے مخفی نہیں۔

کالج کے طلبہ میں جو علمی ادبی اور تحقیقی و تنقیدی ذوق پیدا کیا وہ انہیں کا کام تھا اور تعلیم کا اصل منشا ذوق پیدا کرنا ہی ہے۔ پھر وہ اپنا راستہ نکال لیتا ہے۔ کالج کے وہ طلبہ جو اس زمانہ میں ان سے متعلق رہے وہ ان کی تحقیقی و تنقیدی رفعت و جلالت، لسانی و تاریخی، معلومات اور انداز ابلاغ واہام کے ہمیشہ مداح رہے۔ تمام طلبہ اور ساتھی لیکچرار ان کے بڑے قدر شناس تھے اور ہمیشہ عزت ع تکریم کرتے تھے۔ پروفیسر صاحب کی ارباب علم کی نظروں میں کس درجہ قدر و منزلت تھی اور وہ سب ان سے کس قدر گہری محبت و عقیدت رکھتے تھے اس کا تھوڑا سا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ ۱۹۳۵ء میں ہندوستان کے اہل علم نے خاص طور پر پنجاب کے دانشوروں اور محققین نے طے کیا تھا کہ ان کی علمی اور تحقیقی و تاریخی خدمات کے اعتراف میں مقالات کا ایک یادگار مجموعہ مرتب کر کے اور اس کو زیور طبع سے آراستہ کر کے پروفیسر صاحب کی خدمت میں بطور خراج تحسین و اعتراف خدمات پیش کریں۔

چنانچہ علامہ سید سلیمان ندوی مرحوم اس نذرانہ اور پیش کش پر تبصرہ کرتے ہوئے مطلع فرماتے ہیں......

> ''یورپ میں دستور ہے کہ اکابر اہل علم کی علمی خدمات کی قدر شناسی میں ان کے نام پر ان کے مذاق کے علمی تحقیقی مقالات کا مجموعہ جو مختلف اہل قلم کے لکھے ہوئے ہوتے ہیں نذر کیا جاتا ہے۔ اس کی تقلید میں اکثر پنجاب کے اور بعض ہندوستان کے اہل علم یہ چاہتے ہیں کہ اردو کے مشہور محقق حافظ محمود خان شیرانی پروفیسر اردو پنجاب یونیورسٹی کی خدمات کے اعتراف میں اردو فارسی ادبیات کے مختلف عنوانات پر اہل علم کے مقالات کا ایک قابل قدر مجموعہ شائع کریں'' (۶۲)

لاہور کے دوران قیام اور اسلامیہ کالج و اورنٹیل کالج سے وابستگی کے زمانہ میں شیرانی صاحب نے اردو زبان و ادب کی جو خدمات انجام دی ہیں ان کا مختصر تذکرہ اوپر گزر چکا ہے۔ وہ ۱۹۴۰ء تک

اورئنٹیل کالج سے وابستہ رہے اس کے بعد پیرانہ سالی کے باعث اس سے سبکدوشی حاصل کرلی اور اپنی زندگی کے آخری حصہ کو گوشہ امن و عافیت میں بسر کرنے اپنی علمی اور تحقیقی شہرت و ناموری کو لیے ہوئے اسی بستی میں آ گئے جہاں سے ان کا خمیر بنا تھا اور جس کی علمی فضا میں انہوں ہوش کی آنکھیں کھولی تھی۔ ٹونک آنے کے بعد انہوں نے سہر سے تین میل کے فاصلہ پر بناس ندی کے لگراج گھاٹ پر ایک قطعہ زمین خریدا اور وہیں اپنے خیالات کے مطابق چمن راحت کی آبیاری شروع کردی۔ باغ لگایا، پھول کھلائے اور ایک ایسی چھوٹی سی دنیا آباد کرلی جہاں سکون تھا، راحت تھی، آرام تھا اور اس کنج تنہائی میں اگر کوئی ان کا رفیق تھا تو وہ ان کی محبوب کتابیں تھی۔ یہی ان کی ہمدم، انیس اور یہی خیر الجلیس تھیں۔

فراغت و کتاب و گوشہ چمنے

۱۹۴۶ء کے فروری کی پندرہ تاریخ تھی اور رات آدھی سے زیادہ گزر چکی تھی کہ علم و ادب کا مہر انور اور فن تحقیق کا یہ گوہر شب چراغ جس خاک سے نکلا تھا اسی خاک میں ہمیشہ کے لیے روپوش ہوگیا ور سرزمین ٹونک اپنی ایک قابل فخر و ناز ہستی سے ہمیشہ کے واسطے محروم ہوگئی۔ (۶۳)

مرحوم کی وصیت کے مطابق اسی باغ میں سپرد خاک کیا گیا جو ان کا لگایا ہوا تھا اور جہاں انہوں نے زندگی کے آخری ایام گزارے تھے۔ چنانچہ آج وہ اسی باغ میں آسودۂ خواب ہیں۔

خوشا وہ باغ مہکتی ہو جس میں بو تیری
خوشا وہ دشت کہ ہو جس میں جستجو تیری

ان کے فانی جسم نے مفارقت کی ہے مگر ان کی ابدی زندگی انشاء اللہ ہمیشہ قائم رہے گی۔ ان کی تاریخی و تحقیقی تصانیف ان کی یادگار ہیں۔ وہ اپنا چراغ زیست بجھانے سے پہلے کتنے ہی چراغ جلا گئے اور ان کے جلائے ہوئے ان چراغوں کی ضیا پاشی میں انشاء اللہ کبھی فرق نہ آئے گا۔

علمی خدمات

شیرانی صاحب نے اپنے قلم سے جو جادو جگائے ہیں اور علم و فن کے جس بھی میدان پر راہنما خطوط اور نقش چھوڑے ہیں۔ وہ آج دوسروں کے لیے روشنی کے ایسے مینار، اور راستوں کے ایسے چراغ ہیں جن کی راہ نمائی سے طالبان علم و تحقیق کی کشتیاں ہمیشہ پار اترتی رہیں گی۔ اور جن سے راہ نوردان علم و فن، نیز تازہ واردان بساط ادب ہمیشہ اکتساب نور کرتے رہیں گے۔ ان کے قلم سے نکلی

ہوئی ایک ایک سطر، تشنہ کامان ارباب ذوق کے لیے آب حیات کا جام ثابت ہوگی۔ انہوں نے فن تحقیق کی وہ وہ خدمتیں انجام دی ہیں جو دوسروں سے دشوار تھیں، جو شخص بھی ان کی تصانیف، اور مضامین کو بنظر انصاف دیکھے گا اسے معلوم ہو جائے گا کہ وہ معلومات کا ایک سمندر تھے۔ علمی جواہرات کو وہ تودۂ گم نامی و بے نشانی سے نکالتے تھے اور پھر حسن ترتیب کے جملہ لوازم سے آراستہ کر کے دنیا کی مشتاق نگاہوں کے سامنے پیش کرتے تھے۔ وہ جس مضمون کا خیال کرتے اس کی تہہ تک پہنچتے اور اس کے ''ما بہ و ما علیہ'' کے سراغ میں پتے پتے اور ڈال ڈال پھرتے۔ اور پتال تک کی خبر لاتے تھے۔ وہ بڑے جامع کمالات اور دقیق النظر محقق تھے۔ ان کا زیادہ وقت تعلیم و تعلم، تحقیق تجسس، مطالعہ کتب، اور تصنیف و تالیف میں صرف ہوتا تھا۔ اور ان کی زندگی کا ایک ایک لمحہ علم و ادب کی خدمت کے لیے وقف تھا۔ انہیں نادر و نایاب کتابیں اور قدیم بادشاہوں، راجاؤں، اور نوابوں کے سکے جمع کرنے کا بھی بے حد شوق تھا۔ اور یہ شوق ان کو نہ صرف ہندوستان کے پرانے شہروں میں بلکہ انگلستان تک لے گیا۔ اور اس سلسلہ میں وہاں کے مستشرقین سے بھی ان کے تعلقات قائم ہوئے۔ پیرس کے قومی کتب خانہ سے بھی انہوں نے استفادہ کیا۔ اور وہاں تقریباً تین ماہ مصروف رہے اور وہیں بعض فرانسیسی اہل علم کے ساتھ مل کر قلمی کتابوں، تصویروں، اور سکوں کی تجارت بھی کی، اس طرح انہیں مشرق و مغرب دنیا کے دونوں حصوں میں قیام کا موقعہ ملا (۶۴)

تاریخی تنقید کے سلسلہ کا ان کا سب سے پہلا مضمون علامہ شبلی کی معرکتہ الآراء تصنیف ''شعر العجم'' کی تنقید ہے۔ جو ان کی وسعت نظر، وسعت تحقیق، فراوانی معلومات، خداداعلمیت و ذہانت، اور ژرف نگاہی پر دلالت کرتا ہے۔ اس مضمون کی اشاعت نے علمی حلقوں میں ایک تہلکہ مچادیا تھا، اس مضمون سے شیرانی صاحب کا مقصد علامہ شبلی کی تنقیص نہ تھا بلکہ تاریخی و تحقیقی فروگزاشتوں اور غلطیوں کی جانب توجہ دلانا تھا۔ چنانچہ وہ خود فرماتے ہیں......

> ''میں نہایت وثوق سے عرض کرتا ہوں کہ تنقید ہذا مولانا شبلی کی فضیلت علمی کی منقصت نہیں ہے بلکہ محض احتجاج ہے اس مروجہ روش کے خلاف جس میں ہمارے مصنفین تحقیق کی جگہ تقلید سے اور عقل کی جگہ نقل سے کام لیتے ہیں۔ ہم تاریخی واقعات اور سوانح لکھتے وقت اس قدر تکلیف گوارہ نہیں کرتے کہ ان کو نقد و نظر کی کسوٹی پر پرکھ لیں اور ان کی صحت و درست کے متعلق اپنا اطمینان کر لیں'' (۶۵)

تنقید شعر العجم کے اس ذکر کے ذیل میں بے محل نہ ہوگا اگر یہاں اس تنقیدی و تحقیقی مضمون میں مذکور رباعی و چہار بیتی کے فرق کی تحقیقی بحث کے بارے میں علامہ سید سلیمان ندوی مرحوم کے جواب مرقومہ ''عمر خیام'' پر شیرانی صاحب کے ہمعصر ادیب و نقاد ڈاکٹر تاثیر کی اس رائے اور تبصرہ کا ایک اقتباس نقل کر دیا جائے جو انہوں نے علامہ سید سلیمان ندوی کے نام اپنے لندن سے مرسلہ مکتوب میں تحریر کیا تھا۔

چنانچہ جب شیرانی صاحب کے مضمون تنقید شعر العجم کی پہلی قسط رسالہ اردو اورنگ آباد اکتوبر ۱۹۲۲ء میں شائع ہوئی تو رباعی و چہار بیتی کی تعریف و ہیئت کے سلسلہ میں علامہ شبلی پر ان کی گرفت اور ردوقدح سامنے آئی۔ سید صاحب مرحوم نے جو اس وقت ''عمر خیام'' کی تصنیف میں مصروف تھے موضوع کی مناسبت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے شیرانی صاحب کی بحث و تنقید کا جواب دیتے ہوئے چند اعتراضات بھی شیرانی صاحب پر کتاب میں تحریر کر ڈالے۔ ۱۹۳۳ء میں جب ''عمر خیام'' طبع ہوئی تو سید صاحب نے اس کا ایک نسخہ اپنے دوست تاثیر صاحب کو بھی بھیجا، تاثیر صاحب اس زمانہ میں انگلستان کی کیمبرج یونیورسٹی میں ریسرچ کر رہے تھے، انہوں نے ''عمر خیام'' میں شیرانی صاحب کی تنقید اور گرفت پر سید صاحب کے جوابات اور اعتراضات پڑھے تو ایک تفصیلی خط لکھا۔ پروفیسر تاثیر کے اس خط کو سید صاحب نے ''نامہ کیمبرج'' کے عنوان سے اکتوبر ۱۹۳۴ء کے رسالہ معارف میں شائع کیا تھا۔ تاثیر صاحب نے لکھا تھا کہ......

> ''آپ نے محبی العزیز پروفیسر شیرانی کے ادعائے چار بیتی کا دو جگہ تذکرہ کیا ہے۔ میرے خیال میں یہاں کوئی الجھاؤ پیدا ہوگیا ہے جہاں تک مجھے یاد ہے وہ چار بیتی کو رباعی سے مختلف صنف سخن تصور کرتے ہیں۔ آپ چار بیتی اور رباعی کو ایک قرار دیتے ہیں ترانہ کی طرح۔ اس لیے ان کا کہنا کہ چار بیتی کی اب کوئی مثال نہیں پائی جاتی محض چار قوافی رباعی نقل کرنے سے غلط نہیں ہو جاتا۔ میرے پاس نہ شیرانی ہیں نہ ان کا کوئی مضمون نہ کبھی ان سے اس موضوع پر گفتگو ہوئی جو یاد رہ گئی ہو، آپ کے اقتباسات، ایک دھندلا سا خیال اور اپنی رائے ان کی بنا پر ماقبل الفاظ تحریر کیے ہیں۔ اور یہ بھی اعتبار ہے کہ وہ گرگ بیشۂ تحقیق ایسا نادر دعویٰ کم کرتا ہے جو

یوں ہی لا طائل ٹھہر جائے بڑا پیچ دار بزرگ ہے، اور پکا
عروضی''(۶۶)

پروفیسر تاثیر کی مندرجہ بالا عبارت میں پروفیسر شیرانی کی تحقیقی صلاحیت، ان کی کد اوش، تفحص و تجسس، بالغ نظری، اور تنقیدی گرفت کا جہاں پورا پورا اعتراف ہے وہیں یہ عبارت اس بات کی بھی نشان دہی کرتی ہے کہ اس دور کے مورخ، نقاد، اور ادیبوں کے دلوں پر شیرانی صاحب کی جلالت تحقیق کا کس قدر سکہ جما ہوا تھا اور ان کی محققانہ کاوشوں سے وہ کس درجہ مرعوب تھے۔

شیرانی صاحب مرحوم کی نظر سے عرصہ تک ''عمر خیام'' نہیں گزری اور وہ سید صاحب کے جواب اور اعتراضات سے بے خبر رہے لیکن جب علامہ اقبال کے ذریعہ ان کو سید صاحب کی اس تالیف کا اور اس میں دیئے گئے جواب اور کیے گئے اعتراضات کا حال معلوم ہوا تو وہ خاموش نہ رہے اور فوری طور پر اس کے جواب میں ایک تفصیلی تحقیقی مدلل مضمون لکھ کر بطور ضمیمہ تنقید شعر العجم اس شکوے کے ساتھ شائع کیا کہ......

''مجھے شکایت ہے کہ سید صاحب نے باوجودیکہ کئی موقعوں پر مجھے اپنی قابل قدر تالیف ''عمر خیام'' میں ملزم ٹھہرایا ہے لیکن اس کا کوئی نسخہ میری اطلاع کے واسطے حسب رواج زمانہ مجھے نہیں بھیجا اور مجھ کو بے خبر رکھ کر لائق تعزیر قرار دیا۔ میں اس یک طرفہ کارروائی کے خلاف احتجاج کرتا ہوں، یہ خفیہ تیراندازی نامناسب ہے

لاف آن بہتر کہ درمیدان سر بازاں زنیم
شرط دعوی نیست تنہا کوئے وچوگان باختن''(۶۷)

تنقید شعر العجم کے بعد ان کی سب سے اہم اور شہرہ آفاق کتاب ''پنجاب میں اردو'' ہے یہ ان کا ایسا عظیم الشان تحقیقی کارنامہ ہے جس نے ان کو لازوال شہرت، اور محققین و مورخین کے حلقہ میں غیر معمولی امتیاز و تفوق بخشا ہے۔ اس کتاب میں پروفیسر صاحب نے بتایا ہے کہ زبان اردو نے اپنا ابتدائی اور ارتقائی دور پانچ دریاؤں والی سرزمین میں گزارا ہے یہی وجہ ہے کہ ابتدائی اردو کو پنجابی سے بہت

کچھ مماثلت و مناسبت حاصل ہے (۶۸)

شیرانی صاحب کا ایک اور قابل ذکر کارنامہ یہ ہے کہ انہوں نے ایک مضمون انتہائی تحقیق کے بعد ''انسائیکلو پیڈیا برٹانی کا'' کے لیے بھی لکھا تھا جو بہت ہیقدر کی نگاہوں سے دیکھا گیا۔ اسی طرح ایک اہم علمی خدمت ''میر قدرت اللہ قاسم'' کے تذکرہ شعرائے اردو ''مجموعہ نغز'' کی تصحیح و اشاعت ہے جس کو مرحوم نے بڑی محنت و کاوش اور جانشانی سے ایڈٹ کیا تھا۔ اور پہلی مرتبہ پنجاب یونیورسٹی کی جانب سے چھپا تھا۔ اس تذکرہ کی اہمیت و افادیت اور شیرانی صاحب کے انتخاب اور اس سلسلہ میں کاوش و دیدہ ریزی اور ان کی تحقیقی خدمت کی فضیلت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ سب سے پہلے اس پر تبصرہ علامہ ڈاکٹر اقبال نے کیا اور نہ صرف تبصرہ کیا بلکہ شیرانی صاحب کی علمی شخصیت و خدمت کی بڑے وقیع الفاظ میں تحسین و توصیف کی، چنانچہ وہ لکھتے ہیں......

> ''ہندوستان میں اس سال کی قابل ذکر بلکہ قابل فکر اشاعت میں سے حکیم میر قدرت اللہ قاسم کی تصنیف ''مجموعہ نغز'' ہے..........
> اگرچہ ظاہری صفات میں کتابت، طباعت، کاغذ اور جلد کی دیدہ زیبی کے لحاظ سے ''مجموعہ نغز'' ہماری ستائش کی حق دار ہے لیکن جس چیز نے اس کو ''ں گز تر'' بنا دیا وہ اس کے فاضل مرتب حافظ محمود خان شیرانی کی دقت تحقیق ہے۔ حافظ صاحب کا نام محتاج تعارف نہیں ان کے علمی مضامین ارباب ذوق سے ان کو اچھ طرح روشناس کرا چکے ہیں۔ اردو فارسی ادب کے وہ مشہور محقق ہیں اور ان کی تخلیقات کا معیار نہایت بلند تسلیم کیا جا چکا ہے۔ ''مجموعہ نغز'' کی ترتیب و تصحیح میں انہوں نے اسی جانفشانی اور دقت نظر سے کام لیا ہے جس کے لیے وہ مشہور ہیں'' (۶۹)

ان تصنیفات و تالیفات کے علاوہ انہوں نے ''پرتھی راج راسا'' ''فردوسی پر چہار مقالے'' اور دوسرے مختلف ادبی، تاریخی اور تحقیقی مضامین بھی بکثرت لکھے ہیں جو اورنٹیل کالج میگزین، رسالہ رومان، خیالستان، رسالہ مخزن لاہور اور دوسرے معیاری رسالوں میں شائع ہوتے رہے ہیں۔ ان میں بعض مضامین یکجا کتابی صورت میں ''مقالات حافظ محمود شیرانی'' کے عنوان سے آٹھ جلدوں میں چھپے بھی

ہیں۔غرض کہ شیرانی صاحب نے اپنی دقت نظر اور تحقیق و تفحص سے جو تخلیقات و تصنیفات بھی پیش کی ہیں ان کا رتبہ دنیائے ادب میں نہایت بلند ہے۔ ان کا تبحر علمی، ذوق تنقید، نکتہ رسی و ژرف نگاہی ارباب علم کے نزدیک مسلم ہے اور بقول علامہ سید سلیمان ندوی......

''ان میں سے ہر مضمون طالب تحقیق کے لیے معلومات کا خزانہ ہے، ان کے مضامین میں بہت سی مشہور عام باتوں کی تصحیح و تنقید ہے یا گزشتہ سرمایہ معلومات میں مزید اضافہ ہے''(۷۰)

شیرانی صاحب کے علمی وقار، اور تحقیقی نظر کا نہ صرف ہندوستان کے چوٹی کے ادیب اعتراف کرتے آئے ہیں بلکہ انگلستان و فرانس میں بھی ان کی تلاش و جستجو اور تحقیق ت جسس کا سکہ بیٹھا ہوا تھا۔ چنانچہ اویس احمد ادیب رقم طراز ہیں......

''انگلستان جانے کے وقت تک انہاک تو اتنا نہیں تھا جتنا کہ بعد میں ہوا مگر وہاں کے قیام نے اس انہاک کو زبردست قوت بخشی ان کے اس زمانہ حیات سے ایک دلچسپ واقعہ وابستہ ہے جس کا بیان غیر مناسب نہ ہوگا۔ قیام انگلستان کے زمانہ میں انہیں ایک انگریز ڈاکٹر ہنری اسٹیپ کی ایک ایسی کتاب مل گئی جو اس وقت تک شائع نہیں ہوئی تھی اور نہ انگریزی پریس اس کو شائع کرنے کو تیار تھا کیونکہ اس کی اشاعت سے عوام پر برے اثرات مرتب ہونے کا خیال تھا۔ وہ برے اثرات یہ تھے کہ لوگوں کو اسلام کے محاسن معلوم ہوجاتے اور عیسائیت کے عیوب ظاہر ہوجاتے۔ مولانا محمود شیرانی نے اس کتاب کی افادیت کا اندازہ لگا کر اس کو شائع کرنا چاہا مگر اپنے آپ کو اس کے اخراجات کا کفیل نہ پاکر انہوں نے نہ صرف انگلستان میں چندہ کیا بلکہ مصر اور ترکی سے بھی چندہ کی اپیل کی۔ اسلامی ممالک نے بھی ان کی آواز پر سکوں کی بارش کردی اس کتاب کے شائع ہوتے ہی نہ صرف انگلستان میں بلکہ تمام انگریزی دان دنیا میں ہنگامہ برپا ہوگیا۔ ہنگامہ بھی ایسا تھا کہ محمود شیرانی کو جھوٹا بتایا گیا بعض اخباروں نے تو غیر ذمہ دارانہ طور پر یہ بھی لکھ دیا

تھا کہ ڈاکٹر ہنری اسٹیپ کوئی شخص ہی نہ تھا یہ کتاب محمود شیرانی کی تالیف ہے اور انہوں نے یہ فرضی نام رکھ لیا ہے۔ مولانا اس سے پریشان نہ ہوئے بلکہ انگریزی پریس کی اس زہر افشانی کو اپنے لیے فال نیک سمجھا اور اس کے بعد ایک مختصر سی کتاب اس کتاب کے تعارف کے طور پر لکھی جس سے دنیا کو یہ اندازہ ہوگیا کہ محمود شیرانی دنیا کی کسی طاقت سے ڈرنے والے نہیں۔ یہی مولانا کا اوّلین کارنامہ تھا اور اس کی بدولت نہ صرف مسلمانوں نے بلکہ تمام دنیا کے لوگوں نے حافظ محمود خان شیرانی کو جانا''(۱۷)

مولوی مظہر حسن خان صاحب

مولوی مظہر حسن خان بن خان صاحب مولوی احمد حسن خان ذکائی دلیر بجنت۔ آپ مولوی محمود حسن خان صاحب، صاحب معجم المصنفین کے چھوٹے بھائی تھے۔ تیرہویں صدی کے نویں عشرے کی ابتداء میں پیدا ہوئے، ابتدائی تعلیم ٹونک میں حاصل کی۔ علوم شرقیہ کی تکمیل کے بعد مغربی علوم بھی حاصل کیے۔ آپ عربی وانگریزی ادب سے کافی ذوق رکھتے تھے۔ علوم سے فراغت حاصل کرنے کے بعد آپ ریاست رامپور تشریف لے گئے اور وہاں کے کالج میں پروفیسر مقرر ہوئے۔ عمر کا اکثر حصہ وہیں گزرا۔ وہیں سے آپ کی پینشن ہوئی جو آخر عمر تک ملتی رہی۔ پینشن ہوجانے کے بعد آپ ٹونک واپس تشریف لے آئے اور عمر کا باقی حصہ یہیں گزارا۔ علم السنہ شرقیہ سے آپ کو بڑی دلچسپی تھی۔ اس موضوع پر آپ نے کافی ریسرچ کیا ہے۔ مختلف زبانوں کا مطالعہ کرنے کے بعد آپ نے عربی زبان کو اہم الالسنہ ثابت کرنے کی کوشش کی اور ایک حد تک کامیاب رہے۔ مختلف مضامین لکھے، رسائل تصنیف کیے اور کافی مواد تیار کیا۔ مگر افسوس صد افسوس یہ ذخیرہ مرتب نہیں ہوسکا۔ اکثر حصہ شائع نہیں ہوا۔ اور اب اس کے مسودات بھی کہیں محفوظ نظر نہیں آ رہے ہیں۔ ۲۱/ جمادی الاولیٰ ۱۳۷۴ھ مطابق ۱۶/ جنوری ۱۹۵۵ء کو بروز یکشنبہ گیارہ بجے دن کے آپ کا انتقال محلہ ''بہیر'' میں بر مکان منشی عبدالرحمٰن خان وکیل ہوا۔ گورستان موتی باغ میں مولانا صاحب کے مدرسہ کے احاطہ میں استاد آبرو کی قبر کے متصل جانب شرق دفن کیا گیا۔ حافظ عبیداللہ صاحب بصیؔر نے آپ کی وفات پر یہ تاریخ کہی، (خاندان جملہ حسنات خان، ۱۹۵۵ء) اور (بمظہر حسن انجامید، ۱۳۷۴ھ) موصوف کا نکاح جے پور میں دیوان مقبول حسن خان کی ہمشیرہ سے ہوا تھا اور سوا لاکھ کا مہر تھا۔ آپ حالانکہ خوشحال اور صاحب جائداد تھے لیکن تمام جائداد اسی مہر کے نذر ہوگئی۔ آخر عمر میں بتقاضائے عمر، دماغ کافی ماؤف ہوگیا تھا۔ آپ کے کوئی اولاد نہیں ہوئی (۷۲)

مولانا نصیر احمد

غازی صاحب کی پہلی بیوی سے مولوی عبدالرب صاحب تولد ہوئے، جو ایک صوفی منش اور خدا رسیدہ بزرگ تھے، ان کی وفات ۱۸۹۱ھ میں ہوئی، ان کے فرزند مولانا نصیر احمد بڑے تبحر عالم تھے۔ ان کا شمار اس دور کے چند علماء میں ہوتا تھا ان کی زندگی کا عزیز ترین مشغلہ درس و تدریس تھا۔ ایک مدت تک انہوں نے حضرت علامہ حکیم سید برکات احمد کے قائم کردہ دارالعلوم خلیلیہ ٹونک میں صدر مدرسی کے فرائض انجام دیئے اور سیکڑوں طالبان علوم دین آپ سے فیضیاب ہوئے۔ علم حدیث وتفسیر اور فقہ و اصول میں آپ بحرالعلوم تھے۔ علم ریاضی میں بھی مہارت تامہ رکھتے تھے۔ بہت بڑے صاحب تقوئ عالم اور سراپا نورمجسم تھے اور باوجود زہد وتقوئ و عبادت گزاری کے بے حد شگفتہ مزاج اور خوش طبع انسان تھے۔ مولانا نصیر احمد نے علم حدیث قاضی محمد ایوب پھلتی ثم بھوپالی سے، علم ریاضی مولانا سیف الرحمٰن سے، اور علم طب وعلوم عقلیہ حضرت مولانا سید برکات احمد سے حاصل کیے تھے۔ نسبت، وارادت حضرت مولانا حاجی امداداللہ مہاجر مکی قدس سرہ العزیز سے تھے۔ ۲۲/ذی الحجہ ۱۳۴۸ھ مطابق ۲۱/مئی ۱۹۲۶ء کوٹونک میں انتقال کیا۔ مولانا نصیر احمد سے مولانا حکیم سید دائم علی خان کی دختر اور علامہ حکیم سید برکات احمد کی ہمشیرہ منسوب ہوئی، ان سے مولانا قاری امیر احمد، مولانا حکیم سید ظہیر احمد برکاتی، دو صاحبزادے، اور امۃ الحی و امۃ العزیز دو صاحبزادیاں تولد ہوئیں۔ امۃ العزیز کی شادی پھلت کے ایک ذی رتبہ و ذی علم خانوادہ کے ممتاز فرد اور حضرت انور شاہ کشمیری قدس سرہ العزیز کے ارشد تلمیذ مولوی مفتی محمد شریف صاحب سے ہوئی (۷۳)

مولوی نورالحق خستہ

مولوی خیرالدین شیرکوٹی کے فرزند مولوی نورالحق صاحب مفتی عدالت شرع شریف ٹونک مشہور عالم وفقیہ گزرے ہیں۔عربی فارسی اور فقہ میں ان کا دور دور جواب نہ تھا۔اکثر علوم میں درستگاہ رکھتے تھے۔فارسی میں حافظ عمر خان اور حکیم سید احمد علی صاحب سے تلمذ تھا۔علوم عربیہ کی تحصیل مولوی عبدالغفور بنگالی،مولانا عبدالمالک پنجابی،مولوی مفتی دوست محمد ولایتی اور مولانا حکیم سید دائم علی خاں سے کی تھی۔علم حدیث کی سند مولوی قاضی محمد ایوب پھلتی سے حاصل کی تھی اور حافظ کرم احمد سندیلی سے نسبت ارادت رکھتے تھے اور شاعری کا بھی ذوق تھا۔خستہ تخلص فرماتے تھے۔نواب محمد علی خان نے بنارس میں امام واقدی کی **''فتوحات الشام''** کا فارسی نظم میں ترجمہ کرانے کے لیے جن پانچ علماء اور شعراء کو منتخب فرمایا تھا ان میں سے ایک آپ بھی تھے۔نواب محمد علی خان ٹونکی ان کی بڑی عزت کرتے تھے ریاست سے معزولی کے بعد اپنے ساتھ بنارس لے گئے تھے۔ان کی زندگی تک بنارس ہی میں رہے۔ابتداً آپ بنارس میں نواب صاحب کے قائم کردہ مدرسہ کے صدرالمدرسین تھے۔نواب محمد علی خان کے انتقال کے بعد ٹونک آئے۔نواب ابراہیم علی خان نے آپ کی علمی خدمات کا لحاظ کرتے ہوئے محکمہ شرع شریف میں مفتی کے جلیل القدر عہدہ پر سرفراز فرما دیا تھا۔۳۱/دسمبر ۱۹۱۷ء کو یوم جمعہ کو وفات پائی (۷۴)

حافظ وجیہ الدین باغپتی

یہ بھی سید صاحب کے خلفاء میں سے تھے اور جنگ بالاکوٹ میں شریک جہاد تھے۔ نواب وزیر الدولہ کے زمانہ کارخانہ جات کے افسر اعلیٰ مقرر ہوئے۔ نہایت دیانتداری اور فرض شناسی سے اپنی متعلقہ خدمات انجام دیں۔ نواب صاحب بڑا اعزاز و اکرام فرمایا کرتے تھے۔ جس خط کے ذریعہ وزیر الدولہ نے آپ کو اور غازی ولی محمد صاحب و مولوی خیرالدین شیرکوٹی کو ٹونک آنے کی دعوت دی تھی وہ اصل خط آپ کے خاندان میں محفوظ ہے۔ حافظ صاحب کے صاجزادہ حاجی محمد یعقوب صاحب نواب ابراہیم علی خان چہارم فرماں روائے ٹونک کے عہد حکومت میں توشہ خانہ خاص کے مدارالمہام اور ریاست کے دوسرے ممتاز و معتمد عہدوں پر فائز رہے۔ پاکیزگی سیرت اور تقویٰ ورثہ پدری میں ملا تھا۔ بڑے علم دوست اور متواضع انسان تھے۔ آپ نے دور اقتدار میں بہت سے ایسے نیک کام کیے جو یادگار ہیں۔ نواب وزیرالدولہ کے جمع کردہ کتب خانہ کو آپ نے از سرنو فن دار ترتیب دیا تھا اس کی وضاحتی و تعارفی بڑی جامع فہرست تیار کی تھی۔ حاجی صاحب نے اپنی قابلیت، تدین، تجربہ کاری اور حسن کارکردگی کی بدولت نواب ابراہیم علی خان کے مزاج میں بڑا بار پا رکھا تھا۔ نواب صاحب ان کو اپنا معتمد علیہ سمجھتے تھے۔ جاگیرات و منصب سے سرفراز فرما رکھا تھا۔

حاجی صاحب کے انتقال کے بعد ان کے صاجزادے شیخ محمد یوسف صاحب صدیقی اپنے آبائی منصب و عہدے پر مامور ہوئے۔ شیخ محمد یوسف صاحب مشرقی تعلیم کے ساتھ مغربی تعلیم بھی حاصل کیے ہوئے ہیں، اس لیے جدید معاشرت و ماحول میں ان کی پذیرائی توقع سے زیادہ ہوئی اور سعید الدولہ نواب سعادت علی خان کے عہد میں پرائیویٹ سیکریٹری، مہتمم ریاست وغیرہ ممتاز عہدوں پر فائز رہے۔

آخر عہد سعیدی کے آخر زمانہ میں آپ نے ریاستی کاموں سے کنارہ کشی اختیار کی اور جب ہی سے آپ علمی اسلامی کاموں کی انجام دی۔ دینی اور اسلامی لٹریچر کے مطالعہ کا شوق اگرچہ پہلے سے تھا اب اس نے مستقل مشغلہ کی صورت اختیار کرلی جس سے زندگی کا طرز بھی بدلا، رہن سہن اور خیالات میں انقلاب پیدا ہوا۔ دینی اور ادبی لٹریچر میں علامہ النبہانی اور مولانا ابوالاعلیٰ صاحب مودودی کی کتابیں زیر مطالعہ زیادہ رہیں اس لیے فطری طور پر ان کی تحریکات سے قرب وتاثر پیدا ہوا اور باقاعدہ جماعت اسلامی میں شرکت کرلی۔ زیارت حرمین شریفین کی سعادت سے بھی دو بار مشرف ہو چکے تھے (۷۵)

مولوی وحید حسن خان صاحب

مولوی وحید حسن خان بن عنایت حسین خان صاحب۔ عنایت حسین خان، خانصاحب احمد حسن خان صاحب ذکائی کے ساتھ ٹونک آئے۔ موصوف مولوی وحید حسن خان، چودھویں صدی کے عشرۂ ثانیہ کے اوائل میں ٹونک میں پیدا ہوئے۔ یہیں تربیت پائی۔ مدرسہ ناصریہ ٹونک میں، مولوی محمد سعید صاحب، معروف بہ مولوی کلن سے ابتدائی علوم حاصل کیے۔ چونکہ مولوی حیدر حسن خانصاحب، شیخ الحدیث ندوہ کے بھانجے تھے اس لیے آپ نے انہیں مولوی غلام محمد صاحب کے پاس لاہور بھیج دیا۔ وہیں علوم کی تکمیل ہوئی۔ فارغ التحصیل ہوکر واپس ٹونک تشریف لائے۔ ابتدا۱۱ء آپ مدرسہ خلیلیہ ٹونک میں مدرس ہوئے۔ کچھ عرصہ بعد آپ کرنال تشریف لے گئے اور وہاں مدرس رہے۔ کرنال ہی میں ۱۳۴۳ھ میں آپ کا انتقال ہوگیا۔ اس وقت آپ کی عمر چالیس سال کی تھی۔ آپ نے ٹونک ہی میں درس وتدریس کا کام انجام دیا، بہت سے شاگردوں نے آپ سے استفادہ کیا، آپ کی کسی تصنیف کا ذکر نہیں ملتا، معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے درس وتدریس پر زیادہ توجہ رکھی۔ آپ کی شادی مولوی محمود حسن خان صاحب، مصنف معجم المصنفین کی دختر سے ہوئی تھی۔ آپ کے بڑے بیٹے غلام حسین خان ایم اے، ایل ایل بی، ریاست ٹونک میں مجسٹریٹ تھے۔ تقسیم ہند کے بعد پاکستان تشریف لے آئے اور یہیں انتقال ہوا، ان کے بیٹے تصدق حسین (عرف شاہد) کراچی میں مقیم ہیں۔ دوسرے بیٹے حکیم مولوی احمد حسن خان فاضل دیوبند ناسک علاقہ بمبئی میں عرصہ سے مطب کرتے تھے۔ بعد ازاں اپنے ماموں مولوی احمد حسین خان پسر مولوی محمود حسن خانصاحب کے پاس حیدرآباد دکن منتقل ہوگئے۔ وہاں طبی مشغلہ جاری رکھا اور مطب کرتے رہے(۷۶)

حواشی وحوالہ جات

۱...... سید اصغر علی آبرو، ''یادگارِ آبرو''، ۱۹۶۲ء، مطبع صغیر المطابع، دہلی، ص ۲۰

۲...... دیوان شمس الدین، ''ہفتاد سالہ امیر و بست سالہ وزیر'' (قلمی)، مملوکہ عربک اینڈ پرشین ریسرچ انسٹیٹیوٹ ٹونک (فوٹو کاپی راقم کے پاس موجود ہے)

۳...... روئداد کل راجستھان اردو سمپوزیم، ۱۹۶۴ء، بحوالہ شوکت علی خان، مضمون، مطبوعہ جرنل، جلد ۸، شائع کردہ اے پی آئی آر ٹونک، نیو پبلک پریس دہلی، ۱۹۹۰ء

۴...... سید اصغر علی آبرو، ''یادگارِ آبرو''، ۱۹۶۲ء، مطبع صغیر المطابع، دہلی، ص ۴۰

۵...... سید اصغر علی آبرو، ''یادگارِ آبرو''، ۱۹۶۲ء، مطبع صغیر المطابع، دہلی، ص ۴

۶...... سید اصغر علی آبرو، ''یادگارِ آبرو''، ۱۹۶۲ء، مطبع صغیر المطابع، دہلی، ص ۹

۷...... روئداد کل راجستھان اردو سمپوزیم، ۱۹۶۴ء، بحوالہ شوکت علی خان، مضمون، مطبوعہ جرنل، جلد ۸، شائع کردہ اے پی آئی آر ٹونک، نیو پبلک پریس دہلی، ۱۹۹۰ء

۸...... سعید احمد، سید اصغر علی کی تصانیف، مضمون، مطبوعہ جرنل، ۱۹۸۹ء، شائع کردہ اے پی آئی آر ٹونک، نیو پبلک پریس دہلی، ص ۸۵ تا ۸۷

۹...... سید اصغر علی آبرو، خلاصۃ البیان فی ذکر الاعیان معروف بہ ''تواریخ خاندان''، (غیر مطبوعہ) مملوکہ عرفانیہ کتب خانہ ٹونک۔

نیز: سعیدہ خانم عرفانی، ترجمہ اردو خلاصۃ البیان فی ذکر الاعیان معروف بہ ''تواریخ خاندان'' (مضمون) مطبوعہ جرنل، بابت سال ۱۹۹۱ء، شائع کردہ اے پی آئی آر، ص ۱۵۳

۱۰...... مولوی عامر ندوی، مولانا محمود حسن اور ان کے علمی کارنامے، (مضمون) مطبوعہ جرنل، بابت سال ۱۹۸۹ء، شائع کردہ اے پی آئی آر ٹونک، ص ۱۱۰

۱۱...... مولوی عمران خان، تذکرہ عرفانیہ، (غیر مطبوعہ) مملوکہ عرفانیہ کتب خانہ ٹونک

۱۲...... سید احمد مرتضیٰ، آثار مالوہ، ۱۹۳۷ء، خواجہ بک ڈپو، برقی پریس دہلی، ص ۲۷۹

۱۳...... سید منظور الحسن برکاتی، نواب وزیر الدولہ کا علمی و ادبی دربار، (مضمون) مطبوعہ دارالعلوم، نومبر ۱۹۷۳ء، لکھنؤ، ص ۲۷

۱۴...... سید منظور الحسن برکاتی، نواب وزیر الدولہ کا علمی و ادبی دربار، (مضمون) مطبوعہ دارالعلوم، نومبر ۱۹۷۳ء، لکھنؤ، ص ۲۹

۱۵...... حکیم سید محمد احمد، انوار علم و عرفاں، ۱۹۹۸ء، شائع کردہ اے پی آئی آر ٹونک، نفیس آرٹ پریس جے پور، ص ۱۹

۱۶...... مولوی عمران خان، تذکرہ عرفانیہ، (غیر مطبوعہ) مملوکہ عرفانیہ کتب خانہ ٹونک

۱۷...... مولوی عامر ندوی، مولانا محمود حسن اور ان کے علمی کارنامے، (مضمون) مطبوعہ جرنل، بابت سال ۱۹۸۹ء، شائع کردہ اے پی آئی آر ٹونک، ص ۱۱۱

۱۸...... مولانا سید عبدالحی، نزہۃ الخواطر، جلد ۸، ۱۹۷۰ء، حیدر آباد دکن، ص ۱۲۵

۱۹...... مولوی عمران خان، تذکرہ عرفانیہ، (غیر مطبوعہ) مملوکہ عرفانیہ کتب خانہ ٹونک

۲۰...... سید احمد مرتضی، آثار مالوہ، ۱۹۳۷ء، خواجہ بک ڈپو، برقی پریس دہلی، ص ۲۷۵

۲۱...... حکیم سید محمد احمد، انوار علم و عرفاں، ۱۹۹۸ء، شائع کردہ اے پی آئی آر ٹونک، نفیس آرٹ پریس جے پور، ص ۱۸

۲۲...... مولوی عمران خان، تذکرہ عرفانیہ، (غیر مطبوعہ) مملوکہ عرفانیہ کتب خانہ ٹونک

۲۳...... مولوی عمران خان، تذکرہ عرفانیہ، (غیر مطبوعہ) مملوکہ عرفانیہ کتب خانہ ٹونک

۲۴...... سید منظور الحسن برکاتی، نواب وزیر الدولہ کا علمی و ادبی دربار، (مضمون) مطبوعہ دارالعلوم، نومبر ۱۹۷۶ء، لکھنؤ، ص ۳۱

۲۵...... مولوی عمران خان، تذکرہ عرفانیہ، (غیر مطبوعہ) مملوکہ عرفانیہ کتب خانہ ٹونک

۲۶...... مولوی عمران خان، تذکرہ عرفانیہ، (غیر مطبوعہ) مملوکہ عرفانیہ کتب خانہ ٹونک

۲۷...... حکیم سید محمد احمد، انوار علم و عرفاں، ۱۹۹۸ء، شائع کردہ اے پی آئی آر ٹونک، نفیس آرٹ پریس جے پور، ص ۲۲

۲۸...... تصانیف کی بیشتر تفصیلات مولوی عمران صاحب کی ''تذکرہ عرفانیہ'' سے ماخوذ ہیں، مملوکہ عرفانیہ کتب خانہ ٹونک۔

۲۹...... سید منظور الحسن برکاتی، نواب وزیر الدولہ کا علمی و ادبی دربار، (مضمون) مطبوعہ دارالعلوم، نومبر ۱۹۷۶ء، لکھنؤ، ص ۳۹

۳۰...... احمد علی شوق، تذکرہ کاملان رامپور، ۱۹۲۹ء، دہلی، ص ۱۱۲

۳۱...... حکیم سید محمد احمد، انوار علم و عرفاں، ۱۹۹۸ء، شائع کردہ اے پی آئی آر ٹونک، نفیس آرٹ پریس جے پور، ص ۲۹

۳۲...... مولوی عمران خان، تذکرہ عرفانیہ، (غیر مطبوعہ) مملوکہ عرفانیہ کتب خانہ ٹونک

۳۳....... حکیم سید محمد احمد، انوار علم و عرفاں، ۱۹۹۸ء، شائع کردہ اے پی آئی آر ٹونک، نفیس آرٹ پریس جے پور، ص ۳۷

۳۴....... سید منظور الحسن برکاتی، نواب وزیر الدولہ کا علمی و ادبی دربار، (مضمون) مطبوعہ دارالعلوم، نومبر ۱۹۷۴ء، لکھنؤ، ص ۳۷

۳۵....... صاحبزادہ شوکت علی خان، حضرت مولانا حکیم برکات احمد اور ان کی خدمات، ۱۹۸۰ء، جمال پرنٹنگ پریس، دہلی، ص ۸۷

۳۶....... نصر اللہ خان، ایک شخص مجھ ہی سا تھا (مضمون)، مطبوعہ روزنامہ حریت جمعہ میگزین، ۲۱ر نومبر ۱۹۸۶ء، ص ۶

۳۷....... مناظر حسین گیلانی، تعلیم و تربیت، ۱۹۴۳ء، (باراوّل) دہلی، ص ۲۲

۳۸....... حکیم سید محمد احمد، انوار علم و عرفاں، ۱۹۹۸ء، شائع کردہ اے پی آئی آر ٹونک، نفیس آرٹ پریس جے پور، ص ۳۵

۳۹....... مولوی عامر ندوی، مولانا محمود حسن اور ان کے علمی کارنامے، (مضمون) مطبوعہ جرنل، بابت سال ۱۹۸۹ء، شائع کردہ اے پی آئی آر ٹونک، ص ۱۱۸

۴۰....... حکیم سید محمد احمد، انوار علم و عرفاں، ۱۹۹۸ء، شائع کردہ اے پی آئی آر ٹونک، نفیس آرٹ پریس جے پور، ص ۵۷

۴۱....... تصانیف کی بیشتر معلومات ''تذکرہ عرفانیہ'' (غیر مطبوعہ) مرتبہ مولوی عمران صاحب، مملوکہ عرفانیہ کتب خانہ ٹونک سے ماخوذ ہیں۔

۴۲....... مولانا عبدالقدوس ہاشمی، رسالہ فاران، (مضمون) بابت اپریل ۱۹۶۴ء، کراچی، ص ۲۹

۴۳....... مولوی عامر ندوی، مولانا محمود حسن اور ان کے علمی کارنامے، (مضمون) مطبوعہ جرنل، بابت سال ۱۹۸۹ء، شائع کردہ اے پی آئی آر ٹونک، ص ۱۲۷

۴۴...... مولوی عامر خان ندوی، معجم المصنفین، (اردو ترجمہ)، ۱۹۴۷ء، شائع کردہ اے پی آئی آر ٹونک، آفسیٹ پریس جے پور ص ۳۳

۴۵...... مولانا عبدالقدوس ہاشمی، رسالہ فاران، (مضمون) بابت اپریل ۱۹۶۴ء، کراچی، ص ۳۲

۴۶...... مولانا سید ابوالحسن ندوی، پرانے چراغ، ۱۹۷۰ء، ایجوکیشنل پریس کراچی، ص ۲۳۲

۴۷...... مولوی عامر خان ندوی، معجم المصنفین، (اردو ترجمہ)، ۱۹۴۷ء، شائع کردہ اے پی آئی آر ٹونک، آفسیٹ پریس جے پور ص ۳۹

۴۸...... مولوی عمران خان، تذکرہ عرفانیہ، (غیر مطبوعہ) مملوکہ عرفانیہ کتب خانہ ٹونک

۴۹...... پروفیسر ڈاکٹر محمد بقا، کچھ یادیں، ۱۹۹۶ء، شائع کردہ بقا پرنٹرز کراچی، ص ۸۴

۵۰...... مولانا عبدالقدوس ہاشمی، رسالہ فاران، (مضمون) بابت اپریل ۱۹۶۴ء، کراچی، ص ۳۴

۵۱...... تصانیف کی بیشتر معلومات ''تذکرہ عرفانیہ'' (غیر مطبوعہ) مرتبہ مولوی عمران صاحب، مملوکہ عرفانیہ کتب خانہ ٹونک سے ماخوذ ہیں۔

۵۲...... شہاب الدین ثاقب، تاریخ افغنہ، (حصہ اوّل)، سن اشاعت ندارد، ص ۱۰۶

۵۳...... Sir Denzil Ibbetson: Punjab Castes, P.77. Lahore 1916

۵۴...... حافظ محمود شیرانی، تنقید پرتھی راج راسا، ۱۹۴۳ء، دہلی، ص ۱۷۸

۵۵...... پروفیسر ڈاکٹر مظہر محمود شیرانی، حافظ محمود شیرانی (مضمون) مطبوعہ جرنل، ۱۹۷۹ء، شائع کردہ اے پی آئی آر ٹونک، ص ۳۴

۵۶...... سید منظور الحسن برکاتی، فن تحقیق و تنقید کا گوہر شب چراغ، (مضمون) مطبوعہ اورنٹیل کالج میگزین، شیرانی نمبر، جلد ۵۶، شمارہ ۳ تا ۴، ۱۹۷۷ء، لاہور، ص ۱۷۳

۵۷...... پروفیسر ڈاکٹر مظہر محمود شیرانی، مکاتیب حافظ محمود شیرانی، ۱۹۸۱ء، لاہور، ص ۱۸

۵۸...... اویس احمد ادیب، رسالہ آجکل، یکم فروری ۱۹۴۷ء، دہلی، ص ۳۷

۵۹...... سید منظور الحسن برکاتی، فن تحقیق و تنقید کا گوہر شب چراغ، (مضمون) مطبوعہ اورنٹیل کالج میگزین، شیرانی نمبر، جلد ۵۶، شمارہ ۳ تا ۴، ۱۹۷۷ء، لاہور، ص ۱۷۷

۶۰...... سید منظور الحسن برکاتی، فن تحقیق و تنقید کا گوہر شب چراغ، (مضمون) مطبوعہ اورنٹیل کالج میگزین، شیرانی نمبر، جلد ۵۶، شمارہ ۳ تا ۴، ۱۹۷۷ء، لاہور، ص ۱۷۹

۶۱...... سید سلیمان ندوی، رسالہ معارف (مضمون) نمبر۴، جلد ۵۷، اپریل ۱۹۶۶ء، اعظم گڑھ، ص ۷۷

۶۲...... سید سلیمان ندوی، رسالہ معارف (مضمون) نمبر ایک، جلد ۲۶، بابت جولائی ۱۹۳۵ء، اعظم گڑھ، ص ۸۲

۶۳...... سید منظور الحسن برکاتی، فن تحقیق و تنقید کا گوہر شب چراغ، (مضمون) مطبوعہ اورنٹیل کالج میگزین، شیرانی نمبر، جلد ۵۶، شمارہ ۳ تا ۴، ۱۹۷۷ء، لاہور، ص ۱۸۳

۶۴...... سید منظور الحسن برکاتی، فن تحقیق و تنقید کا گوہر شب چراغ، (مضمون) مطبوعہ اورنٹیل کالج میگزین، شیرانی نمبر، جلد ۵۶، شمارہ ۳ تا ۴، ۱۹۷۷ء، لاہور، ص ۱۸۴

۶۵...... حافظ محمود شیرانی، تنقید شعر العجم، رسالہ اردو، اورنگ آباد، ۱۹۶۲ء، ص الف

۶۶...... پروفیسر ڈاکٹر تاثیر، نامہ کیمبرج، (مضمون) مطبوعہ معارف نمبر۴، جلد ۳۴، اعظم گڑھ، ص ۱۵۸

۶۷...... سید منظور الحسن برکاتی، فن تحقیق و تنقید کا گوہر شب چراغ، (مضمون) مطبوعہ اورنٹیل کالج میگزین، شیرانی نمبر، جلد ۵۶، شمارہ ۳ تا ۴، ۱۹۷۷ء، لاہور، ص ۱۸۹

۶۸...... سید منظور الحسن برکاتی، فن تحقیق وتنقید کا گوہر شب چراغ، (مضمون) مطبوعہ اورنٹیل کالج میگزین، شیرانی نمبر، جلد ۵۶، شمارہ ۳ تا ۴، ۱۹۷۷ء، لاہور، ص ۱۹۳

۶۹...... مجید ملک، رسالہ کارواں، (مضمون) دسمبر ۱۹۳۳ء، بحوالہ سید منظور الحسن برکاتی، فن تحقیق وتنقید کا گوہر شب چراغ، (مضمون) مطبوعہ اورنٹیل کالج میگزین، شیرانی نمبر، جلد ۵۶، شمارہ ۳ تا ۴، ۱۹۷۷ء، لاہور، ص ۱۹۷

۷۰...... سید سلیمان ندوی، رسالہ معارف، بابت اپریل ۱۹۴۶ء، بحوالہ سید منظور الحسن برکاتی، فن تحقیق وتنقید کا گوہر شب چراغ، (مضمون) مطبوعہ اورنٹیل کالج میگزین، شیرانی نمبر، جلد ۵۶، شمارہ ۳ تا ۴، ۱۹۷۷ء، لاہور، ص ۱۹۸

۷۱...... اویس احمد ادیب، رسالہ آجکل، یکم فروری، ۱۹۴۷ء، دہلی، ص ۲۷

۷۲...... مولوی عمران خان، تذکرہ عرفانیہ، (غیر مطبوعہ) مملوکہ عرفانیہ کتب خانہ ٹونک

۷۳...... سید منظور الحسن برکاتی، نواب وزیر الدولہ کا علمی و ادبی دربار، (مضمون) مطبوعہ دارالعلوم، نومبر ۱۹۷۴ء، لکھنؤ، ص ۳۱

۷۴...... عبدالمجید سالک، مسلم ثقافت ہندوستان میں، ۱۹۸۲ء، شائع کردہ ادارہ ثقافت اسلامیہ، اشرف پرنٹنگ پریس لاہور، ص ۲۶۶

۷۵...... سید منظور الحسن برکاتی، نواب وزیر الدولہ کا علمی و ادبی دربار، (مضمون) مطبوعہ دارالعلوم، نومبر ۱۹۷۴ء، لکھنؤ، ص ۴۵

۷۶...... مولوی عمران خان، تذکرہ عرفانیہ، (غیر مطبوعہ) مملوکہ عرفانیہ کتب خانہ ٹونک

باب چہارم

ریاست ٹونک کے کتب خانے

فصل اوّل

ریاستی اور امراء کے کتب خانے

(۱) نواب وزیر الدولہ کا کتب خانہ
(۲) نواب محمد علی کا کتب خانہ
(۳) کتب خانہ عدالت شریعت
(۴) امراء کے کتب خانے
(۵) مختار الدولہ کا کتب خانہ
(۶) دیوان شمس الدین کا کتب خانہ
(۷) کتب خانہ نائب صاحب
(۸) صاحبزادگان کے کتب خانے

فصل دوم

علماء کے کتب خانے

(۱) کتب خانہ مولوی خلیل الرحمٰن
(۲) کتب خانہ مولوی محمد مفتی
(۳) مولوی سعد اللہ کا کتب خانہ
(۴) مولوی حیدر علی کا کتب خانہ
(۵) مولوی نجف علی کا کتب خانہ
(۶) کتب خانہ مولوی حکیم برکات احمد
(۷) کتب خانہ مولوی احمد مجتبیٰ
(۸) کتب خانہ مولوی عبد اللہ خان
(۹) کتب خانہ مولوی عبد الرحمٰن چشتی
(۱۰) مولوی حیدر حسن خان اور ان کے بھائیوں کا کتب خانہ
(۱۱) کتب خانہ حافظ محمود شیرانی
(۱۲) مولانا سورتی کا کتب خانہ
(۱۳) درسی کتب خانے
(۱۴) حواشی و حوالہ جات

باب چہارم

ریاست ٹونک کے کتب خانے

فصل اوّل

ریاستی اور امراء کے کتب خانے

(۱) نواب وزیر الدولہ کا کتب خانہ
(۲) نواب محمد علی کا کتب خانہ
(۳) کتب خانہ عدالت شریعت
(۴) امراء کے کتب خانے
(۵) مختار الدولہ کا کتب خانہ
(۶) دیوان شمس الدین کا کتب خانہ
(۷) کتب خانہ نائب صاحب
(۸) صاحبزادگان کے کتب خانے

ریاستی اور امراء کے کتب خانے

تعلیم و تدریس اور علمی و تصنیفی مشاغل کے لیے کتب خانے لازم و ملزوم کی حیثیت رکھتے ہیں، اس لیے مسلمانوں نے اپنے دورِ عروج میں بکثرت بڑے بڑے کتب خانے قائم کیے۔ ویسے تو دنیا کے گوشہ گوشہ میں اسلامی کتب خانے پھیلے ہوئے نظر آتے ہیں لیکن مصر کا کتب خانہ جسے خزائن القصور کہا جاتا تھا، بغداد کا بیت الحکمت، جامع از ہر کا کتب خانہ، کتب خانہ محمودیہ، کتب خانہ نظامیہ، طوسی کتب خانہ، جامع دمشق (جہاں تین سو بیس کتب خانے تھے) نیشاپور، طرابلس، شیراز، غزنی، ہرات، حلب اور مدینہ منورہ کے کتب خانے دنیا کے مشہور و معروف کتب خانے تھے۔ ہندوستان میں بھی غزنوی کی آمد سے کتاب خانے کی ابتدا ہو چکی تھی لیکن ضابطہ میں سب سے عظیم الشان کتب خانہ محمد تغلق نے تعمیر کیا تھا۔ اس کے بعد فیروز تغلق نے بھی توجہ کی۔ عہد مغلیہ میں مصوری، خطاطی اور نقاشی کا بہت فروغ ہوا۔ خود امیر تیمور اور بابر کتابوں، مؤرخوں اور تذکرہ نویسوں کو اپنے ہمراہ رکھتے تھے اور ہمایوں نے تو اپنی جان ہی کتابوں کی نذر کر دی تھی۔ اکبر جہانگیر اور شاہجہاں کے عہدوں میں بھی کتب خانوں کو خوب سرپرستی ملی۔ جہانگیر شاہجہاں اور عالمگیر کے خود کے مطالعہ کیے ہوئے نسخے، صاد بنائے ہوئے اور عرض دیدہ، جائزہ نمودہ لکھی ہوئی تحریریں اور مہریں لگی ہوئی کتابیں آج دنیا کے اکثر و بیشتر کتب خانوں میں محفوظ ہیں۔

اس حیثیت سے اگر دیکھا جائے تو ٹونک کی چھوٹی سی ریاست نے بھی بڑا کام کیا ہے۔ بے شمار نادر و نایاب کتابیں دنیا کے گوشے گوشے سے کھنچ کر اس ریاست میں پہنچیں۔ امراء و رؤساء اور علماء نے کتابوں کے ذخیرے جمع کیے جس کے آثار گھر گھر میں آج تک باقی ہیں۔ تباہی اور بربادی کے باوجود آج بھی ٹونک کے ہر گھر میں کچھ نہ کچھ کتابیں مل ہی جائیں گی۔ ریاست ٹونک کے قیام کے بعد بانیٔ ریاست نواب امیر خان کا دور بالکل ابتدائی دور تھا اس لیے گو اس وقت یہاں باقاعدہ کتب خانے قائم نہیں ہوئے تھے، لیکن ریاست کا وہ تاریخی کتاب خانہ قائم ہو چکا تھا جو بعد میں نواب ''وزیر الدولہ کے کتب خانے'' کے نام سے مشہور ہوا، جس کا ذکر آئندہ صفحات میں آرہا ہے۔ اسی ابتدائی دور میں مختار

الدولہ محمود خان کا کتب خانہ بھی نادر و نایاب کتابوں کا اچھا ذخیرہ تھا، اسی طرح مولانا خلیل الرحمٰن کا کتب خانہ درسی و غیر درسی کتابوں کی بڑی تعداد پر مشتمل تھا۔ (۱)

نواب امیر خان کے انتقال کے بعد نواب وزیر الدولہ کا دور ریاست کی ترقی اور علمی عروج کا سنہری دور تھا۔ (۲) اس دور میں چونکہ بے شمار علمی خاندان منتقل ہو کر اس ریاست میں آباد ہوئے اس لیے کتابوں کے ذخیرے بھی کافی تعداد میں مختلف خاندانوں میں جمع ہوئے اور یہ چھوٹی سے ریاست علم و فن کا مرکز ہونے کے ساتھ ساتھ نادر و نایاب کتابوں کا مخزن بھی بن گئی۔ (۳)

نواب وزیرالدولہ کے بعد نواب محمد علی خان نے اس چمن کی آبیاری کی، اگرچہ آپ کو کل ساڑھے تین سال حکومت کرنے کا موقع ملا اس کے باوجود انہوں نے ایسی راہیں نکال دیں اور ایسے وسائل پیدا کر دیے جن سے یہ علمی خزانہ معمور اور ان کے جواہر پارے محفوظ ہو گئے۔ علمی خاندانوں کے ذخیروں میں بھی اضافہ ہوا اور آہستہ آہستہ ٹونک کتابوں کا ایک بڑا مخزن بن گیا۔

نواب وزیر الدولہ کا کتب خانہ

یہ کتب خانہ دراصل نواب امیر خان کا قائم کردہ تھا لیکن نواب وزیرالدولہ نے اسے بڑی ترقی دی اور اس میں بڑا اضافہ کیا اس لیے ان کے نام سے مشہور ہوا۔ قیام ریاست کے بعد جب جدید آبادی قائم ہوئی اور قدیم قلعہ شاہی محلات کی تعمیر شروع ہوئی تو ان محلات کے ساتھ کتب خانے کے لیے بھی علیحدہ عمارت تعمیر ہوئی اور علمی و فنی نوادر کتب خانے میں جمع ہونا شروع ہوئے دیوان شمس الدین کے والد مولوی سراج الدین صاحب اس دور کے بااثر افراد میں شمار کیے جاتے تھے، اس کتب خانے سے متعلق بھی تھے، متعدد کتابیں آپ کے قلم کی لکھی ہوئی عبدالرحیم خان کے کتب خانے میں منتقل ہوئیں جو اب عربک اینڈ پرشین ریسرچ انسٹیٹیوٹ ٹونک میں محفوظ ہیں۔ (۴)

ان کے علاوہ مولوی عبدالکریم صاحب عسکری خوشنویس، مولوی فضل حق صاحب خطیب اور شیخ محمد یعقوب صاحب صدیقی داروغہ اس کتب خانے کے نگراں رہے ہیں۔ یہ کتب خانہ ۳۶۱۶ر کتابوں پر مشتمل تھا۔ ان میں ۲۷۸۷ر کتابیں قلمی تھیں اور باقی مطبوعہ۔ اس کتب خانے کو حکومت ہند نے مولانا آزاد مرحوم کی معرفت ۱۹۵۴ء میں خرید لیا، اس طرح یہ کتب خانہ انڈین نیشنل لائبریری دہلی میں ضم ہو گیا۔ لیکن بعد ازاں ٹونک کے عربک اینڈ پرشین ریسرچ انسٹیٹیوٹ ٹونک میں منتقل کر دیا گیا۔ (۵)

نواب وزیرالدولہ کو علمی، ادبی، اسلامی اور تاریخی کتابیں جمع کرنے کا بے حد شوق تھا۔ آپ کے عہد میں جس قدر نایاب اور نادر کتابیں زرِ کثیر صرف کر کے جمع کی گئی تھیں ان کے لیے ایک خاص عمارت قلعہ معلی میں تعمیر کرائی گئی تھی۔ اس کتب خانہ کی اکثر کتابیں مطلا، مذہب، اور نفاسی وطلا کاری کا بہترین نمونہ تھیں اور اپنے مخطوطات اور نوادرات کے لحاظ سے یہ کتب خانہ ہندوستان کے کتب خانوں میں خاص امتیاز رکھتا تھا، دور دور اس کی شہرت تھی۔ اس کی ایک فہرست برٹش میوزیم کے لیے سرہنری ایلیٹ کی خواہش پر فرمارِوائے ٹونک نے بھیجی تھی جس کا تذکرہ جناب محمد عباس خان شروانی ریٹائرڈ ڈپٹی کلکٹر نے بھی اپنے ایک مضمون ''تاریخ التواریخ'' میں یوں کیا ہے......

''آیئے سب سے اوّل ریاست ٹونک کے کتب خانوں کی سیر کریں، یہاں دو کتب خانے ہیں ایک تو پبلک لائبریری ہے مگر جامعیت یا نوعیت کے لحاظ سے یہ کوئی بڑا اور مشہور ذخیرہ نہیں ہے۔ دوسرا مشہور کتب خانہ ہندوستان میں اور ایک زمانے میں ہندوستان سے باہر بھی معروف ہز ہائنس نواب صاحب کا کتب خانہ ہے جو قلعہ کے اندر ہے، اس میں چند نادرالوجود نسخے ہیں۔ ایک زمانہ میں اس کتاب خانہ کی کتابوں کی فہرست فرماں روائے ریاست نے سرہنری ایلیٹ کو دی تھی، اور یہ اب برٹش میوزیم لندن میں موجود ہے''

(۶)

عہد وزیری سے لے کر ہز ہائنس نواب محمد اسماعیل علی خان بہادر کے عہد تک یہ نادرالوجود کتب خانہ اسی شان و اہتمام سے قلعہ معلی ہی میں تھا، لیکن ریاست کے راجستھان میں شامل ہونے کے بعد موجودہ نواب صاحب نے اس کو قلعہ معلی سے ''ہز ہائنس پیلس نذر باغ'' میں منتقل فرمادیا اور اس سے استفادہ کی عام اجازت بھی دے دی۔ یہ کتب خانہ جب وہ قلعہ معلی کی ایک شاندار عمارت میں سجا ہوا تھا اس کی کتابیں الماریوں میں فن وار بڑے سلیقہ سے جمی ہوئی تھیں، کتابوں کی کئی فہرستیں تھیں جو جدید طرز ریاست کے چوتھے فرماں روا نواب محمد ابراہیم علی خان بہادر کے عہد میں جناب شیخ محمد یعقوب صاحب داروغہ کی نگرانی میں تیار کرائی گئی تھیں۔ ان میں کتابوں کے نام اور فن کے ساتھ صاحب تصنیف کا بھی مختصر حال درج تھا۔ تمام کتابوں پر خوب صورت اور پھول دار کپڑے کی چولیاں چڑھی ہوئی تھیں جو مختلف رنگوں کی تھیں۔ ہر فن کے لیے ایک قسم کی چھینٹ یا جامہ دار مخصوص تھی، ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ایک

خوشنما گلزار ہے جس میں مختلف رنگ و بو کے پھول کھلے ہوئے ہیں۔ الماریوں پر رنگین اور خوبصورت پردے آویزاں تھے اور پٹیوں پر جو پوشش تھی وہ بھی دیدہ زیب اور خوشنما چھینٹ کی تھی۔ (۷)

نواب محمد علی خاں کا کتب خانہ

یہ کتب خانہ مختلف زمانوں میں ''کتب خانہ محمد علی خاں'' ...... ''عبدالرحیم خاں کا کتب خانہ'' ...... سعیدیہ لائبریری ٹونک'' ...... ''ڈسٹرک لائبریری ٹونک'' اور ''اورینٹل ریسرچ انسٹیٹیوٹ ٹونک'' کے نام سے متعارف رہا ہے۔ نواب محمد علی خاں اس کے بانی و مربی تھے۔ ان کے بیٹے صاجزادہ عبدالرحیم خاں نے اس میں کافی اضافہ کر کے اس کی شان دوبالا کی۔ نواب سعادت علی خاں نے اپنے تخلص سعید کی مناسبت سے اسے سعیدیہ پبلک لائبریری کا نام دیا۔ یہ کتب خانہ بھی اپنے بیش بہا نوادر اور مخطوطات کے اعتبار سے بڑا قیمتی اور بے نظیر ہے۔ اس نے ریاست کے بڑے اہم دور دیکھے ہیں اور یہ خود بھی اپنی نشوونما میں بڑی بڑی دشوار گزار منزلوں سے گزرا ہے۔ مختلف آزمائشوں سے دوچار ہوا ہے، اس کے عروج و زوال کی کہانی بڑی درد انگیز اور عبرت خیز ہے۔ اس نے شہریاری بھی کی ہے اور مسافرت و غربت کی کٹھن منزلیں بھی طے کی ہیں۔ یہ شاندار محلوں اور عالی شان ایوانوں میں نہایت عزت واحترام سے سجایا بھی گیا ہے اور بے بسی و کس مپرسی کی حالت میں شکستہ اور ویران عمارتوں میں بھی پڑا رہا ہے۔ وہ اس طرح کہ نواب محمد علی کے انتقال کے بعد جب یہ کتب خانہ صاجزادہ عبدالکریم خان کے قبضہ میں آیا جنہوں نے یہ کتب خانہ بازار علی گنج (ٹونک) میں موجود اپنی کوٹھی میں منتقل کر دیا۔ ۱۹۲۱ء میں صاجزادہ عبدالرحیم کے انتقال کے بعد یہ کتب خانہ ان کے فرزندوں صاجزادہ عبدالسمیع خان اور صاجزادہ مولوی عبدالمنعم خاں کی ملک میں منتقل ہوگیا۔ صاجزادہ عبدالسمیع خاں کے انتقال کے بعد ان کے بیٹے عبدالبصیر کتب خانے کے وارث ہوئے تو مولوی عبدالمنعم خاں سے ان کا تنازعہ ہوگیا تو ٹونک کے چوتھے نواب محمد ابراہیم خاں نے یہ کتب خانہ اپنی تحویل میں لے لیا۔ بعد ازاں نواب ابراہیم علی خاں کے انتقال کے بعد ۱۹۳۰ء میں جب نواب سعادت علی خاں مسند ریاست پر آئے تو انہوں نے ۱۹۳۲ء میں یہ کتب خانہ صاجزادہ عبدالرحیم کی کوٹھی سے ''باغ عرب'' کوٹھی (ٹونک) میں منتقل کر دیا اور تمام اخراجات سرکاری بجٹ سے جاری کرنے کا حکم فرمایا۔ تقریباً آٹھ سال

یہ کتب خانہ وہاں رہا۔ چونکہ یہ مقام شہر سے دور تھا لہٰذا نواب سعادت علی خاں نے یہ کتب خانہ ٹونک کی ایک عالی شان کوٹھی جس کا نام ''کوٹھی ناتمام'' تھا، منتقل کردیا۔ ۱۹۴۶ء میں نواب سعادت علی خاں نے اس کتب خانہ کا نام ''سعدیہ کتب خانہ'' رکھ کر ریاست کو دے دیا اور اس کا تعلق محکمہ تعلیمات سے کیا۔ ۱۹۵۷ء میں جب ''ناتمام کوٹھی'' میں کالج قائم کیا گیا تو پھر یہ کتب خانہ وہاں سے منتقل ہوکر صاحبزادہ محمد حیات خان کی کوٹھی میں منتقل کردیا گیا (ریاست کے خاتمے پر اس کتب خانہ کا تعلق راجستھان کے محکمہ تعلیم سے ہوگیا اور یوں اب یہ ترقی کرتا ہوا ''مولانا ابوالکلام آزاد عربک اینڈ پرشین ریسرچ انسٹیٹیوٹ ٹونک'' کے نام سے ایک عظیم ادارہ بنا۔ (۸)

اس کتب خانہ کی داغ بیل جیسا کہ اوپر ذکر کیا گیا، یمین الدولہ نواب محمد علی خاں بہادر نے ڈالی تھی۔ نواب محمد علی خان، وزیری علماء و فضلاء کے سائے میں پلے بڑھے تھے، حکومت و ریاست کے ساتھ ساتھ دین داری اور علم و فضل بھی آپ کو ورثہ میں ملا تھا۔ علوم دینیہ میں کامل دستگاہ یمین الدولہ کو حاصل تھی اور ان کا شمار اس زمانے کے جید علماء میں ہوتا تھا۔ زمانۂ ولی عہدی ہی سے تصنیف و تالیف کا ذوق رکھتے تھے، اس لیے مسند نشین ریاست ہوتے ہی آپ نے تصنیف و تالیف کا کام سرگرمی کے ساتھ شروع کردیا اور ارباب علم و فن کو خاص طور پر اس اہم کام کے لیے متعین فرمایا۔ آپ کے مختصر دور حکومت میں بہت سی اعلیٰ تصانیف وجود میں آئیں اور زیور طبع سے بھی آراستہ ہوئیں۔ اس سلسلہ میں سب سے اہم تصنیف ''قرۃ العیون'' ہے جس میں علوم عربیہ اور تاریخ اسلامیہ کے دقیق مسائل بڑی تحقیق و تنقید کے ساتھ بیان کیے گئے ہیں، یہ کتاب پانچ ہزار صفحات پر مشتمل ہے۔ قیام ریاست سے اب تک دفاتر سرکاری کی زبان فارسی تھی آپ نے اس کے بجائے اردو زبان کو حکومت کے سنگھاسن پر بٹھایا اور خاص فرمان کے ذریعہ ریاست کی سرکاری زبان اردو کو قرار دیا۔ (۹)

نواب محمد علی خان اپنے دادا نواب امیر خان کی طرح جوشیلے تھے اختیارات ملتے ہی دہلی کے غدر کے بعد انگریزوں سے اس کا انتقام لینے کی فکر میں رہتے تھے لیکن ان کے پاس سرفروش آدمیوں کی کمی تھی۔ خود ان کے بعض قریبی لوگ انگریزوں کے وفادار تھے اور ان کے عزائم سے انگریزوں کو خبردار کرتے رہتے تھے جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ تین سال آٹھ ماہ کی حکومت کے بعد ہی چند ٹھاکروں کے قتل کے الزام میں انہیں سرغنہ قرار دے کر معزول کرکے بنارس بھیج دیا گیا۔ معزولی کے بعد بنارس پہنچ کر نواب محمد علی خان نے اپنی تمام توجہ تصنیفی و تالیفی کاموں کی جانب پھیر دی۔ ٹونک سے رخصت ہوتے

وقت وہ اپنے تمام ندماء، علماء اور ذخیرۂ کتب کو اپنے ساتھ بنارس لے گئے، وہاں آپ نے ''الاصلاح'' کے نام سے ایک مدرسہ بھی قائم کیا تھا۔ جب آپ بنارس پہنچے تو چیدہ چیدہ کتابوں کا ایک بڑا ذخیرہ آپ کے ساتھ تھا جس میں آئے دن نئی نئی اور نادر و نایاب کتابوں کا اضافہ فرماتے رہے، اس طرح مختلف علوم و فنون کی نفیس اور نادر قلمی کتابوں کا ایک بیش بہا خزانہ آپ کے کتب خانہ میں جمع ہوگیا۔ بنارس میں کتب خانہ کی نگرانی جن حضرات کے سپرد تھی ان میں محمد امین خلف فتح اللہ خان ملیح آبادی، منشی ظہور اللہ خان، منشی احمد زماں خان نصیر آبادی، منشی سید محمد صدیق اور مولوی عبدالکریم خان صاحب ٹونکی کے اسماء قابل تذکرہ ہیں۔ مولوی عبدالکریم خاں صاحب کتب خانہ کی نظامت کے عہدے پر فائز تھے اور اس سے قبل وزیرالدولہ بہادر کے کتب خانہ قلعہ معلی کی بھی نگرانی فرما چکے تھے۔ منشی محمد صدیق کی نگرانی مین کتابوں کی فہرستیں تیار ہوتی تھیں اور سلیقے سے فن وار ترتیب دیا جاتا تھا۔ ایک جماعت نادر و کمیاب کتب کی نقلیں تیار کرنے کے لیے متعین تھی۔ (۱۰)

نواب محمد علی خاں معزولی کے بعد تیس سال تک حیات رہے ۱۸۹۸ء میں بنارس ہی میں انتقال کیا، تاریخ ٹونک میں مولوی سید اصغر علی آبرو لکھتے ہیں......

> ''حضور مغفور (محمد علی خان) کا تیس سال تک بنارس ہی میں قیام رہا، اس قیام کی مدت میں بڑے بڑے کام رفاہ عام و انتفاع عوام جاری فرمائے۔ ایک عالی شان مسجد ساٹھ ہزار روپے کی لاگت سے بنوائی۔ مدرسہ علوم اسلامیہ کی بناء ڈالی، مدرسین لائق و فائق معقول تنخواہ کے ملازم رکھے، طلبہ کے وظائف مقرر فرمائے، شبانہ روز علماء کی صحبت، اہل علم سے رغبت، کتب دینیہ کا شوق، قال اللہ قال الرسول کا ذوق پیرامون خاطر عاطر تھا۔ اکثر عمدہ عمدہ کتب دینیہ مفید عام تصنیف فرمائیں اور ہزار ہا روپے کے صرف سے چھپوائیں اور بغرض حصولِ ثوابِ عقبیٰ غرباء و طلباء اور ہر ایک اہل طلب کو مفت تقسیم کیں'' (۱۱)

یمین الدولہ نواب محمد علی خان کے انتقال کے بعد یہ کتب خانہ بنارس سے ٹونک منتقل ہوا اور بطور ترکہ صاحبزادہ عبدالرحیم خان کو ملا، صاحبزادہ صاحب یمین الدولہ نواب محمد علی کے تیسرے فرزند تھے

اور ایک عرصہ سے اپنے پدر بزرگوار کے سائے میں بنارس ہی میں اقامت گزیں رہے تھے، یہ بھی علم دوست اور علم وفن کے قدرداں تھے، آپ نے اپنی وہ عالی شان کوٹھی جو بازار علی گنج میں ہے کتب خانہ کے لیے مخصوص کردی اور مطالعہ کرنے والوں کے لیے خاص انتظام کیا تھا جو عملہ بنارس میں کتب خانہ پر مقرر تھا۔ صاحبزادہ عبدالرحیم خاں اس کو بھی کتب خانہ کے ساتھ ٹونک لے آئے تھے اور ان کی تنخواہیں اپنی جیب خاص سے ادا کرتے تھے۔ صاحبزادہ صاحب نے بھی اپنے ذاتی شوق سے اس کتب خانہ میں کافی کتابوں کا اضافہ کیا، دیوان مولوی شمس الدین صاحب (جن کا محلہ کالی پلٹن میں گھر مشہور ہے) عربی فارسی کے جید عالم تھے اور ٹونک کے عمائدین وارا کین سلطنت میں شمار ہوتے تھے، ان کے پاس کتابوں کا بڑا ذخیرہ تھا جو ایک مستقل کتب خانہ کی حیثیت رکھتا تھا۔ اس کتب خانہ میں بھی مختلف فنون کی کتابیں تھیں (مثلاً علم تفسیر، علم حدیث، فقہ، تاریخ وغیرہ) جن میں نوادر بھی تھے، ان کے انتقال کے بعد یہ کتب کانہ بھی یمین الدولہ کے کتب خانہ میں شامل کردیا گیا۔ (۱۲)

بعض واقف کار حضرات کا بیان ہے کہ صاحبزادہ عبدالرحیم خاں نے دیوان جی (دیوان شمس الدین خان) کا کتب خانہ خرید لیا تھا اور بعض لوگ اس کی تردید کرتے ہیں (مثلاً موجودہ دور کے ٹونک کے ایک محقق مولانا منظور الحسن برکاتی صاحب اور صاحبزادہ شوکت علی خان، سابق مہتمم عربک اینڈ پرشین ریسرچ انسٹیٹیوٹ ٹونک) بہرحال شمولیت کی نوعیت کچھ بھی ہو یہ امر واقعہ ہے کہ وہ کتب خانہ بھی اس میں شامل ہوا۔

ایک اور کتب خانہ جو مولوی عبدالحق صاحب ٹونکی کا ذاتی تھا ان کی وفات کے بعد اسی کتب خانہ میں وقف کردیا گیا۔ ۱۹۴۸ء میں ٹونک کی راجستھان میں شمولیت کے بعد جب یہاں کا محکمہ شریعت ختم کیا گیا تو اس کا کتب خانہ بھی جس میں زیادہ تر فقہ وحدیث اور تفسیر کی کتابیں تھیں، حکومت راجستھان نے اسی کتب خانہ میں منتقل کردیا۔ اس طرح یہ کتب خانہ کئی کتب خانوں کا جامع ہوگیا۔ (۱۳)

صاحبزادہ عبدالرحیم خان کی وفات ۱۹۲۱ء میں ہوئی ان کی وفات کے بعد یہ کتب خانہ جو اس وقت عبدالرحیم خاں کے کتب خانہ کے نام سے مشہور تھا۔ ان کے فرزندوں صاحبزادہ عبدالسمیع خاں اور صاحبزادہ مولوی عبدالمنعم خاں کی ملک میں منتقل ہوگیا، اور صاحبزادہ عبدالسمیع خاں اس کی نگرانی و سرپرستی فرماتے رہے۔ کچھ عرصہ بعد جب صاحبزادہ عبدالسمیع خان نے رحلت کی تو صاحبزادہ عبدالمنعم خاں اور صاحبزادہ عبدالسمیع خاں کے فرزند عبدالبصیر خاں کے درمیان کتب خانہ کے سلسلہ میں نزاع

ہوگیا، رفع نزاع کے لیے چوتھے فرماں روا نواب محمد ابراہیم علی خاں بہادر نے اس کی نگرانی اور انتظام صاحبزادہ محمد اسحاق خاں بہادر ممبر کونسل ریاست کے سپرد کر دیا جو صاحبزادہ عبدالرحیم خاں کے بھائی بھی تھے۔ صاحبزادہ محمد اسحاق خاں بہادر نے اس نزاع کو دور کرنے کے لیے یہ تجویز پیش کی کہ کتب خانہ کو چچا بھتیجوں میں تقسیم کر دیا جائے لیکن صاحبزادہ عبدالمنعم خاں نے اس تجویز سے اتفاق نہیں کیا اور کتب خانہ پر بدستور ممبر صاحب کونسل (صاحبزادہ محمد اسحاق خان) کا انتظام بحال رہا یہاں تک کہ نواب محمد ابراہیم علی خان خلد آشیاں ہو گئے اور ۱۹۳۰ء میں ان کے فرزند نواب سعادت علی خاں مسند ریاست پر متمکن ہوئے۔ (۱۴)

نواب سعادت علی خان نے اپنے جدامجد نواب محمد علی خاں کی صحبت میں بنارس میں اکتساب علوم کیا تھا۔ والیٔ ریاست ہونے کے بعد بھی ان کا یہ علمی ذوق باقی رہا اور قیام بنارس ہی سے اس کتب خانہ کے حصول کی فکر میں تھے۔ اسے حسن اتفاق کہیے کہ ایک مرتبہ نواب صاحب کو کسی کتاب کے مطالعہ کی ضرورت پیش آئی، کتب خانہ سے اس کتاب کے آنے میں غیر معمولی تاخیر ہوئی، اس دشواری کو محسوس کر کے نواب صاحب نے اس کتب خانے کو ''کوٹھی صاحبزادہ عبدالرحیم خاں'' سے باغ عرب صاحب کی کوٹھی میں ۱۹۳۲ء میں منتقل فرمادیا اور اس کی نگرانی توشہ خانۂ خاص کے سپرد فرمائی اور مہتمم توشہ خانہ مرزا محمد بیگ صاحب مرحوم کو اس کتب خانے کا ناظم مقرر فرمادیا اور کتب خانہ کے عملہ کی تنخواہیں توشہ خانہ سرکاری کے بجٹ سے دیئے جانے کا حکم صادر فرمایا۔ اس وقت اس کتب خانہ میں منشی رحمت اللہ خان اور منشی فخرالزماں بحیثیت کارکن کام کر رہے تھے، تقریباً آٹھ سال یہ کتب خانہ عرب صاحب کی کوٹھی میں رہا لیکن چونکہ یہ عمارت شہر سے دور پڑتی تھی، مطالعہ کرنے والوں کو آنے جانے میں دقت ہوتی تھی اور وہ جگہ بھی کچھ ویران سی تھی اس لیے نواب سعادت علی خاں مرحوم کے حکم سے ٹونک کی عالی شان کوٹھی ''ناتمام'' میں منتقل ہوگیا۔ یہ کوٹھی ہزہائنس پیلس نذر باغ سے متصل تال کٹورہ پر نواب ابراہیم علی خاں بہادر کی تعمیر کردہ ہے، نواب صاحب موصوف ٹونک میں تعمیر کے باب میں اپنے وقت کے شاہجہاں تھے، ٹونک کی اکثر قابل دید عمارتیں ان ہی کی تعمیر کردہ ہیں۔ ۱۹۴۶ء میں نواب سعادت علی خاں نے اس کتب خانہ کو کتب خانہ سعیدیہ کے نام سے ریاست کو دے دیا اور اس کا تعلق محکمہ تعلیمات ریاست سے کر دیا۔ (۱۵)

محکمہ تعلیمات نے اس کی ترقی وتوسیع کے لیے اپنے بجٹ میں ایک خاص رقم منظور کی اور

صاحبزادہ عبدالعظیم صاحب (بی اے، ایل ایل بی) کو لائبریرین کے عہدہ پر فائز کیا اور اس کے عملہ میں بھی اضافہ کر دیا۔ صاحبزادہ عبدالعظیم خان صاحب نے اپنے زمانہ میں کتب خانہ کی جدید ترتیب کا کام شروع کیا اور اپنے معاون کے طور پر مولانا محمد عمران خاں کی خدمات حاصل کیں اور بحیثیت نائب ناظم ان کا تقرر فرمایا۔

مولوی محمد عمران خاں نے اپنے ذاتی شوق اور علمی ذوق کی بنا پر بڑی محنت اور جانفشانی سے اس نایاب اور انمول علمی ذخیرہ کو جو امتدادِ زمانہ سے کسمپرسی کے عالم میں پڑا تھا، بڑی حسن و خوبی سے آراستہ کیا، کئی فہرستیں تیار کیں، کتابوں پر از سر نو نمبر اندازی کی، اور فوراً ان کی جدید تقسیم و تنظیم کی۔ ہر فن کی علیحدہ علیحدہ فہرستیں مرتب کیں۔ مطبوعہ و غیر مطبوعہ کتب کے علیحدہ سیکشن قائم کیے۔ اور اب یہ کتب خانہ ایک ریسرچ انسٹیٹوٹ کی شکل میں قائم ہے جس کا نام ''مولانا ابوالکلام آزاد عربک اینڈ پرشین ریسرچ انسٹیٹیوٹ ٹونک'' ہے۔ حکومت راجستھان نے اس کو سرکاری ادارہ قرار دے دیا ہے۔ (۱۶)

مطبوعہ شعبہ میں کتابوں کی تعداد حسب ذیل ہے......

عربی	=	۲۹۸۳
فارسی	=	۱۴۶۴
اردو	=	۹۸۴۳
ہندی	=	۳۸۶۸
انگریزی	=	۸۰۷
پشتو	=	۶
پنجابی	=	۱
سندھی	=	۲۱
میزان	=	۲۰۹۹۳

اسی طرح غیر مطبوعہ کتب کی ایک بہت بڑی تعداد اس ریسرچ انسٹیٹوٹ میں موجود ہے، ریکارڈ پر اس کی تعداد ۶۵۱۱۷/ ہے۔-(۱۷)

جنوری ۱۹۵۲ء میں نادر مخطوطات کے سلسلہ میں مصری علماء کا ایک وفد حضرت امام الہند مولانا ابوالکلام آزاد مرحوم کی نشان دہی پر ٹونک آیا تھا، اس وفد نے چار روز تک اس کتب خانہ کی کتابوں کا مطالعہ کیا اور تقریباً سو کتابیں دیکھیں ان میں سے مندرجہ ذیل اکیس مخطوطات کا (جو اپنی نوعیت اور اہمیت کے لحاظ سے نایاب تھے) عکس لیا تھا جس کا ذکر صاحبزادہ شوکت علی خان نے کتاب ''قصر علم'' میں کیا ہے یہ تمام معلومات اسی کتاب سے ماخوذ ہیں۔ (۱۸)

۱-	تلقیح فھوم الاثر	اسماء الرجال	یہ نسخہ مصنف کے زمانہ سے قریب کا لکھا ہوا ہے، قدیم نسخہ ہے، اوّل صفحہ پر طلاکاری ہے، یہ نسخہ مختلف شاہی کتب خانوں میں رہ چکا ہے۔
۲-	فہرست ابن ندیم (قلمی)	تاریخ علوم	یہ نسخہ ناقص ہے اور آٹھویں یا نویں صدی کا مکتوبہ ہے، تاریخ کتابت درج نہیں ہے، خضر ابن عبداللہ جو کہ یحیٰ جو ہری کے پوتے ہیں کاتب ہیں۔
۳-	فہرست مؤلفات سیوطی	فہرست	
۴-	مرأة الجنان وعبرة الیقظان	فہرست	
۵-	غریبین	لغت	
۶-	قواعد المطارحة	ادب عربی	یہ نسخہ قدیم ہے اور اب تک طبع نہیں ہوا ہے۔
۷-	شرح الحماسة للخطیب تبریزی	ادب	چھٹی یا ساتویں صدی کا لکھا ہوا ہے اگرچہ یہ کتاب مصر میں چھپ چکی ہے مگر یہ نسخہ قدیم اور نادر ہے۔

۸-	شمس العلوم	لغت	یہ نسخہ اگرچہ طبع ہو چکا ہے مگر یہ نسخہ نہایت صحیح، نادر اور قیمتی ہے، آٹھویں صدی کا لکھا ہوا ہے، اس کا ایک قلمی نسخہ مصر میں ہے جو مصنف کے بیٹے کے پاس رہا ہے۔
۹-	تحفة الكرام	سیر	یہ نسخہ مختلف خطوں کا لکھا ہوا ہے۔
۱۰-	قواطع الادلة	اصول فقہ	اس کتاب کا واحد نسخہ استنبول میں ہے، اصول فقہ کی نہایت معتبر کتاب ہے۔
۱۱-	مصنف عبدالرزاق		اگر چہ یہ نسخہ قریب زمانہ کا مکتوب ہے مگر اس وجہ سے نادر ہے کہ اس کے صرف دو نسخے اور ہیں، ایک استنبول کے کتب خانہ میں اور دوسرا مکہ شریف میں ہے، یہ نسخہ مکہ شریف سے نقل کرایا گیا ہے۔ اس نسخہ کے بارے میں مولانا مناظر احسن گیلانی اپنی کتاب ''نظام تعلیم و تربیت'' میں تحریر فرماتے ہیں کہ ''ریاست ٹونک کے ایک امیر مرحوم عبدالکریم خان کے کتب خانے میں مصنف عبدالرزاق (متن حدیث کی نادر و معتبر کتاب) کے ایک نسخہ کی نقل عرب سے خرید کر آئی تھی۔ اس وقت کسی نے مجھ سے کہا تھا کہ عرب میں مصنف کا جو نسخہ ملا تھا وہ شاہ ولی اللہ صاحب ہی کے کتب خانے سے منتقل ہو کر عرب پہنچا تھا، غالباً شاہ صاحب کی مہر یا دوسری علامات اس پر موجود تھیں۔ (۱۹)

۱۲-	حاوی الارواح	وعظ	یہ نسخہ مصنف کے زمانہ قریب کا لکھا ہوا ہے ۳۷۷ھ میں لکھا گیا ہے، اوّل و آخر صفحہ پر ایک مہر ثبت ہے۔
۱۳-	وفیات الاعیان	طبقات و تراجم	یہ کتاب کئی مرتبہ چھپ چکی ہے مگر یہ نسخہ قدیم ہے اور مصنف سے ایک صدی بعد کا لکھا ہوا ہے، اوّل صفحہ پر نواب وزیرالدولہ اور محمد علی خاں کی مہریں ثبت ہیں، محمد بن احمد بن ناصر بن سلیمان کاتب ہیں۔
۱۴-	زاد المسیر	تفسیر	یہ کتاب ابھی تک نہیں چھپی ہے، یہ نسخہ نہایت صحیح اور نادر ہے، مصنف سے تقریباً پچاس سال بعد کا لکھا ہوا ہے، ابوالفرج عبدالرحمن بن ابی الحسن علی بن محمد بن علی القریشی التیمی البکری البغدادی الفقیہ الحنبلی والواعظ الملقب بہ جمال الدین الحافظ (م۵۵۷ھ(۲۰)) کی تصنیف ہے، یہ نسخہ ۶۵۶ھ میں کسی صاحب کے پاس رہا ہے جن کا نام پڑھنے میں نہیں آتا، اوّل صفحہ طلائی کام سے آراستہ ہے۔
۱۵-	تلخیص (۲)	تفسیر	بہت قدیم نسخہ ہے، مصنف کے زمانہ حیات کا لکھا ہوا ہے۔
۱۶-	جامع ابن بیطار	طب	نسخہ نہایت قدیم ہے۔

۱۷-	ایجاز البیان لمعانی القرآن	تفسیر	نادر نسخہ ہے، یہ تفسیر نجم الدین ابوالقاسم محمود بن ابی الحسن النیشابوری القزوینی کی تصنیف ہے، مصنف نے یہ کتاب شہر خجند میں تصنیف فرمائی ہے، کتاب قدیم طرز کی ہے۔
۱۸-	آداب الصوفیہ	تصوف	یہ نسخہ آٹھویں یا نویں صدی کا مکتوبہ ہے۔
۱۹-	النفس الیمانی والروح الریحانی تا ارشاد الی مہمات علم الاسناد۔		یہ چند رسائل کا مجموعہ ہے جو کہ ایک جلد میں مجلد ہیں اور اس میں مختلف علماء کی اجازتیں اور حالات ہیں، امام شوکانی کی بھی اجازت حدیث ہے۔
۲۰-	تاریخ ابن حجر		
۲۱-	مصنف ابن ابی شیبہ	حدیث	یہ نسخہ مختلف خطوں میں مکتوب ہے، جدول، ذنگرفی آخر سے ناقص ہے اس وجہ سے کاتب کا نام اور تاریخ درج نہیں ہے۔(۲۱)

متذکرہ بالا نوادر ومخطوطات کے علاوہ اور بھی سینکڑوں نادر اور نایاب کتابیں ہیں ان میں سے چند اہم اور نادر مخطوطات کا تذکرہ کیا جاتا ہے......

۱- شرح شمائل — مولانا عصام الدین ابراہیم بن محمد الاسفراینی (۲۲)

۲- الخیر الکثیر اور التفہیمات

شاہ ولی اللہ صاحب کے یہ دونوں رسالے ایک مجموعہ میں نہایت پاکیزہ خط میں لکھے ہوئے ہیں۔ اگرچہ یہ دونوں چھپ چکے ہیں لیکن حضرت شاہ صاحب کے پہلے مسودے سے منقول ہونے کے باعث چھپ جانے کے باوجود ان کی قدر و قیمت بہت زیادہ ہے، مجموعہ کے سرورق پر یہ عبارت ہے ''تفہیمات حضرت قدوۃ العلماء مولوی شاہ ولی اللہ صاحب منقول از مسودۂ اوّل قلمی خط فارسی کاغذ سفید، در کتب خانہ یمین الدولہ وزیر الملک نواب محمد علی خان بہادر دام اقبالہٗ والی ٹونک در ۱۲۹۰ء داخل گردید'' اس عبارت کے ذیل میں دو مہریں ثبت ہیں ایک مہر نواب محمد علی خان کی دوسری نواب وزیر الدولہ ٹونکی کی۔

۳- کثیر الفوائد فی تصریح و توضیح امثال القرآن (امثال قرآن کی وضاحت اور تصریح میں کثیر الفوائد کتاب)

اس کتاب کا موضوع نام سے ظاہر ہے، امثال القرآن کے موضوع پر یہ بہترین کتاب ہے، چھوٹی تقطیع کے بیس صفحات پر مشتمل ہے، ۱۱۷۷ھ سن تصنیف ہے۔

۴- حاشیہ مشکوٰۃ (عربی)

مصنف کا نام عطاء اللہ بن فضل شیرازی نیشاپوری المعروف بہ جمال حسنی ہے، یہ نسخہ بخط عربی خوشخط ہے، اوّل صفحہ مطلا اور جدول آسمانی ہے۔

۵-	لمعات التنقیح علی مشکوۃ المصابیح	للشیخ عبدالحق حنفی المحدث الدہلوی (م ۱۰۵۲ھ) یہ نسخہ قدیم الخط دو ضخیم جلدوں میں ہے، پہلی جلد نہایت خوشخط خفیف سی کرم خوردہ، جلد دوم بادامی مجدول شنگرفی و سیاہی، پہلے ورق کے صفحہ پر یہ عبارت ہے ''حاجی عبداللہ خلیفہ شیخ عبدالرزاق بن شیخ امام الدین قادری، اور یہ مہر ثبت ہے ''شیخ عبدالقادر''
۶-	لباب لاصول فی اصول الحدیث (اصول حدیث کا خلاصہ)	یہ عربی میں اصول حدیث میں مختصر رسالہ ہے۔
۷-	اسئلۃ القرآن (قرآن کے سوالات)	یہ کتاب محمد بن ابی بکر عبدالقادر الرازی کی تصنیف ہے۔ (۲۳)
۸-	غریب القرآن المسمیٰ بہ نزھۃ الخواطر و سرور الناظر (کتاب قرآن مجید کے مشکل الفاظ کی وضاحت میں دلوں کی ٹھنڈک اور نظر کی مسرت)	للامام اللغوی فخرالدین محمد بن علی النجفی الطریحی۔ یہ نسخہ بھی نہایت قدیم الخط ہے۔
۹-	مجموعہ رسائل حجۃ الاسلام سیدنا اسماعیل شہیدؒ (حجۃ الاسلام سید اسماعیل شہید کے رسائل کا مجموعہ)	
۱۰-	طیبی شرح مشکوۃ المصابیح	یہ علامہ حسین بن عبداللہ بن محمد طیبی کی نہایت معتبر تصنیف ہے، کتاب نہایت اعلیٰ ہے۔ (۲۴)

کتب خانہ عدالت شریعت

قیام ریاست کے وقت سے اس ریاست میں عدالت شریعت قائم تھی، ابتدائی دور میں تمام

مقدمات اسی عدالت میں دائر ہوتے تھے، قتل وقصاص تک کے تمام مقدمات اسی عدالت سے فیصل ہوا کرتے تھے، انضمام ریاست تک یہ عدالت قائم رہی، اس لیے ضرورت کی کتابیں آہستہ آہستہ اس عدالت میں جمع ہوتی رہیں۔ مولوی احمد مجتبیٰ صاحب مفتی کا کتب خانہ بھی اسی عدالت میں شامل کردیا گیا، اس طرح اس میں کتابوں کا کافی ذخیرہ جمع ہوگیا، افتاء وقضاء کے سلسلہ میں جن کتابوں کی ضرورت ہوتی ہے ان کی بڑی تعداد اس میں موجود تھی، تقسیم کے بعد یہ کتب خانہ بھی موجودہ عربک اینڈ پرشین ریسرچ انسٹیٹیوٹ ٹونک میں شامل کردیا گیا۔ (۲۵)

امراء کے کتب خانے

رؤساء وامراء کے کتب خانوں میں مختار الدولہ محمود خاں، دیوان شمس الدین اور نائب عبید اللہ خان وغیرہ کے کتب خانے خصوصیت سے قابل ذکر ہیں، ذیل میں ہر کتب خانے کے متعلق کچھ تفصیل بیان جاتی ہے......

مختار الدولہ کا کتب خانہ

مختار الدولہ محمود خان (متوفی ۱۲۵۹ھ)، نواب امیر خان کے ساتھیوں میں اہم ترین شخصیت کے مالک تھے، علم دوست اور علم نواز بھی تھے، دیوان شمس الدین ''واقعات ہفتدہ سالہ امیر و بست سالہ وزیر'' میں آپ کے بارے میں لکھتے ہیں......

> ''عالمے، عابدے، واعظے، عاقلے، پارسائے، عادلے، طبیبے، شجاعے، درکار ملک وسپاہ مدبرے بود وہمکارہائے متعلقہ نفس خود و سپاہ ہمراہی خویش را بروفق آئین مبین شرع بریں تمشی می کرد و سرانجام می داد و در اوقات فراغ از مشاغل سپاہ وملک بہ تحصیل علوم دینی و دنیوی و معالجات مرض از بیماراں ہرگونہ امراض و بیماری ہا مشغول می شد وگاہے فحش نہ گفت و دشنام نہ داد'' (۲۶) (یعنی بہت بڑے عالم، عابد، واعظ، عاقل، پارسا، عادل، فہیم، بہادر اور ملک وفوج کی اہم ذمہ داریاں ان کے حوالے تھیں۔ نیز فارغ اوقات میں علاج ومعالجہ اور دینی علوم میں مشغول رہے۔ انہوں نے کبھی گالی یا بری بات زبان سے نہ نکلنے

(ی)

آپ کا کتب خانہ مختلف علوم وفنون کی نادر کتابوں پر مشتمل تھا۔ یہ کتب خانہ مختارالدولہ کی اسی تاریخی عمارت میں واقع تھا جسے موصوف نے ریاست کے ابتدائی دور ۱۲۱۷ھ میں تعمیر کرایا تھا جسے قلعۂ ثانی کہنا بے جا نہ ہوگا۔ عمارت کی وسعت کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ حویلی کے مختلف قطعات میں کئی مسجدیں اور کئی کنویں ہیں، وسیع دالانوں کے در و دیوار میں فن ہیئت و ریاضی کے نقشوں سے جو فنی و صنعتی مظاہرہ کیا گیا ہے وہ قابل دید ہے۔ (۲۷)

مختار الدولہ کے کتب خانے میں علوم وفنون کی بے شمار کتابیں تھیں افسوس کہ اب یہ کتب خانہ باقی نہیں رہا لیکن اس کی متعدد نادر کتابیں عربک اینڈ پرشین ریسرچ انسٹیٹیوٹ ٹونک کے شعبہ قلمی اور مولوی عرفان مرحوم کے کتب خانے میں محفوظ ہیں۔ ان کتابوں کے دیکھنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ کتب خانہ اہم بہترین علمی ذخیروں پر مشتمل ہوگا۔ کتب خانے میں جو کتاب بھی داخل ہوتی تھی اس کے پہلے صفحہ پر مہر ثبت کی جاتی اور اس کے داخلے کے سلسلے میں جو خوشخط نوٹ درج کیا جاتا تھا۔ اس کتب خانہ میں جلد سازی کا بھی بڑا اہتمام تھا، جلد بندی میں بڑی صناعی سے کام لیا جاتا تھا۔

منح الغفار شرح تنویر الابصار (غفار کی عنایت شرح آنکھوں کا نور) کا ایک قدیم نسخہ مولوی عرفان صاحب کے کتب خانے ٹونک میں محفوظ ہے۔ اس کتاب کی جلد کی دفتی پر جو کام کیا گیا ہے اس میں ۱۲۳۰ھ، کتاب کا نام اور مالک کتاب مختارالدولہ کا نام لکھا گیا ہے۔ یہ شرح خود ماتن کی تصنیف ہے اس کے مصنف محمد عبداللہ العربی التمرتاشی نے ۹۹۵ھ میں تنویرالابصار تصنیف کی اور پھر خود ہی اس کی شرح لکھی، ۱۰۰۴ھ میں ان کا انتقال ہوا۔ یہ نسخہ ایک قدیم ونادر نسخہ ہے جس کی تاریخ کتابت ۲۴ر شعبان ۱۰۹۸ھ ہے۔ یہ کتاب مختارالدولہ محمود خان کے کتب خانہ کا بہترین نسخہ ہے۔ اس کتب خانے میں اس کی جلد بندی ہوئی۔ اس کتب خانے کی کتابیں ان کے پوتوں تک محفوظ رہیں اس کے بعد برباد ہوگئیں۔

دیوان شمس الدین کا کتب خانہ

دیوان شمس الدین، نواب وزیرالدولہ، نواب محمد علی خاں اور نواب ابراہیم علی خان، تینوں رئیسوں کے دور میں ریاست کے اہم مناصب پر فائز رہے۔ موصوف ملکی و مالی انتظامی قابلیت کے ساتھ

علم وفن سے بھی شغف رکھتے تھے، دینی علوم سے بھی دلچسپی تھی۔ آپ کا کتب خانہ اسی ذوق کا نتیجہ تھا جو مختلف علوم وفنون کی سینکڑوں قلمی ومطبوعہ کتابوں پر مشتمل تھا۔ بڑی اہم اور نادر کتابیں آپ کے کتب خانہ میں تھیں۔ آپ کے انتقال کے بعد کتب خانے کا اکثر حصہ صاجزادہ عبدالرحیم خان کے کتب خانہ میں منتقل ہوگیا جواب عربک اینڈ پرشین ریسرچ انسٹیٹیوٹ ٹونک میں محفوظ ہے، اکثر کتابوں پر آپ کی مہر مع دستخط وتاریخ ثبت ہے۔(۲۸)

ان کتابوں کے دیکھنے سے پتہ چلتا ہے کہ ہر کتاب آپ کے مطالعہ سے گزری تھی جس پر آپ کے قلم کے حواشی، آپ کے نوٹ، اور مضمون کتاب کی سرخیاں شاہد ہیں۔ کتاب کے شروع میں کتاب اور مصنف کے حالات بھی اکثر اپنے قلم سے لکھے ہیں۔ خط نہایت پاکیزہ و پختہ، منشیانہ اور مطالعہ نہایت وسیع تھا۔ مولوی احمد علی سیمابؔ ''محامد علیہ'' میں آپ کے بارے میں لکھتے ہیں......

''او مردے است خوش خُلق، شیریں تقریر، در تواضع و وقار بے نظیر، در اجراء قوانین بندوبست و ملک فکر رسا دارد۔ علم حدیث وتفسیر و سیر و اخلاق خوب تر بیاد گرفتہ، خود را بدیں پایۂ بلند در صورتِ خاکساراں دارد'' (۲۹) (یعنی وہ خوش اخلاق، خوش گفتار اور بے مثال، وقار اور تواضع والے تھے، قوانین کے اجراء کا بندوبست کیا، علم حدیث وتفسیر، تاریخ، اخلاق میں مہارت رکھنے والے تھے۔ خود دین کے اونچے معیار پر تھے اور عاجزی وانکساری رکھنے والے تھے)

نزہت الخواطر میں ہے......

"و كان سريع الادراك قوى الحفظ شديد الانهماك على مطالعة الكتب و المذاكرة حريصا على جمع الكتب النفيسة، كثير الاستحضار للمسائل العربية، رأيته فى كبر سنه فوجدته منهمكا فى المطالعة، و بيده المصنف ابى شيبة" (۳۰) (اور وہ تیزی سے ادراک کرنے والے، قوی حافظے کے مالک، کتب کے مطالعہ اور مذاکرے میں شدید منہمک ہونے والے، نفیس کتابوں کو جمع کرنے کے شوقین اور مسائل عربیہ پر مکمل مہارت رکھنے والے تھے۔ میں نے انہیں بڑی عمر میں دیکھا کہ

مطالعہ میں منہمک تھے اور ان کے ہاتھ میں مصنف ابن ابی شیبہ تھی)

دیوان صاحب کی کتابوں کا تفصیلی جائزہ لینے سے اندازہ ہوتا ہے کہ آپ علم وفضل کے ساتھ بڑے علم نواز اور نادر کتابوں کے بڑے قدر دان اور حریص تھے۔ مسجد قافلہ کے مقابل آپ کے مکانات تھے۔ ان ہی میں آپ کا کتب خانہ بھی تھا۔ یہ اب تک ''دیوان جی کے گھر'' کے نام سے معروف ہے۔

کتب خانہ نائب صاحب

نواب وزیرالدولہ کے بیٹے عبید اللہ خاں، نائب الریاست اور اپنے عہد کے بڑی شان وشوکت کے رئیس تھے۔ ان کی حویلی اپنی شان کی نرالی عمارت ہے۔ ایک خوبصورت مدور کوٹھی نشست گاہ تھی۔ اسی کا ایک حصہ کتب خانے کے لیے مخصوص تھا۔ ان کے بیٹے صاحبزادہ عبدالعلیم خاں نے اپنے آخری دور تک اس یادگار کو قائم رکھا۔ مولوی محمود حسن خاں، صاحب معجم المصنفین کی آپ کے یہاں بڑی آمد ورفت اور وہ اس کتب خانے کی نگرانی بھی فرماتے تھے۔ کتب خانے میں کتابیں علیحدہ علیحدہ الماریوں میں فن وار سلیقے سے جمی ہوئی تھیں۔ علوم شرعیہ اور تاریخ کی کتابوں کا زیادہ ذخیرہ تھا۔ قلمی اور نادر کتابیں بھی کافی تھیں۔ ساتویں آٹھویں صدی ہجری کی متعدد کتابیں تھیں۔ ریاست کے قیام اور اس کی تعمیر و ترقی کی تاریخ کا بھی اہم مواد اس میں موجود تھا۔ ابتدائی دور کے اہم مرقعے اور قدیم عمارتوں کی ابتدائی تصاویر بھی تھیں۔ افسوس آج کتب خانے کا وجود باقی نہیں۔ کتب خانے کا اکثر حصہ ممبئی کے تاجر خرید کر لے گئے، کچھ دوسرے مقامات پر منتقل ہوا، باقی ذخیرہ بھی نااہل اولاد کے ہاتھوں دست بُرد ہو کر منتشر ہو گیا۔ (۳۱)

صاحبزادگان کے کتب خانے

ان رؤساء کے علاوہ **صاحبزادہ محمود خان کا کتب خانہ** تھا جو ان کے بعد ان کی اولاد میں صاحبزادہ محمد سعید خان کے قبضہ میں رہا جنہوں نے اپنے شوق کی کتابوں کا اضافہ کیا لیکن اس کے نوادر بھی تلف ہونا شروع ہو گئے۔ کچھ نوادر اب بھی ان کی اولاد کے قبضہ میں ہیں۔

صاحبزادہ اسحاق خاں کا کتب خانہ بھی مختلف فنون کی نادر کتابوں پر مشتمل تھا۔ موصوف نواب محمد علی خاں کے دوسرے بیٹے تھے اس لیے کتب خانہ بھی ان کو ورثہ میں ملا۔ بعد میں مزید

اضافہ ہوتا رہا۔ ان کے بیٹے صاحبزادہ سردار محمد خان ریٹائرڈ کلکٹر جونا گڑھ و سندھ نے بھی اس کو باقی رکھا۔

صاحبزادہ عبدالحمید خاں کا کتب خانہ بھی اہم ذخیرے پر مشتمل تھا لیکن عرصہ ہوا یہ کتب خانہ بھی ختم ہو گیا اور مختلف لوگوں کے ہاتھوں کتابیں فروخت ہو گئیں۔

صاحبزادہ احمد خان کا کتب خانہ بھی قابل ذکر ہے۔ مختار الدولہ محمود خان جن کا ذکر پہلے ہو چکا ہے، ان کی حویلی بعد کے دور میں صاحبزادہ احمد خان کے قبضہ میں آئی۔ موصوف نیک دل، نیک مزاج اور مخیّر ہونے کے ساتھ علم دوست اور علم نواز بھی تھے۔ اس لیے کتابوں کا کافی ذخیرہ جس میں علم تفسیر، علم حدیث، علم فقہ اور تاریخ پر نادر مخطوطات اور نایاب کتابیں شامل تھیں، ان کے کتب خانے میں جمع ہوا مگر اس کی سینکڑوں کتابیں خود ان کی زندگی میں ضائع ہو گئیں۔ ان کے انتقال کے بعد بچا ہوا ذخیرہ ان کی اولاد میں تقسیم ہوا۔

ان کے صاحبزادے حکیم عبدالقیوم خاں صاحب نے اپنے حصہ کی کتابوں میں اضافہ کر کے ایک اچھا کتب خانہ بنا لیا تھا۔ یہ ذخیرہ اگرچہ اب کتب خانہ کی حیثیت سے باقی نہیں ہے پھر بھی ان کی اولاد میں محفوظ ہے۔ درسی و غیر درسی معمولہ کتابوں کے علاوہ طبی کتابیں کافی تعداد میں ہیں۔ (۳۲)

فصل دوم

علماء کے کتب خانے

(۱) کتب خانہ مولوی خلیل الرحمٰن

(۲) کتب خانہ مولوی محمد مفتی

(۳) مولوی سعد اللہ کا کتب خانہ

(۴) مولوی حیدر علی کا کتب خانہ

(۵) مولوی نجف علی کا کتب خانہ

(۶) کتب خانہ حکیم برکات احمد صاحب

(۷) کتب خانہ مولوی احمد مجتبیٰ مفتی

(۸) کتب خانہ مولوی عبداللہ خان

(۹) کتب خانہ مولوی عبدالرحمٰن چشتی

(۱۰) مولوی حیدر حسن خان اوران کے بھائیوں کا کتب خانہ

(۱۱) کتب خانہ حافظ محمد شیرانی

(۱۲) مولانا سورتی کا کتب خانہ

(۱۳) درسی کتب خانے

علماء کے کتب خانے

فصل اول میں جن کتب خانوں کا ذکر ہوا وہ امراء و رؤساء کے کتب خانے تھے جنہوں نے علم پروری اور شان امارت کے لیے کتب خانے قائم کیے تھے لیکن علماء کے کتب خانوں کی داستان بہت طویل ہے، ہر عالم کے ساتھ ایک کتب خانے کا ہونا بہت ضروری تھا۔ ایسے دور میں جب کہ طباعت عام نہیں تھی، ہر قسم کی کتابیں سینے سے لگا کر رکھی جاتی تھیں۔ چنانچہ قیام ریاست کے بعد جس قدر علمی خاندان ٹونک آ کر آباد ہوئے وہ کتابوں کے ذخیرے بھی ساتھ لائے۔ جو حضرات درس وتدریس میں نمایاں مقام رکھتے تھے ان کے کتب خانے بھی ان کی حیثیت کے مطابق ہوتے تھے، ذیل میں ایسے ہی اہل علم کے کتب خانوں کا ذکر کیا جاتا ہے......

نواب میر خاں کے ابتدائی دور میں مختار الدولہ محمود خان کی تحریک پر ملا عرفان رمپوری کے تین بیٹے مولانا خلیل الرحمن، مولوی محمد مفتی اور مولوی سعد اللہ خطیب ٹونک منتقل ہو چکے تھے۔ یہ تینوں حضرات الگ الگ مستقل کتب خانوں کے مالک تھے۔ ہر کتب خانے میں کتابوں کی تعداد کافی تھی اس لیے ہر ایک کا علیحدہ علیحدہ ذکر کیا جاتا ہے۔

کتب خانہ مولوی خلیل الرحمٰن

آپ ایک عظیم کتب خانے کے مالک تھے اللہ نے اولادیں بھی ایسی عطا فرمائیں کہ ان میں سے ہر ایک نامور عالم یا بڑا طبیب تھا اس لیے کتابوں کے ذخیرے میں بھی کافی اضافہ ہوتا رہا۔ مولانا خلیل الرحمٰن کے جاؤرہ منتقل ہو جانے کی وجہ سے ان کی کتابوں کا ذخیرہ بھی تقسیم ہوگیا، ان کی اولاد میں مولوی عبدالحی (۳۳) اور حکیم غفران (۳۴) تک وہ محفوظ رہا۔ یہ حضرات جاؤرہ میں باعزت و باوقار زندگی بسر کرتے تھے مگر بعد میں اولاد میں علم کا ذوق نہیں رہ گیا اس لیے یہ تمام ذخیرہ تلف اور منتشر ہوگیا البتہ طب کے کچھ قلمی نوادر ان کے عزیز و محبوب خادم منشی عباس علی صاحب میر منشی جاؤرہ کے پاس محفوظ

رہے۔مولانا خلیل الرحمٰن کی باقی اولاد ٹونک میں رہی۔ ان میں مولوی عبدالحق اور حکیم عبدالعلی (۳۵) کو ان نوادر سے دلچسپی قائم رہی اور مولوی عبدالحق نے ان کتابوں میں کافی اضافہ کیا۔ ۱۲۱۰ھ میں انہوں نے حج کیا اور کافی کتابیں خرید کر ساتھ لائے۔ کتب خانہ کی اکثر کتابوں پر ان کی مہریں ثبت ہیں، بعد میں جب اولاد نے کتابوں کو ضائع کرنا شروع کیا تو نواب سعادت علی خاں کے زمانے میں اہل علم حضرات کی کوشش سے اس کتب خانہ کو صاحبزادہ عبدالرحیم خاں کے کتب خانہ میں ضم کر دیا گیا۔ اس کی کتابیں اب بھی عربک اینڈ پرشین ریسرچ انسٹیٹیوٹ ٹونک میں محفوظ ہیں۔ (۳۶)

کتب خانہ مولوی محمد مفتی

اپنے بھائی مولانا خلیل الرحمٰن کے بعد ٹونک تشریف لائے، مفتی شریعت کے عہدے کے ساتھ درس وتدریس کا سلسلہ بھی جاری رکھا۔ ان کے پاس بھی کتابوں کا کافی ذخیرہ تھا۔ یہ ذخیرہ بحمد اللہ پانچ پشتیں گزر جانے کے باوجود اب تک محفوظ ہے۔ اور کتب خانہ عرفانیہ کے نام سے موسوم ہے۔ یہ کتب خانہ ٹونک کے پرائیویٹ کتب خانوں میں سب سے بڑا ذخیرہ ہے۔ مرحوم مولوی حکیم قاضی محمد عرفان خاں ناظم شریعت نے اس کتب خانے کے ذخیرے میں کافی اضافہ فرمایا۔ موصوف کو قلمی اور نادر کتابوں سے عشق تھا اور بڑی توجہ اور اہتمام سے کتابوں کی حفاظت فرمایا کرتے تھے۔ درسی کتابوں کا بڑا ذخیرہ طلباء کے لیے وقف تھا اس لیے ایک ایک کتاب کے کئی کئی نسخے رکھا کرتے تھے۔ کتاب کیسی ہی نادر کیوں نہ ہو اگر کسی طالب علم کو ضرورت ہوتی تو بلا تامل دے دیا کرتے۔ اکثر فرمایا کرتے تھے ''جس شخص نے علم اور اس کے وسائل کے سلسلہ میں بخل سے کام لیا اس کی اولاد سے علم جاتا رہتا ہے:'' اس پر آپ کا پورا عمل تھا۔ (۳۷)

مولوی سعد اللہ کا کتب خانہ

آپ بھی کتابوں کے بڑے شائق تھے۔ کتابوں کا بڑا ذخیرہ آپ کو ورثہ میں ملا تھا۔ آپ کے صاحبزادے مولوی فضل حق خطیب المتوفی (۳۸) فضل وکمال کے ساتھ تصنیف وتالیف، کے بھی دلدادہ تھے۔ آپ نے کتب خانہ میں بڑا اضافہ کیا۔ آبائی جاگیر کی وجہ سے سرونج مالوہ جایا کرتے تھے۔ وہاں کے رؤساء غلام قادر خان وغیرہ کے کتب خانوں سے بہت سی کتابیں خریدیں۔ ۱۳۰۸ھ میں حج بیت اللہ کا سفر کیا اور بغداد و بصرہ وغیرہ سے بہت سی کتابیں ساتھ لائے لیکن افسوس آپ کی اولاد میں علم باقی نہ

رہنے کے باعث یہ ذخیرہ محفوظ نہ رہ سکا۔ کتابوں کا بچا کھچا حصہ مولوی عرفان صاحب، مرحوم کے کتب خانے میں داخل کر دیا گیا۔(۳۹)

مولانا حیدر علی (ﷺ) کا کتب خانہ

آپ کے کتب خانے میں بھی کافی کتابیں تھیں۔ آپ کے بھتیجے مولوی احمد علی سیمابؔ آپ کے جانشیں ہوئے۔ ان کے بیٹے حکیم سعید احمد صاحب اپنے دور کے کامیاب طبیب اور با اثر شخصیت رکھتے تھے۔ دونوں حضرات نے کتابوں کے ذخیرے میں کافی اضافہ کیا لیکن یہ سلسلہ جاری نہ رہ سکا۔ کتابوں کا بقیہ حصہ حکیم یحییٰ میاں صاحب (۴۱) کے پاس محفوظ رہا جس کا بیشتر حصہ طب کے قلمی نوادر پر مشتمل ہے۔ دورِ حاضر میں عربک اینڈ پرشین ریسرچ انسٹیٹیوٹ ٹونک میں جمع کرا دیا گیا ہے۔(۴۱)

نجف علی کا کتب خانہ

تاج العلماء نجف علی خاں قاضی جھجر ٹونک کے اصحاب کمال میں ممتاز ترین شخصیت رکھتے تھے۔ مختلف علوم میں پچاس سے زائد تصنیفات آپ کی یادگار ہیں۔ آپ کا کتب خانہ بیش قیمت نوادر پر مشتمل تھا۔ دو ایک نسل تک تو اس کی کتابیں محفوظ رہیں آخر میں ان کا حشر بھی وہی ہوا جو علماء وفضلاء کی نااہل اولاد کے ہاتھوں ہوا کرتا ہے۔ یہ جواہر پارے نااہل اولاد کے قبضہ میں رہے اور تقسیم کے بعد یہ لوگ اس ذخیرے کو منتشر کر کے پاکستان چلے آئے اور کتب خانہ بالکل ختم ہو گیا۔(۴۲)

اسی طرح مولوی خلیل الرحمٰن مفتی، مولوی ضیاء النور مفتی، مولوی محمد ادیب، مولوی سراج الرحمٰن، مولوی عبدالمجید خان صاحب، یوسف خاں صاحب اور سادات قافلہ وغیرہ کے کتب خانے انقلاب کی نذر ہو گئے۔

کتب خانہ حکیم برکات احمد صاحب

آپ کی مسند درس ہندوستان کی مشہور ترین درسگاہوں میں سے تھی۔ آپ کے ذاتی کتب خانے میں بھی کتابوں کا بڑا ذخیرہ تھا۔ خیر آبادی خاندان سے تعلق کی بنا پر منطق و فلسفہ اور دیگر علوم عقلیہ کی کتابیں زیادہ تھیں۔

حکیم صاحب کے انتقال کے بعد ان کے صاحبزادے حکیم محمد احمد صاحب آپ کے صحیح جانشیں

ثابت ہوئے لیکن عمر نے وفا نہ کی۔ ان کی اولادیں سب چھوٹی تھیں اس لیے عرصہ دراز تک کتب خانہ مقفل رہا۔ ایک بار مولوی عرفان صاحب مرحوم (قاضی شرع شریف ٹونک) نے خواب میں دیکھا کہ حکیم برکات احمد صاحب فرماتے ہیں کہ قاضی جی کتب خانے میں پانی ٹپک رہا ہے۔ دوسرے دن کتب خانہ کھلواکر دیکھا گیا تو واقعی پانی ٹپکا تھا جس سے نقصان پہنچا تھا چنانچہ ان کی حفاظت کا سامان کیا گیا۔ (۴۳)

حکیم محمود احمد صاحب برکاتی (حکیم برکات احمد صاحب کے پوتے) تحصیل علوم کے بعد ٹونک تشریف لائے تو آپ نے کتب خانے کو سنبھالا مگر تقسیم کے بعد موصوف کراچی منتقل ہوگئے اور نادر و نایاب کتابوں کا اکثر حصہ ساتھ لے آئے۔ غیر ضروری کتابیں وہیں چھوڑ دیں۔ کچھ اب تک آپ کے عزیزوں کے پاس محفوظ ہیں۔ ڈاکٹر محمود احمد برکاتی نے بڑی محنت اور قدر دانی سے یہ کتب خانہ سنبھالا ہوا ہے اور کراچی میں برکات اکیڈمی کے نام سے ایک اکیڈمی میں تمام کتب کو محفوظ کیا ہوا ہے۔ جس سے صاحب علم مستفید ہوتے رہتے ہیں۔

کتب خانہ مولوی احمد مجتبیٰ مفتی

آپ عدالت شریعت میں مفتی تھے۔ ان کے والد سید عبدالرحمٰن صاحب کا وطن عظیم آباد تھا۔ نواب وزیرالدولہ کے زمانہ میں ٹونک تشریف لائے اور اعزاز کے ساتھ زندگی گزاری۔ کتابوں کا ذخیرہ ان ہی کا جمع کردہ تھا۔ مولوی سید علی احمد محدث بہاری کے داماد تھے۔ اکثر کتابوں پر آپ کی مہر ''المجتبیٰ سید عبدالرحمٰن'' ثبت ہے۔ بعد میں جب ان کتابوں کے تلف ہونے کا سلسلہ شروع ہوا تو ان کا کتب خانہ عدالت شریعت کے کتب خانہ میں داخل کردیا گیا۔ جو موجودہ زمانے میں عربک اینڈ پرشین ریسرچ انسٹیٹیوٹ ٹونک میں محفوظ ہے۔ (۴۴)

کتب خانہ مولوی عبداللہ خان

نواب ابراہیم علی خاں کے دور میں درباری علماء میں تھے۔ کتابوں کا بہت شوق تھا اس لیے پورا کتب خانہ جمع ہوگیا جو اہم اور نادر کتابوں پر مشتمل ہے۔ کتب متداولہ کے اردو تراجم اس کتب خانہ کی خصوصیات میں سے ہیں یہ کتب خانہ بھی عرصہ دراز تک مقفل پڑا رہا ہے اور عربک اینڈ پرشین ریسرچ انسٹیٹیوٹ ٹونک میں محفوظ ہے۔ (۴۵)

کتب خانہ مولوی عبدالرحمٰن چشتی (المتوفی ۱۹۵۷ء)

موصوف حیدر آباد دکن کے رہنے والے تھے۔ حکیم برکات احمد صاحب سے شرف تلمذ حاصل تھا۔ عرصہ تک مسجد فتحپوری کے مدرسہ میں درس دیا، حکیم صاحب کے انتقال کے بعد دارالعلوم خلیلیہ ٹونک میں منتقل ہوگئے اور عمر بھر درسی خدمات انجام دیتے رہے۔ ان کے مزاج میں بڑی نفاست تھی۔ جو کتب خانے اور اس کی ایک ایک کتاب سے ظاہر ہوتی تھی۔ کتابیں صاف ستھری رکھنے کا بہت اہتمام تھا۔ کتابوں کی جلدیں بڑی پاکیزہ، صاف اور خوب صورت ہوتی تھیں اور اعلیٰ قسم کی الماریوں میں سلیقہ سے رکھی رہتی تھیں۔ بغیر جلد کی کوئی کتاب کتب خانہ میں نہ تھی۔ آخر عمر میں اپنا کتب خانہ جماعت اسلامی کو ہبہ کر دیا اور وہاں محفوظ ہے۔ (۴۶)

مولوی حیدر حسن خان اور ان کے بھائیوں کا کتب خانہ

مولوی حیدر حسن خان شیخ الحدیث ندوہ، مولوی محمود حسن خان، صاحب معجم المصنفین، مولوی محمد حسن خان مفتی اور مولوی مظہر حسن خان پروفیسر میسور کالج، چاروں حقیقی بھائی تھے اور ہر ایک کے پاس کتابوں کا اچھا ذخیرہ تھا۔ مولوی محمود حسن خاں نے اپنی عمر کا زیادہ حصہ معجم المصنفین کی ترتیب میں گزارا اس لیے یہاں کے اکثر کتب خانے ان کے کھنگالے ہوئے تھے۔ ریاستی کتب خانے بھی ان سے متعلق تھے اس لیے کتابوں کا زیادہ ذخیرہ ذاتی طور پر انہوں نے جمع نہیں کیا۔ پھر بھی ان کے پاس کافی کتابیں تھیں۔ ان میں سے کچھ کتابیں قاضی عرفان صاحب کے کتب خانے میں محفوظ ہیں۔ (کتب خانہ عرفانیہ ٹونک) مولوی حیدر حسن خان کی پوری عمر درس و تدریس میں گزری اس لیے ان کے پاس کتابیں زیادہ جمع ہوئیں۔ دائرۃ المعارف حیدر آباد سے جو کتابیں بھی شائع ہوتی تھیں ہر کتاب کا ایک نسخہ مولانا کے نام ضرور آتا تھا۔ خود مولانا کو کتابوں کا بہت شوق تھا۔ محلّٰی شرح مؤطا کا نسخہ خود مولانا نے نقل کرا کے اپنے کتب خانے میں داخل کیا۔ فقہ کی مشہور ضخیم کتاب ''برہان'' (چار جلد) کو جس میں مصنف نے محدثانہ انداز میں مسائل فقہیہ کو ثابت کیا ہے۔ اسی طرح فقہ حدیث سے متعلق امیر و وزیر کے متن و شرح، تلقیح و توضیح کو مقامی کاتب منشی رحمت اللہ سے لکھوایا اور اکثر اپنے مطالعہ میں رکھتے تھے۔ جس کتاب کو بھی نادر پاتے اور اس کا اپنے پاس موجود رہنا ضروری خیال فرماتے تھے فی الفور نقل کرا لیا کرتے تھے۔ تقسیم کے بعد جب آپ کے لڑکے پاکستان منتقل ہوئے تو نادر کتابیں مدرسہ فرقانیہ ٹونک کے کتب خانہ

میں داخل کر دی گئیں۔(۴۷)

مولوی محمد حسن خان مفتی کا بھی ایک ذاتی کتب خانہ تھا۔ یہ کتب خانہ بھی تقسیم ملک کی نذر ہو گیا۔ کچھ کتابیں ضائع ہوگئیں باقی کتابیں عربک اینڈ پرشین ریسرچ انسٹیٹیوٹ ٹونک میں داخل کرادی گئیں۔ آداب القضاء، خصاف کی شرح، صدر شہید کا ایک نادر نسخہ آپ کے کتب خانہ میں تھا۔ یہ نسخہ ۹۷۰ھ کا لکھا ہوا ہے۔ کاتب کا نام علی الجارحی ہے، اوراق ۱۵۸/ ہیں، خط پختہ عربی، کاغذ سفید دبیز، غیر مجدول، ورق اوّل پر طلائی جدول ہے جس کے بالائی حصہ میں کتاب کا نام سنہرے حرفوں میں لکھا ہوا ہے، درمیان کے طلائی دائرہ میں مصنف کا نام درج ہے، یہ نسخہ علامہ زین بن نجیم المصری صاحب بحرالرائق کے مطالعہ میں رہ چکا ہے، ان کے قلم کے حواشی اس نسخہ کے حاشیہ پر چڑھے ہوئے ہیں۔ یہ نسخہ شیخ محمد المکی حنفی کی ملک میں رہا ہے جو ابن نجیم کے قریب العصر تھے۔ اوّل ورق پر ان کا بھی ایک نوٹ درج ہے، ورق نمبر ۹/ کے ایک حاشیہ پر تحریر ہے کہ یہ خط علامہ ابن نجیم کا ہے۔ ورق نمبر ۶۶/ کے حاشیہ پر "ھذا خط الشیخ عبدالکریم القطبی رئیس مکہ و عین اعیانہا فی زمنہ" درج ہے۔ اسی طرح مشکوٰۃ المصابیح کا ایک نادر قدیم نسخہ بھی اس کتب خانے میں مولوی عمران خان صاحب نے دیکھا تھا جس پر متعدد علماء کی سندات درج تھیں۔ مولوی مظہر حسن خان کے پاس بھی کتابوں کا ذخیرہ تھا مگر آخری عمر میں ان کے معذور ہوجانے کی وجہ سے کتابیں ضائع ہوتی گئیں، ان کے انتقال کے بعد باقی کتابیں فروخت کردی گئیں۔ مولوی محمود حسن خان کے داماد مولوی وحید حسن صاحب بھی کتابوں کے اچھے ذخیرے کے مالک تھے، اس ذخیرے میں درسی مطبوعہ کتابیں زیادہ ہیں جو ابھی تک محفوظ ہیں۔(۴۸)

کتب خانہ محمود شیرانی

حافظ محمود شیرانی مرحوم (المتوفی ۱۲/ ربیع الاوّل بروز جمعہ ۱۳۶۶ھ) نوادر جمع کرنے میں شہرۂ آفاق تھے۔ دوسرے نوادر کے علاوہ ہزاروں روپے خرچ کر کے نادر کتابیں جمع کی تھیں جن میں ہر دور اور ہر صدی کے عجائبات، فنی و صنعتی مرقعے، قدیم اور نادر کتابیں، پرانے سکے، غرض ہر طرح کے نوادر کا عجائب خانہ تھا۔ یہ تمام ذخیرہ پنجاب یونیورسٹی کے حوالہ کر دیا گیا تھا جو وہاں محفوظ ہے۔ پروفیسر حافظ محمود خان شیرانی خود اپنی ذات سے ایک علمی دبستان، ادارہ اور نوادر کا سرچشمہ تھے، وہ نہ صرف مؤرخ، محقق، متبحر عالم، فاضل، اور معلم علوم السنہ اور ماہر عتیقیات ہی تھے بلکہ فن تحقیق اور تاریخ و سلفیات کے بحر ناپیدا کنار کے مشاق شناور بھی تھے۔ انہوں نے ٹونک کا نام نہ صرف ہندوستان میں بلکہ تحقیقی اور علمی

دنیا میں اجاگر کیا ہے۔ ٹونک سے وہ نہیں بلکہ ٹونک ان سے جانا اور پہچانا جاتا۔ اور ان کے اورینٹل کالج لاہور کے میگزین میں شائع شدہ معرکتہ الآراء مضامین اور مشاہیر و بلند پایہ تصانیف نے تحقیقی اور علمی دنیا میں ان کی دھاگ جمادی۔ یہ مضامین مقالات شیرانی کی شکل میں ان کے پوتے پروفیسر مظہر محمود نے پاکستان سے شائع کیے ہیں۔ حافظ صاحب نے زندگی بھر مخطوطات ومسکوکات اور نوادرات بڑی محنت اور جانفشانی سے جمع کیے جو ان کا سرمایہ حیات تھا جسے انہوں نے پنجاب یونیورسٹی لائبریری کو ۱۹۴۲ء میں فروخت کردیا تھا جن کی فہرست دو جلدوں میں ادارہ تحقیقات پاکستان سے شائع ہو چکی ہے۔ اس ذخیرہ شیرانی کی مجموعی تعداد ساڑھے تین ہزار کے قریب ہے جن میں معتد بہ حصہ ڈھائی ہزار کے قریب فارسی مخطوطات پر مشتمل ہے۔ قدامت فنی ندرت اور مواد اور متن کے اعتبار سے یہ ذخیرہ بہت اہم اور بیش قیمت ہے۔ یہ عربی فارسی اردو ترکی گجراتی پشتو پنجابی اور مرہٹی زبان کے مخطوطات ہیں۔ ان مخطوطات میں چھٹی صدی ہجری سے لے کر دسویں گیارہویں صدی ہجری تک کے مکتوبہ نسخے ہیں۔ قدیم ترین نسخہ قرآن کریم کی قدیم تفسیر جو فردوسی (متوفی ۴۱۱ھ) کے زمانے کی مکتوبہ ہے۔ (۴۹)

مولانا سورتی کا کتب خانہ

ٹونک کے قابل ذکر کتب خانوں میں مولانا محمد سورتی مرحوم کا کتب خانہ بھی تھا۔ یہ کتب خانہ اگرچہ ٹونک میں زیادہ دن نہیں رہا۔ مولانا کے انتقال کے بعد ٹونک سے باہر (رامپور) چلا گیا لیکن اپنی نوعیت کا بے مثل کتب خانہ تھا جس میں مختلف علوموفنون کے جواہر پارے مجتمع تھے۔ مولانا مرحوم معیاری اور علمی کتابوں کے عاشق اور کثیر المطالعہ تھے۔ بیشتر اوقات مطالعہ میں مشغول رہتے تھے اور تھوڑے وقت میں بڑی بڑی کتابیں پڑھ ڈالتے تھے۔ ایک کتاب ختم ہوتے ہین دوسری کتاب کا مطالعہ شروع کردیتے تھے۔ جہاں کہیں نئی کتاب کا پتہ چلتا فوراً منگاتے۔ ابنائے غلام رسول سورتی کو ہدایت تھی کہ جب بھی کوئی نئی کتاب طبع ہو کر آئے فوراً وی پی کردی جائے۔ اس لیے وہ جہاں بھی رہے ان کے پاس کتابوں کا ذخیرہ جمع ہوگیا۔ موصوف خوشخط اور نہایت زود قلم تھے۔ بڑی بڑی نادر کتابیں خود لکھ ڈالتے تھے۔ آپ نے ''جمهرة العرب'' جیسی ضخیم کتاب، موذی مرض میں مبتلا ہونے کے باوجود تھوڑے وقت میں نقل کرڈالی۔ اس کے علاوہ کئی اور بھی ضخیم ضخیم کتابیں نقل کیں۔ اس جلیل المرتبت ادیب کے کتب خانے میں عربی ادب، حدیث و تاریخ کی بے شمار کتابوں کے علاوہ دوسرے علوم وفنون کی کتابیں بھی تھیں۔ ان کے علاوہ شہر ٹونک میں بیسیوں خاندان ایسے گزرے ہیں جو اپنے اپنے دور میں علمی مرکز رہے

ہیں جن میں مذہبی اور دینی کتابوں کا بڑا ذخیرہ تھا۔(۵۰)

درسی کتب خانے

شہر ٹونک جس دور میں درس و تدریس اور تعلیم و تعلم کا مرکز تھا اسی زمانہ میں درسی کتب خانوں کی تعداد بھی کثیر تھی۔ ہر مدرسہ اور ہر مکتب میں ایک مختصر کتب خانہ ہوا کرتا تھا لہٰذا دارالعلوم خلیلیہ کا کتب خانہ، مدرسہ فرقانیہ اور مدرسہ ناصریہ ٹونک کے کتب خانے اب تک باقی ہیں۔

دارالعلوم خلیلیہ کا کتب خانہ کتابوں کی کثیر تعداد پر مشتمل ہے ان میں درسی کتابوں کا ذخیرہ زیادہ ہے۔ مدرسہ فرقانیہ ٹونک کا کتب خانہ زیادہ وسیع نہیں البتہ تقسیم ملک کے بعد مولانا حیدر حسن خان صاحب کے کتب خانے کی باقی کتابیں جو ان کی اولاد کے پاکستان منتقل ہو جانے کے بعد یہاں رہ گئی تھیں اس مدرسہ میں داخل کر دی گئی ہیں اور محفوظ ہیں۔ مدرسہ ناصریہ ٹونک بھی کچھ عرصہ تک درس و تدریس کا مرکز رہا ہے اس لیے اس مدرسہ میں بھی کتابوں کا کچھ ذخیرہ تھا جو محفوظ ہے۔ ان مدارس کے علاوہ مدرسہ امیریہ ٹونک میں بھی درسی کتابیں کافی تعداد میں تھیں۔ تقسیم ملک کے بعد جب مدرسہ باقی نہیں رہا تو اس کی کتابیں عربک اینڈ پرشین ریسرچ انسٹیٹیوٹ ٹونک میں داخل کر دی گئیں اور محفوظ ہیں۔(راقم)

باب چہارم کے حوالہ جات وحواشی

۱...... صاحبزادہ شوکت علی خان، قصر علم ۱۹۸۰ء، خواجہ پریس دہلی، ص ۱۹۷۔ نیز محمد زبیر، اسلامی کتب خانے، ۱۹۷۶ء، ندوۃ المصنفین دہلی، ص ۳۵۔

۲...... از ۱۲۵۰ھ/ ۱۸۳۴ء تا ۱۳۰۰ھ/ ۱۸۶۸ء۔

۳...... صاحبزادہ شوکت علی خان، قصر علم، ۱۹۸۰ء، خواجہ پریس دہلی، ص ۱۹۸۔

۴...... حکیم سید محمد احمد برکاتی، کتب خانہ وزیرالدولہ ٹونک کے چند نوادر، رسالہ بصائر کراچی، ماہ جولائی ۱۹۶۳ء۔ ص ۲۳

۵...... مظہر محمود شیرانی، حافظ محمود شیرانی کا وطن۔ ریاست ٹونک، (مضمون غیر مطبوعہ) برکات اکیڈمی کراچی۔

۶...... محمد عباس خاں شیروانی، تاریخ التواریخ، مضمون اخبار نیا ہندوستان، یکم اپریل ۱۹۴۸ء، علی گڑھ۔ ص ۷

۷...... سید محمود الحسن برکاتی، ٹونک کے دو قدیم کتب خانے، معارف جلد ۸۴/ شمارہ ۲/ بابت اگست ۱۹۵۹ء، ص ۳۱

۸...... ......ایضاً......ص ۳۲

۹...... مظہر محمود شیرانی، حافظ محمود شیرانی کا وطن۔ ریاست ٹونک، (مضمون غیر مطبوعہ) برکات اکیڈمی کراچی۔

۱۰...... ......ایضاً......

۱۱...... مولوی سید اصغر علی آبرو، تاریخ ٹونک، ۱۹۳۷ء، آگرہ، ص ۳۲۹۔

۱۲...... سید منظور الحسن برکاتی، ٹونک کے دو قدیم کتب خانے، ۱۹۸۰ء، دہلی، ص ۱۵۵۔

۱۳...... ......ایضاً......ص ۱۵۷

۱۴ صاحبزادہ سعید احمد، سی پارۂ دل، ۱۹۸۰ء، شائع کردہ عربک اینڈ پرشین ریسرچ انسٹیٹیوٹ ٹونک، ص ۱۸۳۔

۱۵...... سید منظور الحسن برکاتی، اورینٹل ریسرچ انسٹیٹیوٹ سے عربک ریسرچ ڈائریکٹر ٹنک، مضمون، ۱۹۸۰ء، خواجہ پریس دہلی، ص ۱۷۳۔

۱۶...... رضا علی عابدی، عربک اینڈ پرشین ریسرٹ انسٹیٹیوٹ ٹونک بی بی سی لندن کی نظر میں، ۱۹۸۹ء، ناشر عربک اینڈ پرشین ریسرچ انسٹیٹیوٹ ٹونک، ص ۱۴۔

۱۷...... **Shokat Ali Khan, Arabic & Persion reserch institut Tonk,AT A GLANCE- 1986-87 Page 3.**

۱۸...... صاحبزادہ شوکت علی، قصر علم، ۱۹۸۰ء، خواجہ پریس دہلی، ص ۱۲۶۔

۱۹...... مناظر احسن گیلانی، تعلیم و تربیت، ۱۹۴۳ء، طبع اوّل، دہلی، ص ۳۳۔

۲۰...... ۵۹۷ھ ۱۲۰۰ء، کتابت کی غلطی سے ۵۵۷ھ لکھ دیا گیا (مولوی عمران صاحب نے تصحیح کی ہے)

۲۱...... قائد وفد محمد رشاد عبدالمطلب نے کتب خانہ کے رجسٹر پر عربی زبان میں حسب ذیل تاثرات تحریر کیے ہیں ''میں ٹونک کا کتب خانہ دیکھ کر بہت خوش ہوا، اس لیے کہ میں نے یہاں قلمی کتابیں اور نفیس نادر نسخے پائے، اور کارکنان کتب خانہ نے بھی میری بہت مدد کی، مجھے امید ہے کہ یہ کتب خانہ اپنا اصلی مقام حاصل کرے گا، اور قلمی کتابوں کی طرف، خاص طور پر توجہ کی جائے گی''

۲۲...... المتوفی ۹۴۳ھ۔

۲۳...... المتوفی ۶۶۰ھ۔

۲۴...... صاحبزادہ شوکت علی، قصر علم، ۱۹۸۰ء، خواجہ پریس دہلی، ص ۱۷۱۔

۲۵...... ......ایضاً......ص ۱۷۳

۲۶...... دیوان شمس الدین، واقعات ہفت دہ سالہ امیر و بست سالہ وزیر، مخطوطہ، (فوٹو کاپی راقم الحروف کے پاس موجود ہے)

۲۷...... آثار اب بھی باقی ہیں، راقم نے خود دیکھے ہیں۔

۲۸...... صاحبزادہ شوکت علی، قصر علم، ۱۹۸۰ء، دہلی، ص ۱۹۸۔

۲۹...... مولوی احمد علی سیماب، تاریخ محامد علیہ، بحوالہ مولوی عمران خان ٹونکی، ٹونک کے علماء اور مدارس کے کتب خانے، مطبوعہ معارف نمبر ۳/جلد ۹۸، ۱۹۶۴ء۔ص ۱۰۲

۳۰...... مولانا عبدالحی بن فخر الدین الحسنی، نزہت الخواطر، میر محمد کتب خانہ، مرکز علم و ادب کراچی، ص ۳۲۸۔

۳۱...... مولوی محمد عمران خان، ٹونک کے علماء اور مدارس کے کتب خانے، مطبوعہ معارف نمبر ۳/ جلد ۹۸، ۱۹۶۴ء۔ص ۱۰۷

۳۲...... صاحبزادہ شوکت علی، قصر علم، ۱۹۸۰ء، دہلی، ص ۲۰۴۔

۳۳...... المتوفی ۱۹۱۸ء،

۳۴...... المتوفی ۱۹۲۵ء۔

۳۵...... المتوفی ۱۳۰۸ھ۔

۳۶...... صاحبزادہ شوکت علی، قصر علم، ۱۹۸۰ء، دہلی، ص ۲۰۵

۳۷...... مولانا حکیم محمد عمران خان، کتب خانہ عمرانیہ کے نادر مخطوطات، رسالہ معارف، ماہ جون ۱۹۶۶ء۔

۳۸...... التوفی ۱۳۲۳ھ

۳۹...... کتب خانہ عرفانیہ ٹونک۔

۴۰...... التوفی ۱۸۵۶ء

۴۱...... جمشید علی شیخ، علمائے اہلحدیث کی دینی و علمی خدمات، (تحقیقی مقالہ) ۱۹۹۲ء، ص ۳۴۷۔

۴۲...... مرزا بشارت علی، تاریخ جھجر، ۱۹۹۷ء، الجت پریس کراچی، ص ۱۴۶۔

۴۳...... صاحبزادہ شوکت علی خان، قصر علم، ۱۹۸۰ء، خواجہ پریس دہلی، ۲۰۸۔

۴۴...... مولوی محمد عمران خان، ٹونک کے علماء و مدارس، مطبوعہ معارف نمبر ۳ رجلد ۹۸، ۱۹۶۴ء، ص ۲۰۷

۴۵...... مولوی محمد عمران خان، ٹونک کے علماء و مدارس، مطبوعہ معارف نمبر ۳ رجلد ۹۸، ۱۹۶۴ء، ص ۲۰۷

۴۶...... مولوی محمد عمران خان، ٹونک کے علماء و مدارس، مطبوعہ معارف نمبر ۳ رجلد ۹۸، ۱۹۶۴ء، ص ۲۰۷

۴۷...... مولوی عامر ندوی، مولانا محمود حسن خان کی علمی خدمات (مضمون) مطبوعہ جرنل، شائع کردہ اے پی آئی آر ٹونک، پبلک پریس دہلی، ۱۹۹۰ء، ص ۱۱۲۔ نیز
مولانا ابوالحسن ندوی، پرانے چراغ، ۱۹۷۵ء، مجلس نشریات اسلام، کراچی، ص ۲۰۰

۴۸...... مولوی محمد عمران خان، ٹونک کے علماء و مدارس، مطبوعہ معارف نمبر ۳ رجلد ۹۸، ۱۹۶۴ء، ص ۲۱۳

۴۹...... ڈاکٹر محمد بشیر حسین، فہرست مخطوطات شیرانی، ۱۹۶۸ء، مطبوعہ لاہور۔ ص ۱۹

۵۰...... مولوی محمد عمران خان، ٹونک کے علماء و مدارس، مطبوعہ معارف نمبر ۳ رجلد ۹۸، ۱۹۶۴ء، ص ۲۱۴

باب پنجم

ریاست ٹونک کے کتب خانوں کے نادر مخطوطات

فصل اوّل

(۱) قرآن مجید کے قلمی نوادر

فصل دوم

(۱) تفسیر قرآن مجید کے نادر مخطوطات

فصل سوم

(۱) فن تاریخ کے مختلف نادر مخطوطات

(۲) حواشی و حوالہ جات

باب پنجم

ریاست ٹونک کے کتب خانوں کے نادر مخطوطات

فصل اوّل

(۱) قرآن مجید کے قلمی نوادر

ریاست ٹونک کے کتب خانوں کے نادر مخطوطات

اسلامی دنیا میں کتابوں کی ابتداء حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالی عنہ سے ہونا بتائی جاتی ہے لیکن حضور سرورِ کائنات ﷺ کے زمانے سے ہی کتابت شروع ہو چکی تھی۔ قرآن کی ترتیب اور کاتب وحی کے ذریعہ کتابت وغیرہ کا اہتمام اسی دورِ مقدس کی یادگار ہے۔ حضرت امیر معاویہؓ نے کتاب خانے کی ابتدا کی جس کو حضرت عمر بن عبدالعزیز متوفی ۱۰۱ھ نے فروغ دیا۔ پھر تفاسیر و احادیث کی ترتیب و تدوین نے ذوق کتب اندوزی کو اور فروغ دیا۔ اس ذوق کتب اندوزی نے ذوق کتابت اور شوق خطاطی کو مائل بہ ارتقاء کیا بعد ازاں دنیائے اسلام میں مختلف مقامات پر مخطوطات کی دنیا کو آباد کیا۔ چنانچہ مختلف خطوں میں مسودے، مخطوطات، مکتوبات، خرائط، حسب الحکم، رقعات، بیاضیں، طغرے، دیباچے وغیرہ لکھے جانے لگے۔ (۱)

حقیقت یہ ہے کہ مخطوطات کی دنیا ایک زندہ جاوید دنیا ہے۔ یہاں مرنے کے بعد بھی دوامی زندگی ملتی ہے۔ شاہانِ سلف ہوں کہ علماء فضلاء کرام فنکار ہوں کہ اربابِ فکر و بصیرت، قدردانِ علم وفن ہوں کہ راہ نوردانِ علم و حکمت سب اپنے اپنے میدان میں زندہ نظر آتے ہیں۔ ٹونک کے کتب خانے (عربک اینڈ پرشین ریسرچ انسٹیوٹ ٹونک) میں اس طرح انجمن در انجمن محفلیں سجی نظر آتی ہیں۔ دربار لگے ہیں۔ بیت الحکمت کھلے ہیں۔ صنادید عجم ہوں کہ آثار الصنادید، اعلام و مصادر ہوں کہ منابع و مآخذ سب میں نہ جانے کونسا عہد کون سا قرن اور کون کون سی اقدار پوشیدہ ہیں۔ یہاں شاہوں اور شہزادوں کے نو لکھے ہاروں سے زیادہ قیمتی در ہائے شاہوار تحریروں میں جڑے ہیں۔ کہیں عالمگیری قلم ہے تو کہیں شاہجہانی اور جہانگیری قلم۔ کہیں شہزادوں میں داراشکوہ کا پُر شکوہ قلم اور کہیں شاہجہانی قلم کی کششیں بھی ملتی ہیں۔ جہاں حسین مرزا سلطان ہرات کی تحریر ملتی ہے وہاں عبدالرحیم خانخانان کی نگارش بھی ملتی ہے۔ علمائے عصر صوفیائے کرام، شعرائے رنگین، مصنفین وقت کی تحریریں خود ان کے قلم کی نگارشات دعوت نظارہ دے رہی ہیں۔ (۲)

اس ذخیرے کی افادیت و اہمیت کا اندازہ یہاں کے مخطوطات پر حواشی ومنہیات اور تاریخی مہور اور تاریخی عبارتوں سے بھی لگایا جا سکتا ہے۔ ان خصائص و امتیازات سے تاریخی علمی اور ثقافتی اقدار متعین کی جاتی ہیں۔ عہدود و قرون کے اعلام و آثار کا مطالعہ کیا جاتا ہے۔ اہم مخطوطات ونوادرات کی طرح ان حواشی اور تاریخی عبارتوں کی اہمیت بھی اپنی جگہ کسی طرح کم نہیں ہے۔ ایک ایک مخطوطہ عظمت رفتہ کی اس طرح آبرو رکھے ہوئے اپنے زمانہ کا خود آئینہ ہوتا ہے۔ وہ مواد ومتن کے اعتبار سے ہی نہیں بلکہ تاریخی اور ثقافتی اقدار کا بھی حامل ہوتا ہے۔ مخطوطے کی ترقیمے کی عبارتیں، مہروں میں کندہ سجعے، سنین، قاری اور سامع کے غیر شعوری حالت میں لکھے ہوئے نوٹس یا بطور یادداشت لکھے ہوئے واقعات، واردات، نسخے، تعویذات، نقوش وغیرہ بھی بڑی اہمیت کے حامل ہوتے ہیں۔ ان سے قرون، عہود تو متعین ہوتے ہی ہیں۔ عصری رجحانات، امتیازات وخصوصیات کا بھی مطالعہ کیا جاتا ہے جس سے قوم وملت اور مختلف طبقات کے افراد کی تاریخ، بود وباش، میلانات خصائص و عادات وغیرہ کا بھی پتہ چلتا ہے۔ مطلاء مذہب اور مصور نسخے کی اہمیت بھی اپنی جگہ مسلم ہے۔ کچھ سلاطین وقت کے حضور میں پیش کیے ہوئے نسخ ہیں۔ بعض ان کے تحویلداروں کو پیش کیے ہوئے نسخے ہیں اور بعض خود بادشاہوں کے مطالعہ میں آئے ہوئے ہیں۔ کہیں کہیں عرض دیدہ، جائزہ نمودہ ملاحظہ لکھے ہوئے تاریخی اور اصطلاحی فقرے ہیں جو بہت اہم ہوتے ہیں ان اصطلاحوں سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ بادشاہ کے مطالعہ میں یہ کتابیں رہتی تھیں۔ اس کے علاوہ بادشاہ خود معائنہ بھی کرتا تھا۔ عربک اینڈ پرشین ریسرچ انسٹیٹوٹ ٹونک ذخیرے میں بہت سے مخطوطات کے شروع میں اور آخر میں تحویلداروں کی مہریں بھی ثبت ہیں۔ عرض دیدہ، ملاحظہ نمودہ، جائزہ نمودہ وغیرہ بھی نوشتہ ہیں۔ ایسے مخطوطات بھی محفوظ ہیں جنہیں خود بادشاہ کو طلائی آرائش و زیبائش کر کے پیش کیا گیا ہے۔ اسی طرح ایسے مخطوطات بھی محفوظ ہیں جن کو علمائے عصر نے اپنے خاص تلامذہ کو پڑھایا ہے اور اسناد بھی دی ہیں۔ ایسے ایسے مخطوطات بھی موجود ہیں جو خوش خطی اور مختلف النوع خطوط کے آئینہ دار ہیں۔ بعض ایسے مخطوطات ہیں جن کے خط اب متروک ہو چکے ہیں۔ مثلاً چند مخطوطات خط نسخ بہاری میں ہیں جو اب متروک ہو چکا ہے۔ خط کوفی برنگ قدیم اب متروک ہو چکا ہے۔ (۳)

قرآن کریم اور تفاسیر کے قدیم خطی نمونے ایسے بھی ہیں جو کہیں نہیں ملتے۔ بہت کم ایسے نسخے بھی ملتے ہیں جو مکتوبہ ہیں اور نستعلیق خط میں لکھے ہوئے ہیں۔ ایک دو ایسے نسخے ہیں جو آٹھویں صدی ہجری کے مکتوبہ ہیں اور بخط نستعلیق ہیں جس سے نستعلیق کی ابتداء دسویں صدی میں نہ ہو کر آٹھویں صدی ہجری

میں ہونا مانا جا سکتا ہے۔ (۴)

چنانچہ باب پنجم میں راقم نے ٹونک کے کتب خانوں میں موجود نادر مخطوطات کے بارے میں معلومات رقم کی ہیں۔ تقسیم ہند اور ریاست کے خاتمہ پر ٹونک کے کتب خانوں کے نوادرات کو ایک اورینٹیل ریسرچ انسٹیٹیوٹ میں جمع کر دیا گیا جو بعد ازاں ۴ ردسمبر ۱۹۷۸ء کو ''مولانا ابوالکلام آزاد عربک اینڈ پرشین ریسرچ انسٹیٹیوٹ'' کے نام سے ترقی کر گیا۔ ٹونک ریاست کے تمام مخطوطات اب اسی ریسرچ انسٹیٹیوٹ کی تحویل میں ہیں اور دنیا کے اسکالرز ان سے استفادہ کر رہے ہیں۔ چنانچہ راقم الحروف نے ان مخطوطات کی اہمیت اور افادیت کے پیش نظر اپنے زمانہ قیام ٹونک میں اسی ریسرچ انسٹیٹیوٹ میں کچھ عرصہ قیام کر کے ان مخطوطات کی تمام تفصیلات اور دوسری تشریحات ترتیب دیں اور کوشش کی کہ ان مخطوطات کے بارے میں مطلوبہ معلومات سے مکمل آگاہی فراہم کی جائے۔

راقم نے ان تمام اہم اور نادر مخطوطات کو فن وار تین حصوں میں تقسیم کر دیا ہے، (۱) القرآن المجید، (۲) تفسیر قرآن، (۳) فن تاریخ۔ چنانچہ فصل اول میں نادر قرآن مجید کے نسخوں کے بارے میں معلومات پیش کی گئیں، فصل دوم میں تفسیر قرآن کے نوادرات اور فصل سوم میں فن تاریخ کے نادر مخطوطات کی تفصیل اور تشریحات پیش کی گئی ہیں۔

اس بات کی وضاحت کر دینا ضروری ہے کہ راقم نے ان مخطوطات کے مطالعہ کے دوران درج ذیل کیٹلاگ اور وضاحتی فہرستوں سے بھی استفادہ کیا ہے۔ (مملوکہ عربک اینڈ پرشین ریسرچ انسٹیٹیوٹ ٹونک)

(۱) انگریزی فہرست مخطوطات، رام پور لائبریری رامپور، مرتبہ مولانا امتیاز علی عرشی (مرحوم)

(۲) خدا بخش اورینٹیل پبلک لائبریری، بانکی پور پٹنہ کے انگریزی کیٹلاگ جو مختلف اوقات میں مختلف مرتبین نے ترتیب دیئے۔

(۳) انڈیا آفس لائبریری لندن کا کیٹلاگ جو ''اسٹوری آربری ایتھے'' نے مرتب کیا، اور ۱۹۰۳ء میں آکسفورڈ سے شائع ہوا۔

(۴) انگریزی کیٹلاگ، مرتبہ ''آئی وینیو'، شائع کردہ ایشیاٹک سوسائٹی لائبریری کلکتہ۔

(۵) فہرست مخطوطات شیرانی، مرتب کردہ ڈاکٹر محمد بشیر حسین (جلد اوّل) ۱۹۶۸ء لاہور۔

(۶) خزینۃ المخطوطات (وضاحتی فہرست) اردو، مرتبہ محمد عمران خان شائع کردہ عربک اینڈ پرشین ریسرچ انسٹیٹیوٹ ٹونک، ۱۹۸۱ء (مطبوع نیو پبلک پریس دہلی)

مندرجہ بالا ذرائع کے علاوہ راقم نے ان مخطوطات کو خود دیکھا اور عربی و فارسی کے مخطوطات کے مطالعہ میں جہاں زبان اور تحریر دقیق اور مشکل رہی اس کے لیے عربک اینڈ پرشین ریسرچ انسٹیٹیوٹ کے مترجم مولوی عمر خان ندوی سے رہنمائی اور مدد لی ہے۔

۱- القرآن المجید

(سی ورقی)

- اوراق = ۳۰
- سائز = ۱۶x۲۸
- سطور = ۴۱
- کاتب = x
- تاریخ کتابت = ۱۱رصدی ہجری
- خط = نسخ پختہ
- خوشخط = قدرے کرم چشیدہ ومرمت شدہ

بڑا نایاب و نادر اور قابل قدر نسخہ ہے۔ کاغذ بادامی باریک کشمیری، ابتدائی دو صفحوں کا حاشیہ مطلی و مینا کار سرخ و آبی۔ کل اوراق مجدول طلائی و آبی۔ بین السطور مطلّیٰ کل حاشیہ خفیف بیل دار طلائی۔

نسخہ بڑا نادر ہے۔ پورا قرآن مجید تیس ورق میں لکھا گیا ہے، ایک پارہ دو صفحوں میں پورا ہو جاتا ہے۔ دوسری خصوصیت یہ ہے کہ رفتار کتابت کے لحاظ سے سطر اوّل کے علاوہ ہر صفحہ کی تمام سطور حرف ''الف'' سے شروع ہوتی ہیں۔ باریک ہونے کے باوجود نسخہ بہت صاف اور واضح ہے۔

شاہجہاں کے درباری خطاط عبدالباقی حداد نے بادشاہ کو سی ورقی قرآن شریف لکھ کر پیش کیا تھا جس کے صلے میں شاہجہاں نے یاقوت رقم کا خطاب عطا کرتے ہوئے سکہ رائج الوقت میں تلوایا تھا (۵)۔ یہ قرآن شریف اسی دورِ شاہجہانی کی یادگار ہے جو اپنی صنعت وندرت اور شانِ خط کے لحاظ سے عزیز الدہر ہے......

ابتداء:...... الحمدللہ رب العالمین سے

اختتام:...... فی صدور الناس من الجنة و الناس پر۔

ترقیمہ:...... درج نہیں ہے۔

۲-القرآن المجید

(مُذَھَّب)

✔ اوراق=۵۵۳ ✔ سائز=۱۵x۲۴

✔ سطور=۹ ✔ کاتب=x

✔ تاریخ کتابت=۱۱ر صدی ہجری ✔ خط=نسخ

قرآن مجید کا ایک بہترین نسخہ ہے۔ کاتب نے اگرچہ اپنا نام اور تاریخ کتابت نہیں لکھی لیکن کسی اچھے کاتب کے قلم سے لکھا ہوا نہایت خوشخط نسخہ ہے، گیارہویں یا بارہویں صدی کی کتابت معلوم ہوتی ہے(۶)۔کاغذ سفید انگوری، کشمیری، ابتدائی دو صفحے مجدول و مینا کار آسمانی و طلائی ہیں۔کل اوراق مجدول طلائی ہیں۔ بین السطور کی لائنیں، نشانات آغاز سور، رکوع، ربع، ثلث، نصف، حاشیہ پر طلائی ہیں۔

ابتداء:......الحمد للہ رب العالمین سے

اختتام:......**فی صدور الناس من الجنة و الناس** پر۔

ترقیمہ:...... درج نہیں۔

۳-القرآن المجید

(مطلیٰ و مذہب)

✔ اوراق=۲۵۵ ✔ سائز=۱۴x۲۳

✔ سطور=۱۷ ✔ کاتب=x

✔ خط=نسخ ✔ نسخہ=مکمل ہے

✔ تاریخ کتابت=۱۱صدی ہجری

کاغذ سفید انگوری مجدول شنجرفی و آبی و آسمانی، ابتدائی دو صفحے اور آخر کے لوح، سور، مطلیٰ اور

مینا کار آسمانی ہیں۔ بین السطور اور نام بھی مطلّی ہیں۔ ابتدائے پارہ اور علامات حصص قرآن حاشیہ پر مطلّی ہیں۔

نسخہ بڑا نادر، خوشخط، مذہب ومطلّی ہے۔ جلد بھی بڑی قدیم، لاکھ کی بنی ہوئی ہے۔ محمد باقر اورنگ زیب کے تحویلدارِ کتب خانہ تھے (۷)

ابتداء:...... الحمدللہ رب العالمین سے

اختتام:...... فی صدور الناس من الجنة و الناس پر۔

ترقیمہ:...... درج نہیں۔

۴- القرآن المجید (عالمگیری)

(نصف اوّل- مترجم فارسی)

✔ اوراق=۳۵۴	✔ سائز=۳۰x۵۵
✔ سطور=۶	✔ کاتب=x
✔ خط=نسخ	✔ تاریخ کتابت=۱۱۲اصدی ہجری

کاغذ حنائی بادامی وسرخ آبی۔ صفحہ دوم وسوم مینا کار سبز وسرخ وآبی مع حاشیہ مطلّی بیل دار و چٹ زدہ، قدرے، کرم خوردہ، مجدول طلائی شنگرفی وآبی، درمیان کے اجزاء میں آیات کے نشانات طلائی ہیں۔ بین السطور ترجمہ فارسی درج ہے اور ترجمہ کے ساتھ حاشیہ پر و بین السطور مفید نوٹ بھی چڑھائے گئے ہیں۔ کہیں کہیں تحشی کثیر ہے۔ کاتب اور تاریخ کتابت کی صراحت بھی نہیں البتہ اوّل صفحہ پر یہ نوٹ......

''از کتب خانہ سرکار مرزا محمد ہمایوں شاہ بہار بن مرزا محمد کام بخش عالم بہادر''

درج ہے۔ کام بخش شہنشاہ اورنگ زیب عالمگیر کا چھوٹا بیٹا تھا(۸) اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ نسخہ بہت اہم ہے اور شاہی کتب خانوں میں رہا ہے۔ کتب خانہ کی روایات سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ یہ نسخہ خود عالمگیر کے قلم کا لکھا ہوا ہے، واللہ اعلم۔

۵-القرآن المجید

(حمائل-مترجم)

✔ اوراق=۳۳۲ ✔ سائز=۹x۱۵

✔ سطور=۱۴ ✔ کاتب=محمد بن احمد النیریز

✔ خط=نسخ ✔ تاریخ کتابت=۴۶۴ھ/ ۱۰۵۵ء، درشیراز

کاغذ بادامی نہایت باریک، کل اوراق مابین السطور وحاشیہ مطلّٰی و مذہب، نشاناتِ آیات مطلّٰی، بین السطور ترجمہ فارسی، حاشیہ پر جابجا خواصِ سور بروئے احادیث، رموزِ قرائت بھی لیکن بہت بوسیدہ ہے، بعض جگہ حوض حاشیہ سے جدا ہو چکا ہے۔ صفحۂ دوم وسوم کافی مطلّٰی و مذہّب ہے۔ بہر حال نسخہ بڑا نادر ہے، پختگی خط کے لحاظ سے بہت نایاب ہے، کہا جاتا ہے کہ حمائل کا یہ نسخہ کسی سادھو نے نواب میر خان صاحب کی خدمت میں پیش کیا تھا (۹) نسخہ نادر ترین ہے۔

ترقیمہ میں سن کتابت کا اندراج جن ہندسوں میں تھا اسی طرح اوپر تحریر کردیا گیا ''۴'' ہندسہ مختلف ادوار میں کبھی چار کے لیے اور کبھی چھ کے لیے استعمال ہوتا رہا ہے اس لیے اگر چھ سمجھا جائے تو ایسی صورت میں اس حمائل کا سن کتابت ۶۶۷ھ/ ۱۲۶۸ء ہوسکتا ہے۔

ابتداء:...... **الحمد لله رب العالمین** سے

اختتام:...... **فی صدور الناس من الجنة و الناس** پر۔

ترقیمہ:...... کتبہ محمد بن احمد النیریز ۶۶۷ھ فی شیراز۔

۶-القرآن المجید

✔ اوراق=۴۰۰ ✔ سائز=۱۷x۲۷

✔ سطور=۱۲/۱۱ ✔ کاتب=x

✔ خط=نسخ، جلی، مکمل ✔ حالت=اچھی ہے

✔ تاریخ کتابت=۱۱رصدی ہجری

کاغذ بادامی تیرہ، ہر دو لوح مطلی و میناکار آسمانی۔ کل اوراق مجدول طلائی وشنگرفی و آبی، نشانہائے آیات و رکوع بر حاشیہ و اسمائے سور مطلی ہیں۔ ابتداء کے اکثر اوراق اوپر سے چٹ زدہ ہیں۔ صفحہ اول پر چار مہریں مربع اور دو ہشت پہل، مختار الدولہ محمود خان ٹونکی کی ثبت ہیں۔ اسی طرح آخر میں تین مہریں ہشت پہل ثبت ہیں۔

اس نسخہ کو تفصیل سے دیکھنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ قرآن مجید مختار الدولہ محمود خان التوفی ۱۲۵۹ھ/۱۸۴۳ء جو نواب میر خان صاحب کے جرنیل فوج تھے ان کی ملکیت اور ان کے مطالعہ میں رہا ہے، اسی میں آپ تلاوت کیا کرتے تھے (۱۰)

ابتداء:...... **الحمد للہ رب العالمین** سے

اختتام:...... **فی صدور الناس من الجنۃ و الناس** پر۔

ترقیمہ:...... درج نہیں۔

۷-القرآن المجید

✔ اوراق=۳۵۳	✔ سائز=۱۷x۲۸
✔ سطور=۱۳	✔ کاتب=حافظ قدرت اللہ
✔ خط=نسخ، قدرے شکست	✔ تاریخ کتابت=۲ رشعبان ۱۳۰۷ھ/۱۸۸۹ء

کاغذ بادامی، مجدول شنگرفی و آبی۔ اکثر اوراق چٹ زدہ ہیں۔ قرائتِ سبعہ کے اشارات سرخروشنائی سے لکھے گئے ہیں۔ قرآن مجید کا یہ نسخہ نواب محمد علی خان صاحب رئیسِ سوم ریاستِ ٹونک کے حکم سے بزمانہ قیام بنارس لکھا گیا (۱۱) نسخہ مکمل ہے۔

ابتداء:...... **الحمد للہ رب العالمین** سے

اختتام:...... **فی صدور الناس من الجنۃ و الناس** پر۔

آخر میں ترقیمہ کے طور پر مندرجہ ذیل نوٹ درج ہے...... ''بحکم حضور لامع النور نواب محمد علی خاں صاحب بہادر صولت جنگ سبعہ قرائات مع چہاردہ روایات جلد ہٰذا بمقابلہ قرآن شریف مِلک جناب صاحبزادہ قاری حافظ عبدالوہاب خاں صاحب بہادر سند یافتہ قاری کریم اللہ خاں صاحب مرحوم و قاری مولوی

عبدالرحمٰن صاحب پانی پتی نوشتہ شد۔ بقلم العبد خادم القراء حافظ قدرت اللہ خاں در شہر بنارس۔ تحریر بتاریخ ۲ رماہ شعبان المعظم ۱۳۰۷ھ''

۸-القرآن المجید

(حمائل)

✓ اوراق = ۳۷۶ ✓ سائز = ۹ x ۱۴

✓ سطور = ۱۳ ✓ کاتب = x

✓ خط = نسخ ✓ حالت = مکمل

✓ تاریخ کتابت = ۱۱ رصدی ہجری

کاغذ بادامی خفیف آب رسیدہ، مجدول شنجرفی و آبی، ہر دو لوح صفحہ دوم و سوم مطلی و مینا کار آسمانی خراب گشتہ۔ کاتب نے اپنا نام اور تاریخ کتابت نہیں لکھی لیکن نسخہ قدیم ہے، ابتدائی مغل دور کا لکھا ہوا نسخہ معلوم ہوتا ہے۔ صفحہ اوّل پر مندرجہ ذیل رباعی خط شکست میں لکھی ہوئی ہے۔

سلطاں مرا خورم کند

سلطان مرا بے غم کند

سلطاں بداند حالِ من

سلطاں برآرد کارِ من

آخر میں دعائے ختمِ قرآن مختصر درج ہے، ترقیمہ درج نہیں ہے۔

۹-کتاب التمہید فی علم التجوید

شمس الدین محمد بن محمد الجزری (المتوفی ۸۳۳ھ/۱۴۲۹ء)

✓ اوراق = ۳۲ ✓ سائز = ۱۲ x ۲۲

✓ سطور = ۲۵ ✓ کاتب = محمد فاضل ولد معروف القادری الدہلوی

✔ خط = نسخ　　✔ حالت = ٹھیک ہے، قدرے کرم خوردہ

✔ تاریخ کتابت = ۱۴/ذیقعدہ ۱۰۹۱ھ/ ۱۶۸۰ء بروز جمعہ، بزمانہ عالمگیر

علم تجوید پر علامہ جزری کی مشہور اور معتبر کتاب ہے اور دس ابواب پر مرتب ہے، جن میں تجوید و ترتیل کی تحقیق اور اس کے اصول وغیرہ بیان کیے گئے ہیں۔ پیش نظر نسخہ اس کتاب کا بہت اچھا نسخہ ہے۔ شاہی کتب خانوں میں بھی یہ نسخہ رہا ہے (۱۲) ورق اول سے تین چار مہریں بالکل محو شدہ ثبت ہیں۔ اول میں ایک نوٹ اس طرح درج ہے......

''یازدہم ربیع الاول ۳ھ بعرض دیدہ شد''

ابتداء:...... الحمد لله الذی جعل القرآن العظیم، الخ

اختتام:...... و اسئل الله ان ینفع به...... و سلم تسلیما۔

ترقیمہ:...... قد تقدر الفراغ، الیٰ محمد فاضل معروف الدهلوی القادری الحنفی۔

۱۰- مقدمۃ التجوید

جلال الدین عبدالرحمٰن بن ابی بکر السیوطی (المتوفی ۹۱۱ھ/ ۱۵۰۵ء)

✔ اوراق = ۴　　✔ سائز = ۱۲x۲۰

✔ سطور = ۲۵　　✔ کاتب = x

✔ خط = نسخ

ایک مختصر رسالہ ہے جس میں تجوید کے مسائل بیان کیے گئے ہیں، کاتب اور تاریخ کتابت کا ذکر نہیں ہے۔ اس کے مرتب مولانا جلال الدین ابوالفضل عبدالرحمٰن بن ابی بکر السیوطی ہیں۔ مصر کے مشہور عالم ہیں۔ ۸۴۹ھ/ ۱۴۴۵ء میں پیدا ہوئے وہیں علوم حاصل کیے۔ شام، حجاز، مغرب، یمن وغیرہ کا خوب سفر کیا۔ کثیر التصانیف ہیں (۱۳)

ابتداء:...... الحمد للہ الذی انزل القرآن، الخ

اختتام:...... و باللہ التوفیق۔ تمت مقدمۃ التجوید۔

ترقیمہ:...... درج نہیں ہے۔

۱۱- مختصر التجوید

جلال الدین عبدالرحمٰن بن ابی بکر السیوطی (المتوفی ۹۱۱ھ/۱۵۰۵ء)

✓ اوراق = ۳ ✓ سائز = ۱۲x۲۲

✓ سطور = ۲۵ ✓ کاتب = x

✓ خط = نسخ ✓ حالت = ٹھیک ہے۔ مکمل

اس مختصر رسالہ میں تجوید وقرائت کے کچھ بنیادی اصول بیان کیے گئے ہیں۔

ابتداء:...... الحمد للہ الذی جعلنا من التالین کتابہ، الخ

اختتام:...... تمت مختصر التجوید۔

ترقیمہ:...... درج نہیں ہے۔

۱۲- شرح القصیدہ الواضحۃ فی تجوید الفاتحۃ

✓ اوراق = ۱۰ ✓ سائز = ۱۰x۱۸

✓ سطور = ۱۹ ✓ کاتب = اسحاق بن احمد

✓ خط = نسخ ✓ حالت = اچھی ہے، قدرے کرم خوردہ

✓ تاریخ کتابت = ۱۰۱۲ھ/۱۶۰۳ء

قصیدہ ''الواضحۃ فی تجوید الفاتحۃ'' الشیخ برہان الدین ابراہیم بن عمر الجعبری المتوفی ۷۳۲ھ/ ۱۳۳۲ء کا منظومہ ہے (۱۴) یہ اسی کی شرح ہے۔ شارح کا پتہ نہیں چل سکا۔

ابتداء:...... الحمد للہ حق حمدہ والصلوٰۃ والسلام علی نبیہ، الخ

اختتام:...... بدا نظمہ بحمد اللہ، الخ

ترقیمہ:...... درج نہیں۔

۱۳- رسالۃ التجوید

الشیخ عبدالحق محدث دہلوی بن سیف الدین (المتوفی ۱۰۵۳ھ/۱۶۴۳ء)

- اوراق = ۲۴
- سائز = ۱۳x۲۳
- سطور = ۲۰
- کاتب = محمد ادریس عبدالرحمٰن
- خط = تعلیق
- حالت = مکمل
- تاریخ کتابت = ۱۲ر صدی ہجری

تجوید و قرائت کے مسائل پر ایک مختصر رسالہ ہے۔ مولانا عبدالحق صاحب محدث دہلوی اس کے مصنف ہیں۔

۱۴- بیان المشکلات

ملا حسین بن اسکندر رومی حنفی (المتوفی ۱۰۶۰ھ/۱۶۵۰ء)

- اوراق = ۳۵
- سائز = ۱۵x۲۱
- سطور = ۱۵
- کاتب = احمد بن السید اشرف المکی
- تاریخ کتابت = ۱۱۶۷ھ/۱۷۵۳ء

اس رسالہ میں مصنف نے قرآن مجید کے ممدودات و مقصورات اور دیگر امورِ مشکلہ بیان کیے ہیں۔

ابتداء:...... الحمد للہ الذی جعلنا من التالین لکتابہ، الخ

اختتام:...... وحقک لامع الکرعمہ۔

ترقیمہ:...... درج نہیں۔

۱۵- المفید فی علم التجوید

حسین بن شجاع بن محمد بن حسن التوانی

✔ اوراق = ۱۰ ✔ سائز = ۱۰x۱۸

✔ سطور = ۱۷ ✔ کاتب = اسحاق بن احمد

✔ تاریخ کتابت = ۱۰۱۲ھ/۱۶۰۳ء

رسالہ ہٰذا سات بابوں پر مرتب ہے۔ اس میں تلاوت قرآن کے سلسلہ میں آداب تجوید ترتیل اور رعایت الفاظ کے لحاظ سے مسائل بیان کیے گئے ہیں۔

ابتداء:...... الحمد للہ رب العالمین، اما بعد، الخ

اختتام:...... لا تکمل ذکرہ، الخ

ترقیمہ:...... درج نہیں ہے۔

۱۶- رسالہ مختصر التجوید

✔ اوراق = ۳ ✔ سائز = ۱۰x۱۸

✔ سطور = ۱۷ ✔ کاتب = اسحاق بن احمد

✔ خط = نسخ ✔ تاریخ کتابت = ۱۰۱۲ھ/۱۶۰۳ء

سہ ورقی رسالہ ہے اور تجوید سے متعلق ہے۔ مرتب کا نام معلوم نہیں ہو سکا۔ اس رسالے پر بھی کاتب وغیرہ کا نام درج نہیں لیکن ساتھ کے رسائل ایک ہی کاتب کے لکھے ہوئے ہیں اس لیے تاریخ کتابت وغیرہ وہی درج کی گئی۔

ابتداء:...... الحمد للہ رب العالمین، الخ

اختتام:...... واللہ اعلم بالصواب۔

ترقیمہ:...... درج نہیں ہے۔

۱۷- کتاب مخارج الحروف

قطب الدین ابو جعفر محمد بن علی الحسین النیشابوری

✔ اوراق = ۷ ✔ سائز = ۱۰x۱۸

✔ سطور = ۱۷ ✔ کاتب = اسحاق بن احمد

✔ خط = نسخ ✔ تاریخ کتابت = ۱۰۱۲ھ/۱۶۰۳ء

✔ خط = نسخ ✔ حالت = مکمل، قدرے کرم خوردہ

فن تجوید پر مختصر رسالہ ہے جس میں حروف کے مخارج کی تشریح کی گئی ہے۔

ابتداء:...... الحمد للہ رب العالمین سالتم ایدکم اللہ ان اکتب لکم، الخ

اختتام:...... تم مخارج الحروف، وسلم تسلیما کثیرا کثیرا۔

ترقیمہ:...... درج نہیں ہے۔

۱۸- رسالہ تشتمل علی الاھم من اصول القراءۃ

✔ اوراق = ۱۱ ✔ سائز = ۱۰x۱۸

✔ سطور = ۱۹ ✔ کاتب = اسحاق بن احمد

✔ خط = نسخ ✔ حالت = نامکمل

✔ تاریخ کتابت = ۱۰۱۲ھ/۱۶۰۳ء

اصول قرائت پر مختصر رسالہ ہے۔ مرتب کا نام معلوم نہیں ہو سکا، آخر سے ناقص ہے، کاتب کا نام بھی درج نہیں تھا لیکن ساتھ کے رسائل ایک ہی کاتب کے لکھے ہوئے ہیں اس لیے کاتب کا نام اور سن کتابت وہی درج کی گیا۔

ابتداء:...... الحمد للہ القوی سلطانہ العظیم برھانہ، الخ

اختتام:...... سورۃ الفلق مفتوح الآخر، تم۔

ترقیمہ:...... درج نہیں ہے۔

۱۹-غنیۃ الطالبین ومنیۃ الراغبین

محمد بن قاسم بصری الشافعی

- اوراق = ۲۸
- سائز = ۱۶x۲۲
- سطور = ۱۸
- کاتب = مولوی سراج الدین
- خط = نستعلیق
- حالت = اچھی ہے، مکمل ہے
- تاریخ کتابت = آخر رمضان ۱۲۴۸ھ/۱۸۳۲ء در اجمیر۔

کتاب ہٰذا پندرہ باب اور ایک خاتمہ پر مرتب ہے۔ تجوید قرآن کے مسائل بیان کیے گئے ہیں۔ کتاب ہٰذا پر اگرچہ کاتب کا نام درج نہیں لیکن ابتداء میں اس پر دیوان شمس الدین صاحب کے دستخط ہو رہے ہیں اور یہ کتاب دیوان شمس الدین صاحب کے والد مولوی سراج الدین صاحب کے قلم سے لکھی ہوئی معلوم ہوتی ہے۔ ان کی چند دوسری کتابیں بھی اس خط کی لکھی ہوئی یہاں محفوظ ہیں جو انہوں نے اپنے پسر دیوان شمس الدین کے لیے لکھیں۔ اس وقت مولوی سراج الدین صاحب کا قیام اجمیر ہی میں تھا۔

ابتداء:...... یقول العبد المعترف بتقصیرہ الراجی من ربہ، الخ

اختتام:...... وصلی اللہ علی سیدنا محمد والہ وصحبہ وسلم تسلیما۔

ترقیمہ:...... در اجمیر، آخر رمضان ۱۲۴۸ھ

۲۰-تیسیر البیان فی تخریج آیات القرآن

احمد، مشہور بہ خان داؤد

- اوراق = ۲۲۲
- سائز = ۱۵x۲۴
- سطور = ۱۹
- کاتب = x
- خط = نسخ
- حالت = نامکمل، قدرے کرم خوردہ

✔ تاریخ کتابت = ۱۱ر صدی ہجری

قرآن مجید سے آیات نکالنے کا مکمل طریقہ اس میں بتایا گیا ہے۔ کتاب دو حصوں پر مشتمل ہے۔ حصہ اوّل میں آیاتِ قرآنی کی ابتداء سے متعلق بحث ہے اور دوسرا حصہ آیات قرآنی کے آخری کلموں سے متعلق ہے۔ پیشِ نظر نسخہ باریک بادامی چکنے کاغذ پر لکھا ہوا اچھا نسخہ ہے۔ مجدول طلائی قدرے کرم چشیدہ بھی ہے۔ اوّل سے غالبًا ایک ورق اور آخر سے چند اوراق ناقص ہیں اسی وجہ سے کاتب کے نام اور تاریخ کتابت کا صحیح پتہ نہیں چل سکا۔

ابتداء:...... در باب اوّل بابها باید دید، الخ

اختتام:...... یوم لاتملک نفس ۔ ل، ز۔

ترقیمہ:...... درج نہیں ہے۔

۲۱- رسالہ فی قواعد التجوید

محمد بن حکم باقیشر

✔ اوراق = ۱۵	✔ سائز = ۲۱x۱۵
✔ سطور = ۱۳	✔ کاتب = x
✔ خط = نسخ	✔ حالت = نامکمل

✔ تاریخ کتابت = ۱۲ر صدی ہجری

تجوید پر ایک مختصر رسالہ ہے جو چودہ فصلوں پر مشتمل ہے۔

ابتداء:...... الحمد للہ رب العالمین، الخ

اختتام:...... ان القاء بعدہ جواب الشرط، واللہ اعلم

ترقیمہ:...... تمت الرسالۃ بحمد اللہ وعونہ وحسن توفیقہ۔

۲۲-رسالہ تجوید القرآن

محمد بن حکم باقیشر

✔ اوراق = ۱۱ ✔ سائز = ۲۱x۱۵

✔ سطور = ۱۳ ✔ کاتب = x

✔ خط = نسخ ✔ حالت = نامکمل

✔ تاریخ کتابت = ۱۳/صدی ہجری

تجوید کے احکام پر مشتمل ایک دوسرا مختصر رسالہ ہے۔ سابق رسالے اور اس رسالے کے مرتب ایک ہیں۔ کاتب نے اپنا نام اور تاریخ کتابت نہیں لکھی۔

ابتداء:...... بسم اللہ، الخ

اختتام:...... لان الفاء بعدہ جواب الشرط، واللہ اعلم۔ تمت

ترقیمہ:...... درج نہیں ہے۔

۲۳-تقویم القرآن

✔ اوراق = ۳۲ ✔ سائز = ۲۳x۱۷

✔ سطور = ۱۶ ✔ کاتب = محمد شفیع بن حاجی زیبا

✔ تاریخ کتابت = ۱۳۰۸ھ/ ۱۸۹۰ء

رسالہ ہذا کے مرتب کا نام معلوم نہیں ہو سکا۔ یہ رسالہ دو حصوں پر مشتمل ہے۔ ابتدائی حصہ میں سورتوں کی ترتیب کے مطابق قراء کے مذاہب بیان کیے گئے ہیں۔ دوسرے حصہ میں اصطلاحات قرائت کے لحاظ سے طرق قراء بیان کیے گئے ہیں۔

ابتداء:...... سورۃ الفاتحۃ، بسم اللہ، الخ

اختتام:...... وعلی اصلہ یدخل، الی بین الھمزتین۔

ترقیمہ:...... درج نہیں ہے۔

۲۴-کتاب الوقف والابتداء

الامام ابوبکر محمد بن القاسم بن البشار الانباری (المتوفی ۳۲۸ھ/ ۹۳۹ء)

✔ اوراق = ۱۹۷ ✔ سائز = ۱۶x۲۱

✔ سطور = ۱۷ ✔ کاتب = احمد بن یحیٰی بن صالح بن حمید المقری

✔ خط = نسخ ✔ حالت = مکمل ہے

✔ تاریخ کتابت = ۱۷ ربیع الاول ۱۱۴۰ھ/ ۱۷۲۷ء بروز جمعہ

کتاب ہٰذا اس فن کی قدیم کتب میں شمار ہوتی ہے، وقف اور ابتداء کے مسائل اس میں بیان کیے گئے ہیں۔ آخر میں ان مختلف حضرات کے کچھ نوٹ ہیں جن کی ملکیت میں یہ کتاب رہی ہے۔

ابتداء:...... اخبرنا عبداللہ بن یحیٰی، الخ

اختتام:...... والفلق والناس، آخر السورۃ

ترقیمہ:...... فرغ من رقمہ آخر نہار الجمعۃ ۱۷ ر شہر ربیع الاول ۱۱۴۰ھ/ ۱۷۲۷ء

۲۵-التیسیر فی علم القرائت

ابوعمرو عثمان بن سعید بن عمر المقری الدانی (المتوفی ۴۴۴ھ/ ۱۰۵۳ء)

✔ اوراق = ۱۴۹ ✔ سائز = ۱۲x۱۷

✔ سطور = ۱۵ ✔ کاتب = قاسم بن محمد الخادم الکاشی

✔ خط = نسخ قدیم ✔ تاریخ کتابت = ۸ر جمادی الاول ۱۰۰۸ھ/ ۱۵۹۹ء در مکہ مکرمہ

کتاب ہٰذا علم قرائت پر قدیم، بہت مشہور اور نہایت معتبر کتاب ہے جس میں قرائت سبعہ کی پوری تشریح کی گئی ہے۔ پیش نظر نسخہ اس کتاب کا ایک بہترین اور اچھا نسخہ ہے۔ کاغذ سفید دبیز پر لکھا گیا ہے۔ اوّل میں علامہ حریری کی ایک نظم بھی شامل ہے جس میں ظاء اور ضاد کا فرق بتایا گیا ہے۔ مصنف

علامہ ۱۷۱ ۳۷۱ھ/ ۹۸۱ء میں قرطبہ میں پیدا ہوئے۔ علوم قرائت میں امام مانے جاتے ہیں اور ان کی یہ کتاب اس فن میں نہایت معتبر شمار کی جاتی ہے۔ (۱۵)

ابتداء:...... قال الشیخ الامام، الخ

اختتام:...... وباللہ العون والتوفیق

ترقیمہ:...... وکان الفراغ یوم السبت الثامن العشر الاول من الشہر الخامس ۱۰۰۸ھ

۲۶- کتاب التحبیر زاد علی التیسیر

شمس الدین ابوالخیر محمد بن محمد بن احمد الدمشقی الجزری

(التوفی ۸۳۳ھ/ ۱۴۲۹ء)

- اوراق = ۶۸
- سائز = ۱۲×۲۲
- سطور = ۲۵
- کاتب = محمد فاضل ولد معروف القادری الدہلوی
- تاریخ کتابت = ۹ رمحرم الحرام ۱۰۹۲ھ/ ۱۶۸۱ء روز پنج شنبہ
- خط = نسخ

کتاب التیسیر فی علم القرائت جو علامہ دانی التوفی ۴۴۴ھ/ ۱۰۵۳ء کی مشہور کتاب ہے اس میں اضافات کر کے مصنف نے کتاب التیسیر ترتیب دی۔ مقدمہ میں مصنف نے کتاب التیسیر کے حالات اور اس فن میں ان کا رتبہ بیان کیا ہے پھر اپنے سلسلہ سند کا ذکر ہے۔ اس کے بعد اصل کتاب سے بحث کی ہے۔ پیش نظر نسخہ اس کتاب کا بہت اچھا نسخہ ہے۔

ابتداء:...... قال الشیخ الامام، الخ

اختتام:...... والصلوٰۃ ولی رسولہ ظاہرا وباطنا

ترقیمہ:...... تمت ہذا الکتاب فی یوم الخمیس فی ۹ رمحرم ۱۰۹۲ھ

۲۷-حرز الامانی ووجہ التہانی

معروف بہ شاطبیہ (منظوم)

ابومحمد القاسم بن فیرہ بن خلف بن احمد الرعینی الشاطبی الاندلسی

المتوفی ۵۹۰ھ/۱۱۹۴ء

- اوراق = ۴۷
- سائز = ۱۷x۲۴
- سطور = ۱۵
- کاتب = محمد بن یوسف الزرکشی
- تاریخ کتابت = ۸۵۹ھ/۱۴۵۴ء

یہ قصیدہ لامیہ ہے جو مشہور متن ہے اور اس فن میں بنیادی حیثیت رکھتا ہے۔ شاطبیہ کے نام سے متعارف ہے۔ ہر دور میں درس میں داخل رہا اور نہایت مقبول ہوا۔ علماء حضرات نے اس کی شروح اور حواشی بہت لکھے ہیں۔ یہ منظومہ ۱۱۷۳ شعروں پر مشتمل ہے اور متعدد بار طبع ہو چکا ہے۔ اس منظومہ کے مرتب علامہ شاطبی اس فن کے امام ہیں۔ پیش نظر نسخہ اس منظومہ کی قدیم کاپی اور نہایت عمدہ اور نادر الوجود ہے۔

ابتداء:......

بدات ببسم الله فی النظم اوّلا
تبارك رحمن رحیما و موئلا

اختتام:......

و تبدی علی اصحابه نفحاتها
بغیر تناه و زرنبا و قرنفلا

ترقیمہ:...... وصلی اللہ علی سیدنا محمد وآلہ والحمد للہ رب العالمین۔

۲۸- کنز المعانی فی شرح حرز الامانی

ابوعبداللہ محمد بن احمد بن محمد الموصلی الحنبلی

معروف بہ شعلہ موصلی المتوفی ۶۵۶ھ/۱۲۵۸ء

- اوراق = ۲۵۹
- سائز = ۱۴x۲۳
- سطور = ۱۷
- کاتب = نظام الدین بن شہاب الدین
- خط = نسخ
- تاریخ کتابت = ۲۰/ جمادی الاول ۹۸۶ھ/ ۱۵۷۸ء

شاطبیہ کی متداول شرح ہے جو ''شعلہ'' کے نام سے متعارف ہے۔ درمیان قسم کی شرح ہے نہ طویل ہے اور نہ زئد۔ مختصر جامع شرح ہے۔ شارح علوم عربیہ میں مہارتِ تامہ رکھتے تھے۔ صاحب تصانیف ہیں۔ موصل میں انتقال ہوا۔ (۱۶)

ابتداء:...... احمد اللہ الذی انزل القرآن علی سبعۃ احرف کلھا شاف کاف واف، الخ

اختتام:...... وارزقنا شفاعتھم فی یوم الدین۔

ترقیمہ:...... والاتباع لمن ارسلت انک خیر مسئول واکرم مامول۔

۲۹- مبرز المعانی فی شرح قصیدۃ حرز الامانی ووجہ التانی

حافظ محمد بن عمر بن علی بن احمد العمادی الحافظ

المتوفی بعد از ۱۰۱۲ھ/۱۶۰۲ء

✔ اوراق = ۱۸۶ ✔ سائز = ۲۲x۱۶

✔ سطور = ۲۵ ✔ کاتب = x

✔ تاریخ کتابت = ۱۰۱۱ھ/ ۱۶۰۲ء

قصیدہ حرز الامانی کی شرح ہے، یہ شرح ۷۶۲ھ/ ۱۳۶۱ء میں مرتب ہوئی اور شارح نے اس کا خطبہ غیاث الدین تاتارخاں کے نام لکھا ہے اور ان ہی کی طرف اسے منسوب کیا ہے۔ پیش نظر نسخہ اس شرح کا اچھا نسخہ ہے لیکن کاتب نے اپنا نام نہیں لکھا۔

ابتداء:...... الحمد للہ الجلی شانہ، الخ

اختتام:...... برحمتک یا ارحم الراحمین

ترقیمہ:...... اتفق الفراغ من تالیف الکتاب یوم الاربعاء ۷/ رجمادی الآخرۃ ۷۶۲ھ

۳۰۔ تقریب النشر

شمس الدین محمد بن محمد بن محمد الجزری المتوفی ۸۳۳ھ/ ۱۴۲۹ء

✔ اوراق = ۱۶۶ ✔ سائز = ۱۸x۱۲

✔ سطور = ۱۹ ✔ کاتب = محمد بن محمد بن احمد بن نصیر بن ابراہیم

✔ خط = نسخ ✔ حالت = اچھی ہے، قدرے کرم خوردہ

✔ تاریخ کتابت = ۱۳/ رجمادی الآخر ۸۲۹ھ/ ۱۴۲۵ء

فن قرائت کی مشہور کتاب ہے جس میں قرائات عشر کی تفصیلات ہیں۔ علامہ جزری بھی اس فن کے امام اور مشہور عالم ہیں۔ پیش نظر نسخہ اس کتاب کا بڑا نادر و قدیم اور تاریخی نسخہ ہے۔ مصنف کی زندگی کا لکھا ہوا ہے اور مصنف کے زیر نظر رہا ہے۔ اس نسخہ کی تصحیح بھی اس نسخہ سے کی گئی ہے جو مصنف کا دیکھا ہوا تھا۔ دوسری اہم خصوصیت اس نسخہ کی یہ ہے کہ اس نسخہ پر مصنف علام کے قلم سے لکھی ہوئی وہ اصل سند موجود ہے جو انہوں نے اس دور کے مشہور عالم علامہ ابوالقاسم شمس الدین محمد بن محمد بن النویری العقیلی المتوفی ۸۵۷ھ/ ۱۴۵۳ء (۱۷) جو طیبۃ النشر کے شارح بھی ہیں انہیں دی ہے۔

نسخہ نہایت نادر و نایاب اور نادرالوجود ہے۔ یہ نسخہ شاہی کتب خانوں میں بھی رہا ہے۔

دوسرے ورق پر مہر ''نصیر الدین حسین خانہ زاد بادشاہ عالمگیر'' ثبت ہے۔ آخر میں یہ نسخہ مولوی عبدالحق صاحب ٹونکی کے کتب خانہ میں داخل ہوگیا۔ ان کی مہر بھی اس نسخہ پر ثبت ہے ''مالکہٗ محمد عبدالحق''

ابتداء:...... قال الفقیر الی رحمت ربہ، الخ

اختتام:...... جعل اللہ خالصا لوجہ ونفع بہ

ترقیمہ:...... قال المصنف وافق فراغہ فی یوم الاحد ۱۰/محرم ۸۰۲ھ

۳۱- شرح طیبۃ النشر

علامہ ابوالقاسم شمس الدین محمد بن محمد النویری العقیلی

المتوفی ۸۵۷ھ/۱۴۵۳ء

✓ اوراق = ۴۳۲	✓ سائز = ۱۶x۲۸
✓ سطور = ۲۱	✓ کاتب = پیر محمد
✓ خط = نسخ	✓ تاریخ کتابت = ۱۱/ذی الحجہ ۱۱۶۰ھ/۱۷۴۷ء

علامہ جزری المتوفی ۸۳۳ھ/۱۴۲۹ء کی کتاب طیبۃ النشر کی شرح ہے۔ ۸۲۸ھ/۱۴۲۴ء میں جب آپ مکہ مکرمہ تشریف لے گئے تھے اس وقت علامہ جزری علیہ الرحمۃ کا قیام وہیں تھا۔ وہیں آپ نے اپنے استاد علامہ جزری سے تقریب النشر کی سند لی (۱۸)۔ اس کتاب کا وہ نسخہ جس پر علامہ جزری نے علامہ نویری کو سند دی ہے وہ اصل نسخہ ٹونک کے اس ذخیرہ میں محفوظ ہے۔ پیش نظر نسخہ اچھا ہے، باریک سفید انگوری کاغذ پر خوشخط لکھا گیا ہے، مجدول طلائی وآبی قدرے آب رسیدہ۔

ابتداء:...... وصلی اللہ--- الحمد للہ الذی شرح صدورنا، الخ

اختتام:...... اوسعی فیہ، آمین، والحمد للہ رب العالمین

ترقیمہ:...... درج نہیں

۳۳۲-المقدمۃ الجزریۃ (منظوم)

شمس الدین ابوالخیر محمد بن محمد بن محمد الجزری المتوفی ۸۳۳ھ/۱۴۲۹ء

✓ اوراق = ۵ ✓ سائز = ۲۱x۱۲

✓ سطور = ۱۳ ✓ کاتب = x

✓ خط = نسخ ✓ حالت = مکمل ہے، اچھی ہے

✓ تاریخ کتابت = x

فن تجوید کا مشہور و متعارف متن ہے جو ایک سو سات شعروں پر مشتمل ہے۔ یہ منظومہ ہر دور میں اہل علم کے درمیان متداول رہا ہے۔ چار فصلوں پر مشتمل ہے۔ مختلف ادوار میں اس منظومہ کی بہت شرح اور حواشی لکھے گئے ہیں۔

ابتداء:...... یقول راجی غفور رب سامع، محمد بن الجزری الشافعی، الخ

اختتام:...... والحمد للہ لھا ختام، ثم الصلوٰۃ بعد والسلام، علی النبی المصطفی المختار، وآلہ وصحبہ الاطہار

ترقیمہ:...... درج نہیں ہے

۳۳۳-الحواشی المفہمہ فی شرح المقدمۃ

(المعروف بہ ابن الناظم)

شہاب الدین ابوبکر احمد بن محمد بن محمد بن محمد الجزری

✓ اوراق = ۵۲ ✓ سائز = ۲۲x۱۲

✓ سطور = ۱۷ ✓ کاتب = عبداللہ بن شیخ خلیل محمد

✓ خط = نسخ ✓ تاریخ کتابت = ۱۰۶۳ھ/۱۶۵۲ء

✓ حالت = قدرے مرمت شدہ و آب رسیدہ

یہ شرح علامہ جزری المتوفی ۸۳۳ھ/ ۱۴۲۹ء کے پسر ابوبکر احمد کی ہے، اسی وجہ سے یہ ''ابن الناظم'' کے نام سے اہل علم حضرات میں متعارف ہے۔ مصنف نے اپنے والد اور دوسرے ماہرین فن سے سند فراغت حاصل کی۔ شارح کی تاریخ وفات تو معلوم نہیں ہوسکی لیکن اپنے والد کے انتقال کے کچھ عرصہ بعد ہی ان کا انتقال ہوگیا۔ (۱۹)

ابتداء:...... الحمد للہ المتعال فی جلال قدسہ، الخ

اختتام:...... وسائر الصالحین برحمتہ انہ ھوالغفور الرحیم

ترقیمہ:...... وقد فرغت من تالیفہ یوم الخمیس من غرۃ شہر رمضان ۸۰۶ھ۔

(۳۴)-الدقائق المحکمۃ فی شرح المقدمۃ

معروف بہ شرح شیخ الاسلام

الشیخ ابویحییٰ زکریا الانصاری المتوفی ۹۲۶ھ/ ۱۵۱۹ء

- اوراق = ۱۷
- سائز = ۱۳x۲۰
- سطور = ۲۹
- کاتب = احمد بن محمد بن محمد بن یونس القرشی الشافعی
- خط = نسخ
- حالت = مکمل ہے، قدرے کرم خوردہ
- تاریخ کتابت = ۶ رشوال ۱۰۷۳ھ/ ۱۶۶۲ء روز دوشنبہ

یہ شرح بھی مقدمۃ الجزریہ کی مشہور شرح ہے، اور متداول رہی ہے۔ پیش نظر نسخہ اس کتاب کا ایک اچھا نسخہ ہے جو مصنف کی وفات سے تقریباً ایک صدی بعد کا لکھا ہوا ہے۔ کاغذ ہلکا بادامی، قدرے کرم خوردہ ہے۔ ۱۲۶۰ھ/ ۱۸۴۴ء میں یہ نسخہ مولوی عبدالحق صاحب ٹونکی نے مکہ مکرمہ میں بزمانہ قیام خود وہاں سے خریدا۔ ان کے کتب خانہ سے یہ نسخہ ٹونک کے اس ذخیرے میں منتقل ہوا (۲۰)۔ اول و آخر میں مولوی عبدالحق صاحب کی مہریں بھی ثبت ہیں۔ مصر وغیرہ میں یہ شرح طبع ہوچکی ہے۔

ابتداء:...... قال شیخ الاسلام، الخ

اختتام:...... وتابعی امنوالہ

ترقیمہ: ......تم الشرح وکان الفراغ من کتابتھا یوم الاثنین سادس من یوم شہر شوال ۱۰۷۳ھ

(۳۵)- المنح الفکریہ علی متن الجزریہ

نورالدین علی بن محمد بن سلطان الہروی القاری المتوفی ۱۰۱۴ھ/۱۶۰۶ء

(ملاعلی قاری)

- اوراق = ۱۸۱
- سائز = ۱۵x۲۱
- سطور = ۱۴
- کاتب = x
- خط = نسخ
- تاریخ کتابت = دسویں صدی ہجری
- حالت = نسخہ مکمل ہے اور اچھی حالت میں ہے۔ قدرے کرم خوردہ۔

مقدمۃ الجزریہ کی دوسری شرح ہے۔ یہ شرح بھی اہل علم حضرات میں برابر متداول رہی ہے اور متعدد بار طبع ہوئی ہے۔ شارح اپنے دور کے مشہور علماء میں سے گزرے ہیں۔ ہرات میں پیدا ہوئے، وہیں علم حاصل کیا، پھر ہجرت کر کے مکہ مکرمہ تشریف لے گئے، شیخ الاسلام ابن حجر مکی سے حدیث کی سند لی، حنفی المذہب ہیں، کثیرالتصانیف ہیں (۲۱)

ابتداء: ...... الحمد للہ الذی، الخ

اختتام: ...... بشرط ان یکون القاری عاملا لھا

ترقیمہ: ...... درج نہیں ہے۔

(۳۶)- اتحاف فضلاء البشر فی قرائۃ الاربع عشر

الشیخ احمد بن محمد بن احمد بن عبدالغنی الدمیاطی الشافعی

معروف بہ بناء/ المتوفی ۱۱۱۷ھ/۱۷۰۵ء

✔ اوراق = ۳۱۵ ✔ سائز = ۱۳x۲۷

✔ سطور = ۲۷ ✔ کاتب = x

✔ خط = نسخ ✔ تاریخ کتابت = درج نہیں

✔ حالت = اچھی ہے

علم قرائت کی مشہور اور متداول کتاب ہے جس میں قرآن مجید کی چودہ قرائتوں کی پوری تشریح کی گئی ہے۔ پیش نظر نسخہ اس کتاب کا بہت اچھا نسخہ ہے۔ یہ کتاب اگرچہ مصر وغیرہ میں طبع ہو چکی ہے لیکن یہ نسخہ مصنف کی حیات کا لکھا ہوا ہے یا اس کے بہت قریب کا زمانہ کا۔ اس نسخہ پر اگرچہ کاتب کا نام اور تاریخ درج نہیں لیکن اس پر دو مہریں اسی دور اور اسی زمانہ کی ثبت ہیں۔ ایک مہر میں ۱۱۱۶ھ/ ۱۷۰۴ء کندہ ہے اور دوسری میں ۱۱۱۹ھ/ ۱۷۰۷ء۔

مہر (۱) الفقیر محمد ابو ۱۱۱۶ھ (۲) الفقیر الفغان ابو ۱۱۱۹ء

لہٰذا یہ نسخہ بہت اہم اور قابل قدر ہے......!

ابتداء:...... الحمد للہ الذی جمع بدیع حکمتہ، الخ

اختتام:...... وکلما غفل عن ذکرک وذکرہ الغافلون

ترقیمہ:...... درج نہیں ہے

آخر میں کسی صاحب کے قلم سے مندرجہ ذیل نوٹ دیا ہوا ہے "الداجوانی" هذه النسبة الى داجون (نوسی) انها قرية من مرمراوتله من ارض فلسطين۔

(۳۷)- کتاب المقنع ...... یا

(المقنع فی معرفۃ رسم خط مصحف الامصار)

ابوعمرو عثمان بن سعید بن عمر المقری الدانی المتوفی ۴۴۴ھ/ ۱۰۵۳ء

✔ اوراق = ۱۳۷ ✔ سائز = ۱۳x۲۱

✔ سطور = ۱۵ ✔ کاتب = x

✔ خط = نسخ ✔ تاریخ کتابت = تقریباً دسویں صدی ہجری

رسم مصاحب کے موضوع پر نہایت بہتر و معتبر اور قدیم کتاب ہے۔ اس کتاب کے مصنف ''الدانی'' بھی اس فن کے امام ہیں اور قدیم مصنفین میں ان کا شمار ہوتا ہے۔ ''التیسیر فی علم القرائۃ'' ان ہی کی تصنیف ہے۔ پیش نظر نسخہ ''المقنع'' کا ایک اچھا اور قدیم نسخہ ہے لیکن ناقص الطرفین ہونے کی وجہ سے تاریخ کتابت وغیرہ کا پتہ نہیں چلتا۔ کاغذ بھی کافی کرم خوردہ ہے۔ کتاب کئی بار طبع ہو چکی ہے۔

ابتداء:...... الحمد للہ الذی اکرمنا بکتابہ المنزل، الخ

اختتام:...... ان اختم ھذا الکتاب

ترقیمہ:...... درج نہیں ہے

(۳۸)-عقیلۃ اتراب القصائد فی اسنی المقاصد

(رائیۃ الشاطبی/ منظوم)

ابومحمد القاسم ابن فیرہ بن خلف بن احمد الرعینی الشاطبی

المتوفی ۵۹۰ھ/۱۱۹۴ء

✔ اوراق = ۲۳ ✔ سائز = ۱۷x۲۴

✔ سطور = ۱۵ ✔ کاتب = محمد بن یوسف زرکشی

✔ خط = نسخ ✔ تاریخ کتابت = ۱۸/ ذیقعدہ ۸۵۹ھ/۱۴۵۴ء

''الحرز الامانی'' کی طرح مصنف کا یہ دوسرا قصیدہ ہے جو اہل فن کے درمیان ''شاطبی رائیہ'' کے نام سے متعارف اور متداول ہے۔ ''المقنع فی رسم المصحف'' جو علامہ دانی المتوفی ۴۴۴ھ/۱۰۵۳ء کی مشہور تصنیف ہے اس سے اختصار کر کے مصنف علام نے یہ قصیدہ تیار کیا جو نہایت مقبول ہوا۔ دو سو اٹھانوے اشعار پر مشتمل ہے (۲۲)

پیش نظر نسخہ اس کتاب کا ایک قدیم نسخہ ہے۔ خط نہایت پختہ اور قدیم، نسخہ بڑا نادر ہے۔ شاطبی

رائیہ اگرچہ متداول ہونے اور درس میں داخل ہونے کی وجہ سے مصر وغیرہ میں متعدد بار طبع ہو چکی ہے لیکن یہ نسخہ اپنی قدامت اور صحت متن کے اعتبار سے بہت اچھا ہے۔

ابتداء:...... بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، الخ

اختتام:...... وصلی اللہ تعالیٰ علی سیدنا محمد وعلی الہ وصحبہ وسلم

ترقیمہ:...... وکان الفراغ من نساختھا نھار الثلاثاء ۱۸/ذیقعدۃ ۸۵۹ھ

(۳۹)-شرح رایۃ الشاطبی (جعبری)

ابواسحٰق ابراہیم الجعبری المتوفی ۷۳۲ھ/۱۳۳۱ء

✔ اوراق = ۱۷۰	✔ سائز = ۱۸x۲۵
✔ سطور = ۳۱	✔ کاتب = x
✔ خط = نسخ قدیم	✔ تاریخ کتابت = x

شاطبی رائیہ کی شرح ہے۔ شارح اس فن کے مشہور عالم ہیں۔ ۶۴۰ھ/۱۲۴۲ء میں پیدا ہوئے (۲۳)۔ یہ شرح اس منظومہ کی سب سے بہتر شرح شمار ہوتی ہے۔ پیش نظر نسخہ اس شرح کا ایک قدیم نسخہ ہے۔ اس پر اگرچہ تاریخ کتابت آخر سے ناقص ہونے کی وجہ سے درج نہیں لیکن قدیم نسخہ ہے اور آٹھویں نویں صدی ہجری کا ضرور لکھا ہوا معلوم ہوتا ہے۔ کاغذ سفید، دبیر، چکنا، خط نہایت پختہ، متن بھی ساتھ میں شنگرفی لکھا ہوا ہے۔ اوّل میں چند مہریں محو شدہ ثبت ہیں جو پڑھنے میں نہیں آتیں۔ ۹ محرم ۱۲۸۱ھ/۱۸۶۴ء کو یہ نسخہ نواب محمد علی خان صاحب کی خدمت میں پیش ہوا۔ مہر کے ساتھ موصوف کے قلم سے ایک نوٹ بھی کتاب پر دیا ہوا ہے۔

ابتداء:...... بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اختتام:...... بمقتضی الدلیل

ترقیمہ:...... درج نہیں ہے۔

(۴۰)- کتاب السجاوندی

ابوجعفر محمد بن الطیفور السجاوندی الغزنوی المتوفی ۵۶۰ھ/۱۱۶۵ء

- اوراق = ۸۵
- سائز = ۱۳x۲۱
- سطور = ۱۵
- کاتب = x
- خط = عربی نستعلیق
- تاریخ کتابت = x

قرآن کے رسم الخط پر یہ کتاب لکھی گئی ہے۔ دوسرے مسائل بھی بیان کیے گئے ہیں۔ مصنف علام مولانا عبداللہ بن محمود کے شاگرد رشید ہیں۔ پیش نظر نسخہ نہایت صاف اور خوشخط لکھا ہوا نسخہ ہے۔

ابتداء:...... بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سورۃ القرآن

اختتام:...... تمت بعون اللہ تعالیٰ وحسن توفیقہ

ترقیمہ:...... درج نہیں ہے

(۴۱)- موردالظمآن فی رسم القرآن (منظوم)

ابوعبداللہ بن محمد بن محمد بن ابراہیم بن محمد بن عبداللہ الاموی

مصنف ۷۱۱ھ/۱۳۱۱ء

- اوراق = ۱۴
- سائز = ۱۷x۲۷
- سطور = ۲۱
- کاتب = محمد فاضل ولد محمد معروف الدہلوی
- تاریخ کتابت = ۱۰۸۸ھ/۱۶۷۷ء

قرآن کے رسم الخط پر یہ بہترین منظومہ ہے جو (چار سو چون) ۴۵۴ رشعروں پر مشتمل ہے۔ ۷۱۱ھ/۱۳۱۱ء میں، یہ منظومہ ترتیب دیا گیا۔ پیش نظر نسخہ اس منظومہ کا ایک بڑا اچھا نسخہ ہے۔ منظومہ کے ختم پر اگرچہ کاتب نے اپنا نام اور تاریخ کتابت نہیں لکھی لیکن منظومہ کے ساتھ ہی اس کی جو شرح شامل

ہے وہ بھی اسی کاتب کے قلم سے ہے اس لیے اس کے کاتب محمد فاضل بن محمد معروف دہلوی ہی ہیں۔ یہ عالمگیر کے زمانہ میں دہلی کے ایک اچھے کاتب گزرے ہیں (۲۴)۔ ان کے قلم کی لکھی ہوئی کئی کتابیں ٹونک کے اس ذخیرے میں محفوظ ہیں۔

ابتداء:...... قال الشیخ الامام

اختتام:...... هذا تمام رسم الخط و ها انا اتبعه بالضبط

ترقیمہ:...... درج نہیں ہے

(۴۲)- کتاب التبیان فی شرح مورد الظمآن

محمد بن عبداللہ الصحاجی الشہیر باحکا

مصنفہ ۷۹۴ھ/۱۳۹۱ء

✔ اوراق = ۲۱۲	✔ سائز = ۲۷×۱۷
✔ سطور = ۲۱	✔ کاتب = محمد فاضل بن محمد معروف الدہلوی
✔ خط = نسخ پختہ	✔ تاریخ کتابت = ۲۲رذی الحجہ ۱۰۸۸ھ/ ۱۶۷۷ء

''مورد الظمآن فی رسم القرآن'' جس کا ذکر اوپر گزرا اس کی شرح ہے۔ شارح اصل ماتن کے شاگرد ہیں۔ مقدمہ میں اسی وجہ سے استاد کے کچھ حالات بھی لکھے ہیں۔ شارح نے مقدمہ میں مزید لکھا ہے کہ انہوں نے استاد کی زندگی ہی میں اس کتاب کی مختصر شرح لکھنا شروع کر دی تھی لیکن بعد میں تلامذہ کے اصرار پر یہ تفصیلی شرح لکھی جو ۷۹۴ھ/ ۱۳۹۱ء میں مکمل ہوئی۔ ۷۴۴ھ/ ۱۳۴۳ء سے پہلے آپ نے اس شرح کی ترتیب شروع کر دی تھی۔ پیش نظر نسخہ اس شرح کا بہت اچھا نسخہ ہے۔

ابتداء:...... صلی اللہ علی سیدنا ومولانا

اختتام:...... انتهی الشرح بحمد اللہ تعالی وسلم تسلیما کثیرا

ترقیمہ:...... قد وقع الفراغ من تسوید هذا الشرح فی یوم الثلثاء ۲۲ر ذی الحجہ ۱۰۸۸ھ

(۴۳)-خزانۃ الرسوم فی المرسومات العثمانیہ

خواجہ محمد ابن ملا محمد رحیم

✔ اوراق=۹۴ ✔ سائز=۱۹x۱۱

✔ سطور=۱۲ ✔ کاتب=x

✔ خط=نسخ ✔ تاریخ کتابت=دسویں گیارہویں صدی ہجری

کتاب ہٰذا قرآن مجید کے رسم الخط پر تصنیف ہوئی اور اسے سلطان ابوالفتح سید سبحان قلی محمد خان کے نام سے معنون کیا گیا ہے۔ یہ رسالہ اصول اور فروش دونوں پر مشتمل ہے۔ اصول میں کلیات مرسومات بیان کیے گئے ہیں اور فروش میں دوسری چیزیں سورتہائے قرآن کی ترتیب پر بیان کی گئی ہیں۔

ابتداء:...... یامن نور قلوبنا، الخ

اختتام:......تمت الرسالۃ بجعل اللہ ذی القوۃ

ترقیمہ:...... درج نہیں ہے۔

(۴۴)-خلاصۃ الترتیل (منظوم)

ابن عماد مصنفہ ۸۰۳ھ/۱۴۰۰ء

✔ اوراق=۸ ✔ سائز=۲۱x۱۲

✔ سطور=۱۵ ✔ کاتب=x

✔ خط=فارسی شکست آمیز نستعلیق ✔ تاریخ کتابت=بارہویں صدی ہجری

رسالہ ہٰذا کے ناظم ابن عماد ہیں جیسا کہ آخری شعر سے معلوم ہوتا ہے۔ تجوید کے مسائل اس رسالہ میں منظوم ترتیب دیئے گئے ہیں۔ رسالہ ہٰذا ۸۰۳ھ/۱۴۰۰ء میں ترتیب دیا گیا اور ایک سو چالیس اشعار پر مشتمل ہے جیسا کہ ان شعروں سے ظاہر ہے۔

عددِ عقدِ این درِ شہوار

صد و چہل آمد از طریق شمار
ہمہ را جوہری فکر متیں
کردہ در سال ہشت صد و سہ گزیں

کتاب کا نام ''خلاصۃ الترتیل'' اس شعر میں ظاہر کیا گیا ہے۔
کردہ نامش خلاصۃ الترتیل
فی اداء الحروف للتنزیل

پیش نظر اس نسخہ کا غذ دبیز حنائی غیر مجدول پر لکھا ہوا اچھا نسخہ ہے۔ کاتب نے اپنا نام اور تاریخ کتاب نہیں لکھی۔ سرخیاں و صفات حروف شنگرفی لکھے گئے ہیں۔ اس رسالہ کا ایک نسخہ ذخیرۂ شیروانی لاہور میں بھی محفوظ ہے لیکن وہاں سے شائع شدہ فہرست میں اس کا نام خلاصۃ التنزیل لکھا ہے جو درست نہیں معلوم ہوتا ہے (۴۵)

ابتداء:......

اے بنام تو افتتاحِ کلام
از ثنایت زباں رسیدہ بکام

اختتام:......

کو غریق بحار غفران باد
ناظم ایں رسالہ ابن عماد

ترقیمہ:...... درج نہیں ہے

(۴۵)-قواعد القرآن

یار محمد بن خداداد السمرقندی مصنفہ ۹۲۵ھ/۱۵۱۹ء

- اوراق = ۲۹
- سطور = ۱۷
- خط = نستعلیق فارسی
- سائز = ۱۲x۲۲
- کاتب = عبداللہ بن شیخ خلیل محمد مرحوم
- تاریخ کتابت = ۲۴ رشوال ۱۰۶۲ھ/۱۶۵۲ء

تجوید کے مسائل پر ایک جامع و مشہور اور قدیم کتاب ہے۔ مرتب ماوراء النہر کے علماء میں سے ہیں۔ ممتاز فقیہ اور جید قاری تھے۔ یہ کتاب ۹۲۵ھ میں سلطان عبید اللہ خان بہادر ابوالغازی (از ۹۳۹ھ/ ۱۵۵۳ء تا ۹۴۶ھ/ ۱۵۳۹ء) کے لیے فارسی زبان میں تصنیف کی اور ہندوستان میں بہت مقبول ہوئی۔ تذکرۂ قاریانِ ہند کے بیان کے مطابق اس کتب کا ایک قلمی نسخہ ابراہیم لودھی (از ۹۲۳ھ/ ۱۵۱۷ء تا ۹۳۲ھ/ ۱۵۲۵ء) کے دربار میں بھی پہنچا تھا۔ یہ کتاب چونکہ طبع نہیں ہوئی ہے اس لیے مرزا بسم اللہ بیگ صاحب نے اپنے تذکرہ قاریانِ ہند میں حوالہ دیا ہے کہ اس رسالہ کے نسخے ......

کتب خانہ آصفیہ حیدر آباد دکھن

جامعہ عثمانیہ حیدر آباد دکھن

قلمی کتب خانہ مدراس

خدابخش لائبریری بانکی پور پٹنہ

آرٹ کالج لائبریری پٹنہ

سعیدیہ لائبریری ٹونک (حال عربی فارسی ریسرچ انسٹیٹیوٹ ٹونک)

اسٹیٹ لائبریری رامپور

کتب خانہ مظاہر العلوم سہارن پور میں پائے جاتے ہیں (۲۶)

ذخیرۂ شیروانی لاہور (حال پنجاب یونیورسٹی) میں بھی اس کتاب کے دو قلمی نسخے موجود ہیں جیسا کہ وہاں کی فہرست سے ظاہر ہے (۲۷)۔ پیش نظر نسخہ اس کتاب کا ایک قدیم نسخہ ہے۔ کاغذ سفید و بادامی غیر مجدول، پختہ خط میں لکھا ہوا بہتر نسخہ ہے۔ اوّل میں ایک مہر مدور ''سید محمد اللہ عفی عنہ'' ثبت ہے۔ کتاب ہٰذا بارہ باب پر مرتب ہے جن میں قواعد تجوید بیان کیے گئے ہیں۔ حواشی بھی چڑھے ہوئے ہیں۔ اوّل و آخر میں بھی تجوید کے سلسلہ کے مختلف مفید نوٹ درج ہیں، آخر میں بھی سجاوندی کے چند ابیات اور قرآن کے معانقات کا ذکر ہے۔

ابتداء:...... حمد بے حد وثنائے بے عد، الخ

اختتام:...... والیہ المرجع والمآب

ترقیمہ:...... قد وقع الفراغ مورخانی ۲۴/ شوال ۱۰۶۳ھ

(۴۶)-الدرۃ الفرید فی بیان التجوید

حافظ قاری ملا کلاں بخاری المتوفی ۹۸۳ھ/ ۱۵۷۵ء

✔ اوراق = ۲۳۰ ✔ سائز = ۲۲x۱۵

✔ سطور = ۱۱ ✔ کاتب = x

✔ تاریخ کتابت = ۱۳/ صدی ہجری

رسالہ ہٰذا میں مسائل قرآنیہ تجویدیہ بیان کیے گئے ہیں۔ ابوالمغازی عبید اللہ خان بہادر (از ۹۹۱ھ ۱۵۸۳ء تا ۱۰۰۶ھ ۱۵۹۷ء) کے نام سے اسے معنون کیا گیا ہے۔ اس رسالہ کے مرتبہ حافظ قاری ملا کلاں بخاری ماوراء النہر کے اساتذۂ تجوید میں سے تھے۔ یار محمد بن خداداد سمرقندی کے ہمعصر تھے۔ ۹۸۳ھ/ ۱۵۷۵ء میں ان کا انتقال ہوا (۲۸)۔ پیش نظر نسخہ قریب ہی زمانہ کا لکھا ہوا ہے کاتب نے اپنا نام اور تاریخ کتابت نہیں لکھی۔ اوّل و آخر میں مولوی عبدالحق صاحب ٹونکی کی مہریں ثبت ہیں۔

ابتداء:...... فہرست رسالہ ملا کلاں بخاری، الخ

اختتام:...... نقل اتقان تم تمام شد

ترقیمہ:...... درج نہیں ہے

(۴۷)-خلاصۃ التجوید

مولوی عبدالقدوس بن شیخ جیون قاری

✔ اوراق = ۱۸ ✔ سائز = ۱۸x۱۰

✔ سطور = ۱۹ ✔ کاتب = اسحٰق بن احمد

✔ خط = فارسی نسخ ✔ تاریخ کتابت = ۱۰۱۲ھ/ ۱۶۰۳ء

✔ حالت = قدرے کرم خوردہ

مصنف نے اس کتاب کا مقدمہ امیر خان اعظم کے نام پر لکھا ہے۔ رسالہ ہٰذا پندرہ بابوں پر

مرتب ہے۔ پیش نظر نسخہ حنائی کرم خوردہ غیر مجدول کاغذ پر لکھا ہوا اچھا نسخہ ہے۔ کاتب نے اپنا نام اور تاریخ کتابت نہیں لکھی لیکن ساتھ کے رسائل بھی اسی کاتب کے قلم سے لکھے ہوئے معلوم ہوتے ہیں اس لیے بالائی حصہ میں اسی کاتب کا نام اور تاریخ کتابت درج کی گئی۔

ابتداء:...... حمد بے عدو ثنائے بے حد مر خالقے را کہ ہمہ خلق مخلوقات اوست، الخ

اختتام:...... چناں کہ اگر وقف کند بر ''ولم یکن'' و آغاز کند از ''لہ کفوا احد'' بکفر کردہ شود۔

ترقیمہ:...... درج نہیں۔

(۴۸)-تحفۂ سلیمانی

مولانا حسن

✓ اوراق = ۲۴	✓ سائز = ۱۵x ۲۳
✓ سطور = ۱۷	✓ کاتب = x
✓ خط = نستعلیق	✓ تاریخ کتابت = ۹/ ذیقعدہ ۱۰۱۴ھ/ ۱۶۰۵ء

مرتب نے اس کتاب کو سلطان شاہ سلیمان الصفوی (از ۱۰۷۷ھ/ ۱۶۶۷ء تا ۱۱۰۵ھ/ ۱۶۹۴ء) کے نام پر معنون کیا ہے جیسا کہ مقدمہ میں اس کی صراحت موجود ہے۔ مقدمہ میں مصنف نے اپنا نام ''حسن'' الخادم القادری ظاہر کیا ہے لیکن مصنف کے مزید حالات معلوم نہیں ہو سکے۔

کتاب ہٰذا ایک مقدمہ، دس باب اور ایک خاتمہ پر مرتب ہے اور اس میں تجوید کے مسائل بیان کیے گئے ہیں۔ مرزا بسم اللہ بیگ صاحب نے اپنی کتاب ''تذکرہ قاریانِ ہند'' میں اس کا ذکر کیا ہے اور ٹونک کے اسی نسخہ سے اس کا حوالہ ہے (۲۹) لیکن مزید کچھ حالات درج نہیں۔ پیش نظر نسخہ اس کتاب کا ایک قدیم نسخہ ہے، کاتب نے اپنا نام نہیں لکھا، آخر میں جہاں تاریخ کتابت لکھی ہے وہاں مقام کا نام ''کلکلہ'' لکھا ہے۔

ابتداء:...... الحمد للہ الذی انزل الفرقان علی عبدہ لیکون للعالمین نذیرا، الخ

اختتام:...... مثل ایاک نعبد و ایاک نستعین

ترقیمہ:...... تمت الکتاب بعون الملک الوھاب در کلکلہ بتاریخ ۹/ ذیقعدہ ۱۰۱۴ھ/ ۱۶۰۵ء

(۴۹)-عجائب التجوید

میر عبداللہ تجرد شاگرد حضرت شاہ غلام محمد صاحب

مصنفہ ۱۱۹۸ھ/۱۷۸۳ء

✔ اوراق = ۱۰ ✔ سائز = ۲۴x۱۵

✔ سطور = ۱۷ ✔ کاتب = در حیدرآباد، ۱۱/جمادی الثانی ۱۲۴۷ھ

۱۸۳۱ء

مصنف نے مقدمہ میں لکھا ہے کہ انہوں نے اس سے پہلے مسائل تجویدیہ میں ایک رسالہ ''تجریدیہ'' تصنیف کیا تھا، اپنے استاد کو دکھایا تو بہت مقبول ہوا اور طلبہ کے درمیان متداول ہوا۔ اس کے بعد قراءتِ حفص میں آپ نے یہ دوسرا رسالہ تصنیف کیا اس میں مسائل تجویدیہ تجریدیہ اچھے انداز سے جمع کیے۔ یہ رسالہ انیس (۱۹) بابوں پر مرتب ہے۔ کتاب کے اول میں دیوان شمس الدین صاحب کے قلم سے کتاب کا نام لکھا ہے جس کے ساتھ یہ بھی درج ہے کہ یہ رسالہ ۱۱۹۸ھ/۱۷۸۳ء کا مصنفہ ہے۔

اولہٗ:...... الحمد للہ الذی انزل الفرقان، الخ

آخرہٗ:...... والحمد للہ علی ذالک

ترقیمہ:...... تام شد در بلدہ فرخندہ بنیاد حیدرآباد

(۵۰)- رسالہ دیگر در تعداد وقف لازم وغیرہ

✔ اوراق = ۷۰ ✔ سائز = ۲۴x۱۵

✔ سطور = ۱۷ ✔ کاتب = در حیدرآباد

✔ خط = فارسی نستعلیق ✔ تاریخ کتابت = ۱۲۴۸ھ/۱۸۳۲ء

تعدادِ وقف اور تجوید کے دوسرے مسائل پر مفصل رسالہ ہے۔ مرتب کا نام معلوم نہیں ہوسکا۔

مختلف عنوان قائم کر کے مسائل بیان کیے گئے ہیں۔

اوّلہٗ:...... در تعدادِ وقف لازم بدانکہ در تمام قرآن ہشتاد و دو وقف لازم است، الخ

آخرہٗ:...... اللھم ارحمنی بالقرآن الی الطیبین الطاھرین

ترقیمہ:...... درج نہیں

(۵۱)-مفتاح رحمانی در تجوید قرآنی

✓ اوراق = ۵۶	✓ سائز = ۲۰x۱۵
✓ سطور = ۱۷	✓ کاتب = x
✓ خط = فارسی نستعلیق	✓ حالت = قدرے کرم خوردہ

ورقِ اول ناقص ہونے کی وجہ سے مصنف کے بارے میں مزید معلوم نہیں ہوسکا۔ اول میں مصنف نے اپنے ایک خواب کا ذکر کیا ہے اس کی تعبیر میں آپ نے یہ کتاب آدابِ قرائت کے بیان میں تصنیف فرمائی اور اس کا پورا نام ''مفتاح رحمانی در تجوید قرآنی'' رکھا۔ کتاب ہٰذا سولہ ابواب اور ایک خاتمہ پر مرتب ہے اور ہر باب میں کچھ فصول ہیں۔ ورق اول ناقص ہے بعد کی عبارت یہ ہے......

ابتداء:...... ہمدریں خیال خواب عاقبت صواب چشم سر بربست، الخ

اختتام:...... دیگر مستکی و شکر ہر دو ہر روز چہار دام بخورد نہار چیز ہا یاد گردد

ترقیمہ:...... درج نہیں

(۵۲)-منظور القراء

شرف الدین بن محمود بن صدقہ لاری

مصنفہ ۸۹۱ھ/۱۴۸۶ء

✓ اوراق = ۱۲۱	✓ سائز = ۲۴x۱۷
✓ سطور = ۱۱	✓ کاتب = x

✓ خط = نستعلیق فارسی ✓ تاریخ کتابت = ۱۲۴۵ھ/ ۱۸۲۹ء

کتاب ہٰذا ایک مقدمہ، بارہ باب اور ایک خاتمہ پر مشتمل ہے، جس میں قرائت کے مسائل بیان کیے گئے ہیں۔ مرتب کتاب نے مقدمہ میں اپنے کچھ تعلیمی حالات لکھے ہیں اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ شہاب الدین احمد زہبی کے شاگرد ہیں۔ ۸۸۲ھ/ ۱۴۷۹ء میں انہوں نے مکہ مکرمہ میں قصیدہ شاطبیہ پڑھا اور ۸۸۴ھ/ ۱۴۷۹ء میں جامع شیراز میں حافظ قاری صوفی عبداللہ سروستانی پر قرائت کی۔ مقدمہ میں مزید سندات بھی ہیں۔ ۲۱ رصفر ۸۹۱ھ/ ۱۴۸۶ء بروز یک شنبہ مکہ مکرمہ میں اس کتاب کی تصنیف سے فارغ ہوئے (۳۰)

پیش نظر نسخہ سفید سرخی مائل دبیز غیر مجدول کاغذ پر لکھا ہوا ہے۔ خفیف کرم خوردہ بھی ہے۔ کاتب نے اپنا نام اور تاریخ کتابت اس نسخہ پر نہیں لکھی لیکن ساتھ کے رسائل ۱۲۴۵ھ/ ۱۸۲۹ء کے مکتوبہ ہیں اور یہ نسخہ بھی اسی کاتب کا لکھا ہوا معلوم ہوتا ہے۔

ابتداء:...... حمد و سپاس بے حد و غایت، الخ

اختتام:...... واوصلہ را حذف کنند واللہ تعالیٰ اعلم واحکم

ترقیمہ:...... تمت الکتاب بعون اللہ الی وآلہ واصحابہ اجمعین

(۵۳)-شرح المقدمة الجزریہ

✓ اوراق = ۳۷ ✓ سائز = ۱۰x۱۸

✓ سطور = ۱۹ ✓ کاتب = اسحٰق بن احمد

✓ خط = نسخ فارسی ✓ تاریخ کتابت = ۱۰۱۲ھ/ ۱۶۰۳ء

المقدمۃ الجزریہ مصنفہ علامۃ الجزری المتوفی ۸۳۳ھ/ ۱۴۲۹ء کی فارسی شرح ہے۔ اول سے ناقص ہونے کی وجہ سے شارح کا پتہ نہیں چل سکا۔ ورقِ اول کوئی دوسرا شامل ہے۔ پیش نظر نسخہ بادامی کاغذ پر لکھا ہوا ایک قدیم نسخہ ہے کافی کرم خوردہ ہو چکا ہے۔ اول میں مولوی عبدالعلی صاحب پسر مولانا خلیل الرحمٰن صاحب ٹونکی کی مہریں ثبت ہیں آخر میں مختلف فوائد پر مشتمل چند ورق شامل ہیں۔

ابتداء:...... بایشاں راہ می باید، الخ

اختتام:...... ختم اللہ لنا بالحسنیٰ بجاہ المصطفیٰ

ترقیمہ شارح:...... من اللہ الملک العظیم العلام

ترقیمہ کاتب:...... تمت الرسالۃ وقت الضحیٰ یوم الخمیس ۱۰۱۲ھ/۱۶۰۳ء

(۵۴)- ارشاد القاری

مولوی قاری تراب بن قاری ابراہیم مصطفیٰ

✓ اوراق = ۱۲۴	✓ سائز = ۱۱x۲۰
✓ سطور = ۱۹	✓ کاتب = x
✓ خط = شکست	✓ تاریخ کتابت = تیرہویں صدی ہجری

کتاب ہذا پانچ بابوں پر مرتب ہے اور ہر باب میں پانچ فصول ہیں جن میں قرائت کے مسائل بیان کیے گئے ہیں۔ مرتب کتاب نے اپنے والد کے نام پر اس کتاب کا نام ارشاد القاری رکھا۔ حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہٗ کے مزار پر اس کتاب کی ترتیب شروع کی اور ذی الحجہ ۱۰۷۷ھ/۱۶۶۶ء میں حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزارِ مبارک پر پانچ سال کی مدت میں اس کتاب کی تکمیل ہوئی۔ چونکہ آپ آل عباس کے پانچویں امام مانے جاتے ہیں اسی مناسبت سے اس کتاب کو پانچ باب اور ہر باب کو پانچ فصول پر ترتیب دیا گیا (۳۱)

پیش نظر نسخہ مادھوپوری دبیز کاغذ پر لکھا ہوا اچھا نسخہ ہے۔ آخر کے دو ورق ناقص تھے اسی وجہ سے اصل کاتب اور تاریخ کتابت کا صحیح پتہ نہیں چل سکا، البتہ آخر کے دو ورق کی کتابت کسی سید برہان علی صاحب نے کر کے اس کتاب کی تکمیل کی۔

ابتداء:...... حمد بے حد وثنائے بے عدم حضرت قادرے وحکیمے را، الخ

اختتام:...... بحق محمد وآلہ الکرام

ترقیمہ:...... امیدوار بدعائے خیر یاد دارند

ترقیمہ مصنف:...... ودر مدینہ بر آستانِ روضہ پیغمبر داشتم ودعاہا کردم، فقط
ترقیمہ کاتب:...... تمت الرسالۃ فی الرابع والعشرون من شوال ۱۲۸۴ھ/ ۱۸۶۷ء

(۵۶)-سند قرائت واجازت

قاری عبدالرحمٰن صاحب پانی پتی

✔ اوراق = ۷ ✔ سائز = ۱۸x۲۸
✔ سطور = ۱۵ ✔ خط = شکستہ نستعلیق

یہ وہ اصل اجازت ہے جو حزب البحر وغیرہ کے سلسلہ میں قاری صاحب موصوف نے ۱۲۹۴ھ/ ۱۸۷۶ء میں صاحبزادہ عبدالرحیم خان صاحب ٹونکی پسر نواب محمد علی خان صاحب کو عطا فرمائی۔ یہ سند ۲۴ رمحرم ۱۲۹۴ھ/ ۱۸۷۶ء کو دی گئی ہے۔ اصل سند کافی طویل ہے، چار ورقوں پر مشتمل ہے جس میں قاری صاحب موصوف کی تمام سندوں کا ذکر ہے، سند کے اختتام پر قاری صاحب نے اپنے قلم سے مزید ایک نوٹ بھی دیا ہے۔

(۵۷)-حلیۃ القاری

(جلد اوّل)

السید علی الحسینی بن السید رکن الدین حیدرآبادی

✔ اوراق = ۱۴۶ ✔ سائز = ۱۱x۲۱
✔ سطور = ۱۷ ✔ کاتب = میر محمد انور قادری
✔ خط = نستعلیق ✔ حالت = بہت اچھی ہے، قدرے محشی
✔ تاریخ کتابت = ۷رذیقعدہ ۱۱۷۹ھ/ ۱۷۶۵ء

اس کتاب میں قرائتِ سبعہ وعشرہ کے اختلافات بیان کیے گئے ہیں، آداب تلاوت کا بھی ذکر

ہے اور وقوف سجاوندی کو بھی اس میں تفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ مرتب کتاب ہٰذا ۱۰۸۳ھ/ ۱۶۷۲ء میں ابوالحسن تانا شاہ کے عہد میں بیرونِ ہند سے گولکنڈہ حیدرآباد دکن آئے اور تانا شاہ کے دربار سے متعلق ہوگئے۔ بادشاہ کو علم قرائت حاصل کرنے کا شوق پیدا ہوا، چنانچہ اسی سلسلہ میں آپ نے یہ ضخیم کتاب لکھی جس کی ترتیب کی ابتداء ۱۰۹۴ھ/ ۱۶۸۲ء ہے اور ۱۰۹۵ھ/ ۱۶۸۳ء میں اس کی تکمیل ہوئی۔ کتاب کا خطبہ بھی ابوالحسن قطب شاہ کے نام ہے۔ تذکرہ قاریانِ ہند کے مرتب نے بھی اس کتاب کا ذکر کیا ہے اور تذکرہ مذکور اس کتاب کے قلمی نسخوں کا حوالہ دیتے ہوئے مدراس اور حیدرآباد اسٹیٹ لائبریری اور ٹونک لائبریریوں کے قلمی نسخوں کا ذکر کیا ہے۔ نیز یہ بھی تحریر کیا ہے کہ ۱۰۹۵ھ/ ۱۶۸۳ء کا اصل اور پہلا نسخہ جو عرصہ تک ناصر الدولہ کے کتب خانہ میں رہا اب حیدرآباد اسٹیٹ لائبریری میں محفوظ ہے (۳۳)۔ پیش نظر نسخہ اس کتاب کی جلد اوّل ہے، کاغذ سفید قدرے کرم خوردہ، آخر میں چند اوراق مختلف یادداشتوں کے بھی شامل ہیں، نسخہ بہت اچھا ہے۔

اوّلہٗ:...... انواعِ حمد و سپاس متجاوز از حد و قیاس مر بارگاہِ کبرائے احدیت را، الخ

آخرہٗ:...... تمام خواندہ شد و اللہ الھادی الی سبیل الصواب والرشاد

ترقیمہ:...... تمت الجلد الاول بتاریخ ہفتم ذیقعدہ روز جمعہ وقت سہ پہر ۱۱۷۹ھ/ ۱۷۶۵ء

(۵۸)۔ مقصود القاری

قاری محمد نورالدین صاحب

- اوراق = ۸
- سائز = ۱۰x۱۹
- سطور = ۱۲
- کاتب = محمد مقیم صدیقی
- خط = نستعلیق
- حالت = اچھی ہے
- تاریخ کتابت = ۶ ربیع الاول سن ۶ جلوس فرخ سیر مطابق ۱۱۳۱ھ/ ۱۷۱۸ء

اس رسالہ میں تجوید و قرائت کے مسائل بیان کیے گئے ہیں۔ اس کے مرتب قاری محمد نورالدین صاحب جہانگیری دور میں گزرے ہیں (۳۴)۔ رسالہ اسی دور میں نواب قاری عزۃ اللہ صاحب المخاطب بخطاب قاضی خان کی فرمائش پر ترتیب دیا گیا۔ مقدمہ میں مرتب نے ایسا ہی بیان کیا ہے۔

پیش نظر نسخہ اس رسالہ کی قدیم کاپی ہے جس کی کتابت ۱۱۳۱ھ/ ۱۷۱۸ء میں بمقام پانی پت ہوئی۔ کتاب ہٰذا ہندوستان میں متعدد بار طبع ہو چکی ہے اور اکثر کتب خانوں میں اس کے قلمی نسخے بھی محفوظ ہیں۔

ابتداء:...... بعد حمد وصلوٰۃ این چند ورق در بیان مخارج حروف تہجی، الخ

اختتام:...... برحمتک یا ارحم الراحمین

ترقیمہ:...... درج نہیں

(۵۹)-مرجع الکاتبین

محمد تقی ولد ابوالمعصوم بیگ مشہور بہ رضوان بیگ قوام الدین بیگ ترکمان

✔ اوراق=۱۱۲	✔ سائز=۱۲x۲۱
✔ سطور=۲۰/۲۱	✔ کاتب=x
✔ خط=نستعلیق فارسی	✔ تاریخ کتابت=x

قرآن مجید کے رسم الخط پر اچھا رسالہ ہے جس میں اوّل قرآن سے لیکر آخر تک تمام کلمات و الفاظ قرآن کے لکھنے کا طریقہ لکھا گیا ہے۔ پیش نظر نسخہ پچھلی صدی کا لکھا ہوا ہے۔ مرتب بھی اس سے پہلے کے ہوں گے۔ نام کاتب وغیرہ درج نہیں ہے۔

ابتداء:...... الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی خیر خلقہ محمد، الخ

اختتام:...... ی ۲۰۹۱۹ ر ہزار تمت الکتابعون الملک الوھاب

ترقیمہ:...... درج نہیں

(۶۰)-شرح عقیلۃ الاتراب

(شرح شاطبیہ مع ترجمہ)

✔ اوراق=۴۲	✔ سائز=۱۶x۲۵

✔ سطور = ۱۵
✔ کاتب = قاری کریم اللہ صاحب ٹونکی
✔ خط = نستعلیق فارسی
✔ حالت = اچھی ہے
✔ تاریخ کتابت = ۱۲۵۵ھ/ ۱۸۳۹ء

شاطبی رائیہ کی فارسی شرح ہے، ہر شعر کے بعد پہلے ترجمہ فارسی ہے اور پھر اس کی تشریح کی گئی ہے، نسخہ بہت اچھا ہے، شارح کا نام معلوم نہیں ہو سکا۔ آخر میں کاتب کا نام کسی نے مٹانے کی کوشش کی ہے پھر کسی نے قلم پھیر کر نام صاف کر دیا ہے لیکن ''سکنہ دادری'' کو ''سکندر آبادی'' کر دیا ہے جو درست نہیں ہے (۳۵)

ابتداء:...... الحمد للہ موجودا کما امرا، الخ

اختتام:...... رائحہ وے شامہارا و بامدادہارا

ترقیمہ:...... تمام شد ترجمہ در ماہ جمادی الثانی ۱۲۵۵ھ/ ۱۸۳۹ء

(۶۱)-وسیلۃ القاری

حافظ قاری کریم اللہ صاحب ٹونکی

المتوفی ۱۲۹۴ھ/ ۱۸۷۷ء

✔ اوراق = ۲۹
✔ سائز = ۱۶x۲۶
✔ سطور = ۱۷
✔ تاریخ کتابت = درحیات مصنف
✔ خط = نستعلیق سادہ
✔ حالت = اچھی ہے
✔ کاتب = علی محمد خان ولد محمد داؤد خان، کاتب خاص نواب محمد علی خان

کتاب ہذا اکیس (۲۱) باب پر مشتمل ہے اور اس میں تجوید کے مسائل بیان کیے گئے ہیں۔ مرتب کتاب ۱۲۵۴ھ/ ۱۸۳۸ء میں بسلسلہ ملازمت ٹونک تشریف لائے تو یہاں کے ذوق وشوق کو دیکھ کر آپ نے یہ کتاب تصنیف کی، پھر ۱۲۶۱ھ/ ۱۸۴۵ء میں اس پر نظر ثانی کی اور اس میں دوبارہ اضافہ کر کے یہ کتاب ترتیب دی۔

پیش نظر نسخہ اس کتاب کا بہت اچھا نسخہ ہے اور مصنف کی حیات کا لکھا ہوا ہے۔ ورقِ اوّل پر ایک مہر ''نامم فدا بنام علی و محمد است'' ثبت ہے، نیز ایک شعر درج ہے۔

حافظ و کامل ز اولادِ علی
مہدی و عالی امام متقی

ابتداء:......شکر اور احسان بے پایاں واسطے اس خدا تعالیٰ کے، الخ

اختتام:......تمام شد فصل ختم قرآن

ترقیمہ:......از دستخط ناقص علی محمد خان بن محمد داؤد خان مرحوم غفر اللہ لہ ولوالدیہ

(۶۲)۔منبع العرفان فی سبع القرائۃ ورسم القرآن

حافظ قاری کریم اللہ خان صاحب ٹونکی بن حفیظ اللہ خان

المتوفی ۱۲۹۴ھ/ ۱۸۷۷ء

- اوراق = ۲۳
- سائز = ۱۵x۲۳
- سطور = ۱۵
- کاتب = نواب محمد علی خان صاحب کا کوئی کاتب
- خط = نستعلیق سادہ
- حالت = اچھی ہے
- تاریخ کتابت = غالباً بحیات مصنف

مرتب کتاب ہذا نے اپنی دوسری کتاب ''وسیلۃ القاری'' کی ترتیب اور اشاعت کے بعد ۱۲۷۷ھ/ ۱۸۶۰ء میں یہ رسالہ ترتیب دیا جس میں قرائات سبع کی تفصیل بیان کی گئی ہے اور رسم القرآن کے مسائل بھی مذکور ہیں۔ ابتدائی چار ورقوں میں کافی تحشی ہے۔ پیش نظر نسخہ سفید حنائی دبیز کاغذ پر لکھا ہوا ہے۔ کاتب نے اپنا نام اور تاریخ کتابت نہیں لکھی۔ مرتب کی حیات کا لکھا ہوا نسخہ معلوم ہوتا ہے۔ آخر کے تین صفحات دوسرے خط میں لکھے ہوئے ہیں۔

ابتداء:...... الحمد للہ رب العالمین والعاقبۃ للمتقین، الخ

اختتام:...... الہ الناس بغیر الف بعد لام کے، فقط

ترقیمہ:...... تمام ہوا یہ رسالہ موافق ترتیب سورتوں کے، تمت

(۶۳)۔فیض القاری علی اکلام الباری (یا)

ہدایۃ القراء

حافظ قاری کریم اللہ خان ٹونکی بن حفیظ اللہ خان

المتوفی ۱۲۹۴ھ/ ۱۸۷۷ء

✔ اوراق = ۱۷	✔ سائز = ۱۶x۲۶
✔ سطور = ۱۵	✔ کاتب = x
✔ خط = نستعلیق سادہ	✔ حالت = اچھی ہے
✔ تاریخ کتابت = x	

مرتب کتاب ہٰذا چونکہ نواب محمد علی خان صاحب والی ریاست ٹونک کے ساتھ بنارس رہے ہیں وہیں ۱۲۸۹ھ/ ۱۸۷۲ء میں نواب صاحب کے صاحبزادگان کی تعلیم کے لیے آپ نے یہ کتاب ترتیب دی جو پسند کی گئی۔ مولوی نورالحق صاحب ختہ المتوفی ۱۹۱۷ء جو ٹونک کے مشہور عالم اور مقدمہ جزری کے شارح بھی ہیں اور نواب محمد علی خاں صاحب سے متعلق تھے انہیں یہ کتاب دکھائی تو انہوں نے اس کی تصحیح کی اور پسند فرمایا (۳۶)۔ اب تک یہ کتاب طبع نہیں ہوئی ہے۔

ابتداء:...... الحمد للہ الذی انزل علی عبدہ الکتاب، الخ

اختتام:...... اور ہندسہ ۱۲ر کا واسطے حد کے ہے کہ بحساب ابجد حاء کے آٹھ عدد اور دال کے چار ہیں۔

ترقیمہ:...... درج نہیں ہے

(۶۴)-ضوابط الفرقانی

۱۲۹۰ھ/۱۸۷۳ء

✓ اوراق=۱۶	✓ سائز=۱۶x۲۴
✓ سطور=۱۹	✓ کاتب=x
✓ خط=نستعلیق سادہ	✓ تاریخ کتابت=x

یہ رسالہ بھی ایک مسودہ کی شکل میں ہے جو نواب محمد علی خاں صاحب والی ٹونک مقیم بنارس کی خدمت میں پیش کرنے کے لیے ترتیب دیا گیا جیسا کہ مقدمہ میں اس کی صراحت ہے۔ ضوابط الفرقانی اس کا عنوان رکھا گیا جو تاریخی نام ہے، اصل کتاب سے مرتب کا نام معلوم نہیں ہو سکا حافظ قاری کریم اللہ صاحب المتوفی ۱۲۹۴ھ/ ۱۸۷۷ء ہی کا ترتیب دیا ہوا رسالہ ہے جو قیام بنارس کے زمانہ میں ترتیب دیا گیا۔ پیش نظر نسخہ پر کاتب کا نام اور تاریخ کتابت درج نہیں۔

ابتداء:...... الحمد للہ الذی بشر المؤمنین ان لھم جنات، الخ

اختتام:...... واللہ ھو الغفور الرحیم

ترقیمہ:...... درج نہیں

(۶۵)-شرح مقدمة الجزری

مولوی نور الحق خستہ ابن مولوی خیر الدین شیرکوٹی المتوفی ۱۹۱۷ء

✓ اوراق=۵۱	✓ سائز=۱۴x۱۹
✓ سطور=۱۷	✓ کاتب=عبد الباری
✓ خط=نستعلیق	✓ تاریخ کتابت=یکم صفر ۱۲۹۸ھ/ ۱۸۸۰ء

علامہ جزری المتوفی ۸۳۳ھ/ ۱۴۲۹ء کے مشہور متن ''المقدمہ'' کی اردو شرح ہے۔ شارح چونکہ نواب محمد علی خاں صاحب والی ریاست ٹونک کے ساتھ ان کے قیام بنارس کے زمانہ میں بنارس

رہے ہیں وہیں نواب صاحب کا علمی ذوق دیکھ کر آپ نے ۱۲۹۷ھ/ ۱۸۷۹ء میں یہ شرح ترتیب دی (۳۷)۔ اس کے بعد ۱۳۰۹ھ/ ۱۸۹۱ء میں اس شرح کا خطبہ نواب محمد علی خاں صاحب کے نام نامی سے معنون کر کے یہ کتاب پیش کی۔ پیش نظر نسخہ اس کتاب کا اچھا نسخہ ہے۔ باریک غیر مجدول کاغذ پر صاف خط میں لکھا ہوا ہے۔

ابتداء:...... الحمد للہ الذی انزل علی عبدہ الکتاب، الخ

اختتام:...... تمت بالخیر

ترقیمہ:...... تحریر بتاریخ یکم ماہ صفر ۱۲۹۸ھ/ ۱۸۸۰ء راقم عبدالباری عفی عنہ

باب پنجم

ریاست ٹونک کے کتب خانوں کے نادر مخطوطات

فصل دوم

(۱) تفسیر قرآن مجید کے نادر مخطوطات

(۱)- تاویلات اہل السنّۃ

تفسیر القرآن معروف بہ تفسیر ماتریدیہ

ابو منصور محمد بن محمد الحنفی المتوفی ۳۳۳ھ/۹۴۴ء

(از ابتداء تا آیت و یسئلونك ما ذا ینفقون)

✔ اوراق = ۲۵۳	✔ سائز = ۲۱x۳۰
✔ سطور = ۲۱	✔ کاتب = x
✔ خط = نسخ قدیم	✔ تاریخ کتابت = چھٹی ساتویں ہجری

یہ تفسیر تاویلات ماتریدیہ کے نام سے زیادہ مشہور ہے۔ قدیم تفاسیر میں سے ہے۔ اس کے مرتب فروع میں حنفی المذہب اور اصول میں خود امام تھے۔ اہل سنت فرقہ ماتریدیہ ان ہی کی طرف منسوب ہے۔ صاحب تصانیف کثیرہ ہیں (۳۸)

پیش نظر نسخہ اس تفسیر کا قدیم نسخہ ہے جو ابتداء سے آیت "و یسئلونك ما ذا ینفقون" تک ہے لیکن ورق اوّل ناقص ہے، آخر سے بھی ناقص ہے اسی وجہ سے کاتب اور تاریخ کتابت کا صحیح پتہ نہیں چلتا لیکن کاغذ سیاہی اور طرزِ کتابت سے یقین ہے کہ یہ نسخہ چھٹی ساتویں صدی ہجری کا لکھا ہوا ہے۔

ابتداء:...... ہذا انبی فی الحقیقہ، الخ

اختتام:......لعلکم تتفکرون فی الدنیا والآخرۃ، الخ

ترقیمہ:...... درج نہیں ہے

(۲)۔تفسیر الوسیط

ابوالحسن علی بن احمد بن محمد بن احمد الواحدی النیشاپوری

المتوفی ۴۶۸ھ/۱۰۷۶ء

✓ اوراق = ۳۹۲ ✓ سائز = ۳۰x۱۳
✓ سطور = ۳۳ ✓ کاتب = x
✓ خط = نسخ ✓ تاریخ کتابت = ساتویں آٹھویں صدی ہجری

تفسیر ہذا قدیم تفاسیر میں سے ہے۔ اس کے مرتب نیشاپور کے عالم ہیں۔ ثعلبی کے شاگردوں میں سے ہیں۔ واحد ان کے اجداد میں کسی کا نام ہے اسی وجہ سے واحدی نسبت ہے۔ ۴۶۸ھ/ ۱۰۷۶ء میں نیشاپور میں ان کا انتقال ہوا۔ درمیانی قسم کی جامع تفسیر ہے۔ حاجی خلیفہ نے لکھا ہے، کہ تفسیر الواحدی تین مجموعوں پر مشتمل ہے۔ ''البسیط'' ''الوسیط'' اور ''الوجیز'' یہ تینوں مجموعے ''الحاوی'' کے نام سے موسوم ہیں (۳۹)

پیش نظر نسخہ ایک قدیم نسخہ ہے۔ حنائی غیر مجدول دبیز کاغذ پر لکھا ہوا ہے۔ خط پختہ ہے لیکن مرور ایام کی وجہ سے کاغذ تیرہ اور بوسیدہ ہوگیا ہے۔ کاتب کا نام اور تاریخ کتابت درج نہیں۔ نسخہ ہذا شاہی کتب خانوں میں بھی رہا ہے۔ صفحہ اوّل پر چھ سات مہریں ثبت ہیں جو مابقر ☐ نہیں ہیں۔ ۱۰۸۸ھ/ ۱۶۷۷ء میں یہ نسخہ محمد ہادی الحسینی بن حاجی محمد نے خریدا جو معتمد خاں کے پوتے ہیں اور اس دور کے امراء میں سے ہیں۔

ابتداء:...... الحمد للہ القادر العلیم الفاطر الحکیم، الخ

اختتام:...... وصلی اللہ علی محمد وآلہ اجمعین

ترقیمہ:...... درج نہیں

(۳)-تفسیر الوجیز

ابوالحسن علی بن احمد بن محمد بن احمد الواحدی النیشاپوری

المتوفی ۴۶۸ھ/۱۰۷۶ء

✔ اوراق = ۳۴۹ ✔ سائز = ۲۵x۱۶

✔ سطور = ۲۱ ✔ کاتب = x

✔ خط = نستعلیق ✔ تاریخ کتابت = بارہویں صدی ہجری

مذکورہ مصنف کی دوسری تفسیر ہے۔ جو تفسیر متوسط کے بعد ترتیب دی گئی۔ سابق تفسیر کے مقابلہ میں اس تفسیر میں اختصار سے کام لیا گیا ہے پھر بھی جامع تفسیر ہے، قدیم تفسیروں میں شمار ہوتی ہے (۴۰)

یہ نسخہ اس تفسیر کا اچھا نسخہ ہے۔ کاتب نے اپنا نام اور تاریخ کتابت نہیں لکھی لیکن نسخہ کامل ہے اور قدرے محشی بھی ہے۔ رمضان ۱۲۸۹ھ/۱۸۷۲ء میں یہ نسخہ عبداللہ کی معرفت سندیلہ سے خرید کر نواب محمد علی خان صاحب کے کتب خانہ میں داخل کیا گیا۔ رضا لائبریری رامپور میں بھی اس تفسیر کا نسخہ ہے لیکن ٹونک کا نسخہ اس سے زیادہ قدیم ہے اور محشی بھی ہے۔ منسٹری آف ایجوکیشن گورنمنٹ آف انڈیا کی جانب سے مولوی عبدالوحید صاحب رامپوری اسے مرتب کر چکے ہیں اور ٹونک و رامپور کے نسخے سامنے رکھے گئے ہیں۔

ابتداء:...... الحمد للہ الکریم بالآیۃ العظیم، الخ

اختتام:...... من شر الجن و من شر الناس، الحمد للہ اولا و آخرا کثیرا کثیرا

ترقیمہ:...... درج نہیں ہے

(۴)-حدائق التفسیر

(پارہ عم- ناقص الطرفین)

ابو یوسف عبدالسلام بن محمد القزوینی

المتوفی ۴۸۳ھ/ ۱۰۹۰ء

✔ اوراق = ۱۴۴ ✔ سائز = ۲۳x۳۰

✔ سطور = ۱۹ ✔ کاتب = x

✔ تاریخ کتابت = تیرہویں صدی ہجری

حاجی خلیفہ نے کشف الظنون میں اس تفسیر کو "الحدائق ذات البهجة فی التفسیر" کے عنوان سے دیا ہے، نیز لکھا ہے کہ "و هو من کتب التفسیر المطولة المعتبرة" (یعنی یہ تفسیر اس فن کی طویل کتابوں میں سے ہے اور معتبر تفسیر ہے) نواب صدیق حسن خان نے اکسیر میں اسے تین جلدوں پر مشتمل بتایا ہے، نیز داؤدی کے طبقات المفسرین کے حوالہ سے لکھا ہے ''ابن انجار نے ان کے لیے لکھا ہے کہ ایسی تفسیر ترتیب دی جو پانچ سو جلدوں پر مشتمل تھی جس میں تمام عجائب وغرائب جمع کر دیے تھے'' (۴۱)

پیش نظر نسخہ اسی تفسیر کا ایک جزو ہے جس میں پارہ عم کی تفسیر ہے اور وہ بھی ناقص الطرفین ہے اسی وجہ سے کاتب کا نام اور تاریخ کتابت درج نہیں۔ نیلگوں کاغذ پر نوشتہ ہے اور اغلب یہ ہے کہ مولوی دوست محمد صاحب کابلی ٹونکی ناظم شریعت کا نقل کرایا ہوا ہے اس لیے کہ ان کے مزید چند رسائل اسی طرح کے کاغذ پر لکھوائے ہوئے یہاں محفوظ ہیں۔ ۹ ربیع الثانی ۱۲۹۴ھ/ ۱۸۷۷ء کو یہ نسخہ مولوی دوست محمد صاحب نے نواب محمد علی خان صاحب کو نذر کیا۔ درمیان میں اور آخر میں مولوی دوست محمد صاحب کی مہر بھی ثبت ہے جس میں ''فخرم ہمیں است کہ، دوستِ محمدم (۱۲۸۲)'' کندہ ہے۔ ابتداء میں حاشیہ پر مسلسل حواشی بھی چڑھے ہوئے ہیں اور درمیان میں بھی چند اوراق حاشیہ کے شامل ہیں۔

ابتداء:...... ورو ےان اهل الجنة یسأل بعضهم بعضاء الخ

اختتام:...... فقال یا محمد علیك الصلوٰة والسلام اقرأ فقال علیه السلام ما انا بقارئ

ترقیمہ:...... ناقص ہونے کی وجہ سے درج نہیں

(۵)-معالم التنزیل

ابومحمد الحسین بن مسعود بن محمد الفراء البغوی الشافعی

المتوفی ۵۱۶ھ/۱۱۲۳ء (از اوّل تا سورہ نحل)

✓ اوراق = ۲۴۷	✓ سائز = ۳۷x۲۵
✓ سطور = ۳۵	✓ کاتب = x
✓ خط = نسخ	✓ حالت = اچھی ہے، قدرے کرم خوردہ
✓ تاریخ کتابت = بارہویں صدی ہجری	

مشہور تفاسیر میں شمار ہوتی ہے۔ مفسرین صحابہ اور تابعین وغیرہ کو اس میں بنیاد بنایا گیا ہے اور ہر دور میں یہ تفسیر بہت مقبول رہی ہے۔ علمائے صالحین میں سے ہیں۔ علامہ ذہبی لکھتے ہیں کہ ان کی تصانیف میں برکت ہے (۴۲)۔ پیش نظر نسخہ سفید دبیز کاغذ پر لکھا ہوا اچھا نسخہ ہے، خفیف کرم خوردہ اور چٹ زدہ ہے، اصل نسخہ تو کچھ قدیم ہے لیکن ورق اوّل بعد میں کسی صاحب نے لکھ کر شامل کیا ہے۔

ابتداء:...... لہ العظمۃ والکبریاء، الخ

اختتام:...... فبلغ ذالک النبی صلی اللہ علیہ وسلم

ترقیمہ:...... درج نہیں ہے

(۶)-التیسیر فی علم التفسیر

نجم الدین ابوحفص عمر بن محمد بن احمد الحنفی النسفی مفتی الثقلین

المتوفی ۵۳۷ھ/۱۱۴۲ء

(از سورہ یونس تا ختم پارہ ۲۲-دوازدہ پارہ وربع)

✓ اوراق = ۳۶۵	✓ سائز = ۲۸x۱۷
✓ سطور = ۲۳	✓ کاتب = x
✓ خط = نسخ	✓ تاریخ کتابت = ۶۷۵-۷۷ھ/ ۱۲۷۶-۷۸ء

نسخہ ہذا اس تفسیر کا ایک نامکمل حصہ ہے جو تقریباً بارہ پاروں پر مشتمل ہے۔ درمیانی حصہ ہونے کی وجہ سے ابتداء و اختتام نہیں ہے۔ نسخہ ہذا پر مصنف کا نام بھی درج نہیں اور پیش نظر نسخہ سے اس کی صراحت بھی نہیں ملتی لیکن دراصل یہ علامہ النسفی کی التیسیر ہی کی ایک جلد ہے اور اس کا ایک قدیم نسخہ ہے، کاتب نے اگرچہ کہیں اپنا نام نہیں لکھا لیکن درمیانی کچھ حصوں میں تاریخ کتابت کی صراحت ہے اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ اس کی کتابت ۶۷۵ھ/ ۱۲۷۶ء تا ۶۷۷ھ/ ۱۲۷۸ء تک ہوئی ہے۔ مصنف سے بہت قریب زمانہ کا لکھا ہوا نسخہ ہے۔

پیش نظر نسخہ حنائی کاغذ پر نہایت قدیم نسخہ ہے، کافی کرم خوردہ و مرمت شدہ ہے۔ ورقِ اول پر چھ سات مہریں خرد کلاں ثبت ہیں اور متعدد ''عرض دیدہ شد'' درج ہیں جن سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ نسخہ مدت دراز تک شاہی کتب خانوں کی زینت بنا رہا۔ ایک مہر مدور قدرے محو شدہ ثبت ہے البتہ اس میں ''بندہ عالمگیر'' سمجھ میں آ رہا ہے، اسی کے تحت میں مہر کلاں ''عبداللہ خانہ زاد بادشاہ عالمگیر'' کی ثبت ہے۔

(۷)- الکشاف عن حقائق التنزیل

ابوالقاسم محمود بن عمر بن محمد الخوارزمی الزمخشری المعتزلی

مشہور بہ جاراللہ الزمخشری المتوفی ۵۳۸ھ/ ۱۱۴۴ء

✓ اوراق = ۶۶۲	✓ سائز = ۲۶x۱۵
✓ سطور = ۳۱	✓ کاتب = احمد بن سید برکی الحسینی الشیرازی
✓ خط = نسخ	✓ تاریخ کتابت = ذی الحجہ ۹۵۹ھ/ ۱۵۱۵ء

مشہور تفسیر ہے۔ اس کے مرتب علامہ الزمخشری مشہور عالم اور عربیت کے امام ہیں۔ خوارزم کے

رہنے والے تھے مکہ معظمہ میں طویل مدت تک سکونت اختیار کی اس لیے ''جاراللہ'' مشہور ہوئے کیونکہ اعتقاد میں اعتزال تھا اس لیے معتزلیوں کے امام ہیں (۴۳)

پیش نظر نسخہ نہایت خوشخط، مطلّٰی و مذہب اور نادر و نایاب ہے، جدول بھی طلائی ہے۔ خط نہایت پختہ اور نسخ کا بہترین نمونہ ہے۔ ہر سورۃ کا نام اور اس کے ساتھ بسم اللہ بھی طلائی حروف میں لکھی گئی ہے۔ کاغذ سفید کشمیری ہے لیکن کہیں کہیں آب رسیدہ و نشان زدہ ہوگیا ہے۔ اول و آخر میں ایک مربع مہر ''حافظ محمد ہاشم'' کی ثبت ہے جس میں ۱۲۸۳ھ/ ۱۸۶۶ء کندہ ہے۔ اس کے علاوہ دو عدد کلاں مربع مہریں اور چند دیگر مہریں محو شدہ بھی ثبت ہیں۔ ۱۲۸۸ھ/ ۱۸۷۱ء میں یہ نسخہ نواب محمد علی خاں صاحب کے کتب خانہ میں خرید لیا گیا۔ متعدد بار طبع ہوتی رہی ہے۔

ابتداء:...... الحمد للہ الذی انزل القرآن کلاما مؤلفا منظما، الخ

اختتام:...... انہ ھو الجواد الکریم الرؤف الرحیم

ترقیمہ:...... فرغت منہا یوم الاثنین ۲۳ ربیع الآخر ۵۲۸ھ

(۸)- تحفۃ الاشراف فی کشف غوامض الکشاف

عمادالدین یحیٰی بن قاسم العلوی الفاضل الیمنی

المتوفی ۷۵۰ھ/ ۵۰-۱۳۴۹ء

✔ اوراق = ۳۱۲	✔ سائز = ۲۲x۳۰
✔ سطور = ۲۷	✔ کاتب = x
✔ خط = نسخ	✔ تاریخ کتابت = نویں صدی ہجری
✔ حالت = آخر سے قدرے ناقص	

یہ تفسیر کشاف کا حاشیہ ہے۔ پیش نظر نسخہ اس حاشیہ کا ایک قدیم نسخہ ہے۔ آخر سے چند ورق ناقص ہونے کی وجہ سے کاتب کے نام اور صحیح تاریخ کتابت کا پتہ نہیں چلتا لیکن نویں صدی ہجری کا مکتوبہ ضرور معلوم ہوتا ہے۔ ابتدائی ورق کا کچھ حصہ ضائع بھی ہوگیا ہے۔ نسخہ بڑا نادر اور قدیم ہے۔ آخر میں بھی

خریداری کا ایک نوٹ ہے جس میں صاحب مہر نے اپنی ولدیت ''مراد بیگ اکبرآبادی'' لکھا ہے۔

ابتداء:...... --علی اسلوب من البلاغۃ لا یاتیہ، الخ

اختتام:...... علی جمیع المعارف

ترقیمہ:...... ناقص ہونے کی وجہ سے درج نہیں

(۹)- الحاشیۃ علی الکشاف

سعدالدین مسعود بن عمر بن عبداللہ التفتازانی الشافعی

المتوفی ۷۹۱ھ/۱۳۸۹ء

✔ اوراق = ۴۴۷	✔ سائز = ۱۴x۲۴
✔ سطور = ۲۳	✔ کاتب = x
✔ خط = نستعلیق	✔ تاریخ کتابت = صدی ۱۱ھ/ ۱۷ء

متذکرہ تفسیر کشاف کا حاشیہ ہے جو سعدالدین تفتازانی کا ترتیب دیا ہوا ہے۔ کشاف کے حواشی میں یہ حاشیہ بہتر شمار کیا جاتا ہے۔ اس میں بڑی تحقیق سے کام لیا گیا ہے۔ محشی اس حاشیہ کی ترتیب پوری نہ کر سکے تھے کہ ان کا انتقال ہو گیا اس لیے یہ حاشیہ مکمل نہیں ہو سکا (۴۴)

آخر سے ناقص ہونے کی وجہ سے اس کی تاریخ کتابت وغیرہ معلوم نہیں ہو سکی لیکن روش قلم اور کتابت و کاغذی خصوصیت کے اعتبار سے یہ نسخہ گیارہویں صدی کا نوشتہ معلوم ہوتا ہے۔ اوّل سے چند مہریں اور عبارتیں محو شدہ ہیں۔ ایک مہر مولوی عبدالحق صاحب ٹونکی کی بھی ثبت ہے۔

ابتداء:...... الحمد للہ الذی انزل علی عبدہ الکتاب، الخ

اختتام:...... بین المعطوف والمعطوف علیہ فان کلا الطریقتین، الخ

ترقیمہ:...... درج نہیں

(۱۰)- ایجاز البیان لمعانی القرآن

نجم الدین ابوالقاسم محمد بن ابی الحسن النیشابوری القزوینی

المُلقب بہ بیان الحق

✔ اوراق = ۱۵۹ ✔ سائز = ۱۹x۱۴

✔ سطور = ۱۵ ✔ کاتب = عبداللہ بن محمد بن محمد الترمذی

✔ خط = نسخ قدیم ✔ تاریخ کتابت = ۲۰ رجمادی الاخریٰ ۵۸ ۔ھ/ ۱۲۵۸ء

اپنے موضوع پر نہایت جامع اور مختصر کتاب ہے، گویا اسم بامسمّیٰ ہے۔ قدیم تفاسیر میں اس کا شمار ہوتا ہے۔ دس ہزار سے زائد اہم فائدوں پر مشتمل ہے۔ ایسی ہی صراحت اس کتاب کے مقدمہ بھی ہے۔ اس تفسیر کا دوسرا نسخہ ٹونک کے اس ذخیرہ کے علاوہ ہندو بیرون ہند کسی کتب خانہ میں اب تک دستیاب نہیں ہو سکا ہے اس لیے نسخہ نہایت اہم اور نادر ترین ہے۔ اس کے علاوہ دوسری اہم خصوصیت یہ ہے کہ یہ نسخہ نہایت قدیم اور سن تصنیف سے تقریباً سو سال بعد ساتویں صدی کا لکھا ہوا ہے جس کی تفصیل ترقیمہ سے ظاہر ہے۔ اس تفسیر پر ترتیب و تدوین کا کام جاری ہے اور مولانا حکیم سید محمد احمد صاحب ٹونکی، ٹونک میں اسے ایڈیٹ کر رہے ہیں۔ مختلف اداروں اور متعدد ارباب علم سے رابطہ قائم کرنے کے باوجود اب تک اس تفسیر کا دوسرا نسخہ کہیں محفوظ ہونے کی نشاندہی نہیں ہو سکی ہے۔

ابتداء:...... قال الشیخ الامام المفسر ابوالقاسم، الخ

اختتام:...... ای من شر الجن والانس واللہ اعلم بالحقیقۃ

ترقیمہ:...... فرغ من -- الی -- حامداو مصلیا

(۱۱)- زاد المسیر فی علم التفسیر

(جلد چہارم- از سورۃ الصافات تا آخر قرآن)

ابوالفرج عبدالرحمٰن بن احمد بن جوزی المتوفی ۵۹۷ھ/ ۱۲۰۰ء

✓ اوراق = ۲۱۷	✓ سائز = ۳۲x۲۳
✓ سطور = ۲۳	✓ کاتب = x
✓ خط = نسخ قدیم	✓ تاریخ کتابت = قبل از ۶۵۶ھ/ ۱۲۵۸ء

علم تفسیر پر مشہور کتاب ہے اور اب تک طبع نہیں ہوئی ہے۔ اس کے مرتب، علامہ ابن جوزی بغداد کے بہت بڑے عالم تھے۔ علم حدیث کے نقاد اور اکثر علوم میں صاحب تصنیف ہیں ان کی تصانیف آٹھ سو سے زائد شمار کی گئی ہیں۔ بعض تصانیف بیس بیس جلدوں پر مشتمل ہیں۔ وعظ و نصیحت کا بھی بڑا ملکہ تھا۔ ان کی مجالس وعظ میں ایک ایک لاکھ تک آدمی شریک ہوتے تھے (۴۵)

کاغذ حنائی دبیز، قدرے کرم خوردہ، خط نہایت صاف پوری کتاب کا لیمی نیشن ہو چکا ہے۔ مصنف کی حیات یا اس کے کچھ بعد کا لکھا ہوا نسخہ ہے۔ تاریخ کتابت درج نہیں لیکن پیش نظر نسخہ کو دیکھنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ نسخہ مصنف کی زندگی یا ان کے انتقال کے کچھ بعد ہی کسی شاہی کتب خانہ کے لیے تیار ہوا۔ صفحہ اوّل پر ایک طلائی مربع میں کتاب کا نام مصنف کا نام اور کتب خانہ کا نام اس طرح لکھا گیا ہے "الجزء الرابع من کتاب زاد المسیر فی علم التفسیر، تالیف الشیخ الامام العادل القدوة جمال الدین بن علی بن الجوزی قدس الله روحه للخزانة الامیریة الکبیریة السیفیة عمرها الله۔۔۔۔"

اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ نسخہ کتب خانہ امیریہ کبیریہ سیفیہ کے لیے مصنف ہی عہد ہی میں تیار ہوا تھا، نسخہ ہذا پر اگرچہ تاریخ درج نہیں ہے لیکن ۶۵۶ھ/ ۱۲۵۸ء یہ اہم نسخہ جو کسی شاہی کتب خانہ کے لیے اسی دور میں تیار ہوا تھا کسی کی ملکیت میں آ گیا، ملکیت کے سلسلہ میں بھی ایک نوٹ آخر میں دیا گیا ہے۔ کاغذ کتابت اور سیاہی وغیرہ سے بھی اندازہ ہوتا ہے کہ یہ اسی دور کا لکھا ہوا اہم نسخہ ہے۔

ابتداء:...... بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، رب یسر واعن، الخ

اختتام:......من شر الجن والانس ھذا قول الزجاج

ترقیمہ:...... ھذا آخر زاد المسیر - الی - سیدنا محمد النبی وآلہ اجمعین وسلامہ

(۱۲)-مفاتیح الغیب

تفسیر کبیر-ربع ثانی-از سورۃ الاعراف تا سورۃ الحج

فخر الدین ابوعبداللہ محمد بن عمر بن الخطیب الرازی المتوفی ۶۰۶ھ/ ۱۵۳۷ء

- اوراق = ۹۵۷
- سائز = ۲۲x۲۳
- سطور = ۲۱
- کاتب = x
- خط = نسخ
- تاریخ کتابت = قبل از ۹۴۴ھ/ ۱۵۳۷ء

پیش نظر نسخہ اس تفسیر کا ربع ثانی ہے جو سورۃ الاعراف سے شروع ہو کر آخر سورۃ الحج تک ہے۔ سفید کاغذ پر نسخ میں لکھا ہوا صاف نسخہ ہے۔ آخر سے ناقص ہے، درمیان سے بھی کچھ حصہ ناقص ہے۔ کاتب کے نام اور تاریخ کتابت کا اسی وجہ سے پتہ نہیں چلتا۔ اول صفحہ سے کچھ عبارتیں اور کچھ مہریں محو شدہ ہیں جن سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ نسخہ ۹۴۴ھ/ ۱۵۳۷ء سے بہت پہلے کا لکھا ہوا ہے۔ کتاب ہٰذا متعدد بار طبع ہو چکی ہے۔

ابتداء:......سورۃ الاعراف -- المص کتاب انزل، الخ

اختتام:...... بعونہ وحسن توفیقہ سبحانہ

ترقیمہ:...... درج نہیں

(۱۳)-غرائب القرآن ورغائب الفرقان

جلد اوّل

نظام الدین حسن بن محمد بن حسن النیشابوری

✔ اوراق = ۳۷۶ ✔ سائز = ۲۰x۳۳
✔ سطور = ۳۷ ✔ کاتب = x
✔ خط = نسخ ✔ تاریخ کتابت = بارہویں صدی ہجری

امام رازی کی تفسیر کبیر سے اختصار کر کے آپ نے یہ تفسیر تیار کی۔ تاریخ وفات صحت کے ساتھ معلوم نہیں۔ اس تفسیر کی تکمیل غالباً ۷۰۴ھ/ ۱۳۰۵ء میں ہوئی۔ تفسیر کبیر کے ساتھ تفسیر کشاف کو بھی بنیاد بنایا گیا ہے۔

پیش نظر نسخہ اس تفسیر کا ایک نادر الوجود نسخہ ہے۔ کاغذ حنائی مجدول پر نہایت پختہ خط میں لکھا گیا ہے، مجدول طلائی بھی ہے اور لوح کتاب بھی طلائی و مینا کار آسمانی ہے۔ دو جلدوں پر مشتمل ہے یہ اس کی جلد اوّل ہے۔ جلد بھی نہایت پختہ اور سنہری کام کی بنی ہوئی ہے۔ اول میں ایک نوٹ درج ہے کہ یہ نسخہ ۱۲۸۸ھ میں خرید کر نواب محمد علی خاں کے کتب خانہ میں داخل کیا گیا۔ کاتب کا نام اور تاریخ کتابت درج نہیں لیکن نسخہ بڑا نادر ہے۔ دسویں گیارہویں صدی کا لکھا ہوا ضرور ہوگا۔

ابتداء:...... عونک یا کریم الی اللہ الکریم، الخ

اختتام:...... اعرض عن دعوتک او اقبلوا واللہ المستعان

ترقیمہ:...... درج نہیں ہے

(۱۴)-غرائب القرآن ورغائب الفرقان

جلد دوم

نظام الدین حسن بن محمد بن حسن النیشابوری

- اوراق = ۲۹۷
- سائز = ۲۰x۳۳
- سطور = ۳۶
- کاتب = x
- خط = نسخ
- تاریخ کتابت = بارھویں صدی ہجری

اسی تفسیر کی جلد دوم ہے، اسی کاتب اور اسی دور کی لکھی ہوئی ہے۔ جیسی کہ جلد اول ہے بین السطور متن قرآن کا فارسی ترجمہ لکھنے کا اہتمام اس جلد میں بھی کیا گیا ہے۔ آخر میں خاتمہ کے طور پر مرتب کا مختصر بیان بھی ہے جس میں اس تفسیر کی خصوصیات بیان کی گئی ہے اوران کتب کی تفصیل بھی لکھی گئی ہے جس سے اس تفسیر میں استفادہ کیا گیا ہے۔

ابتداء:...... الر، تلک آیات الکتاب الحکیم، الخ

اختتام:...... وسائر الکتب العربیۃ واما الاحکام فمنھا واللہ اعلم

ترقیمہ:...... درج نہیں

(۱۵)-اسئلۃ القرآن واجوبتہا

زین الدین محمد بن ابی بکر بن عبدالقادر الرازی المتوفی ۶۶۸ھ/۱۲۶۹ء

- اوراق = ۱۹۱
- سائز = ۲۰x۱۲
- سطور = ۱۵
- کاتب = x
- خط = نستعلیق
- تاریخ کتابت = گیارھویں صدی ہجری

اس میں قرآن سے متعلق مختلف سوالات اوران کے علمی جوابات ہیں۔ یہ کتاب ہمیشہ بڑی اہم

اور مستند شمار ہوتی رہی ہے اور مرتب کی قابلیت اور ان کے تبحر علمی پر دال ہے۔ بطور سوال و جواب کتاب مرتب ہوئی جو ایک ہزار دو سو سوالات اور ان کے جوابات پر مشتمل ہے۔

پیش نظر نسخہ اسی کتاب کا بہت اچھا نسخہ ہے۔ کاغذ حنائی قدرے کرم خوردہ و چٹ زدہ ہے۔ کاتب نے اپنا نام اور تاریخ کتابت نہیں لکھی۔ اول صفحہ سے متعدد مہریں اور عبارتیں محو شدہ ہیں۔ ۱۱۳۱ھ/ ۱۷۱۷ء میں یہ نسخہ عبدالرحمان حاجی کمال محمد نے خریدا، خریداری کے سلسلہ میں ان کے حکم کا ایک نوٹ دیا گیا ہے۔

ابتداء:...... قال الفقیر الی رحمۃ ربہ، الخ

اختتام:...... والصلوٰۃ والسلام علی نبیہ محمد وآلہ وصحبہ اجمعین

ترقیمہ:...... درج نہیں ہے

(۱۶)-انوارالتنزیل و اسرار التاویل

تفسیر البیضاوی

ابوسعید عبداللہ بن عمر بن محمد القاضی ناصر الدین ابوالخیر البیضاوی الشافعی

المتوفی ۷۱۰ھ/۱۳۱۰ء

✓ اوراق = ۶۶۵ ✓ سائز = ۲۰x۳۰

✓ سطور = ۲۳ ✓ کاتب = x

✓ تاریخ کتابت = دسویں صدی ہجری

اس فن کی مشہور تصانیف میں سے ہے اور نہایت مقبول رہی ہے۔ اللہ نے اس میں بڑی برکت فرمائی ہے۔ ہر دور میں متداول اور داخل درس رہی اور اکثر علماء نے اس کے حواشی اور شروح لکھی ہیں (۴۶)۔ پیش نظر نسخہ اس تفسیر کا ایک بہترین نسخہ ہے۔ نہایت خوشخط، مجدول طلائی و آبی، اوّل سے آخر تک کثیر محشی بھی ہے۔ لوح کتاب مذہب و مینا کر آسمانی، حنائی دبیز کاغذ پر لکھا گیا ہے۔ جلد بھی

نہایت پختہ و مذہب ہے۔ کاتب نے اپنا نام اور تاریخ کتابت نہیں لکھی لیکن نسخہ قدیم اور نادر ہے، دسویں صدی ہجری کا ضرور لکھا ہوا ہے۔

ابتداء:...... الحمد للہ الذی انزل القرآن علی عبدہ، الخ

اختتام:...... تم بعون اللہ وحسن توفیقہ

ترقیمہ:...... درج نہیں

(۱۷)- حاشیہ تفسیر البیضاوی

الشیخ مخدوم محمد ہاشم الگیلانی المتوفی ۱۰۶۱ھ

✓ اوراق = ۴۴۱	✓ سائز = ۲۵x۱۵
✓ سطور = ۲۱	✓ کاتب = x
✓ خط = نستعلیق	✓ تاریخ کتابت = بارہویں صدی ہجری

تفسیر بیضاوی کا دوسرا حاشیہ ہے جس کے حاشیہ نگار محشی مخدوم محمد ہاشم ہیں جو ہندوستان کے مشہور علماء میں سے ہیں۔ اورنگ زیب کے استاد بھی رہے ہیں۔ ۱۰۶۱ھ/ ۱۶۵۰ء میں اورنگ آباد میں انتقال ہوا (۴۷)۔ پیش نظر نسخہ اس حاشیہ کا ایک قدیم نسخہ ہے۔

ابتداء:...... الحمد للہ رب العالمین وصلی اللہ علی خیر خلقہ، الخ

اختتام:...... انتہی حواشی السید الشریف

ترقیمہ:...... درج نہیں

(۱۸)-عنایت القاضی وکفایۃ الراضی علی تفسیر البیضاوی

شہاب الدین احمد بن محمد بن عمر الخفاجی المتوفی ۱۰۶۹ھ/۱۶۵۸ء

✓ اوراق = ۴۳۸	✓ سائز = ۲۰×۳۰
✓ سطور = ۳۳	✓ کاتب = x
✓ خط = نسخ	✓ تاریخ کتابت = گیارہویں صدی ہجری

تفسیر بیضاوی کے حاشیہ محشی کے نام پر خفاجی حاشیہ بیضاوی کے نام سے متعارف ہے۔ پیش نظر نسخہ اس حاشیہ کا ایک قدیم نسخہ ہے لیکن صرف ابتدائی حصہ ہے جو ابتداء سے شروع ہو کر نصف پارۂ دوم تک ہے۔ اس نسخہ میں دوسری اہم خوبی یہ ہے کہ محشی نے متن میں جہاں جہاں ''قیل'' وغیرہ لکھ کر دوسرے حضرات کے اقوال نقل کیے ہیں، حاشیہ پر ان قائلین کے ناموں کی صراحت کر دی گئی ہے، جیسے میر بادشاہ۔ نسخہ بڑا نادر ہے۔ آخر سے ناقص ہونے کی وجہ سے کاتب وغیرہ کا نام معلوم نہیں ہو سکا۔

ابتداء:...... یا مضیض البرکات ومنزل الآیات البیانت، الخ

اختتام:...... وھو وعید لفرق الاول ووعد للثانی واللہ اعلم

ترقیمہ:...... تم تم من کفایۃ الراضی بحمد اللہ وعونہ وحسن توفیقہ

(۱۹)-شرح ابیات تفسیر البیضاوی

نامعلوم

✓ اوراق = ۴۰	✓ سائز = ۱۰×۲۳
✓ سطور = ۱۸	✓ کاتب = x
✓ خط = نستعلیق	✓ تاریخ کتابت = بارہویں صدی ہجری

شارح کا نام معلوم نہیں ہوسکا، تفسیر بیضاوی میں جو اشعار بطور استشہاد لائے گئے ہیں کسی عالم نے ان اشعار کی شرح کی ہے اور ساتھ ہی ساتھ وجہ استشہاد کی بھی وضاحت کی ہے (۴۸)۔ پیش نظر نسخہ اسی شرح کا ایک نسخہ ہے۔ اوّل میں مہر مولوی عبدالحق صاحب ٹونکی (۱۲۵۹ھ) اور مہر ''محمد سیف الدین'' ثبت ہیں۔ اس میں ۱۲۵۹ھ کندہ ہے۔

ابتداء:...... واللہ اسمال سمی مبارکا، الخ

اختتام:...... وکانت قتولا للرجال کذا لکا

ترقیمہ:...... تمت شرح ابیات البیضاوی، رحیم اللہ

(۲۰)-التبیان فی تفسیر القرآن

ازسورۃ الفاتحہ تا سورۃ الحج

خضر بن عبدالرحمٰن الازدی المتوفی ۷۷۳ھ/۱۳۷۱ء

✔ اوراق = ۳۶۰ ✔ سائز = ۲۳x۳۲

✔ سطور = ۲۱ ✔ کاتب = x

✔ خط = نسخ ✔ تاریخ کتابت = گیارہویں صدی ہجری

قرآن مجید کی مختصر تفسیر ہے۔ پیش نظر نسخہ خوشخط لکھا ہوا اچھا نسخہ ہے۔ کاغذ حنائی و سفید باریک مجدول شنجرفی و سیاہی۔ اسی وجہ سے کاتب و تاریخ کتابت کا پتہ نہیں چلا۔ قریب ہی زمانہ کا لکھا ہوا نسخہ ہے۔ ابتداء میں بھی کوئی مقدمہ وغیرہ نہیں ہے۔

ابتداء:...... بسم اللہ ای متبرکا متلبیا، الخ

اختتام:...... فذالک قول اللہ اولئک ھم الوارثون، ھم فیھا خالدون

ترقیمہ:...... درج نہیں

(۲۱)-مدارک التنزیل وحدائق التاویل

حافظ الدین ابوالبرکات عبداللہ بن احمد بن محمود النسفی الحنفی

المتوفی ۷۱۰ھ ۱۳۱۰ء

✔ اوراق = ۲۸۳	✔ سائز = ۱۷x۲۸
✔ سطور = ۲۳	✔ کاتب = x
✔ خط = دلوی	✔ تاریخ کتابت = نویں صدی ہجری

مشہور تفسیر ہے اور ہر دور میں درس میں داخل رہی ہے۔ تفسیر کی ترتیب میں تفسیر کشاف کو بنیاد بنایا گیا ہے۔ اس کے مرتب حافظ الدین النسفی اپنے فن کے امامِ کامل تھے۔ صاحب تصانیف کثیرہ ہیں (۴۹)۔ پیش نظر نسخہ اس تفسیر کا قدیم نسخہ ہے جو شاہی کتب خانوں میں بھی رہا ہے۔ کاغذ سفید، دبیز قدیم قدرے چٹ زدہ و آب رسیدہ، خط خطِ نسخ دلوی۔ یہ جلد ابتدائی دس پاروں پر مشتمل ہے۔ کاتب نے اپنا نام اور تاریخ کتابت نہیں لکھی۔

ابتداء:...... الحمد للہ المنزہ بذاتہ عن اشارۃ الاوھام

اختتام:...... فھم لا یعلمون یحتذرون

ترقیمہ:...... ناقص ہونے کی وجہ سے درج نہیں

(۲۲)-عیون التفاسیر

(نصف اوّل-از ابتداء تا سورہ بنی اسرائیل)

الشیخ شہاب الدین احمد بن محمود السیوطی المتوفی ۸۰۲ھ ۱۴۰۰ء

✔ اوراق = ۲۷۹	✔ سائز = ۱۸x۲۶

✔ سطور = ۲۵
✔ کاتب = قاضی داؤد بن مؤمن
✔ خط = نسخ
✔ تاریخ کتابت = ۹ رذی الحجہ ۸۷۰ھ/ ۱۴۶۵ء

قرآن مجید کی مفصل تفسیر ہے اور دو جلدوں میں ہے۔ پہلی جلد زیادہ قدیم ہے۔ مرتب کے قریب زمانہ کا نسخہ ہے جیسا کہ ترقیمہ سے ظاہر ہے۔ اس کے مرتب عرب ممالک کی طرف کے رہنے والے ہیں اور یہ نسخہ بھی اسی علاقہ کا لکھا ہوا ہے اور مصنف سے بہت قریب زمانہ کا ہے(۵۰)۔ یہ نسخہ تفسیر ہذا کی جلد اوّل ہے۔ کاغذ حنائی، سفید، دبیز، غیر مجدول، اوّل سے آخر تک قدرے محشی، ملکیت کی کچھ تحریریں بھی درج نہیں۔ یہ جلد چونکہ ۸۷۰ھ/ ۱۴۶۵ء کی لکھی ہوئی ہے اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ مصنف کے کچھ بعد کا لکھا ہوا نسخہ ہے۔

ابتداء:...... الحمدللہ الذی انزل القرآن، الخ

اختتام:...... ولرسولہ افضل السلام

ترقیمہ:...... قد وقع الفراغ من تحریرہ یوم العرفۃ ۸۷۰ھ

(۲۳)-عیون التفاسیر

(نصف آخر-از سورۃ الکہف تا آخر)

الشیخ شہاب الدین احمد بن محمود السیوطی المتوفی ۸۰۲ھ/ ۱۴۰۰ء

✔ اوراق = ۳۰۶
✔ سائز = ۱۸x۲۶
✔ سطور = ۲۹
✔ کاتب = خصر بن موسیٰ ایدینی
✔ خط = نسخ
✔ تاریخ کتابت = ذیقعدہ ۹۰۶ھ/ ۱۵۰۰ء

اس تفسیر کی دوسری جلد ہے، نصف آخر پر مشتمل ہے۔ پہلی جلد کے مقابلہ میں یہ جلد بعد کے دور کی لکھی ہوئی ہے۔ یہ جلد جو دوسرے کاتب کے قلم سے ہے، جو سورۃ الکہف سے آخر قرآن تک ہے۔ کاغذ حنائی، سفید، دبیز غیر مجدول، خط نسخ ہے۔ یہ جلد بھی اول سے آخر تک قدرے محشی ہے۔ اس جلد پر بھی جلد اوّل کی طرح عرب ممالک کی طرف کے کچھ نوٹ ملکیت وغیرہ کے دیئے ہوئے ہیں۔

ابتداء:...... سورة الکھف مکیۃ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اختتام:...... والملائکۃ والناس اجمعین

ترقیمہ:...... قد وقع الفراغ من الجلد آخر من شہر ذیقعدہ ۹۰۶ھ/ ۱۵۰۰ء

(۲۴)-تبصیر الرحمٰن وتیسیر المنان

لبعض ما یشیر الی اعجاز القرآن

(تفسیر رحمانی یا تفسیر مہائمی- جلد اوّل)

فقیہ ابوالحسن علی بن احمد بن ابراہیم بن اسمٰعیل، مشہور بہ مخدوم مہائمی

المتوفی ۸۳۵ھ/۱۴۳۲ء

✓ اوراق = ۳۳۳	✓ سائز = ۱۷x۳۰
✓ سطور = ۱۹	✓ کاتب = x
✓ خط = نسخ	✓ تاریخ کتابت = بارہویں صدی ہجری

تفسیر ہذا فصیح عربی زبان میں ہے۔ مصر سے طبع ہوچکی ہے۔ اس کے مرتب ملا علی مہائمی اپنے دور کے بڑے عالم اور ہندوستان کے مشہور فضلاء اور عارفین میں سے تھے۔ ان کی متند وتصانیف ہیں جو بڑی معتبر شمار ہوتی ہیں۔ عوارف المعارف اور فصوص الحکم کی شرح بھی لکھی ہے(۵۱)

پیش نظر نسخہ اس تفسیر کا ایک قدیم نسخہ ہے جس کی یہ جلد اول ہے۔ اس کے مقابلہ میں اس کی دوسری جلد زیادہ قدیم ہے۔ یہ جلد گیارہویں بارہویں صدی کی لکھی ہوئی ہے۔ اس کا ورق اوّل بھی ناقص ہے، آخر سے بھی ناقص ہونے کی وجہ سے کاتب اور تاریخ کتابت کی تفصیل معلوم نہیں ہوتی۔ خوشخط بطرز نسخ، متن قرآن شنجرفی ہے اور تفسیر سیاہ، ابتداء میں نواب محمد علی خاں صاحب کے داروغہ کتب خانہ کا ایک نوٹ دیا ہوا ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ نسخہ مولانا حیدر علی صاحب مرحوم کے کتب خانے

سے خرید ا گیا ہے۔ ابتداء میں مولوی محمود حسن خانصاحب ٹونکی کے قلم سے کتاب کا نام اور مصنف کا نام لکھا ہوا ہے۔

ابتداء:...... سموم السعیہ المھلکات، الخ

اختتام:...... ما قد منا فی النعم

ترقیمہ:...... ناقص ہونے کی وجہ سے ترقیمہ درج نہیں

(۲۵)-تبصیر الرحمٰن وتیسیر المنان لبعض مایشیر الی اعجاز القرآن

(تفسیر رحمانی یا تفسیر مہائمی - جلد دوم)

فقیہ ابوالحسن علی بن احمد بن ابراہیم بن اسمٰعیل، مشہور بہ مخدوم مہائمی

- اوراق = ۴۴۳
- سائز = ۱۴x۲۴
- سطور = ۲۱
- کاتب = x
- خط = نسخ
- تاریخ کتابت = دسویں صدی ہجری

اس تفسیر کی دوسری جلد ہے جو سورۂ مریم سے شروع ہوکر آخر تک ہے۔ یہ نسخہ جلد اوّل کے مقابلہ میں قدیم ہے۔ کاغذ اور کتابت سے اندازہ ہوتا ہے کہ دسویں صدی ہجری کا لکھا ہوا ہے۔

ابتداء:...... سورۃ مریم سمیت بھالان قصتھا، الخ

اختتام:...... والصلوٰۃ والسلام علی خیر خلقہ سید انبیائے واصفیائہ

ترقیمہ:...... درج نہیں

(۲۶)۔ تفسیر الجلالین (مطلی)

جلال الدین ابوعبداللہ محمد بن احمد بن محمد المحلی الشافعی المتوفی ۸۶۴ھ/۱۴۵۹ء

وجلال الدین ابوالفضل عبدالرحمٰن بن ابی بکر السیوطی المتوفی ۹۱۱ھ/۱۸۴۲ء

✔ اوراق = ۴۹۳ ✔ سائز = ۲۷x۱۸

✔ سطور = ۱۸ ✔ کاتب = حافظ غلام نبی خاں

✔ خط = نسخ ✔ تاریخ کتابت = ۱۲۵۹ھ/۱۸۴۳ء

مشہور مختصر تفاسیر میں سے ہے اور دو عالموں کی کوشش ومحنت کا نتیجہ ہے۔ ہر دور میں خوب مروج و داخل نصاب رہی ہے۔ نصف اوّل کے مرتب علامہ محلی ہیں اور نصف آخر اور سورۂ فاتحہ کے مرتب علامہ السیوطی ہیں (۵۲)۔ پیش نظر نسخہ حنائی کاغذ، مجدول طلائی وآبی پر خوشخط بخط نسخ لکھا ہوا ہے۔ لوح کتاب پر بھی کچھ مینا کاری ہو رہی ہے۔ حاشیہ پر رکوع و نصف وربع وغیرہ کے دائرے طلائی بنائے گئے ہیں۔ ابتداء میں قدرے محشی بھی ہے۔ اوّل میں ایک نوٹ نواب محمد علی خاں ٹونکی کے کتب خانہ کی جانب سے دیا ہوا ہے ''جلالین آوردہ صاحبزادہ نورالدین خاں ابن صاحبزادہ عبداللہ خاں صاحب مرحوم''

ابتداء:...... قال الشیخ الامام، الخ

اختتام:...... وحسبنا اللہ ونعم الوکیل

ترقیمہ:...... فرغت من تالیفہ یوم الاحد ۱۰ر شوال ۸۷۰ھ

(۲۷)۔ تفسیر الجلالین (مطلی)

جلال الدین ابوعبداللہ محمد بن احمد بن محمد المحلی الشافعی المتوفی ۸۶۴ھ/۱۴۵۹ء

وجلال الدین ابوالفضل عبدالرحمٰن بن ابی بکر السیوطی المتوفی ۹۱۱ھ/۱۸۴۲ء

✓ اوراق = ۳۵۳ ✓ سائز = ۲۰x۱۸

✓ سطور = ۲۱ ✓ کاتب = x

✓ خط = نسخ ✓ تاریخ کتابت = قبل از ۸۹۸ھ/۱۴۹۲ء

پیش نظر نسخہ بھی تفسیر جلالین کا ایک قدیم اور کئی اعتبار سے کافی اہم نسخہ ہے۔ کاغذ سفید دبیز مجدول شنجرفی و آبی خط نسخ شکستہ۔ اس نسخہ پر اگرچہ کاتب نے اپنا نام اور تاریخ کتابت نہیں لکھی لیکن اوّل سے آخر تک جو حواشی چڑھے ہوئے ہیں ان میں اکثر حاشیوں پر محشی کی حیثیت سے ''جامی'' لکھا ہوا ہے اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ شاید یہ نسخہ جلال الدین السیوطی کی حیات میں لکھا گیا اور مولانا عبدالرحمٰن جامی کے قلم سے حواشی چڑھے ہوئے ہیں۔ ورقِ اوّل پر نوٹ ہے ''ملک الشیخ الملا عبدالرحمن بن احمد الجامی الاکردی ثم المدنی عفی عنہ'' اس کے بعد نوٹ ہے۔ اس کے بعد نوٹ ہے ''مالک ھذا الکتاب مولانا عبدالحق صاحب مرحوم طاب اللہ سراہ وجعل الجنۃ مثواہ آمین'' اس نوٹ سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ نسخہ سفر حرمین میں مولوی عبدالحق صاحب ٹونکی نے خریدا اور اس طرح ان کے کتب خانہ میں داخل ہو کر یہاں اس ذخیرے میں شامل ہوا۔

ابتداء:...... الحمد للہ حمداً موافیاً لنعمہ، الخ

اختتام:...... افادت ان المھتدین لیسوا یھوداً ولا نصاریٰ واللہ تعالیٰ اعلم

ترقیمہ:...... ترقیمہ تو درج نہیں البتہ آخر میں کچھ دعائیہ سطریں دوسرے خط میں لکھی ہوئی ہیں

(۲۸)- الجمالین للجلالین

نورالدین علی بن سلطان محمد القاری الہروی المتوفی سنہ ۱۰۱۴ھ/۱۶۰۶ء

✓ اوراق = ۲۸۰ ✓ سائز = ۲۳x۳۳

✓ سطور = ۲۱ ✓ کاتب = حافظ عزیز الرحمٰن خان ٹونکی

✓ خط = نسخ ✓ تاریخ کتابت = ۱۱ ربیع الاوّل ۱۲۹۶ھ/ ۱۸۷۸ء

تفسیر جلالین کا مشہور حاشیہ کا ایک خوشخط نسخہ ہے۔ سفید دبیز غیر مجدول کاغذ پر لکھا ہوا اچھا نسخہ ہے۔ کاتب نے اگرچہ تاریخ کتابت نہیں لکھی لیکن نصف اوّل کے آخر میں صفحہ نمبر ۲۸۰ پر تاریخ

کتابت ۱۱ ربیع الاوّل ۱۲۹۶ھ/ ۱۸۷۸ء لکھی ہے۔ نسخہ ہٰذا ٹونک ہی کا لکھا ہوا ہے اور اس کے کاتب ٹونک کے مشہور خوشنویس مولوی عزیز الرحمٰن صاحب ہیں۔ کتاب طبع ہو چکی ہے۔

ابتداء:...... الحمد للہ ذی الجلال والجمال والکمال

اختتام:...... ویجوز قصرہ ومنہ قول الشاطبی

ترقیمہ:...... قد وقع الفراغ من تسویدہ یوم الجمعۃ من اواخر ذی الحجہ ۱۲۰۰ھ

(۲۹)- الکمالین للجلالین

سلام اللہ بن شیخ الاسلام بن فخر الدین الدہلوی الرامپوری

المتوفی ۱۲۲۹ھ/ ۱۸۱۳ء

✓ اوراق = ۶۳۹	✓ سائز = ۱۷x۳۰
✓ سطور = ۱۹	✓ کاتب = حافظ فخر اللہ قادری
✓ خط = نسخ	✓ تاریخ کتابت = ۱۲۴۵ھ/ ۱۸۲۹ء

تفسیر جلالین کا دوسرا حاشیہ ہے جس کے مرتب دوسرے ہندوستانی عالم الشیخ سلام اللہ رامپوری ہیں۔ شیخ الاسلام صاحب مولوی عبدالحق صاحب محدث دہلوی کی اولاد میں سے ہیں۔ نواب فیض اللہ خاں کے دور میں رامپور چلے گئے۔ تذکرہ کاملان رامپور میں ان کے مفصل حالات درج ہیں۔ متعدد تصانیف بھی ہیں۔ جمادی الاخریٰ ۱۲۲۹ھ/ ۱۸۱۳ء یا ۱۲۳۳ھ/ ۱۸۱۷ء میں انتقال ہوا (۵۳)

کاغذ سفید دبیز مجدول شنجرفی و آبی، خوشخط بخط نسخ ۱۲۴۵ھ/ ۱۸۲۹ء میں یہ نسخہ مولانا خلیل الرحمٰن صاحب ٹونکی کے لیے ٹونک میں لکھا گیا۔ ورق اوّل پر ایک مہر حکیم عبدالعلی صاحب پسر مولانا خلیل الرحمٰن صاحب کی بھی ثبت ہے جس میں ۱۲۶۰ھ/ ۱۸۴۴ء کندہ ہے۔ یہ نسخہ مولانا عبدالحق صاحب ٹونکی کے کتب خانہ کے ساتھ اس ذخیرہ میں داخل ہوا۔

ابتداء:...... سبحان ذی الجلال والکبریاء، الخ

اختتام:...... وتجنبت منھم بالطریق المؤدی الی ذالک

ترقیمہ:...... تمام شد نسخہ کمالین حاشیہ جلالین بتوفیق ایزدی

(۳۰)-الدر المنثور فی التفسیر بالماثور

(جلد اوّل-از سورۃ الفاتحہ تا سورۃ النساء)

جلال الدین عبدالرحمٰن بن ابی بکر السیوطی المتوفی ۹۱۱ھ/۱۵۰۵ء

✔ اوراق = ۶۷۶ ✔ سائز = ۱۶x۲۸

✔ سطور = ۲۵ ✔ کاتب = x

✔ خط = نسخ ✔ تاریخ کتابت = گیارہویں صدی ہجری

علامہ السیوطی کی مشہور تصنیف اور اس فن میں نہایت معتبر اور جامع تفسیر ہے۔ اس میں احادیث سے آیات کی تشریح کی گئی ہے۔ جلد ہٰذا اس تفسیر کی ربع اوّل پر مشتمل ہے۔ کاغذ حنائی سفید غیر مجدول قدرے کرم خوردہ خوشخط بخط نسخ۔ کاتب نے اپنا نام اور تاریخ کتابت نہیں لکھی لیکن گیارہویں بارہویں صدی کا ضرور لکھا ہوا ہے۔ یہ نسخہ دراصل مختار الدولہ محمود خاں ٹونکی کے کتب خانہ کا تھا۔ اوّل میں ان کی دو مہریں بھی ثبت ہیں۔ ۱۲۸۱ھ میں یہ نسخہ نواب ٹونک محمد علی خاں صاحب کے کتب خانہ میں داخل ہوگیا۔ اس پر موصوف کی مہر ''نگہبانِ دین محمد علی'' ثبت ہے۔

ابتداء:...... الحمد للہ الذی احیا بمن شاء

اختتام:...... بعد من استغنانا فی المواریث، تم

ترقیمہ:...... درج نہیں ہے

(۳۱)-الدر المنثور فی التفسیر بالماثور

(جلد دوم-از سورۃ المائدہ تا سورۃ النحل)

جلال الدین عبدالرحمٰن بن ابی بکر السیوطی المتوفی ۹۱۱ھ/۱۵۰۵ء

- اوراق = ۵۴۵
- سائز = ۲۸x۱۶
- سطور = ۲۵
- کاتب = x
- خط = نسخ
- تاریخ کتابت = گیارہویں صدی ہجری

اس تفسیر کی دوسری جلد ہے۔ کاغذ حنائی کرم خوردہ مرمت شدہ۔ کاتب نے اپنا نام اور تاریخ کتابت نہیں لکھی۔ اس جلد میں بھی اوّل صفحہ پر حافظ محمود خاں کی مہر ثبت ہے اور ۱۲۶۲ھ/۱۸۴۵ء کی خریداری کا نوٹ ہے۔ اسی طرح نواب محمد علی خاں ٹونکی صاحب کے دستخط اور ان کے کتب خانہ میں داخلہ کا نوٹ ۱۲۸۱ھ/۱۸۶۴ء کا دیا ہوا ہے۔ اور ان کی مذکورہ مہر بھی ثبت ہے۔

ابتداء:...... بسم اللہ -- سورۃ المائدہ

اختتام:...... ادع الی سبیل ربک الی آخر السورۃ

ترقیمہ:...... درج نہیں

(۳۲)-الدر المنثور فی التفسیر بالماثور

(جلد سوم-از سورۃ بنی اسرائیل تا سورۃ الصافات)

جلال الدین عبدالرحمٰن بن ابی بکر السیوطی المتوفی ۹۱۱ھ/۱۵۰۵ء

- اوراق = ۵۲۶
- سائز = ۲۹x۱۷
- سطور = ۲۵
- کاتب = x

✔ تاریخ کتابت = گیارہویں صدی ہجری　　✔ خط = نسخ

اس تفسیر کی تیسری جلد ہے۔ اس جلد پر بھی حافظ محمود خاں ٹونکی اور نواب محمد علی خاں صاحب کے مذکورہ نوٹ درج نہیں اور ان کی مہریں بھی ثبت ہیں۔

ابتداء:...... سورۃ بنی اسرائیل، الخ

اختتام:...... وسلام علی المرسلین والحمد للہ رب العالمین

ترقیمہ:...... درج نہیں

(۳۳)- الدر المنثور فی التفسیر بالماثور

(جلد چہارم- از سورۃ صاد تا آخر)

جلال الدین عبدالرحمٰن بن ابی بکر السیوطی المتوفی ۹۱۱ھ/ ۱۵۰۵ء

✔ سائز = ۲۹x۱۷　　✔ اوراق = ۵۱۸

✔ کاتب = x　　✔ سطور = ۲۵

✔ تاریخ کتابت = گیارہویں صدی ہجری　　✔ خط = نسخ

تفسیر درمنثور کی آخری جلد ہے۔ چاروں جلدیں ایک ہی کاتب کی لکھی ہوئی ہیں۔ کاتب نے اپنا نام اور تاریخ کتابت کسی جلد پر بھی نہیں لکھی۔ سابق جلدوں کی طرح اس جلد پر بھی حافظ محمود خاں ٹونکی اور نواب محمد علی خاں صاحب کے مذکورہ نوٹ اور مہریں ثبت ہیں۔

ابتداء:...... بسم اللہ -- سورۃ ص، الخ

اختتام:...... من روایۃ الواقدی انتھی

ترقیمہ:...... فرغت من تبیضہ یوم عید الفطر ۸۹۸ھ وللہ الحمد

(۳۴)-سواطع الالہام

ابوالفیض فیضی بن الشیخ مبارک الناگوری الہندی المتوفی ۱۰۰۴ھ/ ۱۵۹۵ء

مصنفہ ۱۰۰۲ھ/ ۱۵۹۳ء

✓ اوراق = ۶۳۴	✓ سائز = ۲۶x۱۶
✓ سطور = ۲۱	✓ کاتب = x
✓ خط = نسخ	✓ تاریخ کتابت = گیارہویں صدی ہجری

فیضی جو اکبر کے نورتنوں میں شمار ہوتے ہیں ان کی معرکۃ الآراء تصنیف ہے۔ خصوصیت یہ ہے کہ پوری تفسیر میں کوئی نقطہ والاحرف استعمال نہیں کیا ہے۔ پوری تفسیر بے نقط ہے۔ اوّل میں ایک طویل مقدمہ شامل ہے۔ یہ کتاب مرتب کی عربی اور قادر الکلامی پر روشن دلیل ہے، صرف، دو سال کی مدت میں ۱۰۰۲ھ/ ۱۵۹۳ء میں اس تفسیر کی تکمیل ہوئی۔ اس دور کے علماء و فضلاء نے س پر تقریظیں بھی لکھی ہیں۔

پیش نظر نسخہ اس تفسیر کا نہایت نادر اور اہم نسخہ ہے۔ کاغذ حنائی مجدول شنجرفی و آبی، لوح کتاب مطلی و مینا کار، ابتدائی دو صفحات کا حاشیہ گلدار، نہایت خوشخط۔ کاتب نے اپنا نام اور تاریخ کتابت نہیں لکھی لیکن مغل دور کا لکھا ہوا قدیم نسخہ ہے۔

ابتداء:...... لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ، اللہ لا الہ الا ھو، لا اعلمہ ماھو و ما ادرکہ کما ھو، الخ

اختتام:...... ولک الحمد دھورا حمدا صاعدا کاملا مکملا

ترقیمہ:...... قد تم ھذا الکتاب

(۳۵)-سواطع الالہام

ابوالفیض فیضی بن الشیخ مبارک الناگوری الہندی المتوفی ۱۰۰۴ھ/ ۱۵۹۵ء

مصنفہ ۱۰۰۲ھ/۱۵۹۳ء

- اوراق = ۵۲۵
- سائز = ۲۱x۳۱
- سطور = ۱۹
- کاتب = محمد تقی بن شاہ محمد والی
- خط = نسخ
- حالت = قدرے کرم خوردہ
- تاریخ کتابت = ۱۶رشوال ۱۲۳۵ھ/۱۸۱۹ء، روز پنج شنبہ

مذکورہ تفسیر کا دوسرا نسخہ ہے۔ کاغذ سفید، خفیف کرم خوردہ، مجدول، شنجرفی و آبی پر لکھا گیا ہے۔ کاتب نے یہ نسخہ خواجہ فرید الدین احمد خان بہادر (نانا سر سید احمد خان) کے حکم سے لکھا ہے، نسخہ بہت اچھا ہے۔ کاغذ حنائی، مجدول، شنجرفی، کافی کرم خوردہ نسخہ مکمل ہے۔ اوّل میں نواب محمد علی خاں صاحب کے کتب خانہ کا نوٹ ہے ''خرید معرفت سید علی اکبر صاحب''

ابتداء:...... مطابق سابق

اختتام:...... مطابق سابق

ترقیمہ:...... قد وقعت الفراغ من تسویدہ ۶ رشوال ۱۲۳۵ھ یوم الخمیس

(۳۶)- التفسیر الآصفہ (جلد دوم)

ملا محسن کاشانی

- اوراق = ۲۵۹
- سائز = ۱۶x۲۴
- سطور = ۱۷
- کاتب = امیر مرزا
- خط = نسخ مع ثلث
- تاریخ کتابت = ۱۰۹۲ھ/۱۶۸۱ء

یہ تفسیر آصفی کی جلد دوم ہے جو سورۃ الکہف سے شروع ہو کر آخر قرآن تک ہے۔ پیش نظر نسخہ سفید غیر مجدول دبیز کاغذ پر لکھا گیا ہے۔ قدرے کرم خوردہ ہے۔ اوّل و آخر میں مہر مظفر حسین خان بن مسیح الدولہ کی مہر ثبت ہے جس میں ''بر اعدائے دین شد مظفر حسین'' کندہ ہے۔

ابتداء:...... الحمد للہ الذی انزل علی عبدہ الکتاب

اختتام:...... وقد سبق تفسیر شیاطین الانس فی سورۃ الانعام

ترقیمہ:...... تما لکتاب الآصفی بستعین

(۳۷)۔المختصر من تفسیر الطبری

ابو یحییٰ محمد بن صمادح

✔ اوراق = ۱۰۸	✔ سائز = ۲۰×۲۸
✔ سطور = ۳۳	✔ کاتب = x
✔ خط = نسخ	✔ تاریخ کتابت = ۱۰۷۳ھ/۱۶۶۳ء

چونکہ تاریخ طبری کافی ضخیم کتاب ہے اس لیے مرتب نے اس کے مضامین کا اختصار کر کے یہ کتاب ترتیب دی۔ تفسیر طبری حافظ ابوجعفر محمد بن جریر الطبری المتوفی ۳۱۰ھ/۹۲۲ء کی تفسیر ہے جو اجل التفاسیر میں شمار ہوتی ہے اور نہایت ضخیم تفسیر ہے (۵۴)۔ پیش نظر نسخہ ا کتاب کا اچھا نسخہ ہے۔ کاغذ سفید غیر مجدول۔ کاتب نے آخر میں ایک گوشہ پر اپنا نام بھی لکھا تھا لیکن وہ محو کر دیا گیا اس لیے پڑھنے میں نہیں آتا۔ یہ نسخہ یحییٰ بن حسین بن امیر المؤمنین قاسم بن محمد کے لیے لکھا گیا۔ ورقِ اوّل پر عرب ممالک کی جانب کے متعدد نوٹ ملکیت کے درج ہیں جو ۱۱۵۰ھ/۱۷۳۷ء یا اس سے کچھ پہلے یا بعد کے ہیں۔

ابتداء:...... الحمد للہ رب العالمین لا الٰہ الا اللہ وحدہ

اختتام:...... فجعل الجن رجالا فلذا الک جعل منھم ناسا من الجنۃ والناس

ترقیمہ:...... تم الکتاب فضل اللہ تعالیٰ

(۳۸)-زبدۃ التفاسیر

معین الدین بن سراج الدین خاوند محمود کشمیری المتوفی ۱۰۸۵ھ/۱۶۷۴ء

مصنفہ ۱۰۶۲ھ/۱۶۵۲ء

✓ اوراق = ۵۰۹ ✓ سائز = ۳۱x۲۲

✓ سطور = ۱۷ ✓ کاتب = مولوی عبدالکریم صاحب ٹونکی

✓ خط = نسخ ✓ تاریخ کتابت = ۲۵رشوال ۱۲۹۴ھ/۱۸۷۷ء

کتاب ہٰذا درمیانی قسم کی جامع تفسیر ہے۔ مقدمہ میں مرتب نے بیان کیا ہے کہ اس ملک میں رہتے ہوئے اور یہاں کی بدعتوں اور گمراہیوں کو دیکھتے ہوئے مجھے بیس سال ہوگئے تھے اور وہ ترک سکونت پر مجبور ہورہے تھے کہ اورنگ زیب عالمگیر تخت شاہی پر بیٹھا اور حالات ایکدم تبدیل ہوگئے۔ اسی کے لشکر میں آپ نے یہ تفسیر تیار کی۔ ''شاہ اورنگ زیب عادلے عالمگیر'' جو بادشاہ کے جلوس کا سن ہے وہی اس تفسیر کا سن تصنیف بھی ہے ''زبدۃ التفاسیر من جھد المعین'' اس کا پورا نام ہے۔ ''ق'' قرآن کے لیے اور ''ت'' تفسیر کے رمز مقرر کیا ہے۔

مرتب معین الدین کشمیری مشائخ نقشبندیہ میں سے ہیں، کشمیر میں پیدا ہوئے، اپنے والد اور مولانا عبدالحق صاحب محدث دہلوی سے علوم حاصل کیے، صاحب تصانیف ہیں۔ محرم ۱۰۸۵ھ/۱۶۷۴ء میں کشمیر میں انتقال ہوا (۵۵)۔ پیش نظر نسخہ حنائی مجدول کاغذ پر خوشخط لکھا ہوا ہے، قدرے کرم خوردہ ہے۔ کاتب ٹونک کے مشہور خوشنویس عالم مولوی عبدالکریم صاحب ہیں۔ نواب محمد علی صاحب کے صاحبزادہ محمد اسحٰق خاں کے لیے یہ نسخہ لکھا گیا۔

ابتداء:......احمد اللہ الذی انزل کتابہ

اختتام:......ثم اوردت عدۃ حدیث فی تفصیل من قر□ القرآن

ترقیمہ:......وقد وقع الفراغ --الی-- الاکثار والاقلال

(۳۹)-بحرالمعانی

✔ اوراق = ۶۷۸ ✔ سائز = ۲۷x۱۶

✔ سطور = ۲۵ ✔ کاتب = x

✔ خط = نسخ عربی ✔ تاریخ کتابت = گیارہویں صدی ہجری

اس کتاب کے مصنف کے سلسلے میں مولوی محمود حسن خان صاحب مرحوم (صاحب معجم المصنفین) نے ایک نوٹ پیش نظر نسخہ پر اس طرح لکھا ہے ''اس کا مصنف کوئی ہندوستانی عالم ہیں، کتاب کامل ہے'' تذکرہ علمائے ہند میں مولوی رحمان علی صاحب نے سید محمد مکی الدہلوی بن سید جعفر المکی المتوفی ۸۹۱ھ/۱۴۸۶ء بزمانہ سلطان بہلول لودھی کی تصانیف میں بھی بحرالمعانی کے نام سے ایک کتاب کا ذکر کیا ہے لیکن مزید تفصیل نہیں لکھی (۵۶)، ممکن ہے یہی کتاب ہو۔ پیش نظر نسخہ اس کتاب کا بہت اچھا نسخہ ہے، کاغذ حنائی مجدول، حالت ٹھیک ہے۔

ابتداء:...... الحمد للہ حمدا الشاکرین

اختتام:...... والحمد للہ رب العالمین

ترقیمہ:...... درج نہیں

(۴۰)-انوار الفرقان وازہار القرآن

ربع اوّل-مصنفہ ۱۱۱۰ھ/۱۶۹۸ء

ملا غلام نقشبند لکھنوی بن الشیخ عطاء اللہ بن حبیب اللہ

✔ اوراق = ۴۶۳ ✔ سائز = ۲۹x۱۵

✔ سطور = ۲۵ ✔ کاتب = محبوب علی

✔ خط = نستعلیق ✔ تاریخ کتابت = بارہویں صدی ہجری

مرتب کتاب یگانۂ روزگار اور جامع شریعت وطریقت تھے۔ میر محمد شفیع دہلوی کے شاگرد ہیں۔

الشیخ پیر محمد لکھنوی کے ہاتھ سے رسم دستار بندی کی تکمیل ہوئی۔ ۱۱۲۶ھ/ ۱۷۱۴ء میں انتقال ہوا۔ ۱۰۵۱ھ/ ۱۶۴۱ء میں پیدا ہوئے تھے۔ ربع قرآن کی تفسیر لکھ سکے، صاحب تصانیف ہیں۔(۵۷)۔ پیش نظر نسخہ اسی تفسیر کا ربع اوّل ہے جس کے کاتب محبوب علی ہیں جو نواب محمد علی خان صاحب کے کاتب تھے۔ نقل سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ نسخہ ایسے نسخہ سے نقل کیا ہے جو مصنف کی حیات اور ان کی زندگی کا لکھا ہوا تھا۔

ابتداء:...... الحمد للہ الذی جعل القرآن نور اللھدی

اختتام:...... صارفی الدنیا خلیفۃ وعند اللہ ملکا

ترقیمہ:...... تم الربع الاول من تفسیر انوار الفرقان وازہار القرآن

(۴۱)۔ تفسیر القرآن

شاہ اہل اللہ صاحب المتوفی ۱۱۸۷ھ/ ۱۷۷۳ء

- اوراق = ۱۲۶
- سائز = ۱۶x۲۴
- سطور = ۱۷
- کاتب = x
- تاریخ کتابت = تیرہویں صدی ہجری

مرتب کتاب شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی کے بھائی تھے۔ مختصر تفسیر ہے جو آپ نے اہم ضروریات کو سامنے رکھتے ہوئے ترتیب دی۔ شاہ ولی اللہ صاحب سے علوم حاصل کیے۔ ۱۱۸۷ھ/ ۱۷۷۳ء میں انتقال ہوا۔ یہ نسخہ کچھ سرخی مائل سفید کاغذ پر لکھا گیا ہے اور مجدول ہے۔ کاتب نے اپنا نام اور تاریخ کتابت نہیں لکھی، نسخہ مکمل ہے۔

ابتداء:...... اللہ اصلہ، الہ للمعبود وعلم لذاتہ تعالیٰ

اختتام:...... اذا ذکر اللہ والمستتر فی الجوف

ترقیمہ:...... سبحان ربک -- الی -- والسلام علی من اتبع الھدی، تمت

(۴۲)-التفسیر المظہری

قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی المتوفی ۱۲۲۵ھ/۱۸۱۰ء

- اوراق = ۸۹۳
- سائز = ۲۱x۲۸
- سطور = ۲۱
- کاتب = x
- خط = نسخ
- تاریخ کتابت = x

ہندوستان کی مشہور تصانیف میں سے ہے اور بہت مفصل تفسیر ہے، مرتب نے اس میں فقہ و تصوف اور نحو وغیرہ کے مسائل سے زیادہ بحث کی ہے۔ اس کے مرتب قاضی ثناء اللہ صاحب شیخ جلال الدین کبیر الاولیاء کی اولاد میں سے ہیں۔ مرزا مظہر جان جاناں سے شرف حاصل ہے۔ شاہ عبدالعزیز صاحب آپ کو بیہقی وقت کے لقب سے یاد فرمایا کرتے تھے۔ صاحب تصانیف کثیرہ ہیں ''مالا بد منہ'' بھی آپ ہی کی تصنیف ہے۔ یکم رجب ۱۲۵ھ/۱۸۱۰ء کو انتقال ہوا (۵۸)۔ پیش نظر نسخہ اس کی جلد اول ہے۔ یہ جلد ابتداء سے سورۂ یونس تک ہے۔ کاتب نے اپنا نام اور تاریخ کتابت نہیں لکھی۔

ابتداء:...... فاتحہ الکتاب وام القرآن

اختتام:...... والسلام علی رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم

ترقیمہ:...... وقد وقع الفراغ یوم الاحد ۱۰ رر جب ۱۲۰۱ھ

(۴۳)-التفسیر المظہری (جلد دوم)

قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی المتوفی ۱۲۲۵ھ/۱۸۱۰ء

- اوراق = ۷۲۳
- سائز = ۲۱x۲۸
- سطور = ۲۱
- کاتب = x
- خط = نسخ و نستعلیق
- تاریخ کتابت = ۱۲۹۰ھ/۱۸۷۳ء

اسی تفسیر کی جلد دوم ہے جو سورۂ یونس سے شروع ہوکر سورہ صاد تک ہے۔ کاغذ سفید مجدول وغیر

مجدول مختلف الخط ہے۔ اس نسخہ پر بھی کاتب کا نام درج نہیں۔ آخر کا حصہ دوسرے کاتب کے قلم سے ہے اور اس کے ساتھ تاریخ اختتام ۱۲۰۷ھ/۱۷۹۲ء درج ہے۔

ابتداء:...... الر، مر علیہ الکلام فی اوائل سورۃ البقرۃ، الخ

اختتام:...... قال الحسین بن آدم عند الموت یاتیک الخبر الیقین

ترقیمہ:...... تم تفسیر سورۃ ص من التفسیر المظہری فی ۶ رجب ۱۲۰۷ھ

(۴۴)- التفسیر المظہری (جلد سوم)

قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی المتوفی ۱۲۲۵ھ/۱۸۱۰ء

✔ اوراق = ۴۳۲	✔ سائز = ۲۸x۲۱
✔ سطور = ۲۱	✔ کاتب = x
✔ خط = نسخ و نستعلیق	✔ تاریخ کتابت = ۱۲۹۰ھ/۱۸۷۳ء

اسی تفسیر کی تیسری جلد ہے جو سورۃ الزمر سے شروع ہو کر آخر تک ہے۔ اس طرح پر یہ نسخہ مکمل ہے۔ آخر میں فضائل القرآن پر مشتمل تتمہ ہے۔ کاتب نے اپنا نام اور تاریخ کتابت نہیں لکھی۔ نواب محمد علی خاں صاحب کے کسی کاتب کے قلم سے ہی معلوم ہوتا ہے اور حنائی غیر مجدول کاغذ پر لکھا گیا ہے۔

ابتداء:...... تنزیل الکتاب، خبر مبتدا محذوف، الخ

اختتام:...... واللہ تعالیٰ اعلم -- الی -- اجمعین

ترقیمہ:...... درج نہیں

(۴۵)- ایجاز التفاسیر

الشیخ کلیم اللہ

✔ اوراق = ۳۴۰	✔ سائز = ۲۷x۱۵.۵
✔ سطور = ۱۴	✔ کاتب = x

✓ خط = نسخ ✓ تاریخ کتابت = ۱۱۸۲ھ/ ۱۷۶۸ء

اس کے مرتب شاہ کلیم اللہ صاحب جہاں آبادی ہیں، آپ نے تفسیر جلالین، مدارک، بیضاوی، کشاف اور معالم التنزیل وغیرہ سے اخذ کر کے یہ مختصر تفسیر تیار کی (۵۹)۔ یہ تفسیر قرآن مجید کے ایک بہترین خوشخط مطلی و مذہب نسخہ کے حاشیہ پر چڑھی ہوئی ہے جو ۱۱۸۲ھ کا لکھا ہوا نسخہ ہے۔ جس کے کاتب حافظ محمد ہیں۔ اس تفسیر کے کاتب بھی وہی ہونا چاہیے جو قرآن مجید کے کاتب ہیں۔ حاشیہ پر علیحدہ کاتب کا نام یا تاریخ کتابت کا ذکر نہیں۔

(۴۶)۔ الفتح الجلیل للعبد الذلیل

ابوالفضل جلال الدین عبدالرحمٰن بن ابی بکر السیوطی المتوفی ۹۱۱ھ/ ۱۵۰۵ء

✓ اوراق = ۱۲ ✓ سائز = ۱۶×۲۵

✓ سطور = ۱۰ ✓ کاتب = سید محمد صاحب

✓ خط = نستعلیق ✓ تاریخ کتابت = تیرہویں صدی ہجری

مرتب جلال الدین السیوطی ہیں۔ کاغذ حنائی غیر مجدول قدرے کرم خوردہ۔ کاتب نے اس نسخہ کی کتابت نواب محمد علی خان صاحب کے لیے کی ہے۔ تاریخ کتابت درج نہیں۔ تیرہویں صدی کے آخری عشروں کا لکھا ہوا ہے۔

ابتداء:...... الحمد للہ الذی تفضل بتولی احبابہ، الخ

اختتام:...... وصلی اللہ علی سیدنا محمد و آلہ وصحبہ وسلم، تم بحمد اللہ

ترقیمہ:...... قد تمت ہذہ الرسالۃ۔ الی۔۔ محمد علی خان بہادر

(۴۷)۔ فتح الرحمٰن بکشف ما یلتبس فی القرآن

ابو یحییٰ زکریا بن محمد الانصاری الشافعی المتوفی ۹۳۶ھ/ ۱۵۲۹ء

✓ اوراق = ۱۱۸ ✓ سائز = ۱۶×۲۲

✔ سطور = ۲۷ ✔ کاتب = احمد بن ابراہیم نشار

✔ خط = نسخ ✔ تاریخ کتابت = ۴؍ جمادی الثانی ۱۲۵۹ھ/ ۱۸۴۳ء

نسخۂ ہٰذا میں مفسر نے آیات متشابہات مختلفہ و غیر مختلفہ بیان کی ہیں اور اس سلسلہ میں کئی سوال و جواب نقل کیے ہیں۔ ان کا اصل ماخذ امام رازی کی تفسیر ہے۔ مزید برآں اضافات بھی ہیں (۶۰)۔ پیش نظر نسخہ حنائی دبیز غیر مجدول کاغذ پر لکھا ہوا ہے۔ خط نسخ شکست میں، کاتب نے تاریخ کتابت جس طرح لکھی ہے وہ ۱۲۵۹ھ/ ۱۸۴۳ء یا ۱۲۰۹ھ/ ۱۷۹۴ء معلوم ہوتی ہے۔ ۱۲۶۰ھ/ ۱۸۴۴ء میں یہ نسخہ مولوی عبدالحق صاحب ٹونکی نے اپنے قیام حرمین شریفین کے زمانہ میں ایک ریال میں خریدا تھا۔ اول و آخر میں موصوف کی مہریں بھی ثبت ہیں اور اوّل میں مذکورہ نوٹ بھی درج ہے۔

ابتداء:...... قال سیدنا و مولانا، الخ

اختتام:...... واللہ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب

ترقیمہ:...... تم الکتاب بحمد اللہ وعونہ -- الی -- علیہ الصلوٰۃ والسلام

(۴۸)- زہر الکمام فی قصۃ یوسف علیہ السلام

ابو علی عمرو بن ابراہیم الاوسی المتوفی ۸۳۵ھ/ ۱۴۳۱ء

✔ اوراق = ۲۴۷ ✔ سائز = ۱۴x۲۴

✔ سطور = ۱۴ ✔ کاتب = x

✔ خط = نسخ ✔ تاریخ کتابت = آٹھویں صدی ہجری

تفسیر ہٰذا سترہ مجلسوں پر مرتب ہے۔ ہر مجلس میں علیحدہ خطبہ، اشعار، حکایات، احادیث و اخبار ہیں جو حضرت یوسف علیہ السلام کے قصہ سے متعلق ہیں (۶۱)۔ کاتب نے یہ نسخہ خواجہ کمال الدین بن خواجہ محمد کے کتب خانہ کے لیے تحریر کیا تھا آخر میں خواجہ کمال الدین کی مہر بھی ثبت ہے۔ نسخہ بڑا نادر ہے۔ حنائی کاغذ پر خوشخط لکھا ہوا ہے۔

ابتداء:...... ہٰذا الکتاب زہر الکمام فی قصۃ یوسف علیہ السلام، الخ

اختتام:...... فجنابہ احب نکل مول -- الی -- وھو الالہ الواحد القہار

ترقیمہ:......تم الکتاب بعون اللہ--الی--وسلامہ علی سیدنا محمد

(۴۹)-تفسیر سورۃ یوسف و پنج سورہ دیگر

اوراق=۱۴۹	سائز=۲۱x۱۳
سطور=۱۷	کاتب=x
خط=نستعلیق	تاریخ کتابت=گیارہویں صدی ہجری

سورہ یوسف اور پانچ دوسری سورتیں (یاسین، فتح، نوح، واقعہ اور سورۂ ملک) کی تفسیر ہے۔اس میں سورہ یوسف کی تفسیر مستقل علیحدہ کتاب کی حیثیت رکھتی ہے، اور کافی تفصیل سے ہے۔۱۴۹، اوراق میں سے ۱۰۹ر میں یہی تفسیر ہے باقی ۴۰ر اوراق میں باقی پانچ سورتوں کی تفسیر ہے۔

(۵۰)-تفسیر آیت خذوا زینتکم عند کل مسجد

علی بن السلطان القاری المتوفی ۱۰۱۴ھ/۱۶۰۵ء

اوراق=۲۰	سائز=۲۶x۱۶
سطور=۱۵	کاتب=x
خط=نسخ	تاریخ کتابت=تیرہویں صدی ہجری

مولانا نظام الدین یعقوب الکرخی نے اپنے رسالہ "الانسیۃ المستانسۃ بمذاۃ القدسیۃ" میں آیت یا بنی آدم خذوا زینتکم عند کل مسجد کے سلسلہ میں جو کچھ بیان کیا ہے اس کی مزید توضیح ملا علی قاری نے اس رسالہ میں کی ہے۔یہ نسخہ اسی آیت کی تفسیر میں ہے(۶۲)۔

(۵۱)-تفسیر القشیری (التیسیر فی علم التفسیر)

ابوالقاسم عبدالکریم بن ہوازن بن عبدالملک بن طلحہ بن محمد القشیری الشافعی

المتوفی ۴۶۵ھ/۱۰۷۲ء

(از سورہ فاتحہ تا سورۃ تکاثر)

✔ اوراق = ۳۷۲ ✔ سائز = ۱۷x۲۴

✔ سطور = ۲۵ ✔ کاتب = x

✔ خط = نسخ ✔ تاریخ کتابت = دسویں صدی ہجری

یہ تفسیر ۴۳۷ھ/۱۰۴۵ء میں ترتیب دی گئی ہے۔ اس میں قرآن کو تصوف کے آئینہ میں پیش کیا گیا ہے اور تصوف کے موضوع پر زیادہ بحث کرتی ہے۔ یہ تفسیر بھی قرآن مجید کی قدیم تفسیروں میں سے ہے، اس کے مرتب شافعی المذہب صوفیاء کے ائمہ میں سے ہیں۔

(۵۲)-تیسیر البیان لاحکام القرآن

محمد بن علی بن عبداللہ بن ابراہیم الخطیب، المعروف بابن نورالدین یمنی شافعی

مصنفہ ۸۰۸ھ/۱۴۰۵ء

✔ اوراق = ۲۵۱ ✔ سائز = ۲۲x۳۱

✔ سطور = ۳۱/۲۶ ✔ کاتب = یحیٰی بن محمد مکرم

✔ خط = یمنی ✔ تاریخ کتابت = ۲۵/ذی الحجہ ۱۲۶۲ھ/۱۸۴۵ء

نسخہ ہذا میں مصنف نے امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مذہب کے مطابق حلال و حرام کے وہ اصول و

احکام بیان کیے ہیں جو قرآن مجید کی آیات سے ماخوذ ہیں اور جس جس آیت سے جو جو حکم ثابت ہوتا ہے اس کی تفصیل بیان کی گئی ہے۔ ۸۰۸ھ/۱۴۰۵ء کی ترتیب دی ہوئی ہے۔

(۵۳)-زبدۃ البیان فی براہین احکام القرآن

محمد بن محمد احمد الاردبیلی المتوفی ۹۹۳ھ/۱۵۸۵ء

✓ اوراق = ۴۸۶ ✓ سائز = ۲۸×۱۷

✓ سطور = ۱۵ ✓ کاتب = عباس علی بن سید شاہ علی

✓ خط = نستعلیق ✓ تاریخ کتابت = ۱۲۵۳ھ/۱۸۳۷ء

مفسر نے اس تفسیر میں فقہ کی ترتیب پر آیات سے احکام قرآن کی تفصیل بیان کی ہے اور ہر آیت کی پھر تشریح کی گئی ہے۔ پیش نظر نسخہ سفید و حنائی مضبوط کاغذ پر لکھا گیا ہے، کاغذ غیر مجدول ہے، کاتب نے اپنا نام اور تاریخ کتابت تفصیل سے لکھی ہے۔

(۵۴)-التفسیر الاحمدیہ فی بیان الآیات الشرعیہ

الشیخ احمد بن ابی سعید الامیتھوی الحنفی ملاجیون المتوفی ۱۱۳۰ھ/۱۷۱۷ء

✓ اوراق = ۱۱۷ ✓ سائز = ۲۴×۱۹

✓ سطور = ۲۵ ✓ کاتب = نورالہدیٰ برائے حافظ صاحب جیو

✓ خط = نستعلیق ✓ تاریخ کتابت = بارہویں صدی ہجری

تفسیر احمدی کے نام سے مشہور ہے۔ اس کتاب میں صرف ان آیات کی تشریح کی گئی ہے جن سے احکام یا مسائل اخذ ہوتے ہیں اور تفصیل سے اس موضوع پر لکھا گیا ہے، مصنف کے ابتدائی زمانہ کی تصنیف ہے جبکہ مرتب کی عمر صرف اکیس سال کی تھی۔ اس کتاب میں پانچ سو آیات کی تفسیر بیان کی گئی ہے اور آیات قرآنی سے فقہ حنفی کے مسائل کا استنباط کیا گیا ہے۔ اس کے مرتب شیخ عبداللہ مکی کی اولاد میں سے ہیں۔ ۲۵ رشعبان کو امیٹھی میں پیدا ہوائے۔ عالمگیر کے استاد رہے۔ شاہ عالم اور فرخ سیر بھی

ان سے متعلق رہے، کافی تصنیفات یادگار چھوڑی ہیں (۶۳)۔

(۵۵)-الدر المصون فی علم الکتاب المکنون

شہاب الدین ابوالعباس احمد بن یوسف بن محمد بن مسعود بن ابراہیم بن السمین

الحلبی النحوی الشافعی المتوفی ۷۵۶ھ/ ۱۳۵۵ء

- اوراق=۱۸۳
- سائز=۲۰x۲۹
- سطور=۳۱
- کاتب=x
- خط=نسخ
- تاریخ کتابت=نویں صدی ہجری

اس کے مرتب ابوالحیان الغرناطی کے شاگرد ہیں۔ یہ کتاب ۷۳۴ھ/ ۱۳۳۴ء میں ترتیب دی گئی، مرتب چونکہ نحوی ہیں اس لیے نحوی قواعد اس میں زیادہ بیان کیے گئے ہیں۔ پیش نظر جلد سورۃ الانفال سے شروع ہوکر سورۃ الحج پر ختم ہوجاتی ہے۔

(۵۶)-المتوکلی

جلال الدین السیوطی المتوفی ۹۱۱ھ/ ۱۵۰۵ء

- اوراق=۵۱
- سائز=۱۶x۲۵
- سطور=۲۱
- کاتب=x
- خط=نستعلیق
- تاریخ کتابت=۱۲۹۷ھ/ ۱۸۷۹ء

جلال الدین السیوطی اس کے مرتب ہیں۔ اس میں مرتب نے ان الفاظ کی تشریح حدیث سے کی ہے جو قرآن مجید میں دوسری زبانوں کے شامل ہیں، مثلاً فارسی، عبرانی، سریانی، ہندی وغیرہ۔

(۵۷)- فتح الخبیر بما لا بد من حفظہ فی علم التفسیر

مولانا شاہ ولی اللہ صاحب الدہلوی المتوفی ۱۱۷۶ھ/۱۷۶۲ء

✓ اوراق = ۳۲
✓ سائز = ۱۵x۲۲
✓ سطور = ۱۵
✓ کاتب = محمد نواز
✓ خط = نستعلیق
✓ تاریخ کتابت = ۱۲۵۴ھ/ ۱۸۳۸ء

الفوز الکبیر کی طرح شاہ صاحب کی مشہور تصنیف ہے۔

(۵۸)- رسالہ ناسخ ومنسوخ

القاضی ابو عبداللہ بن علی الاسفرائنی

✓ اوراق = ۳۶
✓ سائز = ۱۶x۲۳
✓ سطور = ۱۵
✓ کاتب = نعمت اللہ
✓ خط = نسخ
✓ تاریخ کتابت = ۱۲۴۸ھ/۱۸۳۲ء

مرتب کا اس موضوع پر مشہور رسالہ ہے۔ ۱۲۴۸ھ کا نقل کیا ہوا نہایت صاف نسخہ ہے، سفید دبیز کاغذ پر لکھا گیا ہے۔

(۵۹)- تفسیر محمدی فی ارتباط الآیات

جلال الدین محمد بن احمد بن نصیر الدین المتوفی ۹۸۲ھ/۱۵۷۴ء

✓ اوراق = ۵۱۷
✓ سائز = ۱۷x۲۸
✓ سطور = ۲۵
✓ کاتب = x
✓ خط = نسخ
✓ تاریخ کتابت = ۱۱۵۵ھ/۱۷۴۲ء

ربط آیات پر یہ کتاب ترتیب دی گئی ہے۔ مرتب نے اس میں یہ اہتمام کیا ہے کہ پورے قرآن مجید کی آیات کا ایک دوسرے سے ربط واضح کریں اور ایک آیت کا دوسری آیت سے مربوط ہونا ثابت کریں۔مرتب کتاب حضرت نصیر الدین چراغ دہلوی رحمت اللہ تعالیٰ علیہ پوتے ہیں۔

(۶۰)-الاتقان فی علوم القرآن

جلال الدین عبدالرحمٰن بن ابی السیوطی المتوفی ۹۱۱ھ/۱۵۰۵ء

✓ اوراق = ۲۸۱	✓ سائز = ۳۰x۲۱
✓ سطور = ۲۷	✓ کاتب = x
✓ خط = نسخ مع ثلث	✓ تاریخ کتابت = ۲۳ ربیع الآخر ۱۱۴۶ھ/۱۷۳۳ء

اصول تفسیر اور متعلقات تفسیر پر نہایت جامع کتاب ہے۔نسخہ اچھا ہے، خفیف سا کرم خوردہ لیکن بہت صاف ہے اور اچھی حالت میں ہے، عرب ممالک کی طرف کا لکھا ہوا ہے، اور ورق اوّل پر اسی علاقے کے دو نوٹ ملکیت کے درج ہیں۔ ۱۲۸۸ھ/۱۸۷۱ء میں یہ نسخہ نواب محمد علی خان صاحب کے کتب خانہ میں داخل ہوا تو مندرجہ ذیل نوٹ دیا گیا ''خط عربی کاغذ سفید مجدول خرید از ممبئی معرفت مولوی محمد حسن بتاریخ ۲۰ رماہ ذی الحجہ ۱۲۸۸ ہجری در کتب خانہ نواب محمد علی خان بہادر رئیس ٹونک داخل شد''

(۶۱)-المجموعۃ اللطیفہ

✓ اوراق = ۱۰۷	✓ سائز = ۲۴x۱۷
✓ سطور = ۲۷	✓ کاتب = ناصر الدین ناصر بن محمد امان
✓ خط = نسخ ونستعلیق	✓ تاریخ کتابت = نویں صدی ہجری

تفسیر سے متعلق رسائل وحواشی پر مشتمل ایک اچھا مجموعہ ہے۔متعدد مسائل و رسائل جمع کیے گئے ہیں، اکثر حصہ نویں صدی ہجری کا لکھا ہوا ہے، نادر مجموعہ ہے۔

(۶۲)-الرسالۃ فی امثال القرآن

✔ اوراق = ۴۰ ✔ سائز = 20x15

✔ سطور = ۱۳ ✔ کاتب = x

✔ خط = نسخ ✔ تاریخ کتابت = درٹونک ۱۲۷۷ھ/۱۸۶۰ء

یہ رسالہ امثال قرآن کی توضیح وتصریح کے سلسلہ میں ہے۔ جن آیات کے ذریعہ مثالیں دی گئی ہیں اس رسالہ میں ان کی وضاحت وتشریح کی گئی ہے۔ مرتب کا نام معلوم نہیں ہوسکا، چونکہ یہ حصہ ٹونک ہی میں لکھا گیا ہے اس لیے ممکن ہے کہ یہاں کے کسی صاحب کا ترتیب دیا ہوا ہو۔

(۶۳)-تفسیر اسرار حروف بسم اللہ والحمد

الشیخ ضیاء الدین السندی المتوفی ۱۱۷۱ھ/۱۷۵۷ء

✔ اوراق = ۳۶ ✔ سائز = ۲۶x۱۸

✔ سطور = ۲۵ ✔ کاتب = x

✔ خط = نسخ ✔ تاریخ کتابت = بارہویں صدی ہجری

اس کے مرتب ضیاء الدین السندی بن ابراہیم بن ماہرون بن عجائب بن البارا ہیں۔ شیخ شہاب الدین عمر سہروردی کی اولاد میں سے ہیں۔ ۱۰۹۱ھ/۱۶۸۰ء میں ٹھٹھہ میں پیدا ہوئے۔ الشیخ عنایت اللہ سندھی کے شاگرد ہیں۔ ساری عمر درس وتدریس میں گزاری۔ نہایت خلیق ومتواضع انسان واقع ہوئے تھے۔ ۱۱۷۱ھ میں ۸۰ رسال کی عمر میں انتقال ہوا (۶۴)۔

(۶۴)-تفسیر زاہدی

(مطلّی - نصف اوّل)

الشیخ ابونصر احمد بن الحسن بن احمد البخاری الزاہدی المتوفی ۵۴۹ھ/۱۱۵۴ء

✔ اوراق = ۴۳۳	✔ سائز = ۱۹x۳۰
✔ سطور = ۲۷	✔ کاتب = نذیر احمد
✔ خط = نسخ	✔ تاریخ کتابت = دسویں صدی ہجری

فارسی تفاسیر میں نہایت قدیم اور مشہور تفسیر ہے جس میں قرآن مجید کا متن دے کر اس کے معانی اور ضروری مطالب فارسی میں بیان کیے گئے ہیں۔ یہ تفسیر ۵۱۹ھ/۱۱۲۵ء میں ترتیب دی گئی۔ پیش نظر نسخہ نصف اول پر مشتمل ہے، مجدول طلائی ہے۔ نسخہ نہایت قدیم اور نادر و نایاب ہے۔ یہ نسخہ عبداللہ کی معرفت دہلی سے خرید کر نواب محمد علی خاں صاحب والی ٹونک کے کتب خانہ میں داخل کیا گیا۔

(۶۵)-تفسیر زاہدی

(مطلّی - نصف دوم)

الشیخ ابونصر احمد بن الحسن بن احمد البخاری الزاہدی المتوفی ۵۴۹ھ/۱۱۵۴ء

✔ اوراق = ۴۸۴	✔ سائز = ۲۱x۲۸
✔ سطور = ۲۵	✔ کاتب = x
✔ خط = نسخ	✔ تاریخ کتابت = دسویں صدی ہجری

مذکورہ تفسیر کی جلد دوم ہے۔ دبیر کاغذ پر بخط خراسانی لکھی ہوئی ہے۔ یہ جلد بھی نہایت قدیم خط میں لکھی ہوئی ہے اور بہت اچھا نسخہ ہے۔ یہ جلد جلد اول سے زیادہ قدیم معلوم ہوتی ہے۔

(۶۶)۔ بحر مواج (جلد اول)

قاضی شہاب الدین دولت آبادی بن شمس الدین بن عمر

المتوفی ۸۴۹ھ/ ۱۴۴۵ء

- اوراق = ۴۳۰
- سائز = ۲۵x۳۳
- سطور = ۲۹
- کاتب = محمد شاہ بن محمد ماہ مقصدی
- خط = نستعلیق
- تاریخ کتابت = ۹/ رجب ۱۲۴۳ھ/ ۱۸۲۷ء

مصنف کی مشہور کتاب ہے اور نہایت مفصل تفسیر ہے۔ ہر آیت کے بعد سوال و جواب کے ذریعہ مسائل کو واضح کیا گیا ہے۔ اس تفسیر کا عربی ترجمہ بھی ہو چکا ہے۔ اصل تفسیر فارسی زبان میں ہے جس کا ترجمہ منور لاہوری بن عبدالمجید نے کیا ہے۔ اس کے مرتب قاضی شہاب الدین صاحب، دولت آباد دہلی میں پیدا ہوئے۔ پیش نظر نسخہ سفید دبیز کاغذ پر خط نسخ میں لکھا ہوا اچھا نسخہ ہے جو یکم محرم ۱۲۸۱ھ/ ۱۸۶۴ء کو نواب وزیر الدولہ کی خدمت میں پیش ہوئی، صفحہ اول پر موصوف کی مہر اور نواب محمد علی خاں صاحب کی مہریں ثبت ہیں۔

(۶۷)۔ بحر مواج (جلد دوم، فارسی)

قاضی شہاب الدین دولت آبادی بن شمس الدین بن عمر

المتوفی ۸۴۹ھ/ ۱۴۴۵ء

- اوراق = ۱۰۰۰
- سائز = ۱۷x۲۹
- سطور = ۲۲
- کاتب = محمد شاہ بن محمد ماہ مقصدی
- خط = نستعلیق
- تاریخ کتابت = ۹/ رجب ۱۲۴۳ھ/ ۱۸۲۷ء

مذکورہ تفسیر کی دوسری جلد ہے، باقی تفصیلات سابق کے مطابق ہیں۔

(٦٨)-بحر مواج (ربع ثانی)

قاضی شہاب الدین دولت آبادی بن شمس الدین بن عمر

المتوفی ٨٤٩ھ/١٤٤٥ء

✓ اوراق=٣٤٢	✓ سائز=٢٨x١٧
✓ سطور=٢٣	✓ کاتب=x
✓ خط=نستعلیق و نسخ	✓ تاریخ کتابت=گیارہویں صدی ہجری

مذکورہ تفسیر کا دوسرا نسخہ ہے جو سورہ یونس سے سورہ کافرون تک ہے۔ اس کتاب کا ربع ثانی ہے جو سورہ یونس سے سورہ کہف تک ہے۔ اس نسخہ کا ربع اول ناقص ہے۔ یہ جلد تمام نسخوں میں زیادہ قدیم ہے۔ گیارہویں صدی ہجری کی کتابت معلوم ہوتی ہے۔

(٦٩)-بحر مواج (ربع ثالث)

قاضی شہاب الدین دولت آبادی بن شمس الدین بن عمر

المتوفی ٨٤٩ھ/١٤٤٥ء

✓ اوراق=٤٤٢	✓ سائز=٢٨x١٧
✓ سطور=٢٥	✓ کاتب=x
✓ خط=نستعلیق	✓ تاریخ کتابت=گیارہویں صدی ہجری

مذکورہ تفسیر کا ربع ثالث ہے جو سورہ مریم سے سورہ صاد تک ہے۔ یہ جلد بھی قدیم معلوم ہوتی ہے۔

(۷۰)۔ بحر مواج (ربع آخر)

قاضی شہاب الدین دولت آبادی بن شمس الدین بن عمر

المتوفی ۸۴۹ھ/ ۱۴۴۵ء

✓ اوراق = ۳۱۱	✓ سائز = ۱۷x۲۸
✓ سطور = ۲۵	✓ کاتب = x
✓ خط = شفیعہ	✓ تاریخ کتابت = ۱۸ رمحرم ۹۷۶ھ/ ۱۵۶۸ء

مذکورہ نسخہ کی آخری جلد ہے، سورہ صاد سے شروع ہو کر آخر تک ہے۔ یہ جلد بھی قدیم پختہ خط میں لکھی گئی ہے۔

(۷۱)۔ جواہر التفسیر لتحفۃ الامیر (مطلی و مذہب)

کمال الدین ملا حسین بنعلی الواعظ الکاشفی

المتوفی ۹۰۶ھ/ ۱۵۰۰ء یا ۹۱۰ھ/ ۱۵۰۴ء

(از اول تا آخر سورہ آل عمران)

✓ اوراق = ۵۶۱	✓ سائز = ۲۱x۳۱
✓ سطور = ۲۵	✓ کاتب = x
✓ خط = نسخ	✓ تاریخ کتابت = ۱۸ رمحرم ۹۷۶ھ/ ۱۵۱۸ء

ملا حسین واعظ کاشفی کی مشہور تصنیف ہے۔ پیش نظر نسخہ اس تفسیر کا بہترین نسخہ ہے جو مصنف سے بہت قریب کا زمانہ کا لکھا ہوا ہے۔ سفید کشمیری کاغذ پر نہایت خوشخط لکھا گیا ہے۔ ابتدائی دو صفحے مصلی و مذہب و مینا کار آسمانی ہیں۔ پوری کتاب جدول اور متن مطلی ہے، کاتب نے اپنا نام نہیں لکھا۔ ۱۸ رمحرم

الحرام ۱۲۸۱ھ/ ۱۸۶۴ء کو یہ جلد نواب محمد علی خاں کی خدمت میں پیش ہو کر داخل کتب۔ خانہ ہوئی۔ صفحہ اول پر نواب صاحب کی مہر بھی ثبت ہے۔

(۷۲)-المواہب العلیہ

معروف بہ تفسیر حسینی (حصہ اوّل)

کمال الدین ملا حسین الواعظ الکاشفی

- اوراق = ۴۹۰
- سائز = ۲۰x۲۸
- سطور = ۲۱
- کاتب = x
- خط = نسخ
- تاریخ کتابت = گیارہویں صدی ہجری

مصنف کی مشہور تصانیف میں سے ہے۔ پیش نظر جلد حنائی دبیز کاغذ رلکھی ہوئی ہے۔

(۷۳)-المواہب العلیہ

معروف بہ تفسیر حسینی (مطلّی نصف آخر)

کمال الدین ملا حسین الواعظ الکاشفی

- اوراق = ۶۰۷
- سائز = ۲۰x۳۰
- سطور = ۱۹
- کاتب = عبدالرزاق
- خط = نسخ
- تاریخ کتابت = ۲۵/رجب ۱۰۰۳ھ/۱۵۹۴ء

مذکورہ تفسیر کی دوسری جلد ہے اور مطلّی و مذہب ہے۔ حنائی مجدول کاغذ پر لکھی ہوئی خوشخط کتاب ہے۔ ورقِ اوّل پر نواب محمد علی خاں صاحب کے دستخط ثبت ہیں۔ لوح کتاب نہایت کا مدار ہے اور بین السطور بھی مطلّی ہے۔ نہایت صاف اور پختہ خط میں لکھا ہوا نسخہ ہے۔

(۷۴)۔المواہب العلیہ

معروف بہ تفسیر حسینی (نصف اوّل)

کمال الدین ملا حسین الواعظ الکاشفی

✓ اوراق = ۵۷۶ ✓ سائز = ۲۵x۱۴

✓ سطور = ۱۹ ✓ کاتب = x

✓ خط = نستعلیق ✓ تاریخ کتابت = گیارھویں صدی ہجری

مذکورہ تفسیر کا دوسرا نسخہ ہے اور یہ اس کی جلد اول ہے، حنائی غیر مجدول کاغذ پر خط نستعلیق میں لکھی گئی ہے، کاتب اور تاریخ کتابت کا ذکر نہیں۔

(۷۵)۔المواہب العلیہ

معروف بہ تفسیر حسینی (نصف آخر)

کمال الدین ملا حسین الواعظ الکاشفی

✓ اوراق = ۴۵۹ ✓ سائز = ۳۱x۱۸

✓ سطور = ۲۵ ✓ کاتب = مصطفیٰ بیگ

✓ خط = نستعلیق ✓ تاریخ کتابت = ۸/محرم الحرام ۱۰۹۱ھ/ ۱۶۸۰ء

نسخہ ہٰذا کی دوسری جلد ہے جو کسی دوسرے کاتب کے قلم سے لکھی ہوئی ہے: کاغذ حنائی مجدول شنجرفی، اوّل وآخر میں مہر ''سید خوب اللہ حسینی'' کی ثبت ہے جس میں ۱۱۸۶ھ/ ۱۷۷۲ء کندہ ہے، نسخہ نہایت صاف اور واضح ہے۔

(۷۶)-شرح القرآن (مطلّی)

معین الدین بن سراج الدین خواند محمود المتوفی ۱۰۸۵ھ/۱۶۷۴ء

✔ اوراق = ۶۴۳ ✔ سائز = ۲۴x۳۶

✔ سطور = ۲۷ ✔ کاتب = x

✔ خط = نسخ ✔ تاریخ کتابت = گیارہویں صدی ہجری

تفسیر ہٰذا کے مرتب معین بن محمود کشمیری ہیں ۔تفسیر ہٰذا ۱۰۷۲ھ/۱۶۶۱ء میں تصنیف ہوئی ۔ پیش نظر نسخہ اس کتاب کا نہایت قدیم نسخہ ہے، کاتب نے اگرچہ اپنا نام اور تاریخ کتابت نہیں لکھی لیکن مصنف کے بہت قریب زمانہ کا لکھا ہوا ہے۔ اول میں ایک مفید فہرست شامل ہے جو مسائل فقہ پر مشتمل ہے اور ان مسائل کا حوالہ مخف سورتوں سے دیا گیا ہے۔ یہ فہرست بھی اسی قدیم دور کی بنی ہوئی ہے۔ اصل کتابت حنائی دبیز مجدول شجرفی و آبی کاغذ پر خط نسخ میں ہوئی ہے۔لوح کتاب قدرے مطلی ہے۔نہایت خوشخط لکھا ہوا نسخہ ہے، مرتب کتاب معین بن محمود بھی بہت خوشخط تھے، ان کے قلم سے لکھی ہوئی بخاری شریف کا ایک مخطوطہ ''کتب خانہ عرفانیہ'' ٹونک میں بھی محفوظ ہے(۶۵)۔نسخہ ہٰذا نادر اور نایاب ہے۔مرتب نے تفسیر ہٰذا کو اورنگ زیب عالمگیر کے نام پر معنون کیا ہے جس کا تفصیلی ذکر مقدمہ میں موجود ہے۔

پیش نظر نسخہ بڑا نادرو نایاب ہے جو نواب محمد علی خاں صاحب نے رمضان ۱۲۸۹ھ/۱۸۷۲ء میں سندیلہ کے ذخیرہ سے خرید کر اپنے کتب خانہ میں داخل کیا۔

(۷۷)۔بحر العلوم الاسلامیہ

تفسیر مصطفوی (حصہ اوّل)

حافظ غلام مصطفیٰ بن محمد اکبر التھانیسری الدہلوی

✔ اوراق = ۶۹۷	✔ سائز = ۳۱x۲۲
✔ سطور = ۲۱	✔ کاتب = x
✔ خط = نستعلیق	✔ تاریخ کتابت = ۱۲۹۲ھ/ ۱۸۷۵ء

اس تفسیر کے مرتب غلام مصطفیٰ تھانیسری دہلی کے مشہور بزرگ گزرے ہیں۔ ۱۱۸۸ھ/ ۱۷۷۴ء میں اس کی تکمیل ہوئی۔ پیش نظر نسخہ اس تفسیر کی جلد اول ہے، حنائی سفید غیر مجدول کاغذ پر لکھا ہوا ہے۔ نواب محمد علی خاں صاحب نے اپنے کسی کاتب سے بزمانہ قیام بنارس مصنف کے اصل نسخہ سے جو نواب غلام محی الدین کے کتب خانہ میں موجود تھا اس سے نقل کرایا، نسخہ مقابلہ شدہ ہے (۶۶)۔

(۷۸)۔فتح العزیز

تفسیر عزیزی (حصہ اوّل)

شاہ عبدالعزیز دہلوی پسر شاہ ولی اللہ دہلوی المتوفی ۱۲۳۹ھ/ ۱۸۲۴ء

✔ اوراق = ۴۶۴	✔ سائز = ۲۴x۱۷
✔ سطور = ۲۰	✔ کاتب = x
✔ خط = نستعلیق	✔ تاریخ کتابت = تیرہویں صدی ہجری

شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی کی مشہور اور متعارف تفسیر ہے جو متعدد بار طبع بھی ہو چکی ہے۔ پیش نظر نسخہ سفید دبیز غیر مجدول کاغذ پر لکھا گیا ہے، اس کے کتاب غالباً دیوان شمس الدین یا ان کے والد

مولوی سراج الدین صاحب ہیں اس لیے کہ اس نمونے کے کئی نسخے ان کے قلم کے لکھے ہوئے عربک اینڈ پرشین ریسرچ انسٹیٹیوٹ ٹونک میں محفوظ ہیں۔

(۷۹)-الفیوضات الحیدریہ

تکملہ فتح العزیز (حصہ اوّل)

مولوی حیدر علی صاحب فیض آبادی لکھنوی ابن محمد حسن

المتوفی ۱۲۹۹ھ/۱۸۸۱ء

اوراق = ۷۶	سائز = ۱۷x۳۰
سطور = ۱۷	کاتب = x
خط = نستعلیق	تاریخ کتابت = بحیات مرتب

تفسیر فتح العزیز کا تکملہ ہے اس لیے کہ مولوی حیدر علی صاحب شاہ صاحب کے شاگرد تھے۔ مختلف مجلسوں میں شاہ صاحب سے تفسیر کے سلسلہ میں جو کچھ سنا کرتے تھے ان کے ملفوظات، کو ضبط تحریر کرلیا کرتے تھے۔ بعد میں آپ نے سکندر جہاں بیگم والیہ بھوپال کی فرمائش پر ان یادداشتوں کو کتابی شکل میں ترتیب دے لیا جو ''الفیوضات الحیدریہ'' کے عنوان سے محفوظ رہا (۶۷)۔

پیش نظر نسخہ اس کتاب کا گویا اصل نسخہ ہے اگرچہ کاتب کا نام اور تاریخ کتابت کی صراحت نہیں۔ اس کے مرتب مولوی حیدر علی صاحب ہندوستان کے مشہور عالم ہیں اور علم مناظرہ وکلام میں اپنے ہمعصروں میں نہایت ممتاز رہے ہیں۔ شیعوں سے تو اکثر مناظرہ ہوا کرتا تھا۔ اس سلسلہ میں متعدد تصنیفات کے بھی مالک ہیں۔ ۱۲۹۹ھ/۱۸۸۱ء میں انتقال ہوا۔

(۸۰)- تقبیح الشعراء الغاوین

(منزل پنجم، از سورہ شعراء تا سورہ یونس)

مولوی سید محبوب جعفری المتوفی ۱۲۸۰ھ/۱۸۶۳ء

✓ اوراق = ۲۵ے	✓ سائز = ۱۵x۲۴
✓ سطور = ۱۲	✓ کاتب = x
✓ خط = نستعلیق	✓ تاریخ کتابت = تیرہویں صدی ہجری

یہ کتاب بھی گویا فتح العزیز کا تمہ ہے اس لیے کہ اس کے مرتب بھی شاہ صاحب کے شاگرد تھے اور آخر میں اختتام پر صراحتاً یہ عبارت بھی درج ہے ''تالیف مولوی محبوب علی تمام تقریر مولوی شاہ عبدالعزیز صاحب'' مرتب کا پورا نام محبوب علی بن مصاحب علی بن حسین علی بن روشن علی بن رحیم الدین بن فہیم الدین ہے۔ یکم محرم ۱۲۰۰ھ/۱۷۸۵ء کو دہلی میں پیدا ہوئے۔ شاہ عبدالعزیز صاحب کے شاگرد تھے۔ سید احمد شہیدؒ سے بھی بیعت تھے اور ان کی تحریک میں ساتھ رہے، سفر جہاد میں بھی ساتھ تھے۔ ۱۰/ ذی الحجہ ۱۲۸۰ھ/۱۸۶۳ء کو دہلی میں انتقال ہوا (۶۸)۔ پیش نظر نسخہ اسی تفسیر کا ایک نامکمل حصہ ہے۔

(۸۱)- تفسیر الٰہی

ازسورہ فاتحہ تا سورہ بنی اسرائیل- جلد اول- منظوم

شیخ محبّ اللہ الرتھاسی مصنفہ ۱۱۸۰ھ/۱۷۶۶ء

✓ اوراق = ۳۲۴	✓ سائز = ۱۸x۳۶
✓ سطور = ۲۱	✓ کاتب = x
✓ خط = نستعلیق	✓ تاریخ کتابت = تیرہویں صدی ہجری

پوری تفسیر نظم میں ہے۔ ہر آیت کے بعد اس کا ترجمہ اور کچھ تفسیر بیان کی گئی ہے۔ آخر میں تاریخ کتاب ۲۹ر رمضان روز شنبہ ضرور لکھی لیکن سن کتابت یا کاتب کے نام کی وضاحت نہیں۔ مرتب نے مقدمہ میں اظہار کیا ہے کہ ۱۱۷۰ھ/ ۱۷۵۶ء میں اس تفسیر کی ابتداء ہوئی اور ۱۱۸۰ھ/ ۱۷۶۶ء میں اس کی تکمیل ہوئی۔

(۸۲)-حدائق الحقائق فی کشف اسرار الدقائق

معروف بہ نقرہ کار-تفسیر سورہ یوسف

معین الدین ہروی فراہی معروف بہ ملا مسکین المتوفی ۹۰۷ھ/۱۵۰۲ء

✓ اوراق = ۳۱۸	✓ سائز = ۳۸x۲۱
✓ سطور = ۲۱	✓ کاتب = بہلول
✓ خط = نستعلیق	✓ تاریخ کتابت = گیارہویں صدی ہجری

سورہ یوسف کی مشہور تفسیر ہے۔ پیش نظر نسخہ اس کتاب کا ایک قدیم اور نادر نسخہ ہے۔ کاتب کا نام اور تاریخ کتابت کا اگرچہ ذکر نہیں لیکن حنائی مجدول کاغذ پر پختہ خط میں لکھا ہوا نادر و نایاب نسخہ ہے جو گیارہویں صدی ہجری کا لکھا ہوا ضرور معلوم ہوتا ہے۔ کتاب کے اول و آخر میں اور درمیان میں جابجا مہر ''سعید است عارف ز لطف محمد'' ثبت ہے جس میں ۱۱۲۷ھ/۱۷۱۴ء کندہ ہے۔

(۸۳)-مصباح العاشقین

(تفسیر سورہ والضحیٰ)

شہاب الدین بن محمود بن ابراہیم

✓ اوراق = ۱۴	✓ سائز = ۲۰x۱۴

✔ سطور = ۲۰
✔ کاتب = محمد عارف بن شیخ عصمت اللہ

✔ خط = نستعلیق
✔ تاریخ کتابت = ربیع الاول ۱۱۰۰ھ / ۱۶۸۸ء

سورہ والضحیٰ کی تفسیر ہے جسے مرتب نے قاضی حمید الدین صاحب مرحوم ناگوری کی کتب سے اخذ کر کے ترتیب دیا۔ پیش نظر نسخہ اس کا ایک قدیم اور نادر نسخہ ہے۔

(۸۴)-لغات القرآن

مولوی عبدالحی صاحب دہلوی المتوفی ۱۲۴۳ھ / ۱۸۲۷ء

✔ اوراق = ۴۳
✔ سائز = ۱۶x۲۷

✔ سطور = ۱۷
✔ کاتب = عبدالواحد نصیر آبادی

✔ خط = نستعلیق
✔ تاریخ کتابت = ۹ رشعبان ۱۲۹۵ھ / ۱۸۷۷ء

مولوی عبدالحی صاحب بن شیخ ہبۃ اللہ کی مشہور تصنیف ہے اور متعدد بار طبع بھی ہو چکی ہے۔ یہ اسی کتاب کا نسخہ ہے اور صاف خط میں لکھا ہوا ہے۔

(۸۵)-الفوز الکبیر فی اصول التفسیر

شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی المتوفی ۱۱۷۶ھ / ۱۷۶۳ء

✔ اوراق = ۳۸
✔ سائز = ۱۵x۲۹

✔ سطور = ۲۱
✔ کاتب = عبدالہادی

✔ خط = شفیعہ
✔ تاریخ کتابت = ۱۱۶۰ھ / ۱۷۴۷ء بحیات مصنف

شاہ صاحب کی مشہور تصنیف ہے، اس میں تفسیر کے اصول بڑے بہتر انداز میں پیش کیے گئے ہیں۔ اس کے ضمن میں اس کتاب کا دوسرا حصہ فتح الخبیر ہے جو عربی میں ہے۔ پیش نظر نسخہ اس کتاب کا بڑا نادر و نایاب بلکہ گویا اصل نسخہ ہے، اس لیے کہ شاہ صاحب کے شاگرد مولوی عبدالہادی صاحب نے یہ نسخہ شاہ صاحب کے اصل نسخہ سے نقل کیا، شاہ صاحب کو سنایا اور پھر اس نسخہ پر شاہ صاحب سے سند لی، یہ

اصل سند شاہ صاحب کے قلم سے اس نسخہ پر محفوظ ہے۔

(۸۶)-المقدمہ فی قوانین الترجمہ

شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی المتوفی ۱۱۷۶ھ/۱۷۶۳ء

- اوراق = ۵
- سائز = ۱۶x۲۲
- سطور = ۱۸
- کاتب = سید محمد علی صاحب
- خط = نسخ
- تاریخ کتابت = یکم جمادی الثانی ۱۲۲۷ھ/۱۸۱۲ء

یہ رسالہ بھی شاہ صاحب کا مشہور رسالہ ہے جو فن تفسیر میں لکھا گیا، جس میں قرآن مجید کے ترجمہ کے قوانین بیان کیے گئے ہیں، مختصر رسالہ ہے اور اس کے کاتب بھی سید صاحب کے بھانجے سید محمد علی صاحب ہیں۔

(۸۷)-تفسیر مرتضوی

(منظوم اردو-جلد اوّل)

مولانا غلام مرتضیٰ الہ آبادی جنوں

- اوراق = ۱۶۵
- سائز = ۲۲x۲۸
- سطور = ۱۲
- کاتب = سید عبدالعزیز نصیر آبادی
- خط = نستعلیق
- تاریخ کتابت = ذیقعدہ ۱۲۳۴ھ/ ۱۸۱۸ء

اس کے مرتب مولانا غلام مرتضیٰ جنون ہیں۔ یہ تفسیر اعوذ باللہ، بسم اللہ اور سورۂ فاتحہ کی تفسیر کے بعد انتیسویں اور تیسویں پارے کی منظوم تفسیر پر مشتمل ہے۔ بزمانۂ شاہ عالم بادشاہ (المتوفیٰ ۱۲۲۱ھ/ ۱۸۰۶ء) میں ترتیب دی گئی۔ پیش نظر نسخہ اس کی جلد اول ہے جو سورہ فاتحہ اور انتیسویں پارہ کی تفسیر ہے، حنائی دبیز غیر مجدول کاغذ پر تحریر ہے۔ اول ورق پر تحریر ہے کہ یہ نسخہ نواب محمد علی خاں صاحب نے دہلی

سے حاصل کر کے اپنے کتب خانہ میں داخل کیا (۶۹)

(۸۸)۔موضح قرآن

(ترجمہ اردو قرآن مجید۔ نصف اوّل)

شاہ عبدالقادر دہلوی پسر شاہ ولی اللہ محدث دہلوی المتوفی ۱۲۳۰ھ/۱۸۱۵ء

✓ اوراق = ۲۰۵	✓ سائز = ۱۶×۲۳
✓ سطور = ۲۲	✓ کاتب = مولوی سراج الدین
✓ خط = نستعلیق	✓ تاریخ کتابت = تیرہویں صدی ہجری

شاہ عبدالقادر صاحب دہلوی پسر شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی کا ترتیب دیا ہوا قرآن مجید کا اردو ترجمہ ہے جس کے ساتھ قدرے کہیں کچھ تشریح بھی ہے۔ نسخہ سفید، قدرے آب رسیدہ ہے۔ اس پر اگرچہ کاتب کا نام اور تاریخ کتابت درج نہیں لیکن اس جلد اوّل کی ابتداء میں جو نوٹ دیا ہوا ہے اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ ان دونوں جلدوں کے کاتب دیوان شمس الدین صاحب ٹونکی کے والد مولوی سراج الدین ہیں، جو نواب میر خان صاحب کے زمانہ میں یہاں معزز زندگی گزارتے تھے۔ عربک اینڈ پرشین ریسرچ انسٹیٹیوٹ ٹونک میں ان کی مکتوبہ چند کتابیں اور بھی محفوظ ہیں، خط اسی سے ملتا ہے۔ اول میں دیوان شمس الدین صاحب کے دستخط بھی ہو رہے ہیں۔

(۸۹)۔زادِ آخرت

(منظوم۔ تفسیر پارہ عم)

مولوی قاضی عبدالسلام بدایونی المتوفی ۱۲۵۵ھ/ ۱۸۳۹ء

✓ اوراق = ۸۷	✓ سائز = ۱۷×۲۷

- سطور = ۱۸
- کاتب = x
- خط = نستعلیق
- تاریخ کتابت = بحیات مصنف تیرہویں صدی ہجری

اس تفسیر کے مرتب مولوی قاضی عبدالسلام صاحب بن عبدالحق صاحب بدایونی ہیں۔ سن ترتیب ۱۲۴۴ھ/ ۱۸۲۸ء ہے۔ زادِ آخرت کے نام سے مکمل تفسیر ۱۲۸۵ھ میں نولکشور کی جانب سے طبع بھی ہوچکی ہے۔ پیش نظر نسخہ صرف پارہ عم کی تفسیر پر مشتمل ہے اور مرتب کی حیات ہی کا لکھا ہوا ہے، کاتب نے مرتب کو سلمہ اللہ تعالیٰ لکھا ہے اس لیے مرتب کی زندگی کا لکھا ہوا نسخہ ہے۔

(۹۰)-بستان التفاسیر

(اردو ترجمہ تفسیر فتح العزیز)

مولوی محمد حسن خان صاحب سنبھلی

- اوراق = ۳۸۵
- سائز = ۱۵x۲۴
- سطور = ۱۷
- کاتب = x
- خط = نستعلیق
- تاریخ کتابت = تیرہویں صدی ہجری

صرف پارہ عم کا اردو ترجمہ ہے۔ مولوی محمد حسن خان سنبھلی بن شیخ ظہور حسن بن شمس علی اس کے مترجم ہیں۔ سنبھل میں ۱۲۶۴ھ/ ۱۸۴۸ء میں پیدا ہوئے۔ علمائے وقت سے علوم متداولہ حاصل کیے۔ صاحب تصانیف ہیں۔ اکثر تصانیف و حواشی عربی میں ہیں۔ ۱۳۰۵ھ/ ۱۸۸۸ء کو سنبھل میں انتقال ہوا (۷۰)۔ یہ تفسیر اس کے بعد بھی کئی بار طبع ہوچکی ہے۔

باب پنجم

ریاست ٹونک کے کتب خانوں کے نادر مخطوطات

فصل سوم

(۱) فن تاریخ کے مختلف نادر مخطوطات

(۱)-اعراض السیاسة

یہ ایک فارسی مخطوطہ ہے جس میں تاریخ کتابت اور کاتب کا نام درج نہیں ہے مگر طرز کتابت اور کاغذ کی ساخت سے پتہ چلتا ہے کہ قدیم نسخہ ہے۔ محمد بن علی محمد بن الحسن الظہری الکاتب سمرقندی اس کے مصنف ہیں جو خراسان کے بادشاہ سلطان سنجر بن ملک کے عہد کے مشہور مصنف تھے۔ یہ کتاب سیاسیات و مدنیات سے متعلق جمشید ملک (۸۰۰ر سو سال قبل مسیح سے لے کر سنجر بن ملک ۱۰۹۲ء تا ۱۱۵۷ء) بادشاہوں اور خلفاء کے اقوال جمع کیے گئے ہیں۔

(۲)-البدایة والنھایة

امام حافظ عماد الدین اسمٰعیل بن عمر بن کثیر الدمشقی (۷۰۰ھ ۱۲۷۷ء) کی مشہور تصنیف اور اسلامی تاریخ پر مستند کتاب ہے جس کی متعدد جلدیں ہیں اور چھپ کر شائع ہو چکی ہیں۔ عربک اینڈ پرشین ریسرچ انسٹیٹیوٹ راجستھان ٹونک میں اس کی صرف ایک جلد ہے۔ اس میں اخبارہ ﷺ عن الغیوب المستقبلة سے لے کر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے واقعات ہیں۔ کاتب کا نام نمیر بن شہید اور سن کتابت ۸۲۵ھ ہے۔ اس لحاظ سے یہ نسخہ بہت اہم، قدیم، پختہ عربی خط سے مزین اور خطاطی کا اعلیٰ ترین نمونہ ہے۔ شروع کے دو صفحہ مجدول اور طلائی ہیں۔ آخر میں دو مہریں ثبت ہیں، ایک مہر مختار الدولہ (ٹونک کے ممتاز جرنیل اور اہم رکن) کی ہے اور دوسری نواب محمد علی خان بانی کتب خانہ ہٰذا کی۔

(۳)-تاریخ ابن حجر

حافظ شہاب الدین ابوالفضل احمد بن محمد المعروف بہ ابن حجر عسقلانیؒ کی مشہور تصنیف کا حصہ دوم ہے، جو آٹھویں یا نویں صدی ہجری کا نوشتہ معلوم ہوتا ہے۔ کاغذ کی ساخت اور قدیم عربی رسم الخط سے

ظاہر ہوتا ہے کہ نسخہ یقیناً قدیم ہے۔

(۴)-مرآت آفتاب نما

نواب عبدالرحمٰن ملقب بہ شاہ نواز خان ہاشمی دہلوی، شاہ عالم بادشاہ ۱۵۷ا ھ ۱۸۰۶ء کی چہیتی بیٹی کے استاد تھے جو بعد میں محلات شاہی کے منتظم اعلیٰ بنائے گئے۔ مرآت آفتاب نما ان کی مصنفہ اور شاہ عالم کے سن جلوس ۴۵ رسال تک کی مفصل تاریخ اور ایک طرح کی سوانح بھی ہے، اور جغرافیہ بھی، یہ کتاب ایک مقدمہ دو جلوے اور ایک خاتمہ پر مشتمل ہے، ہر جلوے کو چند تجلیوں پر اور ہر تجلی کو چند لمعوں پر منقسم کیا گیا ہے۔

نسخہ شاہ عالم کے دور کی بہترین، جامع اور مکمل تاریخ ہے۔ اس کے مختلف نسخے بعض مشہور کتب خانو میں محفوظ ہیں مگر بہت کم مکمل ہیں۔ برٹش میوزیم کا نسخہ ناقص ہے جو صرف چند حصص پر مشتمل ہے۔ انڈیا آفس لائبریری لندن میں اس کا ایک نسخہ مکتوبہ ۱۲۳۳ھ مطابق ۱۸۱۷ء محفوظ ہے۔ عربی اینڈ پرشین ریسرچ انسٹیٹیوٹ راجستھان ٹونک کا نسخہ ۱۲۶۱ھ مطابق ۱۸۴۴ء کا مکتوبہ ہے۔ بہت عمدہ کاغذ پر دیدہ زیب فارسی نستعلیق خط میں ہے اور اس پر نواب محمد علی خان بہادر کے دستخط بھی ثبت ہیں (۲،۱)

(۵)-جغرافیۂ عالم

یہ کتاب بھی نادر نسخوں میں ہے۔ اس مخلوطہ میں تقسیم اقالیم کا ذکر، صوبہ جات ہند کی تفصیل اور مغلیہ عہدہ کی تاریخی عمارتوں کا حال اور ان کے مصارف کا بیان ہے۔ کتاب کے آخری صفحہ میں اکبر کی وفات اور سکندرہ کی تعمیر کا تذکرہ بھی ملتا ہے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ کتاب مغلیہ دور کے اواخر میں لکھی گئی ہے۔

(۶)-تاریخ قلعہ رنتھمبور

یہ غیر مطبوعہ اور نہایت ہی اہم تاریخی مخلوطہ ہے۔ جہاں تک پتہ چل سکا ہے اس ادارہ کے علاوہ اور کہیں اس کو وجود نہیں ہے۔ راجستھان کی تاریخ پر یہ اہم ترین کتاب ہے۔ راجستھان کے تمام محققین

اور مؤرخین نے اس کو بہت اہم تسلیم کیا ہے کیونکہ یہ ہندی کی تاریخی کتب سے رائے ہمیر دیو والی رنتھمبور کے حالات کا فارسی ترجمہ ہے۔ مصنف نے اپنا نام اور سن تصنیف نہیں دیا ہے۔ خط فارسی شکستہ ہے۔

(۷)-تاریخ راجستھان

تاریخ راجستھان الموسوم بہ نسب الانساب، مصنفہ کالی رام کالستھ ساکن اجمیر بزبان فارسی، تاریخ راجستھان کا نہایت بیش بہا اور نایاب نسخہ ہے جہاں تک پتہ چل سکا ہے اس کا دوسرا نسخہ اس لائبریری کے علاوہ اور کہیں دستیاب نہیں ہے اور ابھی تک غیر مطبوعہ ہے۔ خط پختہ شکستہ ہے، مطالعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ کتاب بہت مستند اور سرکاری دستاویزات اور کاغذات پر مبنی ہے۔

(۸)-امیر نامہ

امیر نامہ غیر مطبوعہ اور اہم ترین تاریخی مخطوطہ ہے جو نہ صرف مجاہد آزادی اور بانی ریاست ٹونک امیر الدولہ نواب امیر خاں کی سوانح ہے بلکہ جنگ آزادی کی تحریک اور انگریزوں کے خلاف مرہٹہ اور پٹھان فرقوں کی متحدہ مساعی کی سرگزشت بھی ہے اور راجستھان، روہیل کھنڈ، یوپی، بھوپال، پنجاب اور دکن کے حالات کا مختصر جائزہ بھی۔

عربک اینڈ پرشین ریسرچ انسٹیٹیوٹ راجستھان ٹونک میں جو نسخہ ہے وہ نواب امیر خاں کی زندگی کا مکتوبہ ہے اس لیے اہم اور نایاب ہونے کے علاوہ مستند بھی ہے۔ اس پر ریاست کے مدارالمہام دیوان شمس الدین کے حواشی بھی ہیں (نوشتہ ۱۲۴۷ھ م ۱۸۳۱ء)

(۹)-تاریخ احمدی

جیسا کہ نواب وزیر الدولہ والی ریاست ٹونک مشہور مجاہد حضرت سید احمد شہید سے بیعت تھے اس لیے سید احمد صاحب کے شہید ہونے کے بعد نواب صاحب نے آپ کے سوانح اور حالات مرتب کرائے تھے۔ کچھ حالات سید صاحب کے مریدوں نے بھی مرتب کیے۔ یہ حالات تاریخ احمدی اور مخزن احمدی اور مکتوبات احمدی کے نام سے موسوم ہیں۔ ان میں تاریخ احمدی مصنفہ مولوی سید جعفر علی کا نسخہ بھی ہے جو

سید صاحب کے سفر جہاد میں ان کے میر منشی تھے اس نسخہ کی صرف جلد اوّل ہے۔ دوسرا نسخہ مولانا سید حیدر علی رامپوری ثم ٹونکی نے لکھا ہے۔ پہلا فارسی میں ہے اور دوسرا اردو میں۔ اسی تاریخ احمدی کا ایک حصہ دوم بھی ہے جو میاں فتح علی کا مرتبہ ہے۔ یہ ۱۲۹۶ھ میں نواب یمین الدولہ محمد علی خاں صاحب بہادر جنت آشیانی والی ریاست ٹونک کے حکم سے لکھا گیا۔ یہ بھی اردو میں ہے۔ اور تاریخ احمدی کا تتمہ معلوم ہوتا ہے۔

(۱۰)-مخزن احمدی

مخزن احمدی فارسی مولوی محمد علی صاحب کی تصنیف ہے۔ اس میں سید صاحب کی ابتدائی چالیس سال کی تاریخ ہے جو ۱۲۶۱ھ کی مصنفہ ہے۔ عربک اینڈ پرشین ریسرچ انسٹیٹیوٹ راجستھان میں اس کے تین نسخے ہیں۔ ایک ۱۲۸۲ھ دوسرا اور تیسرا نسخہ ۱۲۷۱ھ کا مکتوبہ ہے۔ مخزن احمدی حضرت سید احمد شہید کی زندگی اور تحریک پر پہلی کتاب ہے جو ابتدائی چالیس سال کی سوانح پر مشتمل ہے اور سب سے اہم اور مستند ہے۔ تاریخ احمدی بھی مستند اور اہم ہے مگر مخزن احمدی سے قدیم ہے (۱)

(۱۱)-مکتوبات سید احمد شہید صاحب

عربک اینڈ پرشین ریسرچ انسٹیٹیوٹ راجستھان میں سید صاحب کے مکتوبات کے دو نسخے ہیں۔ ان میں سید صاحب کے وہ خطوط ہیں جو انہوں نے اپنے مریدوں اور مجاہدوں کو لکھے تھے۔ دونوں نسخوں کا مقابلہ کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ دونوں میں کہیں کہیں فرق ہے۔

(۱۲)-متفرق مکتوبات

ان فارسی مکاتیب کا بھی ایک مجموعہ محفوظ ہے جو سید صاحب نے اپنے ساتھیوں اور مریدوں کو لکھے تھے۔ یہ تمام خطوط سید صاحب کے خلیفہ مولوی نصیر الدین صاحب نے جمع کیے تھے۔

(۱۳)-ظفر نامہ

منظومہ مولانا ہاتفی بہت نادر قدیم اور اہم نسخہ ہے تاریخی اعتبار سے تیموری شاناور چغتائی عظمت کی ایک دلچسپ داستان ہی ہے۔ ادبی لحاظ سے بھی ایک شاہکار ہے۔ یہ نسخہ ۹۷۶ھ مطابق ۱۵۶۸ء کا منقولہ یعنی عہد اکبری کا نوشتہ ہے۔

(۱۴)-طبقات شاہجہانی

مصنفہ محمد صادق۔ اس میں ۸۷۱ر مشاہیر فضلاء وعلماء، اکابر شعراء، اُدباء، مصنفین اور صوفیائے کرام کا بیش بہا تذکرہ ہے جس میں سوانحی اور تاریخی حالات کے علاوہ سلوک، تصوف اور تہذیب و ثقافت کی جلوہ نمائیاں بھی ہیں۔ یہ گراں مایہ تذکرہ دس طبقات پر مشتمل ہے جن میں تیمور اور اس کے جانشینوں کے دور کے تمام مشاہیر ارباب علم وفضل کے حالات اوران کے کارہائے نمایاں اور خدمات کا تذکرہ ملتا ہے۔ اغلب یہ ہے کہ ۱۰۴۶ھ مطابق ۱۶۳۷ء میں مکمل ہوا۔ کیونکہ اس کے بعد کے حالات نہیں ہیں۔ یا اس کے بعد مصنف کا انتقال ہوگیا یا کچھ ایسے موانع پیش آئے جن کی بنا پر مصنف آگے نہیں لکھ سکا۔ ایتھ کے نزدیک ۱۰۴۶ھ مطابق ۱۶۳۷ء کے قریب قریب یہ مخطوطہ ترتیب دیا گیا ہوگا اس کے ۲۱ر سال بعد تک شاہجہاں سریر آرائے سلطنت رہا۔

یہ نہایت نادر نسخہ ہے جو اب تک معلوم کیا جا سکا ہے اور غیر مطبوعہ ہے۔ اس کے دوسرے نسخے بہت کمیاب ہیں۔ اس نسخہ کی چار نقلیں مختلف کتب خانوں میں محفوظ ہیں، ایک آصفیہ کتاب خانہ میں ہے، دوسری انڈیا آفس کتب خانہ میں، تیسری برٹش میوزیم میں اور چوتھی ٹونک میں۔

(۱۵)-خلاصۃ التواریخ

اس کے مصنف منشی بجھان رائے بھنڈاری ہیں۔ پٹیالہ میں پیدا ہوئے اس نسخہ کی مختلف ترقیموں سے پتہ چلتا ہے کہ وہ زیادہ تر سرکاری عہدے داروں کے منشی رہے۔ ریو کے مطابق خلاصۃ التواریخ کے علاوہ خلاصۃ الانشاء بھی ان ہی کی تصنیف ہے جو بہت نایاب ہے اس کے کچھ اجزاء برٹش میوزیم میں

محفوظ ہیں۔ خلاصۃ التواریخ شہنشاہ اورنگ زیب عالمگیر کے چالیسویں جلوس ۱۱۰۷ھ مطابق ۱۶۹۵ء میں بڑی کاوش اور محنت سے لکھی گئی۔ یہ ہندوستان کی مکمل تاریخ ہے۔ اس کے مختلف نسخے مختلف کتب خانوں میں محفوظ ہیں۔ البتہ میر شیر علی افسوسؔ نے ''آرائش محفل'' کے نام سے اردو میں اس کا ترجمہ کیا ہے جو طبع بھی ہو چکا ہے۔ یہ اہم کتاب اپنی نوعیت کی ایک بیش بہا تاریخ ہے جو گوناگوں دلچسپ معلومات پر مشتمل ہے۔ عربک اینڈ پرشین ریسرچ انسٹیٹیوٹ راجستھان ٹونک ذخیرہ کا نسخہ بارھویں صدی ہجری کا نوشتہ معلوم ہوتا ہے۔ کاغذ سفید بادامی کرم خوردہ اور خط شکست ہے جس کا رواج اکبر کے دور میں زیادہ تھا لیکن جہانگیر سے عالمگیر تک کم ہوگیا تھا اور اس کی جگہ خط نستعلیق نے لے لی تھی۔ عالمگیر کے آخری عہد میں پھر خط شکست کا رواج زور پکڑ چلا تھا اس لیے یہ نسخہ مغلیہ دور کے آخری زمانہ کا مکتوبہ معلوم ہوتا ہے۔ کاتب نے ترقیمہ میں سن کتابت اور اپنا نام نہیں لکھا ہے۔

(۱۶)-تاریخ گزید

تاریخ گزید، مصنفہ احمد اللہ ابی بکر بن احمد بن نصر بن مستوفی قزوینی المتوفی ۷۵۰ھ تاریخ اسلام پر ایک جامع اور بصیرت افروز کتاب ہے جس میں ابتدائے آفرینش سے ۷۳۰ھ سال تالیف تک کے حالات اور واقعات وارد ہیں۔ کتاب چھ ابواب، ایک ابتدائیہ اور ایک خاتمہ پر مشتمل ہے۔ اس کا ترجمہ مسٹر بائیرزی جناروں نے ایشاٹک سوسائٹی جرنل میں کیا ہے۔ اس کتاب کے خاتمہ پر بطور تتمہ ایک باب ہے جس میں اولیائے کرام اور سلاطین کے انساب کا بیان ہے۔

تاریخ گزید کا جو نسخہ عربک اینڈ پرشین ریسرچ انسٹیٹیوٹ راجستھان ٹونک میں محفوظ ہے۔ تاریخ کتابت اور کاتب کا نام اس نسخہ میں مرقوم نہیں ہے لیکن رسم الخط اور قلم کی روش سے ظاہر ہو رہا ہے کہ سولہویں صدی عیسوی کا نوشتہ ہے اس لیے کہ اس کے زیادہ تر نسخے سولہویں صدی کے اواخر اور سترہویں صدی کے اوائل کے لکھے ہوئے ہیں چنانچہ برٹش میوزیم میں ایک نسخہ ۱۵۱۸ء کا نوشتہ اور بقیہ تین نسخے سولہویں صدی عیسویں کے مکتوبہ ہیں۔

(۱۷)-حبیب السیر

حبیب السیر مصنفہ غیاث الدین بن ہمام الدین المدعو بخواند میر تاریخ کی ایک جامع کتاب ہے جو تین حصوں پر منقسم اور ہر حصہ چار اجزاء پر مشتمل ہے۔ پہلے حصہ میں شیاطین واجنہ کا، دوسرے میں انبیاء کرام اور منکرین کا حال ہے، تیسرے میں حضور اکرم ﷺ کی حیات مقدسہ اور غزوات وغیرہ اور چوتھے جزو میں خلفائے راشدین کے حالت ہیں۔ حبیب السیر تہران اور بمبئی سے شائع ہوچکی ہے اس کے متعلق مورلے اور ایلیٹ نے بہت کچھ بحث کی ہے۔ عربک اینڈ پرشین ریسرچ انسٹیٹیوٹ راجستھان ٹونک میں اس کا جو نسخہ محفوظ ہے وہ ۱۰۶۴ھ کا نوشتہ ہے۔

(۱۸)-خلاصۃ الاخبار

مصنفہ غیاث الدین بن ہمام خواند میر المتوفی ۱۹۴۱ء مصنف نے یہ کتاب ۳۵،۱۹۳۴ء میں میر علی شیر وزیر سلطان حسین مرزا کے لیے تصنیف کی تھی۔ جو ایک مقدمہ، دس مقالات اور ایک تتمہ پر مشتمل ہے۔ عربک اینڈ پرشین ریسرچ انسٹیٹیوٹ راجستھان ٹونک میں موجود نسخہ اس کا مکمل نسخہ ہے اس کا ترجمہ میجر ڈیوڈ پرائس نے انگریزی میں کیا ہے اور اس نسخہ پر مشہور فہرست نگاروں نے بحث کی ہے۔

اس کے مقدمہ میں تخلیق وتکوین کائنات پر بحث ہے، پہلے مقالہ میں انبیائے کرام کا ذکر ہے، دوسرےمیں یونانی حکماء کا حال ہے، تیسرا مقالہ شاہان عرب وعجم پر ہے، چوتھے مقالہ میں سرورِ کائنات ﷺ کا ذکر پاک ہے، پانچویں مقالہ میں خلفائے راشدین اور ائمہ کرام، چھٹے میں خلفائے بنوامیہ، ساتویں میں عباسی خلفاء اور آٹھویں میں ان کے مختلف خاندانوں کے حالت ہیں، نویں میں چنگیز خان اور ان کی نسل، دسویں میں تیمور اور اس کے اسلاف کا حال ہے۔ اس کا تتمہ ہرات اور اس کے مشاہیر کے حالات پر مشتمل ہے۔ اس کتاب کا ایک قلمی نسخہ برٹش میوزیم میں ۱۰۲۷ھ کا محفوظ ہے۔ عربک اینڈ پرشین ریسرچ انسٹیٹیوٹ راجستھان ٹونک کا نسخہ ۱۰۰۰ھ مطابق ۱۶۶۹ء کا مکتوبہ ہے۔

(۱۹)-نگارستان

مصنفہ محمد احمد المعروف بہ قاضی احمد غفاری تاریخ ایران پر ایک نایاب کتاب ہے جو حضور اکرم ﷺ کے عہد مسعود سے دسویں صدی ہجری کے اوائل تک کے حالات پر مشتمل ہے۔ اس کا سن تصنیف ۹۵۹ ھ م ۱۵۵۲ء ہے۔

(۲۰)-بہجۃ العالم

مصنفہ حکیم مہارت خاں اصفہانی ہندوستان کے آخری بادشاہ ظفر کے زمانے تقریباً ۱۱۳۰ھ م ۱۰۱۸ھ کی تصنیف ہے اس میں تمام شہروں کے مختصر جغرافیائی حالات ہیں۔ یہ ایک قسم کی جغرافیہ آمیز تاریخ ہے۔ بہجۃ العالم کا نسخہ ۱۲۷۵ھ کا مکتوبہ ہے۔ کاتب کا نام غلام علی القرشی ہے ابھی تک اس کے تراجم، طباعت واشاعت کا پتہ نہیں چل سکا۔

(۲۱)-تاریخ الخمیس فی احوال النفس النفیس (جلد دوم عربی)

قاضی حسین بن محمد الدیار البکری المالکی متوفی ۹۶۶ھ کی مشہور تصنیف ہے جو مکہ مکرمہ کے جید عالم تھے۔ یہ نسخہ ایک مقدمہ تین ارکان اور ایک خاتمہ پر مشتمل ہے۔ عربک اینڈ پرشین ریسرچ انسٹیٹیوٹ راجستھان ٹونک میں دونوں جلدیں محفوظ ہیں جو الگ الگ سنین کی مرقومہ ہیں۔ جلد اول ۱۰۹۶ھ کی نوشتہ ہے اس کے کاتب کا نام علی بن سلمان بن ابراہیم ہے۔ اس جلد میں ۵ھ کے حالات ملتے ہیں۔ جلد دوم ۱۰۳۱ھ کی نوشتہ ہے۔ اس میں ۵ھ سے سلطان مراد ثالث تک کے حالات ہیں۔

(۲۲)-تاریخ چین (اردو)

کارکرن مصنف جوہر اخلاق ومترجم عدالت دیوانی صدر کلکتہ کی مصنفہ ہے۔ نسخہ ہٰذا کے ترقیمہ میں سن کتابت ۱۲۷۱ھ دیا ہوا ہے لیکن کاتب نے اپنا نام نہیں لکھا ہے۔ یہ کتاب ۱۸۵۲ء میں کلکتہ سے اور ۱۸۶۵ء میں دار العلوم میرٹھ سے طبع ہو چکی ہے۔

(۲۳)-تاریخ ہندوستان (فارسی)

یہ تاریخ حقی کے نام سے زیادہ مشہور ہے سلطان معز الدین محمد بن سام سے لے کر اکبر اعظم تک کے حالات پر مشتمل ہے۔

(۲۴)-حدیقۃ الاقالیم (فارسی)

یہ ایک جغرافیائی کتاب ہے لیکن اس میں کہیں کہیں تاریخی حالات و واقعات دیئے گئے ہیں۔ اس لیے یہ جغرافیہ اور تاریخ دونوں پر محیط ہے۔ مرتضیٰ حسین مخاطب بہ اللہ یار عثمان بلگرامی نے شاہ عالم ثانی کے عہد حکومت میں اس کو تصنیف کیا۔ اس میں ساتوں اقالیم کا مفصل ذکر ملتا ہے اور ہر اقلیم کے مشاہیر علماء اور حکماء کے حالات بھی قلمبند کیے گئے ہیں۔ عربک اینڈ پرشین ریسرچ انسٹیٹیوٹ راجستھان ٹونک کا نسخہ ۱۲۲۵ھ کا نوشتہ ہے۔ اوّل صفحہ پر نواب وزیر الدولہ بہادر خلد مکانی اور نواب یمین الدولہ محمد علی خان بہادر خلد آشیانی کے دستخط اور مہریں ثبت ہیں۔ یہ ۱۸۸۱ء میں لکھنؤ سے چھپ چکی ہے۔

(۲۵)-ترجمہ تاریخ فتوح لاحمد بن اعثم کوفی (فارسی)

یہ مخطوطہ فتوح لاحمد کا فارسی میں ترجمہ ہے۔ اس کتاب میں خلفائے راشدین اور ان کے دور کے جو مسلم غزوات ہوئے ان کا ذکر کیا گیا ہے۔ اس کے اصلی عربی نسخہ کا بھی پتہ نہیں چل سکا۔ عربک اینڈ پرشین ریسرچ انسٹیٹیوٹ راجستھان ٹونک کا مخطوطہ ۱۰۷۷ھ کا نوشتہ ہے۔ حاجی سہراب اس کے کاتب ہیں۔

(۲۶)-اقبال نامہ جہانگیری

جہانگیر نامہ بھی کہلاتا ہے جو تین دفاتر پر مشتمل ہے۔ دفتر اوّل بابر اور ہمایوں کے ادوار کے

تاریخی اور سیاسی حالت ہیں۔ دوسرے دفتر میں صرف اکبر اعظم کے طویل عہد حکومت کے واقعات کا احاطہ ہے جس کی بنیاد زیادہ تر اکبرنامہ ہی ہے۔ تیسرے دفتر میں بادشاہ جہانگیر کے سوانحی، سیاسی اور ملکی حالات ہیں جو ۱۵ ھ جلوس تک کے واقعات پر مشتمل ہیں۔ تیسرا دفتر بہت عام ہے اس کے نسخے قریب قریب سب کتب خانوں میں ملتے ہیں لیکن دفتر اوّل و دوم نایاب ہیں۔ اس کے مصنف معتمد خان عہد جہانگیری و شاہجہانی کے معتمد رکن، ان کا اصلی نام محمد شریف ہے۔ ایران کے رہنے والے تھے۔ ہندوستان آکر تیسرے جلوس جہانگیری میں اعلیٰ منصب اور معتمد خان کے مؤقر خطاب سے سرفراز ہوئے۔ جہانگیر نے اپنی تزک میں کئی جگہ ان کا ذکر کیا ہے۔ عربک اینڈ پرشین ریسرچ انسٹیٹیوٹ راجستھان ٹونک میں بھی تینوں دفاتر موجود ہیں جو ایک ہی جلد میں مجلد اور ۱۲۴۱ھ م ۱۸۲۵ء کے نوشتہ ہیں۔ اوّل و آخر صفحہ پر ظہور علی اور لوح کتاب پر محمد امین کی مہریں ثبت ہیں۔

(۲۷)-تاریخ نادری

مصنفہ محمد مہدی استرآبادی۔ نادر شاہ کے عروج کے زمانے سے لے کر اس کی وفات ۱۱۶۰ھ م ۱۷۴۷ء تک کے واقعات پر مشتمل ہے۔ اس کا ترجمہ فرانسیسی زبان میں ۱۷۷۰ء میں Historied Nadir Shah. کے نام سے ہو چکا ہے۔ انگریزی ترجمہ بھی فاضل مترجم نے ۱۷۷۳ء میں لندن سے شائع کیا۔ اصل فارسی ایڈیشن تبریز، طہران اور بمبئی وغیرہ سے شائع ہو چکے ہیں۔ نسخہ ہذا مطلا، مینا کار اور مجدول شنگرفی اور ۱۲۳۱ھ م ۱۸۱۵ء کا نوشتہ ہے۔

(۲۸)-طبقات اکبرشاہی (فارسی)

طبقات اکبرشاہی یا طبقات اکبری یا تاریخ نظامی ہندوستان کی مکمل اور پہلی اہم بنیادی تاریخ ہے، بعد کے تمام مؤرخین نے اسی سے استفادہ کیا ہے۔ اس کے مصنف نظام الدین احمد بن محمد مقیم ہروی ہیں۔ یہ نسخہ دور شاہجہانی کے اوائل کا لکھا ہوا ہے۔ کاتب نے اپنا نام نہیں لکھا ہے لیکن ترقیمے میں سن کتابت ۱۰۴۹ھ م ۱۶۳۹ء درج ہے۔

(۲۹)-ظفر نامہ یزدی (فارسی)

تیمور کی جتنی تاریخیں لکھی گئی ہیں ان میں ظفر نامہ شاہی اور ظفر نامہ یزدی زیادہ اہم ہیں۔ یہ ظفر نامہ تیمور کے پوتے سلطان ابراہیم نے لکھوایا تھا۔ عربک اینڈ پرشین ریسرچ انسٹیٹیوٹ راجستھان ٹونک میں دو نقلیں ہیں۔ ایک دور اکبری یعنی ۱۰۰۱ھ م ۱۵۹۲ء کی ہے۔ اس کی کتابت احمد بن شیخ مبارک فاروقی نے کی ہے۔ دوسرے نسخہ کی کتابت ۱۲۱۲ھ م ۱۸۲۲ء میں ہوئی ہے مگر کاتب کا نام اس میں تحریر نہیں ہے۔

(۳۰)-عالم آرائے عباسی (فارسی)

مصنفہ اسکندر بیگ، اس کے مقدمہ میں شجرۂ خاندان عباسیہ شیخ صفی الدین اور اس کے جانشیں کے حالات ہیں۔ صحیفۂ اوّل میں شاہ عباس کی پیدائش، شاہ طہماسپ کی موت، اور اسمٰعیل مرزا و سلطان محمد شاہ عباس کے سریر آرائے سلطنت ہونے تک کے حالات ہیں۔ صحیفۂ دوم میں شاہ عباس کی تخت نشینی اور اس کے ابتدائی تیس سالہ دور حکومت ۱۰۲۵ھ م ۱۶۱۶ء کے حالات و واقعات ہیں۔ نسخۂ ہذا مطلاء و مذہب اور دیدہ زیب ہے۔ لوح کتاب بھی مزین میناکار، اور مطلا ہے۔ ۴۸ھ جلوس کا مکتوبہ ہے۔ اس نسخہ میں صرف صحیفۂ دوم ہے۔ صحیفۂ اوّل اور مقصد ثانی نہیں ہے۔ کاتب نے اپنا نام اور تاریخ کتابت نہیں لکھی ہے۔ اوّل صفحہ پر نواب وزیر الدولہ بہادر خلد مکانی اور نواب یمین الدولہ محمد علی خان بہادر جنت مکانی والیان ریاست ٹونک کی مہریں ثبت ہیں۔

(۳۱)-عالمگیر نامہ (فارسی)

مصنفہ منشی محمد کاظم بن محمد امین۔ اس میں اورنگ زیب عالمگیر کے دس سالہ عہد حکومت کے سرکاری واقعات ہیں۔ عالمگیر نامہ چھپ چکا ہے اور عربک اینڈ پرشین ریسرچ انسٹیٹیوٹ راجستھان ٹونک کا نسخہ ۵/ ذی الحجہ ۳ جلوس عالمگیری کا نوشتہ ہے، کاتب کا نام تحریر نہیں ہے۔

(۳۲)-فرحۃ الناظرین معروف بہ سیر الاخیار (فارسی)

مؤلفہ محمد اسلم بن محمد حافظ عصمت اللہ قادری ۱۱۸۴ھ م ۱۷۷۰ء شاہ عالم کے عہد میں لکھی گئی جس کا ذکر مقدمہ میں ہے۔ یہ مختلف تاریخوں کی مستند اور اہم تلخیص ہے جو عمومی تاریخ اسلام اور تاریخ ہند پر مشتمل ہے۔ مقدمہ میں ابتدائے آفرینش کا حال ہے۔ مقالہ اوّل میں انبیائے کرام، حیات نبوی، آپ ﷺ کے غزوات، خلفائے راشدین، ائمہ عظام، اور فقہائے اربعہ کا حال ہے۔ دوسے مقالہ میں ہندوستان کے مہاراجگان اور شاہان دہلی میں ابراہیم لودھی کا حال ہے۔ تیسرا مقالہ امیر تیوریہ سے لے کر شاہ عالم تک کے واقعات پر مشتمل ہے۔ پیش نظر نسخہ مصنف کے قریبی عہد یعنی ۱۱۹۹ھ کا نوشتہ ہے۔ اس کا ایک نسخہ برٹش میوزیم میں بھی ہے جو نامکمل ہے۔ اس میں اورنگ زیب کے تخت نشیں ہونے کے بعد کے واقعات غائب ہیں۔ نسخہ ہذا کی جلد اوّل میں متن کے ساتھ ساتھ اس کا انگریزی ترجمہ بھی ہے۔

(۳۳)-شاہجہاں نامہ

شاہجہاں کے درباری شاعر ابوطالب کلیم ہمدانی کا منظورمہ و نایاب مخطوطہ ہے جو اس کے حلیہ اوصاف، انساب، جہانگیری عہد میں شاہجہاں کے کارناموں، محاربوں اور فتوحات سے شروع ہوتا ہے۔ ترقیمہ کے نوٹ سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ مخطوطہ ۱۰۴۲ھ م ۱۶۳۲ء یا ۱۱۴۲ھ م ۱۷۲۹ء میں کتابت کیا گیا تھا۔

(۳۴)-منظوقہ شاہجہانی

اس کو شاہجہاں کے سن جلوس اوّل یعنی ۱۰۳۷ھ م ۱۶۲۷ء میں بھگوان داس نے ترتیب دیا تھا۔ عبدالرحیم لاہوری نے ۱۶ر فروری ۱۸۸۶ء میں اس کی کتابت کی ہے۔ مغلیہ دور کی یہ ایک تاریخ ہے جو شاہ جہاں کے اجداد کے انساب ان کے حالات اور مغلیہ بادشاہوں کے واقعات پر مشتمل ہے جو شاہجہاں کے انساب اور حالات پر مکمل طور سے بحث کرتا ہے۔ اس کا ایک نسخہ سالار جنگ میوزیم میں بھی محفوظ ہے اس کے علاوہ اور نسخہ کا سراغ نہیں ملتا۔

(۳۵)-اولادنامہ چنگیز خان

یہ ضخیم انساب پر مشتمل تذکرہ ہے جو چنگیز خان اور ہلاکو خان کے جنگی محاربوں، ان کے انساب خاندانی حالات اور اولاد پر مشتمل ہے۔ اس نسخہ کے بارے میں ابھی مزید معلومات نہیں ہو سکی۔ آیا یہ شائع ہوا ہے یا نہیں، اور اس کے مزید مخطوطات کہاں کہاں موجود ہیں۔ برٹش میوزیم لندن میں ''طبقۂ اولادِ چنگیز خان'' کا ایک مخطوطہ نامکمل حالت میں دیکھا گیا ہے جس کے بارے میں ریو نے لکھا ہے کہ یہ ہلاکو خان اور اس کے اخلاف سے بحث کرتا ہے۔ اور خاص طور سے ایلخانی خاندان کے بارے میں ذکر کرتے ہوئے سلطان احمد بن اویس کے انتقال (۸۱۳ھ م ۱۴۱۰ء) پر ختم ہو جاتا ہے۔ نسخہ بہرحال اہم اور نادر ہے اس کے کل ۲۹۸ راوراق ہیں۔

(۳۶)-ہمایوں نامہ

غیاث الدین بن ہمام الدین مشہور بہ خواند امیر متوفی بعد از ۹۴۱ھ م ۱۵۳۴ء کا مصنفہ ہے۔ اس کے کاتب محمد حسین ہیں۔ ۱۳۰۲ھ م ۱۸۸۴ء کا مکتوبہ ہے۔ یہ ہمایوں کے عہد کے روزانہ کے حالات اس کے قوانین وضوابط، خاص خاص ایجادات، ثقافتی اقدار و آثار پر مشتمل ہے۔ عہد ہمایوں کی عمارات کا بھی خاص طور پر ذکر کیا گیا ہے۔

(۳۷)-تاریخ مظفری

سلاطین چغتائیہ پر ایک مبسوط اور مربوط تاریخ ہے جس کو محمد علی خان انصاری نے ۱۳۰۲ھ م ۱۸۸۵ء میں مولوی مسیح الدین بہادر کے نسخہ سے نقل کیا۔ ریو نے برٹش میوزیم کے کیٹلاگ میں اس پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ محمد شاہ کے پہلے سلاطین پر تو یہ تاریخ مختصر حالات پر مبنی ہے لیکن محمد شاہ اور اس کے بعد کے ادوار پر بہت ہی قیمتی اور اہم ہے۔ اس لیے کہ واقعات سال بہ سال اور عہد بہ عہد

بیان کیے گئے ہیں۔ایچ جی کین نے اپنی تاریخ Foll of mughal میں اسی سے مواد لیا ہے۔اس کے ۲۰۶ر سے ۲۳۲ر اوراق کا ترجمہ دین محمد نے کیا تھا جو برٹش میوزیم میں اصل مسودے کی شکل میں محفوظ ہے۔

(۳۸)-ذکر ملوک (تاریخ حقی)

معارج النبوۃ کے مشہور و معروف مصنف اور ہندوستان کے شہرۂ آفاق محدث و عالم شاہ عبدالحق دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ م ۱۶۴۲ء نے ۱۰۰۵ھ م ۷،۱۵۹۶ء میں ترتیب دی۔یہ معزالدین بن سام کے عہد سے شروع ہو کر اکبر اعظم پر ختم ہوتی ہے۔عربک اینڈ پرشین ریسرچ انسٹیٹیوٹ راجستھان ٹونک میں جو حقی نسخہ محفوظ ہے اس کے ۲۲۶ر صفحات ہیں۔

(۳۹)-مرأت واردات

خاندان تیموریہ کی تاریخ ہے جو شہنشاہ بابر سے شروع ہو کر محمد شاہی ۱۶ جلوس مطابق ۱۱۴۶ھ م ۱۷۳۳ء تک کے حالات پر مشتمل ہے۔محمد شفیع وارد بن سید شریف نے ۱۱۴۶ھ م ۴،۱۸۳۳ء میں اس کی تکمیل کی۔اس کے نسخے انڈیا آفس لائبریری لندن، برٹش میوزیم لند، بانکی پور پٹنہ اور علی گڑھ میں پائے جاتے ہیں۔

(۴۰)-ظفر نامہ کابل

کسی نامعلوم الاسم کا مصنف کا منظوم کیا ہوا ایک اہم اور نادر نسخہ ہے جو انگریزوں اور افغانوں کے محاربات پر مشتمل ہے۔یہ دو دفاتر پر مشتمل ہے اور بنے سنگھ والی ریاست الور کو پیش کی گئی ہے جیسا کہ مخطوطہ کے مقدمہ میں ظاہر کیا گیا ہے۔مصنف نے سال تصنیف ۱۲۶۰ھ م ۱۸۴۴ء دیا ہے لیکن اپنا نام نہیں دیا۔ابھی تک اس کے دوسرے نسخے کا سراغ کسی اور کلکشن میں نہیں ملا ہے۔

(۴۱)-مجمع الانساب

مصنفہ محمد بن علی بن محمد، مکتوبہ بیسویں صدی عیسوی۔ ایران کی مکمل تاریخ ہے جو ۷۳۲ھ م ۱۳۳۲ء میں ترتیب دی گئی۔ اس کے چند اور نسخے انڈیا آفس لندن، برٹش میوزیم لندن، لینن گریڈ کلکتہ میں محفوظ ہیں۔ یہ اب تک شائع نہیں ہوئی ہے۔

(۴۲)-تاریخ الحکماء

یہ مخطوطہ گیارہویں صدی ہجری مطابق سترہویں صدی عیسوی کی تصنیف ہے۔ مصنف کا نام معلوم نہیں ہو سکا۔ یہ کتاب یونان اور دنیائے اسلام کے مشہور اور نامی گرامی حکماء اور دانشوروں کے حالات اور ان کے کارناموں کے بیان پر مشتمل ہے۔

(۴۳)-تواریخ الحکماء

یونان کے حکیموں، فلاسفروں اور عہد اسلام سے پہلے کے حکماء کی مختصر تاریخ ہے۔ اکبر کے دور حکومت ۱۰۱۱ھ م ۱۶۰۲ء میں شہزادہ سلیم شاہ (جہانگیر) کی خواہش پر لکھی گئی۔

(۴۴)-تاریخ جہاں کشائے جوئنی

خواجہ علاؤ الدین عطا ملک نے ۶۵۸ھ م ۱۲۵۹ء میں اسے تصنیف کیا۔ یہ گیارہویں صدی ہجری مطابق سترہویں صدی عیسوی کی نقل کردہ ہے۔ منگولوں کے عہد حکومت کی تاریخ ہے جو چنگیز خان کے دور سے لے کر ہلاکو خان کے اسماعیلیہ فرقے کے خلفاء کے تاراج تک کے واقعات پر مشتمل ہے۔

(۴۵)-تاریخ عجائب الغرائب

دنیا کی تاریخ ہے جس میں اصطلاحات کی تعریفات، تاریخی حکایات، اہم واقعات، مشہور جگہوں کے حالات اور دنیا کے عجائبات و نوادرات کے ساتھ مغلیہ عہد حکومت کے پیمانے، اوزان، ناپ اور مغلیہ بادشاہوں، سلجوقیوں اور عباسی خلفاء کی مختصر تاریخ ہے اس کے مصنف کا پتہ نہیں چل سکا۔ یہ کتاب غالباً ۱۱۴۹ھ مطابق ۱۷۳۶ء کی تصنیف ہے (۷۱)

حوالہ جات وحواشی

۱...... بنو اسحاق، فن تحریر کی تاریخ، ۱۹۶۲ء، انجمن ترقی اردو، دہلی، ص ۶۱

۲...... صاحبزادہ شوکت علی خان، قصر علم، ۱۹۸۰ء، خواجہ پریس دہلی، ص ۳۱

۳...... صاحبزادہ شوکت علی خان، قصر علم، ۱۹۸۰ء، خواجہ پریس دہلی، ص ۳۲

۴...... صاحبزادہ شوکت علی خان، قصر علم، ۱۹۸۰ء، خواجہ پریس دہلی، ص ۳۵

۵...... مولوی عمران خان، خزینہ المخطوطات، ۱۹۸۱ء، شائع کردہ عربک اینڈ پرشین ریسرچ انسٹیٹیوٹ ٹونک، نیو پبلک پریس دہلی، ص ۶

۶...... مولوی عمران خان، خزینہ المخطوطات، ۱۹۸۱ء، شائع کردہ عربک اینڈ پرشین ریسرچ انسٹیٹیوٹ ٹونک، نیو پبلک پریس دہلی، ص ۸

۷...... مولوی عمران خان، خزینہ المخطوطات، ۱۹۸۱ء، شائع کردہ عربک اینڈ پرشین ریسرچ انسٹیٹیوٹ ٹونک، نیو پبلک پریس دہلی، ص ۱۱

۸...... مولوی عمران خان، خزینہ المخطوطات، ۱۹۸۱ء، شائع کردہ عربک اینڈ پرشین ریسرچ انسٹیٹیوٹ ٹونک، نیو پبلک پریس دہلی، ص ۱۷

۹...... مولوی عمران خان، خزینہ المخطوطات، ۱۹۸۱ء، شائع کردہ عربک اینڈ پرشین ریسرچ انسٹیٹیوٹ ٹونک، نیو پبلک پریس دہلی، ص ۲۱

۱۰...... مولوی عمران خان، خزینہ المخطوطات، ۱۹۸۱ء، شائع کردہ عربک اینڈ پرشین ریسرچ انسٹیٹیوٹ ٹونک، نیو پبلک پریس دہلی، ص ۲۴

۱۱....... فہرست مخطوطات، رامپور لائبریری رامپور، مرتبہ امتیاز علی عرشی، ۱۹۰۲ء، احمد پریس رامپور، مخطوط نمبر ۳۸

۱۲....... فہرست مخطوطات، رامپور لائبریری رامپور، مرتبہ امتیاز علی عرشی، ۱۹۰۲ء، احمد پریس رامپور، مخطوط نمبر ۴۲

۱۳....... مولوی عمران خان، خزینۃ المخطوطات، ۱۹۸۱ء، شائع کردہ عربک اینڈ پرشین ریسرچ انسٹیٹیوٹ ٹونک، نیو پبلک پریس دہلی، ص ۱۱

۱۴....... انگریزی کیٹلاگ، شائع کردہ خدا بخش اورینٹیل لائبریری، بانکی پور پٹنہ، ۱۹۶۸ء، مملوکہ عربک اینڈ پرشین ریسرچ انسٹیٹیوٹ ٹونک، مخطوط نمبر ۸۳/۸

۱۵....... مولوی عمران خان، خزینۃ المخطوطات، ۱۹۸۱ء، شائع کردہ عربک اینڈ پرشین ریسرچ انسٹیٹیوٹ ٹونک، نیو پبلک پریس دہلی، ص ۲۴

۱۶....... فہرست مخطوطات، رامپور لائبریری رامپور، مرتبہ امتیاز علی عرشی، ۱۹۰۲ء، احمد پریس رامپور، مخطوط نمبر ۷۷

۱۷....... عربی مخطوطات، مرتبہ براکلمین، مملوکہ عربک اینڈ پرشین ریسرچ انسٹیٹیوٹ ٹونک، مخطوط ۳۶

۱۸....... مولوی عمران خان، خزینۃ المخطوطات، ۱۹۸۱ء، شائع کردہ عربک اینڈ پرشین ریسرچ انسٹیٹیوٹ ٹونک، نیو پبلک پریس دہلی، ص ۲۹

۱۹....... مولوی عمران خان، خزینۃ المخطوطات، ۱۹۸۱ء، شائع کردہ عربک اینڈ پرشین ریسرچ انسٹیٹیوٹ ٹونک، نیو پبلک پریس دہلی، ص ۳۱

۲۰....... فہرست مخطوطات، رامپور لائبریری رامپور، مرتبہ امتیاز علی عرشی، ۱۹۰۲ء، احمد پریس رامپور، مخطوط نمبر ۸۴

۲۱...... مولوی عمران خان، خزینۃ المخطوطات، ۱۹۸۱ء، شائع کردہ عربک اینڈ پرشین ریسرچ انسٹیٹیوٹ ٹونک، نیو پبلک پریس دہلی، ص ۴۲

۲۲...... مولوی عمران خان، خزینۃ المخطوطات، ۱۹۸۱ء، شائع کردہ عربک اینڈ پرشین ریسرچ انسٹیٹیوٹ ٹونک، نیو پبلک پریس دہلی، ص ۴۷

۲۳...... عربی مخطوطات، مرتبہ براکلمین، مملوکہ عربک اینڈ پرشین ریسرچ انسٹیٹیوٹ ٹونک، مخطوط ۵۷

۲۴...... فہرست مخطوطات، رامپور لائبریری رامپور، مرتبہ امتیاز علی عرشی، ۱۹۰۲ء، احمد پریس رامپور، مخطوط نمبر ۹۸

۲۵...... مولوی عمران خان، خزینۃ المخطوطات، ۱۹۸۱ء، شائع کردہ عربک اینڈ پرشین ریسرچ انسٹیٹیوٹ ٹونک، نیو پبلک پریس دہلی، ص ۵۱

۲۶...... کرنل بسم اللہ بیگ، تذکرہ قاریان ہند، ۱۳۸۹ھ، مطبوعہ اعجاز پرنٹنگ پریس حیدرآباد دکن، ص ۲۷

۲۷...... ڈاکٹر محمد بشیر حسین، فہرست مخطوطات شیرانی، ۱۹۶۸ء، لاہور، جلد اوّل، ص ۵۵

۲۸...... فہرست مخطوطات، رامپور لائبریری رامپور، مرتبہ امتیاز علی عرشی، ۱۹۰۲ء، احمد پریس رامپور، مخطوط نمبر ۱۱۲

۲۹...... کرنل بسم اللہ بیگ، تذکرہ قاریان ہند، ۱۳۸۹ھ، مطبوعہ اعجاز پرنٹنگ پریس حیدرآباد دکن، ص ۵۸

۳۰...... فہرست مخطوطات، رامپور لائبریری رامپور، مرتبہ امتیاز علی عرشی، ۱۹۰۲ء، احمد پریس رامپور، مخطوط نمبر ۱۲۴

۳۱...... فہرست مخطوطات، رامپور لائبریری رامپور، مرتبہ امتیاز علی عرشی، ۱۹۰۲ء، احمد پریس رامپور، مخطوط نمبر ۱۳۷

۳۲ ...... انڈیا آفس لائبریری، کیٹلاگ، لندن، مرتبہ آر بری ایتھے، ۱۹۰۳ء، آکسفورڈ، مملوکہ عربک اینڈ پرشین ریسرچ انسٹیٹیوٹ ٹونک، مخطوط نمبر ۹۴

۳۳ ...... انڈیا آفس لائبریری، کیٹلاگ، لندن، مرتبہ آر بری ایتھے، ۱۹۰۳ء، آکسفورڈ، مملوکہ عربک اینڈ پرشین ریسرچ انسٹیٹیوٹ ٹونک، مخطوط نمبر ۱۲۴

۳۴ ...... فہرست مخطوطات، رامپور لائبریری رامپور، مرتبہ امتیاز علی عرشی، ۱۹۰۲ء، احمد پریس رامپور، مخطوط نمبر ۱۵۴

۳۵ ...... فہرست مخطوطات، رامپور لائبریری رامپور، مرتبہ امتیاز علی عرشی، ۱۹۰۲ء، احمد پریس رامپور، مخطوط نمبر ۱۶۷

۳۶ ...... مولوی عمران خان، خزینۃ المخطوطات، ۱۹۸۱ء، شائع کردہ عربک اینڈ پرشین ریسرچ انسٹیٹیوٹ ٹونک، نیو پبلک پریس دہلی، ص ۷۲

۳۷ ...... فہرست مخطوطات، رامپور لائبریری رامپور، مرتبہ امتیاز علی عرشی، ۱۹۰۲ء، احمد پریس رامپور، مخطوط نمبر ۱۷۲

۳۸ ...... فہرست مخطوطات، رامپور لائبریری رامپور، مرتبہ امتیاز علی عرشی، ۱۹۰۲ء، احمد پریس رامپور، مخطوط نمبر ۱۹۸

۳۹ ...... مولوی عمران خان، خزینۃ المخطوطات، ۱۹۸۱ء، شائع کردہ عربک اینڈ پرشین ریسرچ انسٹیٹیوٹ ٹونک، نیو پبلک پریس دہلی، ص ۹۶

۴۰ ...... فہرست مخطوطات، رامپور لائبریری رامپور، مرتبہ امتیاز علی عرشی، ۱۹۰۲ء، احمد پریس رامپور، مخطوط نمبر ۲۲۲

۴۱ ...... فہرست مخطوطات، رامپور لائبریری رامپور، مرتبہ امتیاز علی عرشی، ۱۹۰۲ء، احمد پریس رامپور، مخطوط نمبر ۲۳۴

باب ششم

ریاست ٹونک کے علمائے کرام کی علوم اسلامیہ میں خدمات

فصل اوّل

(۱) علم فقہ میں علمائے ٹونک کی دینی وعلمی خدمات

فصل دوم

(۲) فن سیرت پر علمائے ٹونک کی دینی وعلمی خدمات

فصل سوم

(۳) حفظ قرآن اور فن تجوید وقرأت میں علمائے ٹونک کی خدمات

فصل چہارم

(۴) فارسی زبان اور اردو ادب کی ترویج میں اہلیانِ ٹونک کی خدمات۔

فصل پنجم

(۱) ٹونک کے غیر مسلم حضرات کی علم وادب میں خدمات

حواشی وحوالہ جات

۴۲...... مولوی عمران خان، خزینۃ المخطوطات، ۱۹۸۱ء، شائع کردہ عربک اینڈ پرشین ریسرچ انسٹیٹیوٹ ٹونک، نیو پبلک پریس دہلی، ص ۱۰۶

۴۳...... فہرست مخطوطات، رامپور لائبریری رامپور، مرتبہ امتیاز علی عرشی، ۱۹۰۲ء، احمد پریس رامپور، مخطوط نمبر ۲۵۶

۴۴...... مولوی عمران خان، خزینۃ المخطوطات، ۱۹۸۱ء، شائع کردہ عربک اینڈ پرشین ریسرچ انسٹیٹیوٹ ٹونک، نیو پبلک پریس دہلی، ص ۱۱۲

۴۵...... فہرست مخطوطات، رامپور لائبریری رامپور، مرتبہ امتیاز علی عرشی، ۱۹۰۲ء، احمد پریس رامپور، مخطوط نمبر ۲۶۹

۴۶...... مولوی عمران خان، خزینۃ المخطوطات، ۱۹۸۱ء، شائع کردہ عربک اینڈ پرشین ریسرچ انسٹیٹیوٹ ٹونک، نیو پبلک پریس دہلی، ص ۱۱۷

۴۷...... انڈیا آفس لائبریری، کیٹلاگ، لندن، مرتبہ آر بری ایتھے، ۱۹۰۳ء، آکسفورڈ، مملوکہ عربک اینڈ پرشین ریسرچ انسٹیٹیوٹ ٹونک، مخطوط نمبر ۱۶۹

۴۸...... مولوی عمران خان، خزینۃ المخطوطات، ۱۹۸۱ء، شائع کردہ عربک اینڈ پرشین ریسرچ انسٹیٹیوٹ ٹونک، نیو پبلک پریس دہلی، ص ۱۲۹

۴۹...... فہرست مخطوطات، رامپور لائبریری رامپور، مرتبہ امتیاز علی عرشی، ۱۹۰۲ء، احمد پریس رامپور، مخطوط نمبر ۲۸۱

۵۰...... مولوی عمران خان، خزینۃ المخطوطات، ۱۹۸۱ء، شائع کردہ عربک اینڈ پرشین ریسرچ انسٹیٹیوٹ ٹونک، نیو پبلک پریس دہلی، ص ۱۳۱

۵۱...... عربی مخطوطات، مرتبہ براکلمین، مملوکہ عربک اینڈ پرشین ریسرچ انسٹیٹیوٹ ٹونک، مخطوط ۲۷

۵۲...... عربی مخطوطات، مرتبہ براکلمین، مملوکہ عربک اینڈ پرشین ریسرچ انسٹیٹیوٹ ٹونک، مخطوط ۸۷

۵۳...... انڈیا آفس لائبریری، کیٹلاگ، لندن، مرتبہ آر بری ایتھے، ۱۹۰۳ء، آکسفورڈ، مملوکہ عربک اینڈ پرشین ریسرچ انسٹیٹیوٹ ٹونک، مخطوط نمبر ۲۸۷

۵۴...... عربی مخطوطات، مرتبہ براکلمین، مملوکہ عربک اینڈ پرشین ریسرچ انسٹیٹیوٹ ٹونک، مخطوط ۹۸

۵۵...... فہرست مخطوطات، رامپور لائبریری رامپور، مرتبہ امتیاز علی عرشی، ۱۹۰۲ء، احمد پریس رامپور، مخطوط نمبر ۲۹۹

۵۶...... مولوی عمران خان، خزینۃ المخطوطات، ۱۹۸۱ء، شائع کردہ عربک اینڈ پرشین ریسرچ انسٹیٹیوٹ ٹونک، نیو پبلک پریس دہلی، ص ۱۳۴

۵۷...... مولوی عمران خان، خزینۃ المخطوطات، ۱۹۸۱ء، شائع کردہ عربک اینڈ پرشین ریسرچ انسٹیٹیوٹ ٹونک، نیو پبلک پریس دہلی، ص ۱۴۲

۵۸...... فہرست مخطوطات، رامپور لائبریری رامپور، مرتبہ امتیاز علی عرشی، ۱۹۰۲ء، احمد پریس رامپور، مخطوط نمبر ۳۰۱

۵۹...... عربی مخطوطات، مرتبہ براکلمین، مملوکہ عربک اینڈ پرشین ریسرچ انسٹیٹیوٹ ٹونک، مخطوط ۱۱۳

۶۰...... عربی مخطوطات، مرتبہ براکلمین، مملوکہ عربک اینڈ پرشین ریسرچ انسٹیٹیوٹ ٹونک، مخطوط ۱۲۷

۶۱...... انگریزی کیٹلاگ، شائع کردہ خدا بخش اورینٹل لائبریری، بانکی پور پٹنہ، ۱۹۶۸ء، مملوکہ عربک اینڈ پرشین ریسرچ انسٹیٹیوٹ ٹونک، مخطوط نمبر ۱۰۳/ ۸

۶۲...... عربی مخطوطات، مرتبہ براکلمین، مملوکہ عربک اینڈ پرشین ریسرچ انسٹیٹیوٹ ٹونک، مخطوط ۱۵۴

۶۳...... مولوی عمران خان، خزینۃ المخطوطات، ۱۹۸۱ء، شائع کردہ عربک اینڈ پرشین ریسرچ انسٹیٹیوٹ ٹونک، نیو پبلک پریس دہلی، ص ۱۴۷

۶۴ ...... انگریزی کیٹلاگ، شائع کردہ خدا بخش اورینٹیل لائبریری، بانکی پور پٹنہ، ۱۹۶۸ء، مملوکہ عربک اینڈ پرشین ریسرچ انسٹیٹیوٹ ٹونک، مخطوط نمبر ۱۲۸/ ۸

۶۵ ...... مولوی عمران خان، خزینۃ المخطوطات، ۱۹۸۱ء، شائع کردہ عربک اینڈ پرشین ریسرچ انسٹیٹیوٹ ٹونک، نیو پبلک پریس دہلی، ص ۱۴۸

۶۶ ...... مولوی عمران خان، خزینۃ المخطوطات، ۱۹۸۱ء، شائع کردہ عربک اینڈ پرشین ریسرچ انسٹیٹیوٹ ٹونک، نیو پبلک پریس دہلی، ص ۱۵۲

۶۷ ...... انگریزی کیٹلاگ، شائع کردہ خدا بخش اورینٹیل لائبریری، بانکی پور پٹنہ، ۱۹۶۸ء، مملوکہ عربک اینڈ پرشین ریسرچ انسٹیٹیوٹ ٹونک، مخطوط نمبر ۱۳۹/ ۸

۶۸ ...... انگریزی کیٹلاگ، شائع کردہ خدا بخش اورینٹیل لائبریری، بانکی پور پٹنہ، ۱۹۶۸ء، مملوکہ عربک اینڈ پرشین ریسرچ انسٹیٹیوٹ ٹونک، مخطوط نمبر ۱۶۲/ ۸

۶۹ ...... مولوی عمران خان، خزینۃ المخطوطات، ۱۹۸۱ء، شائع کردہ عربک اینڈ پرشین ریسرچ انسٹیٹیوٹ ٹونک، نیو پبلک پریس دہلی، ص ۱۵۸

۷۰ ...... فہرست مخطوطات، رامپور لائبریری رامپور، مرتبہ امتیاز علی عرشی، ۱۹۰۲ء، احمد پریس رامپور، مخطوط نمبر ۳۰۷

۷۱ ...... صاحبزادہ شوکت علی خان، فن تاریخ کے نوادر، فہرست، شائع کردہ عربک اینڈ پرشین ریسرچ انسٹیٹیوٹ ٹونک، ص ۸۲/ تا ۱۳۷۔

باب ششم

علوم اسلامیہ میں علمائے ٹونک کی خدمات

فصل اوّل

(ا) علم فقہ میں علمائے ٹونک کی دینی و علمی خدمات

علم فقہ میں علمائے ٹونک کی دینی و علمی خدمات

علم فقہ ایسا جامع علم ہے جو انسانی زندگی کے تمام شعبوں پر حاوی ہے۔ کتاب و سنت دین اسلام کے دلائل میں بنیادی حیثیت رکھتے ہیں اور انسانی زندگی کے تمام شعبوں میں ہدایات دیتے ہیں، ان ہی دلائل کو سمجھنے اور زندگی کے تمام شعبوں پر منطبق کرنے کا نام علم فقہ ہے۔ مسائل عبادات سے متعلق ہوں یا معاملات اور لین دین سے، نکاح و طلاق، رہن سہن یا دوسرے معاشرتی و سماجی مسائل ہوں، یا دیگر اقوام وممالک کے تعلقات سے متعلق امور، معاملات ملکی ہوں یا قومی، غرض یہ ایسا جامع علم ہے جس کی ضرورت قدم قدم پر موجود ہے، اور ہر معاملہ میں رہنمائی اس علم کے ذریعہ حاصل ہوتی ہے اور ہر موقع پر فہم و فراست کی ضرورت ہے۔(۱)

پہلی اور دوسری صدی ہجری میں کتاب اللہ کی ترتیب و حفاظت اور سنتِ رسول اللہؐ و احادیث کی تدوین و حفاظت کا کام بڑی تیزی اور مستعدی سے ہوا ہے۔ اس وجہ سے اس علم کی ضرورت اس وقت سے بڑی شدت سے محسوس ہوئی۔ قرآن مجید ہو یا احادیث کے ذخیرے، قرآن مجید اپنے اختصار اور جامعیت کی وجہ سے اور احادیث اپنی وسعت اور کثرت روایت کی وجہ سے دونوں اس بات کے متقاضی تھے کہ تحقیق و تنقیح اور حسب ضرورت استنباط و اجتہاد کے ذریعہ اصول کا استخراج کیا جائے اور بمصداق آیت "فَلَوْ لَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَائِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوا فِي الدِّينِ وَ لِيُنْذِرُوا قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُوا إِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُونَ" (۲) (سو کیوں نہ نکلا ہر فرقہ میں سے ان کا ایک حصہ تا کہ سمجھ پیدا کریں دین میں اور تا کہ خبر پہنچائیں اپنی قوم کو جبکہ لوٹ کر آئیں ان کی طرف تا کہ وہ بچتے رہیں) امت مسلمہ کے ذمہ داروں نے جنہیں اللہ نے یہ صلاحیت دی تھی، اس ضرورت کو سامنے رکھتے ہوئے اس کے کچھ اصول مرتب کیے جو اصول فقہ کہلائے اور اس کے مطابق مسائل کی تدوین و ترتیب شروع ہوئی، اور اجماع و قیاس کے اصول مرتب ہوئے۔ جن مسائل میں صراحت نہیں ملی وہاں ان اصول کو سامنے رکھتے ہوئے اجتہاد کی ضرورت پیش آئی۔ آج پوری امت مسلمہ پر بلکہ پوری انسانیت پر ان لوگوں کا بڑا احسان ہے جنہوں نے اللہ کی دی ہوئی ان صلاحیتوں کے ذریعہ بعد میں آنے والی نسلوں کے لیے بڑی بڑی زحمتیں

برداشت کیں اور حتیٰ المقدور جدوجہد اور تحقیق وتنقید کے بعد علوم کے وہ ذخیرے تیار کیے جو ہمارے لیے مشعل راہ کا کام انجام دے رہے ہیں۔ ہندوستان میں علم فقہ اور اس کے متعلقات پر زیادہ تصنیفات فراہم ہونے کی اصل وجہ ہی یہ ہے کہ جب اسلام براہ راست ہندوستان کے ساحلی علاقوں میں پہنچا، پھر صوفیا و بزرگان دین کے ذریعہ ہندوستان کے مختلف علاقوں میں پھیلا، پھر مختلف حملوں کے بعد جب یہاں کا اقتدار بھی مسلمانوں کے ہاتھوں میں آ گیا اور وہ بھی تھوڑی مدت کے لیے نہیں بلکہ تقریباً آٹھ سو سال تک مسلسل انہیں اقتدار حاصل رہا، اور یہ پوری مدت اس طرح گزری کہ ملکی پیمانے پر بھی اور عملی زندگی کے مطابق بھی ہر روز نئے مسائل کا سامنا تھا اور ہر مرحلہ پر دین کی رہنمائی کی ضرورت تھی۔ ایسی ہی ضرورتوں کی بناء پر ہر دور میں عملی زندگی کے لیے ہر روز پیش آنے والی ضرورت کے مطابق عوام و خواص کو ہدایت ملتی رہے، مسائل میں کسی طرح کی پیچیدگی پیدا نہ ہوں، یہی داعیہ ہر دور میں اہل ہند کے لیے جدید تصنیفات کا باعث بنا۔ لہٰذا جس طرح ابتدائی صدیوں میں تفاسیر و مسانید کے مجموعے ملتے ہیں اسی طرح اس کے بعد کی صدیوں میں فقہی مجموعے اور مسائل کے ذخیرے کثرت سے جمع ہوتے رہے۔(۳)

سلاطین مغلیہ کے ادوار میں تو ہندوستان میں اہل علم اور اہل فن وکمال کی اس قدر کثرت ہوگئی تھی کہ ہر صوبہ اور ہر علاقہ میں ہنرمندان باکمال کا گویا ایک جال بچھا ہوا تھا اور تصنیف و تالیف کی بھی اس قدر کثرت تھی کہ کوئی موضوع اور کوئی فن ایسا نہیں ملتا جس میں اہل ہنر نے اپنے کمالات نہ دکھائے ہوں۔ بہر حال یہ بات مسلم ہے کہ دوسرے علوم کے مقابلہ میں علم فقہ اور اصول فقہ پر اہل ہند کی تصنیفات زائد ہیں، اگر عمومی اندازہ لگایا جائے تو صرف فقہ و اصول فقہ میں ہندوستانی مصنفین کی کتابیں تقریباً ایک ہزار سے ڈیڑھ ہزار تک ہوں گی۔ فقہ کی مشہور کتابیں ہدایہ، شرح وقایہ، کنز الدقائق وغیرہ جو شب و روز داخلِ درس رہا کرتی ہیں، ان کے شروح، حواشی اور تراجم ہندوستانی مصنفین کے اس قدر ہیں کہ جن کا شمار شاید مشکل ہے۔ صرف ہدایہ کی شروح و حواشی غالباً تین درجن سے کم نہیں ہیں۔ یہی حال شرح وقایہ وغیرہ کا ہے۔ اصول فقہ پر بھی اسی وجہ سے ہندوستان میں کافی کتابیں تصنیف ہوئیں۔ منار، نورالانوار، مسلم الثبوت، حسامی اور توضیح وتلویح پر ان کتابوں کے شروح و حواشی اگر صرف ہندوستانی مصنفین کے جمع کیے جائیں تو خود ایک مستقل تصنیف بن جائے۔(۴)

فن فقہ کا ایک اہم عنوان علم الفتاویٰ ہے۔ اس عنوان پر بھی اہل ہند کی کافی اہم تصانیف ملتی

ہیں، فتاویٰ فیروز شاہی اور فتاویٰ تاتارخانیہ فیروز شاہ تغلق کے دور کی یادگاریں ہیں۔ فوائد فیروز شاہی کے مرتب ملا محمد اتاری ہیں اور فتاویٰ تاتارخانیہ کے مرتب شیخ عالم ابن علاؤ دہلوی ہیں جو انہوں نے فیروز تغلق کے وزیر تاتارخان کے لیے ترتیب دیا تھا۔ اور فتاویٰ ابراہیم شاہی سلطان ابراہیم شاہ کے لیے تصنیف ہوئی۔ اس طرح فتاویٰ حمادیہ از ابوالفتح مفتی رکن الدین ناگوری، فتاویٰ برہنہ از شیخ نصیر الدین لاہوری، خزانۃ الروایات از قاضی جگن حنفی گجراتی، فتاویٰ نقشبندیہ از معین بن محمود کشمیری، فتاویٰ تورانیہ از میرک محمد سندھی، فتاویٰ محمود شاہی اور اس جیسے بیسیوں فقہی مجموعے اور فتاویٰ کے ذخیرے ہیں جو ہندوستانی علماء نے ہر دور میں ترتیب دیئے اور اہل علم کے درمیان متداول رہے اور اب بھی ہیں۔ سب سے بڑھ کر فتاویٰ عالمگیری کی ترتیب اہل ہند کا وہ بڑا کارنامہ ہے جو سلطان اورنگ زیب عالمگیر کی ادنیٰ توجہ سے مرتب ہوگیا۔ اسے اگر فقہی مسائل کی انسائیکلوپیڈیا کہا جائے تو بے جا نہیں ہوگا۔ اسی طرح فتاویٰ شامی، فتاویٰ عالمگیری اور فقہ کی دوری اہم تصنیفات کے وہ اردو تراجم جو اہل ہند نے یہاں کی ضرورت کے پیش نظر تیار کیے، آج یہ چیزیں ان حضرات کے بڑے کارنامے نظر آتے ہیں۔ یہی حال اصول فقہ اور فقہ کے دوسرے شعبوں فرائض، فقہ وحدیث، استنباط و اجتہاد وغیرہ دوسرے ذیلی موضوعات کا ہے جن میں اہل ہند کی کافی تصانیف مرتب ہوئی ہیں۔ ہندوستان میں چونکہ اکثریت حنفی مسلک کی رہی ہے اس لیے مذکورہ بالا اکثر تصانیف اس مسلک سے متعلق ہیں لیکن مدراس، مالابار یا کوکن ایسے علاقے ہیں جہاں فقہ شافعی بھی رائج ہے، اس لیے ہندوستان میں فقہ شافعی پر بھی کافی کتابیں تصنیف ہوئی ہیں، پھر سنی فقہ کے ساتھ ساتھ ہندوستان میں شیعی فقہ کی بھی کمی نہیں رہی ہے، اس لیے سنی فقہ کے ساتھ شیعی مسلک پر بھی یہاں کافی تصنیفات ہیں، پھر ان سب چیزوں کے علاوہ مختلف موضوعات پر جو رسائل ہر دور میں ترتیب دیئے جاتے رہے ان کی تعداد تو شمار سے باہر ہے۔ مختلف علوم وفنون پر ہندوستان کے ہر علاقے میں جس قدر ذخائر خود اہل ہند کے تصنیف کردہ پھیلے پڑے ہیں ان کے متعلق تحقیق وتنقید اور ریسرچ کے شعبوں اور اس کی تحقیقات کے اس قدر عام ہوجانے کے باوجود بھی یہ موضوع ہمیشہ تشنہ رہا۔ (۵)

نومولود اور نوخیز ریاست ٹونک نے ایک قلیل مدت میں اپنے وجود، اپنے قیام، اپنے نفاذ بلکہ اپنے نظم ونسق ریاست ونظام عدالت کا ایک اچھا نمونہ قائم کرنے میں کیا ترقی کی، تاریخ داں حضرات ہی اس کا صحیح اندازہ لگا سکتے ہیں۔ ملکوں اور ریاستوں کے لیے دس بیس سال کی مدت کچھ بھی حیثیت نہیں رکھتی مگر نواب امیر خاں کے اس سترہ (۱۷) سالہ دورِ حکومت میں نہ معلوم کیا صلاحیتیں پوشیدہ تھیں کہ دس

بیس سال کی اس مدت میں یہ ریاست ایک نمونہ ریاست بن گئی۔ اس مختصری مدت میں علم و فضل، تصنیف و تالیف، فن و کمال کا بڑا مرکز بن گئی، نظم ریاست درست ہونے کے ساتھ ساتھ نظام عدالت میں بھی بڑی ترقیاں ہوئیں۔ اس ترقی کے بھی کچھ اسباب وعوامل تھے، اس موقع پر ان اسباب پر بھی غور کرنا ضروری ہے، نواب امیر خان اور ان کے ساتھ جنگ جوئی، جفاکشی اور فوجی مزاج کے حامل تھے، ایسے حالات میں علمی ترقیوں کا حصول بظاہر آسان نظر نہیں آتا اس لیے کہ دونوں میں ایک طرح کا تضاد ہوتا ہے لیکن ایسا نہیں ہوا۔ اس موضوع پر کافی غور وخوض اور مطالعہ کرنے کے بعد اندازہ ہوتا ہے کہ نواب میر خان اور ان کے ساتھی اگر چہ فوجی ذہن رکھتے تھے لیکن ان میں اور ان کے ساتھیوں میں دین پسندی بھی ابتداء سے تھی یہی وجہ ہے کہ راجپوتانہ کی جنگی مہمات میں مصروف ہونے سے قبل شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلویؒ، شاہ عبدالقادر صاحبؒ اور دہلی وغیرہ کے دوسرے بزرگوں سے انہیں اس وقت سے عقیدت تھی۔ پھر شاہ عبدالعزیز صاحبؒ کے مشورے کے مطابق سید احمد شہیدؒ کا نواب میر خان کے لشکر کے سات سال تک تعلق رکھنا اور ان کے علاوہ بھی مولوی محمد حسن، مولوی نظام الدین اور مولانا خلیل الرحمٰن وغیرہ دوسرے اہل علم حضرات کا لشکری زندگی میں پورے لشکر کے ساتھ رہنا بڑی خوش آئند بات تھی۔ پھر تاریخ سے یہ بھی ثابت ہے کہ مولانا بحرالعلوم لکھنوی کے بیٹے مولوی محمد نافع جنگ وجدل ہی کے دور میں نواب کے ساتھ لشکر میں رہے۔ (۶)

اس کے بعد سب سے بڑھ کر بات یہ ہوئی کہ ۱۲۳۱ھ/ ۱۸۰۹ء میں نواب میر خان کی شادی بھی ایک علمی گھرانے میں ہوگئی، یعنی اخوند محمد ایاز خان کی بیٹی سے نواب کا رشتہ ہوا اور صرف ایک رشتہ کی وجہ سے نہ معلوم کتنے علمی رشتے تازہ اور پختہ ہوگئے۔ راجپوتانہ اور دوسری ریاستوں میں نواب اپنی فوج کے ساتھ جہاں جاتے اپنے کو دینی ماحول سے قریب پاتے یہی وجہ ہے کہ ہر علاقے کے بزرگانِ دین اور باکمال لوگوں سے فطرتاً ان کا تعلق بڑھتا چلا گیا، چنانچہ ناگور، اجمیر، دہلی اور گوالیار وغیرہ کے واقعات میں ایسے تعلقات کا برابر ذکر ملتا ہے۔ نواب کی شادی اور نواب وزیر الدولہ کی پیدائش کے بعد سے مولوی حکیم انور علی صاحب ساکن رامپور کا تعلق بھی نواب کے لشکر سے ہوگیا اور فاتحہ خوانی کے بعد وہ نواب وزیر الدولہ کے اتالیق مقرر ہوئے، نواب صاحب کی طرح متعدد جرنیل فوج اور رسالہ دار بھی علم دوست اور علماء نواز تھے، چنانچہ مختار الدولہ محمد شاہ خان، مختار الدولہ محمود کان میاں اکبر محمد خان، جناب فقیر محمد خان گویا جیسے قابل اور علم دوست افراد ان کے مشیر اور وزیر تھے جن کی معیت نواب کے لیے سونے پر سہاگہ ثابت ہوئی اور جن کے نیک مشوروں سے انہیں بڑا فائدہ پہنچا۔ اس دینی ماحول سے سب

سے بڑا فائدہ یہ ہوا کہ ریاست ٹونک کے وجود میں آنے کے ساتھ ساتھ ہی نواب اوران کے امراء کے ساتھ جس قدر علمی خانوادے فوراً ٹونک منتقل ہونا شروع ہو گئے، اور دو چار سال کی مدت میں یہ علاقہ رشک چمن بنتا نظر آنے لگا۔ نواب کے خسر اخوند ایاز خان کے بڑے ساتھ ملا عرفان رامپوری تھے ان کے لڑکے مولوی محمد مفتی اور مولانا خلیل الرحمٰن کی مسند ہائے درس محلہ راج وارہ اور گویّا تالاب رامپور میں قائم تھی انہیں ٹونک بلالیا گیا۔ مولانا محمد صاحب مفتی کو افتاء و قضاء کی ذمہ داری سپرد کی گئی، اور مولانا خلیل الرحمٰن نے مسند درس و تدریس کے کئی مرکز کھولے تھے، اور قابل افراد کو ان کا ذمہ دار بنایا گیا۔(۷)

نواب کی فوج کے ساتھ پورا دیوان خانہ بھی رہا کرتا تھا اور اس کے ذمہ دار بھی بڑے قابل اور تجربہ کار حضرات ہوا کرتے تھے۔ رائے داتا رام، رائے ہمت رام، منشی بساون لال شاداں (مرتبہ امیر نامہ) جیسے قابل اور میر منشی کے دفتر کو چلایا کرتے تھے۔ اس لیے ریاست کا وجود عمل میں آنے کے بعد ہی یہ تمام حضرات یہاں کے کلیدی عہدوں پر فائز کردیئے گئے۔(۸)

آزاد اور خود مختار ریاست قائم ہونے کے بعد نظام ریاست کا قیام اس قدر مشکل نہیں تھا جس قدر کہ سماج اور معاشرہ کی اصلاح اور معاشی اور معاشرتی سدھار کے لیے نظام عدلیہ کا قائم کرنا مشکل تھا، اس معاملہ میں بھی نواب کو پوری طرح کامیابی ہوئی، ریاست قائم ہونے کے بعد ابتدائی چند برسوں کی تاریخ دیکھنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہاں کا فوجی نظام مختار الدولہ محمود خان کے سپرد کیا گیا تھا، رائے ہمت رائے دیوان کل ملک و مال تھے، اور داخلی تمام ذمہ داریاں ان کے سپرد تھیں، رائے دتارام خارجی امور اور مختلف ریاستوں کے ذمہ دار تھے۔(۹)

ریاست کے قیام کے بعد سب سے زیادہ اہم کام عدلیہ کا قائم کرنا تھا اس لیے فوراً ہی قاضی شرع کا تقرر میں عمل لایا گیا اور تمام امور کا فیصلہ یہی شرعی عدالت کے سپرد کیا گیا، معاملات فوجداری ہوں کہ دیوانی، حقوق کا معاملہ ہو یا ایک دوسرے پر زیادتی کرنے کا، قتل و قصاص کا فیصلہ ہو یا جرائم کی سزا کا، مال ومنال کی ودیعت کا معاملہ ہو یا تعزیرات کا قضیہ، باہمی نزاع ہو یا نکاح وطلاق یا بداعمالیوں کی سزا، مسلموں کے حقوق ہوں یا غیر مسلموں کی ذمہ داریاں، غرض ٹونک کی تاریخ بتاتی ہے کہ اس دور میں ہندوستان کی بڑی سے بی ریاستوں اور حکومتوں مقابلہ میں ریاسٹ ٹونک وہ واحد نمونہ کی ریاست تھی جس میں شرعی نظام کے تحت ابتدا سے نظام عدل قائم کیا گیا، اور فقہی نظام، اسلام کے بنیادی اصول

کو سامنے رکھتے ہوئے ابتداء سے یہاں جاری کیا گیا، اس سلسلہ میں سب سے بڑھ کر خوشی کی بات یہ ہے کہ اس وقت کا پورا رکارڈ ابھی تک الحمد للہ محفوظ ہے جس کے مطالعہ سے نظام عدلیہ کی پوری تاریخ مرتبہ ہوسکتی ہے، جس کا کچھ اندازہ اس باب کے آخری حصوں سے لگایا جاسکتا ہے، جس میں مختصراً اس نظام کا جائزہ لینے کی کوشش کی گئی ہے۔ غرض ریاست کا وجود عمل میں آنے کے ساتھ ساتھ یہاں کے نظم ریاست کو بڑے اعلیٰ پیمانہ قائم کیا گیا، محکمہ قضاء اور نظام عدلیہ کا قیام بھی بہت اونچے پیمانہ پر ہوا، شہر میں درس وتدریس، دینی واخلاقی سدھار، محتسبوں کا تقرر اور امامت وخطابت کا بہترین نظم کیا گیا، اور ان تمام امور کی تکمیل کے لیے لائق افراد کا انتخاب عمل میں لایا گیا، ادھر اس نوبہار ریاست کے قیام کا شہرہ ملک میں ہوا جس کے نتیجہ میں نجیب آباد، نگینہ امروہہ، رامپور، سنبھل، اور دوسرے علاقوں سے اہل علم اور اہل فن حضرات نے اس علمی مرکز پر پہنچنا شروع کردیا (۱۰)

ہر کجا چشمۂ بود شیریں
مردم و مرغ و مور گرد آیند

نتیجہ یہ ہوا کہ دس بیس سال کی مدت میں یہ جدید ریاست علم وفضل اور فن وکمال کا گہوارہ نظر آنے لگی۔

ریاست کے قیام کے بعد جونہی علمی خاندان یہاں منتقل ہونا شروع ہوئے اور شرعی نظام جاری کرنے کے لیے عدالت عالیہ شرعیہ قائم ہوئی، اس کا قدیم ریکارڈ دیکھنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ ہر معاملہ شرعی عدالت کے سپرد کیا جاتا تھا وہاں سے جو فیصلہ اور جو تجویز ہوا کرتی تھی اس کا اجراء رئیسِ وقت کی جانب سے ہوا کرتا تھا چونکہ وہ ابتدائی دور تھا اس لیے اس وقت ان کارروائیوں میں بھی زیادہ وقت نہیں لگتا تھا۔ دعویٰ وجواب دعویٰ، ثبوت اور بحث یا حلف اگر کسی پر آتا تھا تو اس کی تکمیل ساتھ ہی ساتھ ہوجایا کرتی تھی، یا بس دو ایک نشستوں میں سب تکمیلات ہوکر اجراء کے لیے معاملہ چلا جاتا تھا، حاکم عدالت کی تجویز یا فیصلہ بالکل ڈگری کی حیثیت رکھتا تھا جس کا اجراء رئیسِ وقت کے ذریعہ ہوا کرتا تھا، مسلم اور غیر مسلم حقوق میں برابر تھے، البتہ انہیں اپنے مذہبی معاملات میں آزادی تھی لیکن جو چیزیں سب پر اثر انداز ہوسکتی تھیں وہ غیر مسلموں کے لیے بھی ممنوع تھیں مثلاً ایک بار معاملہ پیش ہوا کہ ایک غیر مسلم شراب فروخت کرتے پکڑا گیا تحقیق کی گئی، غیر مسلم نے جواب پیش کیا کہ ہمارے مذہب میں چونکہ شراب جائز ہے اس لیے میں نے اس کا کاروبار کیا ہے، اب جب یہ معلوم ہوگیا کہ شراب کا کاروبار سب کے لیے ممنوع ہے اس لیے آئندہ ایسا نہیں کروں گا، اس کو ہدایت کے ساتھ چھوڑ دیا کہ وہ آئندہ

ایسی غلطی نہ کرے گا۔ مسلمانوں کے لیے محتسب مقرر تھے۔ اعمال اور افعال میں فرائض کی پابندی اور محرمات سے باز رہنے میں جہاں کوتاہی نظر آتی فوراً محتسب کی جانب سے رپورٹ پیش ہوتی اور فوراً اس کا تدارک کیا جاتا۔ غیر مسلموں کو ان کے مذہبی معاملات میں مکمل آزادی تھی البتہ حقوق میں سب برابر تھے۔ فوج داری معاملات میں مجرم کو شرعی قانون کے مطابق پوری سزا دی جاتی تھی اور یہ معاملات بھی شرعی عدالت کے سپرد تھے۔ قتل و قصاص اور دیت کے معاملات بھی شرعی عدالت کی نگرانی میں طے ہوا کرتے تھے۔(۱۱)

قیام ریاست کے بعد کون کون حضرات اس شرعی عدالت کے ذمہ دار رہے، ذیل میں بالاختصار اس کی تفصیل بیان کی جارہی ہے......

جیسا کہ اس سے پہلے گزرا شرعی عدالت کے پہلے ذمہ دار مولوی محمد مفتی تھے جو قیام ریاست کے فوراً بعد اس ذمہ داری کو سنبھال چکے تھے، ۱۲۵۹ھ تک ان کے فیصلے رکارڈ میں ملتے ہیں، اسی طرح ان کے ساتھ ان کے برادر حقیقی مولانا خلیل الرحمٰن صاحب رامپوری ثم ٹونکی کے فیصلے ملتے ہیں۔ چونکہ نواب امیر خان کے ساتھ کچھ مدت فوج میں بھی رہے اور قضاء کی خدمت انجام دی اسی طرح ٹونک منتقل ہونے کے بعد وہ بھی اپنے بھائی کے ساتھ افتاء و قضاء کی خدمت انجام دیا کرتے تھے اور درس و تدریس کی بھی پوری ذمہ داری سنبھالے ہوئے تھے۔ رامپور میں ان کی مسند درس پہلے سے قائم تھی۔ صاحب تصانیف کثیرہ ہیں۔ مختلف فنون میں ان کی پانچ تصانیف ہیں، فقہ اور اصول فقہ میں ان کے فتاویٰ، شرح ہدایہ، حاشیہ دائرۃ الوصول، شرح خطبہ وغیرہ خاص طور پر اہمیت رکھتی ہیں۔ ان کے والد ملا عرفان رامپوری، مولانا بحرالعلوم لکھنوی کے ارشد تلامذہ میں تھے، اصول فقہ میں ان کی شرح دوار اور مدار اگرچہ طبع نہیں ہوئی لیکن ان کی حیات میں اہل علم میں متداول رہیں، چنانچہ نورالانوار کے حاشیہ قمر الاقمار میں ملا عرفان رامپوری کے حواشی کا متعدد جگہ ذکر ہے۔ اسی طرح ان کا جنگ (مجموعہ الفتاویٰ یا تالیف عرفانی) مسائل پر بڑا اچھا مجموعہ ہے۔(۱۲)

مولوی محمد صاحب المتوفی ۱۲۶۵ھ/ ۱۸۲۹ء کے سبکدوش ہونے کے بعد مولوی عبداللہ بن محمد جعفر صاحب نے کچھ مدت یہ خدمات انجام دیں۔ اس وقت نواب وزیر الدولہ کی جانب سے ناظم عدالت کے نام سے ایک عہدہ اور قائم کیا گیا تھا جو عدالت کے ان فیصلوں کو جاری کرتا تھا۔ اس وقت نواب وزیر الدولہ کے بھائی صاحبزادہ محمد جمال خان صاحب جو نہایت نیک مزاج اور پابند شریعت

انسان تھے، عدالت کے ناظم تھے، کچھ مدت کے بعد ہی نواب وزیر الدولہ کی جانب سے ہندوستان کے مشہور عالم مولوی بزرگ علی جوہروی کو مارہرہ سے بلا کر عدالت کا ذمہ دار بنایا گیا اور قاضی القضاۃ کا عہدہ انہیں دیا گیا لیکن ۱۲۹۲ھ/ ۱۸۷۶ء میں جلد ہی ان کا ٹونک میں انتقال ہوگیا۔ان کے بعد ان کے فرزند قاضی صدیق صاحب کو اس عہدہ پر مقرر کیا گیا، کتب خانہ عرفانیہ ٹونک میں ۱۲۹۴ھ کا ایک فیصلہ بھی دیکھنے میں آیا، (جو دو فریقین کے مابین جائداد کے تنازعہ کے معاملے پر ہے) اس پر صاحبزادہ محمد جمال خان کے دستخط بحیثیت ناظم عدالت اور قاضی صدیق صاحب مارہروی کے دستخط بحیثیت قاضی القضاۃ تھے، قاضی صدیق صاحب کے بعد مولوی امام الدین المتوفی ۱۹۰۱ء بھی قاضی القضاۃ رہے، ان کے بعد مندرجہ ذیل حضرات اس عہدہ پر فائز رہے (۱۳)

مولوی عبد الغفار صاحب

صاحبزادہ عبد الوہاب خان صاحب

مولوی دوست محمد صاحب

مولوی بدر الدین صاحب

مولوی قاضی محمد عرفان صاحب۔

قاضی القضاۃ اور ناظم عدالت کی نگرانی میں بعد ادوار میں مزید برآن کچھ مفتی صاحبان بھی ضابطہ میں مقرر رہتے تھے، اس طویل مدت میں تقریباً بیس پچیس حضرات نے یہ خدمت انجام دی۔ (۱۴)

نواب امیر خان اور نواب وزیر الدولہ کے زمانہ تک ہر طرح کے نزاعات و معاملات کا فیصلہ عدالت شریعت ہی کے ذریعہ ہوتا رہا، نواب محمد علی خان نے فوجداری معاملات کے لیے محکمہ نگرانی کے نام سے علیحدہ محکمہ قائم کر دیا تھا، اس طرح بعد میں عدالت دیوانی کے معاملات ہر دو عدالتوں میں تقسیم ہوتے رہے، عدالت شریعت کے اختیارات اور مقدمات کی نوعیت محدود ہوتی رہی جن کی وجہ سے ٹونک کی وہ خصوصیات جو دوسری ریاستوں کے مقابلہ میں شرعی نظام کے تحت باقی تھیں، مفقود ہوتی رہیں، پھر بھی اپنے نظام اپنے قانون، اپنی ہمہ گیری اور افتاء کے اہم شعبوں پر مشتمل ہونے کی وجہ سے ٹونک میں اس عدالت کی جو خصوصیات تھیں وہ دوسری ریاستوں میں نظر نہیں آتیں۔

اب ٹونک کے کچھ اہل علم حضرات کی وہ تصنیفات جو فقہ اور اصول فقہ میں لکھی گئی ہیں ان کا ذکر بھی اس موقع پر ضروری معلوم ہوتا ہے……

۱۔ فتاویٰ مولوی حیدر علی صاحب رامپوری

۲۔ بیاض فقیہ (جنگ) از مولوی سعد اللہ خطیب دیگر از ملا عرفان رامپوری۔

۳۔ شمع الفرائض اور مفتاح المشکلات از قاضی نقیب اللہ صاحب ولایتی۔

۴۔ توضیح الاحکام از حکیم امیر حسن صاحب۔

۵۔ رسالہ رفع الیدین از مولانا حیدر علی صاحب۔

۶۔ عین الاصابہ فی رفع السبابہ از مولوی دوست محمد صاحب۔

۷۔ رسالۃ الصید از مولوی محمود حسن خان صاحب، صاحب معجم المصنفین۔

۸۔ ضیاء البصائر للاشباہ والنظائر از قاضی نقیب اللہ صاحب۔

۹۔ کشف الحال علی المحفوریہ بالمال از مولوی عبداللہ خان صاحب۔

۱۰۔ نجم منیر نظم منار از مولوی عبدالکریم صاحب ٹونکی۔

۱۱۔ احکام الصلوٰۃ منظوم مع کاشف الروایات، شرح احکام الصلوٰۃ از قاضی عبدالحلیم صاحب معجز۔

۱۲۔ فتح الرحمٰن فی مس مصحف عثمان از حکیم عبدالعلی صاحب ٹونکی۔

۱۳۔ زکاۃ ہدایہ از مولوی محمد علی صدر پوری۔

۱۴۔ زبدۃ المقاصد از مولوی سراج الرحمٰن صاحب۔

۱۵۔ فتاویٰ سعیدیہ از مفتیان عدالت شرعیہ۔

۱۶۔ فتاویٰ مولانا خلیل الرحمٰن صاحب۔

۱۷۔ حاشیہ دائر اوصول از مولانا خلیل الرحمٰن صاحب۔

۱۸۔ دوار الاصول و مدرار حاشیتان دائر الوصول از ملا عرفان رامپوری وغیرہ وغیرہ۔(۱۵)

پھر یہ علاقہ جونہی علم وفضل کا مرکز بنا یہاں علمی ذخائر کا غیر معمولی جمع ہو جانا بھی ایک فطری امر

تھا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ ریاست کے کتب خانے ہوں یا اہل علم کے ذاتی ذخیرے، امراء کے مکتبے ہوں یا مدارس کے مخزن، ہر حیثیت سے مختلف علوم وفنون کی کتابوں کے ذخائر اس ریاست میں جمع ہوئے۔ یہی وجہ ہے کہ یہاں گھر گھر میں کتب خانے نظر آتے تھے، یہ علیحدہ بات ہے کہ اکثر ذخائر انقلاب کی نذر ہوگئے، پھر جو ذخیرے محفوظ ہیں وہ ایک قومی اور ملکی سرمایہ ہیں اور اہل علم وارباب تحقیق کے لیے بیش بہا تجوبہ۔

ذیل میں ٹونک کے مشہور ومعروف ادارے عربی و فارسی ریسرچ انسٹیٹیوٹ ٹونک راجستھان کے صرف فقہ واصول فقہ کے چند نوادرات کا تذکرہ کیا جاتا ہے جو راقم الحروف کے علم میں آئے ......

۱- الاختیار لتعلیل المختار، مصنفہ مجد الدین عبداللہ بن محمود الموصلی المتوفی ۶۸۳ھ/۱۲۸۴ء۔ جو کوفہ کے قاضی رہے ہیں اور بغداد میں درس وتدریس وافتاء کی خدمت میں عموماً زیادہ حصہ گزرا ہے۔ اس کتاب کا ایک نہایت قدیم نسخہ یہاں محفوظ ہے جو رجب ۸۲۰ھ/۱۳۲۴ء کا لکھا ہوا ہے، محمود بن جعفر اس کے کاتب ہیں۔

۲- بحر الرائق شرح کنز الدقائق۔ ابن نجیم مصری المتوفی ۹۷۰ھ/۱۵۶۲ء کی مشہور شرح ہے۔ اس کا ایک نسخہ یکم ذی الحجہ ۱۰۸۲ھ/؟۱۶۷ء کا لکھا ہوا ہے جو شارح سے بہت قریب کا زمانہ کا ہے۔

۳- تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق۔ علامہ زیلعی المتوفی ۷۴۳ھ/۱۳۴۲ء کی مشہور شرح ہے۔ مکتوبہ ۹۰۳ھ/۱۴۹۷ء۔ کاتب محمد بن علی بن محمد بن سلیمان المدنی ہیں۔

۴- اس طرح کنز اور مختصر الوقایہ کے فارسی ترجمے جو ۱۰۰۷ھ اور ۱۵۹۷ء کے مکتوبہ ہیں، اس ذخیرہ میں محفوظ ہیں۔

۵- ترغیب الصلوٰۃ۔ محمد شاہ بادشاہ کے زمانے میں تصنیف ہوئی تھی جس کے مرتب محمد بن احمد بن احمد بن زاہد ہیں۔ اس کتاب کا ایک قدیم نسخہ جو ۱۰۷۰ھ/۱۶۵۹ء کا مکتوبہ ہے یہاں محفوظ ہے۔

۶- جواہر اخلاطی، جو ایک مشہور اور اہم کتاب ہے اور برہان الدین ابراہیم بن ابی بکر بن محمد بن حسین اخلاطی کی مرتبہ ہے، اس کا ایک نسخہ یہاں محفوظ ہے جو عالمگیر کے زمانے کا لکھا ہوا ہے۔

۷- جامع الصغار، مصنفہ مجد الدین ابوالفتح الاستروشی المتوفی ٦٣٩ھ/١٢٤١ء مکتوبہ رجب ٧٥٥ھ/١٣٥٤ء کا ہے، اس کتاب میں صغار اور بچوں کے تمام مسائل جمع کیے گئے ہیں۔

۸- منیۃ المصلی، کی شرح حلیۃ المحلی، مصنفہ میر حاج حلبی المتوفی ٨٧٩ھ/١٤٧٣ء اس کا ایک قدیم نسخہ محفوظ ہے جو ١٠٨٠ھ/١٦٦٩ء کا مکتوبہ ہے۔

۹- اسی طرح خزانۃ المفتیین کے یہاں دو ایک نسخے بڑے نادر اور اہم ہیں، ان میں ایک نسخہ ٩٦٩ھ/١٥٦١ء کا مکتوبہ ہے۔

۱۰- خلاصۃ الفتاوی، افتخار الدین طاہر بن احمد بن عبدالرشید البخاری المتوفی ٥٩٣ھ/١١٩٥ء کی مشہور اور قدیم تصنیف ہے، اس کا ایک قدیم نسخہ ٨١٩ھ کا لکھا ہوا یہاں موجود ہے، دو جلدوں میں اور بہت اچھا نسخہ ہے۔

۱۱- دستور القضاۃ، مصنفہ قاضی صدر تبریزی جو ٧٧٣ھ/١٣٧٠ء کی مرتبہ ہے، اس کا ایک بہت اچھا نسخہ یہاں محفوظ ہے جو ١٠٧٤ھ/١٦٦٣ء کا لکھا ہوا ہے۔

۱۲- شرح مجمع البحرین و ملتقی النہرین جس کے شارح ابن فرشتہ حنفی ہیں، اس کا ایک نسخہ ٩٥٤ھ/١٥٤٧ء کا لکھا ہوا یہاں موجود ہے۔

۱۳- شرعۃ الاسلام مصنفہ امام زادہ حنفی المتوفی ٥٧٣ھ/١١٧٧ء مکتوبہ شعبان ٨٣٦ھ/١٤٣٢ء ۔ اس طرح فتاوی سراجیہ، فتاوی زینیہ، فتاوی حمادیہ، فتاوی برہنہ، فتاوی قران خاتیہ فصول عمادی، فوائد فیروز شاہی مکتوبہ ١٠٤٨ھ/ ١٦٣٨ء، فتاوی بزازیہ، سنیۃ المعیہ مکتوبہ ٨٣٠ھ/ ١٤٢٧ء، کافی شرح وافی مکتوبہ ٧٢٧ھ/ ١٣٢٦ء مجمع الاختلافات مکتوبہ ٨١٧ھ/ ١٤١٤ء، مختار الفتاوی منظومہ النسفی مکتوبہ ٧٨٣ھ/ ١٣٨١ء یہاں کے خاص خاص اور اہم نسخے ہیں۔

اصول فقہ کا ذخیرہ بھی یہاں الحمد للہ بہت اچھا ہے، مسلم الثبوت، اصول الشاشی، منار الانوار، حسامی اور توضیح وتلویح اور ان تمام متنوں کی شرح وحواشی کے نادر اور اچھے نسخے یہاں موجود ہیں، ان میں مندرجہ ذیل مخطوطے کافی اہمیت کے حامل ہیں......

۱- کشف الاسرار شرح اصول بزدوری مکتوبہ ٧٨٦ھ/ ١٣٨٥ء۔

۲- القواطع فی اصول الفقہ مکتوبہ قدیم۔

۳- حاشیۃ الفقہ فی اصول الفقہ مکتوبہ قبل از ٧٩٣ھ/ ١٣٨٩ء۔

۴- حسامی مکتوبہ ٨٤٥ھ/ ١٤٤١ء۔ (١٦)

عدالت شرع شریف ٹونک کی اہم دستاویزات

قیام ریاست کے فوراً بعد جب عدلیہ کا نظام شروع ہوا تو خالص اسلامی طرز پر تمام مقدمات فیصل ہوتے تھے، ان میں مذہب کی قید نہ تھی، غیر مسلم بھی دادرسی کے لیے اس عدالت کا دروازہ کھٹکھٹاتے تھے اور منصفانہ طریقہ پر ان جھگڑوں کا تصفیہ ہوتا تھا۔ ریاست کے اس شعبہ کی انصاف پسندی کی شہرت اتنی بڑھی کہ غیر ممالک سے بھی استفتاجات آنے لگے۔ چنانچہ جب ہم ان استفتاجات پر نظر ڈالتے ہیں تو ہمیں مختلف النوع مسائل پر استفتاجات اور ان کے جوابات ملتے ہیں جن کی تعداد ہزاروں تک پہنچتی ہے۔ استفتاجات کے علاوہ دیگر معاملات کے جو مقدمات ہیں وہ بھی فقہ اسلامی میں بڑی اہمیت کے حامل ہیں اگر ان کی ترتیب بھی کسی نہج پر ہو جائے تو یہ اس فن میں ایک بڑا اضافہ ہوگا۔ عدالت شرع شریف کی دستاویزات تقریباً پینتیس ہزار ہیں جن کے اندراجات عربک اینڈ پرشین ریسرچ انسٹیٹیوٹ ٹونک کے تحت مکمل ہو چکے ہیں۔ دستاویزات کا اکثر حصہ قدیم طرز تحریر پر مشتمل ہے اور اکثر خط شکست میں لکھی ہوئی ہیں اس لیے ان تحریرات کا پڑھنا اور سمجھنا اور پھر لکھنا ہر آدمی کا کام نہیں۔

ریاست کے دور اوّل میں دفتری زبان فارسی تھی اس لیے عدالت کے تمام امور بھی فارسی زبان میں ہی ہوا کرتے تھے، چنانچہ ریاست کے حاکم ثالث نواب محمد علی خاں صاحب کے دور تک کا تمام ریکارڈ فارسی زبان پر مشتمل ہے، نواب صاحب مذکور کے برسراقتدار آنے کے بعد ریاست کی زبان اردو ہوئی اور اسی وقت سے تمام کام اردو میں انجام دیئے جانے لگے لیکن وہ اردو بھی قدیم طرز کی ہے اور طرز تحریر بھی گنجلک ہے جس کا پڑھنا اور سمجھنا بھی ایک اہم کام ہے۔

دور اوائل میں مقدمات کی صورت یہ تھی کہ فریادی ناظم عدالت کے پاس آیا اس نے اپنی بات بتائی، ناظم نے مدعی سے چند سوالات دریافت کیے، مدعا علیہ سے اس کی وضاحت چاہی اور فیصلہ کر دیا، اور اس فیصلہ پر اپنی اور مفتیان عدالت کی مہر ثبت کر دی، یہ فیصلہ پھر نواب صاحب کی خدمت میں پیش کیا جاتا تھا جس پر نواب صاحب اس فیصلہ شرعی کی توثیق فرما دیتے تھے۔ عدالت شرع شریف کے فیصلہ کو حاکم ریاست بے چون و چرا تسلیم کرتے تھے اور اس پر اپنی کسی رائے کا اظہار کرنا بھی سوئے ادبی خیال کرتے تھے۔ یہ سلسلہ آخر تک چلتا رہا اور اسی خصوصیت کی بنا پر یہ ریاست دوسری ریاستوں کے عدلیہ

نظام سے ممتاز نظر آتی ہے۔

ان دستاویزات کے مطالعہ سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ عدالت ہٰذا میں مفتی صاحبان کو جائے نزاع بھیجا جاتا تھا اور وہ ان مقدمات کی پوی تحقیق کر کے اپنی رپورٹ ناظم عدالت کو دیا کرتے تھے اور ان رپورٹوں کی رشنی میں ناظم اپنا فیصلہ دیا کرتا تھا۔ عدالت شرع شریف کے تحت صیغہ اوقاف بھی تھا جو انضمام ریاست کے بعد صوبہ راجستھان بننے پر ایک بورڈ کے ماتحت آ گیا لیکن اس شعبہ میں موجود بعض دستاویزات سے وقف جائدادوں کے بارے میں بھی واقفیت حاصل ہوتی ہے۔ اس طرح ریاست میں جو لوگ دائرہ اسلام میں داخل ہوتے تھے ان کے بارے میں بھی پتہ چلتا ہے۔ (۱۷)

مساجد کا نظم بھی چونکہ اسی عدالت کے ماتحت تھا اس لیے اس کی امثلہ بھی اس شعبہ میں بکثرت موجود ہیں۔ ان کے علاوہ نکاح طلاق کے تمام امور اور اسی عدالت کے ذریعہ انجام دیئے جاتے تھے، قاضی صاحبان کے لیے لازم تھا کہ وہ ہر ماہ نکاح کا گوشوارہ عدالت ہٰذا کو پیش کریں، نیز طلاق ناموں کی تصدیق اسی عدالت کے ذریعہ کی جاتی تھی۔ بہر حال یہ تمام دستاویزات نہایت اہم ہیں اور ان پر الگ سے تحقیقی کام کیا جا سکتا ہے۔ ان دستاویزات کی تقسیم، ان کی تعداد اور مختصر تعارف بھی پیش کر دینا ضروری ہے.......

(۱) امثلہ منشی خانہ حضوری: ان کی تعداد لگ بھگ ۱۸۸۰۰/ ہے ان میں بیشتر وہ امثلہ ہیں جو توشک خانہ حضوری سے متعلق ہیں اور اس کے حساب کتاب پر مشتمل ہیں۔

(۲) امثلہ دربار انگلشیہ: ان کی تعداد ۴۳۰۰/ ہے یہ دستاویزات دفتر پرائیویٹ سیکریٹری ریاست ٹونک سے متعلق ہیں، ان میں زیادہ تر وہ معاملات ہیں جو انگریز حکومت اور رئیس ٹونک کے درمیان خفیہ طور پر طے ہوتے تھے۔ یہ ریکارڈ زیادہ تر انگریزی میں ہے ساتھ میں اکثر جگہ اردو ترجمہ بھی موجود ہے، اس ریکارڈ سے اس دور کی بہت سی باتوں کا انکشاف ہوسکتا ہے۔

(۳) مخطوطات منشی خانہ حضوری	ان کی تعداد ۱۱۴۳ ہے یہ زیادہ تر مبیعات محتوی جات قبض الوصول اور ریاستی گزٹ قلمی پر مشتمل ہیں اس سے اس دور کے نظم وضبط وقواعد ریاست پر روشنی پڑتی ہے۔
(۴) مطبوعات منشی خانہ حضوری	ان کی تعداد ۵۸۱ ہے اس میں سالانہ رپورٹیں، مینول اور قواعد کتابچہ شامل ہیں جن کے ذریعہ وقتاً فوقتاً ریاست میں جو تبدیلیاں ہوتی رہتی ہیں ان کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔
(۵) امثلہ عدالت شرع شریف	یہ ۶۴۷۶ ہیں ان میں زیادہ تر وہ امثلہ ہیں جن کا تعلق مسلمانوں کی عائلی زندگی سے ہے، نیز طلاق، سپردگی زوجہ وراثت، ناف نفقہ اور دیگر تنازعات شامل ہیں۔
(۶) مخطوطات شرع شریف	(استفتاجات وغیرہ) ان کی تعداد ۱۰۳۷۴ ہے ان میں مختلف مسائل پر شرعی آگاہی وجانکاری چاہی گئی ہے، یہ دستاویزات فقہی اعتبار سے نہایت اہمیت کی حامل ہیں اسی لیے ان کو الگ ظاہر کیا گیا ہے۔
(۷) امثلہ شرع شریف آمدہ دیوانی	ان کی تعداد ۸۳۸ ہے یہ وہ امثلہ ہیں جو عدالت دیوانی سے عدالت شرع شریف میں بعض شرعی وضاحتوں کے پیش نظر منتقل ہوئیں۔
(۸) مخطوطات شرع شریف	ان کی تعداد ۴۰۴ ہے ان میں عدالت شرع شریف کے رجسٹر، ہبہ نامہ جات، رجسٹر طلاق، رجسٹر نقول، قبض الوصول اور دیگر دفتری امور پر مشتمل کاغذات ہیں۔
(۹) مخطوطات شرع شریف آمدہ دیوانی	ان کی تعداد ۹۸۰ ہے یہ دیوانی کے وہ رجسٹر ہیں جو عدالت شرع شریف کے ریکارڈ میں دستیاب ہوئے۔
(۱۰) مطبوعات شرع شریف	ان کی تعداد ۹۸۰ ہے ان میں سالانہ رپورٹیں، گزٹ، مینول اور اس کے علاوہ دیگر مطبوعات شامل ہیں (۱۸)

باب ششم

علوم اسلامیہ میں علمائے ٹونک کی خدمات

فصل دوم

(ا) فن سیرت پر علمائے ٹونک کی علمی و دینی خدمات

فن سیرت پر علمائے ٹونک کی خدمات

دوسرے علوم کی اشاعت کے ساتھ فن سیر و مغازی نوابان ٹونک کی توجہات کا ہمیشہ مرکز رہا۔ باب کے اس حصے میں بھی دراصل وہ خدامت اجاگر کرنا ہیں جو اس سلسلہ میں نوابان ٹونک ان کے حواری علماء اور ان کی ریاست کی طرف سے ہمیشہ ہوتی رہی ہیں۔

یہ ایک فطری امر ہے کہ ہر دیندار کی مساعی اور علمی کوششوں کا مرکز رسول اللہ ﷺ کی ذات اقدس ہی ہوسکتی ہے اور سیرت رسول اور آپ کا اسوۂ حسنہ ہی وہ مرکزی چیز ہے جس کی اشاعت و اعادہ کرکے اس پر عمل کرنے سے امت مسلمہ اصلاح پذیر ہوسکتی ہے۔ ریاست ٹونک کے رؤسا میں یہ جذبہ ابتداء سے غیر معمولی طور پر پیدا تھا۔ ابتدائی دور کی تصنیفات سے اندازہ ہوتا ہے کہ متعدد کتابیں ریاست کے ابتدائی دور میں اس موضوع پر تصنیف ہوئیں، چنانچہ مولوی عبدالسلام بدایونی نے اپنی کتاب ''اخبار الاخیار'' جو سیرت رسول، مناقب خلفاء اور احوال ائمہ پر مشتمل ہے تصنیف فرما کر نواب امیر خاں کی طرف منسوب کی اور اس کا نام ہدیہ امیریہ رکھا۔ قیام ریاست سے قبل لشکری زندگی ہی میں اس طرح کی اصلاحی محفلیں نواب کے یہاں جاری تھیں۔

نواب امیر خان کے بعد نواب وزیرالدولہ کا علمی دور شروع ہوتا ہے۔ اس دور میں علمی ماحول کی تبدیلی کے ساتھ ساتھ تصنیف و تالیف کے مشاغل میں بھی اضافہ ہوا۔ دیگر علوم متداولہ کی تصانیف کے علاوہ سیرت نبویؐ پر بھی کام جاری ہوا۔ مولوی بہادر علی دہلوی ٹونکی نے اسی دور میں "امیر السیر فی سیر الخیر البشر" عربی میں تصنیف کی۔ ان کے شاگرد مولوی عبدالمجید صاحب ٹونکی جو نواب وزیرالدولہ کے داماد بھی تھے اور صاحب کثیر التصانیف ہیں انہوں نے قدم رسول اور نعلین مبارک کی تحقیق میں متعدد رسائل اسی دور میں تصنیف کیے۔ (۱۹)

قرۃ العیون شرح سرور المحزون جو نواب محمد علی خان کا بڑا کارنامہ ہے اس کی تصنیف بھی

دراصل نواب وزیر الدولہ ہی کے عہد میں شروع ہوئی جب کہ نواب محمد علی خان ان کی سرپرستی میں ولی عہدی کی زندگی گزار رہے تھے۔ نواب وزیر الدولہ کے بعد نواب محمد علی خان نے اپنے زمانۂ امارت وزمانہ قیام بنارس میں اس مقصد کی پوری تکمیل کر ڈالی۔ سیرت رسولؐ کے موضوع پر اس قدر تصانیف کیں اور دوسرے علماء سے کرائیں جو سب ہی قابل صد تحسین و آفرین ہیں۔ قرۃ العیون کے نام سے اردو میں جو ضخیم کتاب تیار کی ہے اس کے صرف سات حصے دو جلدوں میں طبع ہو سکے ہیں باقی گیارہ جلدیں غیر مرتب حالت میں عربک اینڈ پرشین ریسرچ انسٹیٹیوٹ ٹونک میں محفوظ ہیں۔ قرۃ العیون کی اس قدر ضخامت کے باوجود آپ کو اس کی مزید شرح کی ضرورت محسوس ہوئی اور کحل العیون شرح قرۃ العیون کے نام سے دوسری کتاب کی تصنیف شروع کی جس کی صرف ابتدائی تین جلدیں تیار ہوسکیں۔ پھر اپنے پسر صاحبزادہ عبدالوہاب خاں کے نام سے اللآلی المضیئة فی حلیة خیر البریة نامی ایک ضخیم کتاب تیار کرائی جو پانچ جلدوں پر مشتمل ہے اور اس کے قلمی نسخے عربک اینڈ پرشین ریسرچ انسٹیٹیوٹ ٹونک محفوظ ہیں۔ ان شروح وتراجم کی زبان موجودہ دور میں اگرچہ متروک اور قابل اصلاح ہے لیکن نواب صاحب مرحوم کا یہ کارنامہ کسی طرح بھلائے جانے کے قابل نہیں۔ اور یہ ذخیرہ اب بھی تھوڑی اصلاح اور توجہ سے اور زبان کی قدرے درستی کے بعد حالتِ حاضرہ کے مطابق ترتیب دیا جاسکتا ہے۔ نواب محمد علی خان نے نثر کی طرح نظم کی طرف بھی توجہ فرمائی۔ چنانچہ ''فتوح الاسلام'' منظوم فارسی (تکملہ صولت فاروقی) اس سلسلہ میں موصوف کا نہایت اہم اور ناقابل فراموش کارنامہ ہے۔ یہ کتاب بالکل شاہنامہ کے طرز پر لکھی گئی ہے اور بحر متقارب میں ہے۔ تقریباً پچاس ہزار سے زائد اشعار پر مشتمل ہے اور اس دور کے متعدد قابل ترین افراد کی خدمات حاصل کر کے تیار کرائی گئی ہے۔ افسوس موصوف کی زندگی میں اس کتاب کے طبع ہونے کا موقع نہیں آسکا۔ اسی وجہ سے یہ کتاب منظر عام پر نہیں آسکی اور عربک اینڈ پرشین ریسرچ انسٹیٹیوٹ ٹونک میں محفوظ ہے۔ (۲۰)

الناس علی دین ملوکھم کے پیش نظر بعد کے علماء نے بھی اسی ذوق کو سامنے رکھتے ہوئے نظم و نثر میں اس موضوع پر متعدد کتابیں لکھیں۔ مولوی محمد حسن ملیح آبادی بن مولوی محمد علی صدر پوری نے حلیۂ مبارکہ عربی میں نظم کیا اور ترجمہ کے ساتھ شائع کیا۔ صاحبزادہ عبدالکبیر خان نے حضور علیہ السلام کا حلیہ بطور مسدس نظم فرمایا اور الدر المضیئة فی حلیة خیر البریة لکھی۔ مولوی سید عبدالرزاق کلامی نے حضورؐ کا حلیہ اردو میں نظم کیا۔ فتوحات واقدی کو نظم کرتے ہوئے حسام الاسلام، صمصام الاسلام اور انتقام الاسلام لکھیں۔ سرور المحزون کو اردو میں نظم فرمایا تو گوہر مخزون تیار ہوگئی۔

مولوی سید محمد علی صاحب نے سرور المحزون کو فارسی میں نظم کر کے جلاء العیون نظم کر ڈالی۔ سید احمد علی سیماب نے فتوحات واقدی کا فارسی ترجمہ کر کے محاربات الابرار لکھی۔ اس کا اردو ترجمہ کیا تو شوکت الاسلام نامی ضخیم ترجمہ تیار ہو گیا۔ پھر علماء ہی پر موقوف نہیں تھا بلکہ اس دور میں یہ جذبہ اس قدر عام تھا کہ نواب محمد علی خان کا ایک داروغہ عبداللطیف نامی جو معمولی لکھا پڑھا انسان تھا اس نے معراج نامہ مکمل نظم کر ڈالا اور نواب کی خدمت میں پیش کیا۔ یہ سلسلہ نواب محمد علی خان کی زندگی تک برابر جاری رہا۔ کوئی علی نامہ لکھ کر پیش کر رہا ہے تو کئی نبی نامہ اور جنگ نامہ، کوئی سیر منظوم لا رہا ہے تو کوئی نظم السیر، کوئی سیرت مرتضوی لکھ رہا ہے تو کوئی شوکت صدیقی، غرض اس موضوع پر بیسیوں کتابیں تصنیف ہوئیں اور سیرت کا ایک اچھا ذخیرہ فارسی اور اردو میں تیار ہو گیا۔ (۲۱)

نواب محمد علی خاں کے فطری ذوق کی بنا پر ٹونک میں سیر و مغازی اور سیرت محمدی ﷺ پر نظم و نثر میں جو کچھ لکھا گیا ان کتابوں کی تفصیل ذیل میں بیان کی جاتی ہے جس کی بیشتر تفصیلات مولوی محمد عمران خان کے فن سیرت اور ٹونک سے ماخوذ ہیں۔ (۲۲)

فتوح الاسلام منظوم فارسی (تکملہ صولت فاروقی)

صولت فاروقی مرزا محمد خان تورانی ترکمان متخلص بہ آشوب کی نظم کردہ ہے جس میں فتوحات کو بزمانہ نواب آصف الدولہ بن شجاع الدولہ نظم کیا گیا ہے۔ آشوب تورانی الاصل تھے اور شاہ محمد وزیر کے مرید تھے۔ نواب آصف الدولہ کے زمانے میں ہندوستان آئے۔ شاعری میں بے بدل اور سواری و نیزہ بازی میں ید طولیٰ رکھتے تھے۔ اہل تشیع و روافض سے سخت دشمنی تھی اسی سے متأثر ہو کر خلفیہ اول و دوم کی فتوحات کو شاہنامہ فردوسی کے مقابلہ میں لکھنا چاہا چنانچہ فتوحات واقدی فارسی سے واقعات اخذ کر کے ''صولت فاروقی'' لکھی، یہ کتاب مطبع محمدی اعظم گڑھ میں طبع ہو چکی ہے جس کے صفحات ۶۵ / ہیں۔ اوّلہ ''بنام خداوند حی احد...... الخ''

اس دور میں جب اس کتاب کی قدرے اشاعت ہوئی تو مخالفوں کے دل گرمائے اور آصف الدولہ کے دربار میں شکایتیں شروع ہو گئیں، حسن رضا خان اس میں پیش پیش تھے۔ غصہ میں بادشاہ نے بلا بھیجا جب آپ سے جوابات سے سنے تو خفگی کے بجائے انعام و اکرام سے مالا مال کیا۔ پھر مخالفوں نے انہیں ہلاک کرنے کی کوشش کی مگر کامیاب نہیں ہوئے۔ فتنۂ نادر شاہی میں اس کتاب کے بعض اجزاء

ضائع ہوگئے۔ غزوۂ حلت تک کا کچھ حصہ نواب محمد علی خاں کو دستیاب ہوگیا۔ موصوف کو یہ کتاب بہت پسند آئی اور آپ نے فوراً ہی اس کی تکمیل کی ٹھان لی۔ چنانچہ اس کتاب کو نظم کرانے کے لیے کئی متعدد علماء کی خدمات حاصل کی گئیں اور کتاب کے مختلف حصے مختلف حضرات نے تیار کیے۔ اس طرح خلفائے اربعہ کی پوری فتوحات کو نظم کرایا۔ صولتِ فاروقی چونکہ شاہنامہ فردوسی کے طرز پر لکھ گئی تھی لہٰذا اس کا تکملہ یعنی فتوح الاسلام مکمل اسی طرز پر نظم کرائی گئی۔ تاج العلماء قلزم علوم مولانا نجف علی صاحب جھجری، محقق العلماء مولوی عبدالکریم صاحب سلطان الشعراء حکیم سلطان محمود خان گرامی، مدقق العلماء مولوی مفتی نورالحق صاحب ختہ اور مولوی محمد حسن خان ملیح آبادی وغیرہ نے اس کو نظم کرنے میں خاص حصہ لیا۔ یہ کتاب چھ جلدوں پر مشتمل ہے اور ہر جلد میں کئی کئی پارے ہیں، تفصیل ذیل میں درج ہے......

جلد اوّل

یہ جلد تین پاروں پر مشتمل ہے۔

پارۂ اوّل	کتاالروت۔
پارۂ دوم	فتوح العراق۔ ہر دو پارے مولانا نجف علی خان قاضی جھجر کے نظم کردہ ہیں۔
پارۂ سوم	فتوح الروم:- یہ پارہ دراصل صولتِ فاروقی ہی کا حصہ ہے جو مرزا محمد خان آشوبؔ کا نظم کردہ ہے۔ مولوی عبدالکریم صاحب ٹونکی نے اس حصہ پر نظر ثانی کی۔ اور مولوی عبدالواحد صاحب نے اس میں کافی اضافہ کرلیا۔ مولوی عبدالکریم صاحب نے اس جلد کے ساتھ ایک مفصل مقدمہ مرتب کر کے شامل کیا جس میں رؤسائے ٹونک، فتوح الاسلام کی ترتیب اور اس کے ناظمین کے حالات بھی بیان کیے گئے ہیں۔

جلد دوم

یہ بھی تین پاروں پر مشتمل ہے۔

پارۂ اوّل
فتوح الشام:- یہ پارہ مولانا نجف علی خان کا نظم کردہ ہے۔ اس جلد کے دو مقدمے لکھے گئے۔ ایک مقدمہ خود مولانا نجف علی خان نے لکھا اور دوسرا مقدمہ مولانا عبداللہ خان صاحب نے لکھ کر شامل کیا ہے، ہر دو مقدمات میں بھی اس سلسلہ کی پوری تفصیلات ہیں۔

پارۂ دوم
فتوح المصر:- یہ پارہ مولوی محمد حسن خان ملیح آبادی کا نظم کردہ ہے۔

پارۂ سوم
فتوح العجم و دیار بکر و ربیعہ وغیرہ:- یہ پارہ حکیم سلطان محمود خان گراؔمی کا نظم کردہ ہے۔

جلد سوم
یہ جلد بھی بلحاظ مضمون دراصل جلد دوم سے متعلق ہے جو حضرت عمرؓ کے زمانہ کی باقی فتوحات عجم و ایران وغیرہ مشتمل ہے اس کے ناظم مولوی احمد علی ہیں۔

جلد چہارم
یہ جلد بھی جلد دوم سے متعلق ہے اس حصہ کو مولوی نورالحق صاحب خستہؔ ٹونکی نے نظم کیا ہے۔

جلد پنجم
یہ جلد فتوحات عثمانیہ پر مشتمل ہے۔

جلد ششم
یہ جلد فتوحات حیدریہ پر مشتمل ہے۔

اس مجموعہ میں محاربہ حلب کے بعد کا کچھ حصہ مولوی سید احمد علی سیمابؔ ٹونکی کا نظم کردہ ہے۔ فتوح الاسلام کے دو مجموعے ایک سلسلہ چھ جلدوں میں اور دوسرا سلسلہ آٹھ جلدوں میں عربک اینڈ پرشین ریسرچ انسٹیٹیوٹ ٹونک میں قلمی شکل میں محفوظ ہیں۔ (۲۳)

ان کے علاوہ تین چار متفرق جلدیں بھی ہیں۔ اکثر حصے مسودات کی شکل میں جو نواب محمد علی خاں صاحب کے کاتبوں کے قلم کے لکھے ہوئے ہیں، یہ حصص ۱۲۹۴ھ سے ۱۳۰۸ھ تک لکھے گئے۔ بعض حصے

اصل مسودات ہیں۔ اس کتاب کا کوئی جزو ابھی تک طبع نہیں ہوا۔

فتوح الاسلام کے علاوہ جن حضرات نے اسلام کی فتوحات کو اردو یا فارسی میں نظم کیا ہے یا ان واقعات کو نثر میں ترتیب دیا ہے، ان کی تفصیل یہ ہے......

حسام الاسلام فی فتوحات سید الانام (منظوم اردو)

اس کتاب کے ناظم سید عبدالرزاق کلامی ہیں اور اس میں رسول اللہ ﷺ کے غزوات وفتوحات کو اردو میں نظم کیا گیا ہے۔ یہ کتاب ۱۳۳۲ھ میں مطبع مفید عام آگرہ میں طبع ہوچکی ہے، صفحات ۲۳۰/ ہیں۔ اس کتاب پر استاد اصغر علی آبرو اور مولانا شبلی نعمانی تک نے اپنی تقریظات اور تاریخیں لکھیں۔ اوّلہ الٰہی تو ہے حامی بے کساں......الخ۔

صمصام الاسلام منظوم فتوح الشام (اردو)

مجاہدات الاخیار ۱۳۹۷ھ، اس کا تاریخی نام ہے۔ حافظ عبدالرزاق کلامی اس کے ناظم ہیں۔ فتوح الشام کو اردو میں نظم کیا گیا ہے، ۱۳۱۲ھ میں اعظم المطابع جونپور میں طبع ہوئی، ۴۳۶/صفحات پر مشتمل ہے۔ اوّلہ سرنامہ ہے نام اللہ کا......الخ۔

قمقام الاسلام منظوم فتوح بہنسا (اردو)

سید عبدالرزاق کلامی کی مرتبہ ہے۔ ۵۰/صفحات پر مشتمل ہے، اعظم المطابع جون پور میں ۱۳۱۲ھ میں طبع ہوئی۔

سیر منظوم (فارسی)

اس کتاب کا ایک قلمی نسخہ عربک اینڈ پرشین ریسرچ انسٹیٹیوٹ ٹونک میں محفوظ ہے۔ نہایت ہی خوشخط ومجدول لوح کتاب مطلا ومینا کار آسمانی، آخر سے ناقص ہے اس وجہ سے ناظم کتاب کا پتہ نہیں چلا البتہ آغاز کتاب میں مرتب نے ظاہر کیا ہے کہ نواب محمد علی خاں نے سیرت کی ایک ناقص کتاب برائے تکمیل مجھے دی آپ نے حکم کی تعمیل میں اس کی تکمیل کی اور سیر منظوم اس کا نام رکھا، اب تک طبع نہیں ہوئی ہے۔ اوّلہ، ثنا وستائش خدارا سزا است......الخ۔

سیرتِ احمدؐ (اردو)

نظم السیر اس کا تاریخی نام ہے۔ مولوی محمد یار خان نامی اس کے ناظم ہیں۔ صاحبزادہ محمد احمد خان کے کہنے سے اسے نظم کیا گیا۔ یہ کتاب دو جلدوں پر مشتمل ہے۔ جلد اوّل میں سال دوم، ہجری تک کے حالات ہیں اور جلد دوم میں تیسرے سال کے واقعات شروع ہوئے ہیں۔ اب تک طبع نہیں ہوئی۔

اوّلہ، کروں حمد کیا تیری یا ذالجلال ...... الخ۔

نبی نامہ (منظوم فارسی) (حملۂ احمدی)

اس کتاب کا دفتر دوم وسوم کسی صاحب کا نظم کردہ تھا۔ اس کا دفتر اوّل نواب ٹونک محمد علی خان نے سید جلال شاہ صاحب لکھنوی سے نظم کرا کے یہ کتاب مکمل کرائی اس کتاب کا ایک قلمی نسخہ بھی عربک اینڈ پرشین ریسرچ انسٹیٹیوٹ ٹونک میں محفوظ ہے جس کے کاتب مولوی عبداللہ صاحب پنجابی ٹونکی ہیں۔ اور ربیع الاوّل ۱۲۵۳ھ کا لکھا ہوا ہے۔ ۱۳۰۰ھ میں نواب محمد علی خاں نے مطبع مفید عام آگرہ میں یہ کتاب طبع کرائی جو تین جلدوں پر مشتمل ہے۔ اوّلہ، سپاسے کہ مرات صدق وصفا است ...... الخ۔

جنگ نامہ (منظوم فارسی)

اس کتاب کے ناظم آصف ہیں اور بزمانۂ شاہ عالم یہ کتاب نظم کی گئی جو حضور کے غزوات اور حضرت عمرؓ کے زمانہ تک کی فتوحات پر مشتمل ہے۔ نواب محمد علی خان صاحب نے ۱۲۹۹ھ میں مطبع مفید عام آگرہ میں یہ کتاب طبع کرائی اس کا ایک قلمی نسخہ بھی عربک اینڈ پرشین ریسرچ انسٹیٹیوٹ ٹونک میں محفوظ ہے۔ اوّلہ، خدایا دلم باخرد یار کن ...... الخ۔

علی نامہ (منظوم اردو) (ذوالفقارِ علی)

اس کے ناظم مولوی ابوالحسن صدیق نانوتوی ہیں۔ موصوف نے ابتداء خلیفۂ اوّل و دوم کی فتوحات کو فارسی میں نظم کیا تھا جس کا نام ''شمشیر اسلام'' عرف ''حرب نامہ'' تھا۔ اس میں ساڑھے تین ہزار اشعار تھے۔ پھر نواب محمد علی خان کے فرمانے سے موصوف نے خلیفۂ سوم کی فتوحات کو فارسی میں نظم کرنا شروع کیا لیکن اس کی تکمیل سے قبل حضرت علی کی حالات اردو میں نظم کر کے یہ کتاب تیار کی جو مطبع اختر ہند میں طبع ہو چکی ہے اور ۱۲۸ رصفحات پر مشتمل ہے۔ اوّلہٗ، قلم نے جو تحریر کی ابتداء ...... الخ۔

معراج نامہ (منظوم اردو)

اس کے ناظم عبداللطیف داروغہ ساکن محلہ قافلہ ٹونک ہیں جو نواب محمد علی خان کے داروغہ تھے، رضوانؔ تخلص تھا۔ اس کا ایک قلمی نسخہ عربک اینڈ پرشین ریسرچ انسٹیٹیوٹ ٹونک میں محفوظ ہے۔ اوّلہ، اے خداوند دو عالم ذالجلال...... الخ۔

مناقب الابرار (منظوم فارسی)

چند قصائد کا مجموعہ ہے جو سید احمد علی سیمابؔ نے خلفاء اربع و ائمہ کی مدح میں لکھے ہیں۔ ۱۳۱۲ھ میں یہ کتاب مطبع مفید عام آگرہ میں طبع ہوئی، ۳۰ رصفحات پر مشتمل ہے۔ اوّلہ، لالہ گوں عشاق را اشکے کہ در چشم تر است...... الخ۔

محاربات الابرار مع الملاحدة والاشرار

فتوحات واقدی کا فارسی ترجمہ ہے۔ مولوی احمد علی سیمابؔ اس کی مترجم ہیں جو فتوح الاسلام کی ترتیب میں بھی شریک تھے۔ اس سلسلہ میں فتوحات واقدی کا اردو ترجمہ شروع کیا۔ اس کی تکمیل سے قبل یہ فارسی ترجمہ لکھ ڈالا۔ مترجم کا اصل مسودہ عربک اینڈ پرشین ریسرچ انسٹیٹیوٹ ٹونک میں محفوظ ہے۔

شوکت الاسلام (اردو)

فتوحات واقدی کا اردو ترجمہ ہے۔ مترجم مولوی سید احمد علی سیمابؔ ٹونکی ہیں۔ یہ ترجمہ تین دفتروں پر مشتمل ہے۔ حصہ اوّل میں غزوات النبیؐ ہیں۔ یہ حصہ معارک الاسود مع الاعداء والحسود کے نام سے موسوم ہے اور ۱۲۸۷ھ میں مطبع نظامی کانپور میں طبع ہو چکا ہے۔ ۲۲۸ رصفحات پر مشتمل ہے۔ دوسرا حصہ فتوحات شام پر مشتمل ہے۔ اس کا نام نصب الاعلام فی فتوحات الشام ہے۔ تیسرے حصہ میں عجم و عراق کی فتوحات ہیں اور اس کا نام ترتیب البراق فی فتوح المصر والعراق ہے۔ یہ دونوں حصے بھی مطبع نظامی میں اسی دور میں طبع ہو چکے ہیں، حصہ دوم کے صفحات ۲۸۲ ر ہیں اور حصہ سوم ۲۰۶ رصفحات پر مشتمل ہے۔

شوکتِ صدیقی (فارسی)

اس کے مرتب مولانا نجف علی خان جھجری ہیں۔ موصوف نے نواب محمد علی خان کے فرمانے سے کتاب الردت کو جو فتوح الاسلام کا ایک حصہ ہے نظم کیا تھا۔ یہی حصہ آپ نے نثر میں ترتیب دیا اور اس کا نام شوکت صدیقی رکھا۔ اس کتاب کا اصل مسودہ مرتبہ کے قلم کا لکھا ہوا عربک اینڈ پرشین ریسرچ انسٹیٹیوٹ ٹونک میں محفوظ ہے۔ اوّلہٗ الحمد للہ الذی خلق کل شی فھدی...... الخ۔

سیرتِ مُرتضوی (فارسی)

مولانا نجف علی خان کا مرتبہ ہے۔ حضرت علیؓ کے واقعات کو اس کتاب میں نظم میں ترتیب دیا گیا ہے۔ سیرت مرتضوی اور ہدیہ محمد یہ کے نام سے موسوم ہے۔ اس کتاب کا قلمی نسخہ عربک اینڈ پرشین ریسرچ انسٹیٹیوٹ ٹونک میں محفوظ ہے جو ۲۱؍ذی الحجہ ۱۲۹۶ھ کو کاتب محمد زمان بن محمد امان نے لکھا۔ اوّلہٗ الحمد للہ العلی العظیم والصلوٰۃ والسلام...... الخ۔

امیر السیر فی سیر خیر البشرؐ (عربی)

مولوی بہادر علی دہلوی شاگرد شاہ عبدالعزیز صاحبؒ المتوفی ۱۲۷۶ھ اس کے مرتب ہیں۔ نواب میر خاں والی ٹونک کی مناسبت سے اس کا نام امیر السیر رکھا۔ اس کتاب کا ایک قلمی نسخہ عربک اینڈ پرشین ریسرچ انسٹیٹیوٹ ٹونک میں محفوظ ہے جس کے کاتب مصنف کے شاگرد مولوی عبدالمجید صاحب ٹونکی داماد نواب وزیر الدولہ ہیں۔ ۸؍شوال ۱۲۵۱ھ تاریخ کتابت ہے۔ اس نسخہ کے آخر میں مصنف کی تصدیقی عبارت، دستخط اور مہر ثبت ہیں، نسخہ بہت اچھا ہے۔ یہ کتاب اب تک طبع نہیں ہوئی ہے۔ اوّلہٗ، الحمد للہ الذی ازل علی افضل البشر...... الخ۔

اخبار الابرار (ملقب بہ ہدیہ امیریہ) (فارسی)

اس کتاب کے مرتب مولوی محمد عبدالسلام بن محمد عطاء الحق بن محمد معروف بہ اصغر بن حافظ عبدالجلیل ہاشمی عباسی بدایونی ہیں، جو نواب احمد علی خان والی رامپور کی طرف سے بلاسپور کے قاضی رہے ہیں اور ۱۲۲۵ھ میں اس سے سبکدوش ہوئے۔

یہ کتاب تین طبقوں پر مرتب ہے، طبقہ اوّل میں حضور ﷺ کی سیرت ہے، طبقہ دوم میں خلفائے راشدین اور ائمہ مجتہدین کے مختصر حالات ہیں، طبقہ سوم میں مصنف کے اصحاب صوفیاء کا ذکر ہے، خاتمہ میں مصنف نے مختصراً اپنا نسب اور مختصر حال بھی بیان کیا ہے۔

اس کتاب کا نام ابتداء اخبار الابرار رکھا گیا تھا لیکن جب اسے نواب میر خان کے نام پر معنون کیا گیا تو ہدیہ امیر یہ اس کو لقب دیا گیا۔ اس کتاب کا ایک قلمی نسخہ عربک اینڈ پرشین ریسرچ انسٹیٹیوٹ ٹونک میں محفوظ ہے جو ۹ رجب ۱۲۴۱ھ کا مکتوبہ ہے۔ کتاب کے اوّل میں مصنف کے قلم کی کچھ عبارت بھی درج ہے جس پر مصنف کے دستخط ہو رہے ہیں۔

قرۃ العیون شرح سرور المخزون فی ترجمہ نور العیون (اردو)

نور العیون فی تلخیص سیر الامین المامون عربی، ابن سید الناس کی مصنفہ ہے۔ شاہ ولی اللہ صاحب نے اس کا فارسی ترجمہ کیا تھا اور اس کا نام سرور المخزون فی ترجمہ نور العیون رکھا تھا۔ نواب محمد علی خاں نے سرور المخزون کی ایک مفصل اردو شرح ترتیب دینا چاہی اور زمانہ ولی عہدی سے اس کی ترتیب شروع کردی چنانچہ کافی ضخیم شرح تیار ہوگئی۔ (۲۴)

اس کتاب کی دو جلدیں جو دس حصوں پر مشتمل ہیں بہ تفصیل ذیل طبع ہو چکیں۔ کتاب کا باقی حصہ جو گیارہ جلدوں پر مشتمل ہے اور غیر مرتب حالت میں ہے عربک اینڈ پرشین ریسرچ انسٹیٹیوٹ ٹونک میں محفوظ ہے۔ اس میں وہ جلدیں بھی شامل ہیں جو نواب محمد علی خاں نے دیگر علماء سے بطور تتمہ تصنیف کرائیں جن میں حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کے حالات ہیں۔ جو حصہ طبع ہو چکا ہے اس کی تفصیل یہ ہے (۲۵)

جلد اوّل:- یہ جلد چھ حصوں پر مشتمل ہے۔ حصہ اوّل ابتداء مطبع محمدی ٹونک میں بحکم نواب ابراہیم علی خان طبع ہوا تھا۔ پھر ہر شش حصہ ۱۲۹۶ھ میں مطبع علوی لکھنؤ میں طبع ہوئے، حصہ اوّل و پنجم و ششم مطبع مفید عام آگرہ میں بھی طبع ہوئے ہیں۔

جلد دوم:- یہ جلد چار حصوں پر مشتمل ہے اور حضور ﷺ کی وفات سے لیکر سماع اموات تک اس جلد میں بیان ہے اس کے بعد کا حصہ غیر مطبوعہ ہے۔ اس جلد کا حصہ اول و دوم ۱۳۵۵ھ میں، حصہ سوم ۱۳۵۶ھ، اور حصہ چہارم ۱۳۵۷ھ میں نواب سعادت علی خان والی ٹونک کے حکم سے سعادت پریس

ٹونک میں طبع ہوئے۔

کحل العیون شرح قرۃ العیون (اردو)

قرۃ العیون کی تصنیف کے بعد نواب محمد علی خان نے اس کی یہ شرح ترتیب دینا چاہی لیکن صرف تین جلدیں مرتب ہوسکیں جن کے مسودات عربک اینڈ پرشین ریسرچ انسٹیٹیوٹ ٹونک میں محفوظ ہیں۔ یہ مسودات ۱۲۹۵ھ کے مکتوبہ ہیں۔ اس کتاب کی جلد ثالث نواب محمد علی خان نے مولوی سید عبداللہ شاہ صاحب سے تصنیف کرائی۔

کتب سیر کی اس ترتیب کے سلسلہ میں بعض حضرات نے ''سرورالمحزون'' کو فارسی و اردو میں نظم کرنا چاہا۔ مولوی سید محمد علی صاحب نے اسے فارسی میں نظم کیا اور سید عبدالرزاق کلامی نے اسے اردو میں نظم کیا، ہر دو کی تفصیل یہ ہے......

جلاء العیون نظم سرورالمحزون (منظوم فارسی)

مولوی سید محمد علی صاحب اس کے مرتب ہیں۔ مولوی عبداللہ صاحب پنجابی ٹونکی نے فارسی ہی میں اس کا ایک حاشیہ بھی لکھا ہے۔ یہ منظومہ مع حاشیہ ۱۲۹۲ھ میں مطبع علوی لکھنؤ میں طبع ہوئے جس کے صفحات ۱۵۰ر ہیں۔ اس کتاب کا قلمی نسخہ بھی عربک اینڈ پرشین ریسرچ انسٹیٹیوٹ ٹونک میں محفوظ ہے جو ۱۲۹۳ھ کا مکتوبہ ہے۔ اولہ، حمد خداوند جاں آفریں...... الخ۔ اول حاشیہ، ابتداء کرد بہ بسم اللہ...... الخ۔

گوہر مخزون نظم سرورالمحزون (منظوم اردو)

اس کے ناظم سید عبدالرزاق کلامی ہیں۔ یہ کتاب ۱۳۱۹ھ میں مطبع مفید عام آگرہ میں طبع ہوئی، صفحات ۱۵۴ر ہیں۔ اس کے آخر میں آپ کی نعتیہ غزلیں و مخمس وغیرہ بھی شامل ہیں اور ایک منظوم رسالہ بھی ہے جس میں مرشد کی شناخت بیان کر کے اپنے شیخ اور شیخ الشیخ کے کچھ حالات لکھے گئے ہیں۔

سیرت رسول ﷺ کے سلسلہ کی ایک کڑی حلیۃ النبی علیہ الصلوٰۃ والتسلیم بھی ہے۔ اس دور کے حضرات نے اس طرف بھی پوری توجہ کی اور نظم و نثر میں متعدد حلیئے مفصل و مختصر تیار ہوئے جن کی تفصیل ذیل میں بیان کی جارہی ہے......

اللآلی المضیئۃ فی حلیۃ خیر البریۃ (فارسی)

یہ کتاب نواب محمد علی خاں نے اپنے پسر صاجزادہ عبدالوہاب خان صاحب سے ترتیب دلائی۔ اپنے موضوع پر نہایت مفصل کتاب ہے۔ دو بابوں پر مرتب ہے۔ اس کتاب کا قلمی نسخہ عربک اینڈ پرشین ریسرچ انسٹیٹیوٹ ٹونک میں محفوظ ہے جو پانچ جلدوں پر مشتمل ہے۔ پھر بھی آخر سے ناقص ہے۔ ابتداء کتاب میں کتاب کی جو مختصر فہرست شامل ہے اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ اس نسخہ میں باب دوم کی چار فصلیں اور ایک خاتمہ آخر سے ناقص ہے۔ ابتدائی تین جلدوں میں باب اوّل ختم ہو جاتا ہے باقی دو جلدوں میں باب دوم ہے۔ یہ کتاب اب تک طبع نہیں ہوئی ہے۔

الدر المضیئۃ فی حلیۃ خیر البریۃ (منظوم اردو)

صاجزادہ عبدالکریم خان ٹونکی متخلص بہ شمیمؔ اس کے ناظم ہیں۔ تقریباً ۷۵ر صفحات پر مشتمل ہے۔ اودھ پریس لکھنؤ میں طبع ہو چکی ہے۔ اس کا قلمی نسخہ بھی عربک اینڈ پرشین ریسرچ انسٹیٹیوٹ ٹونک میں محفوظ ہے۔ اوّلہ، لائق حمد ہے وہ رب جلیل...... الخ۔

حلیہ شریف (منظوم اردو)

اس کے مرتب صاجزادہ عبدالکبیر خان ہیں۔ آپ صاجزادہ محمد منیر خاں کے بیٹے اور نواب وزیر الدولہ کے نواسے تھے۔ نظم بطور مسدس تیار ہوئی اور بعد ترتیب نواب محمد علی خان کو پیش کی گئی۔ اصل نسخہ ناظم کے قلم کا لکھا ہوا عربک اینڈ پرشین ریسرچ انسٹیٹیوٹ ٹونک میں محفوظ ہے۔ اولہ، متاع دین وایمان یعنی ذکر حلیہ اقدس...... الخ۔

حلیہ مُبارک (منظوم عربی، مترجم)

مولوی محمد حسن ملیح آبادی کا مرتبہ ہے۔ بین السطور اردو ترجمہ بھی شامل کیا تھا اور نواب کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ یہ منظومہ ۱۲۹۱ھ میں اودھ پریس لکھنؤ میں طبع ہوا۔ ۱۸ر صفحات پر مشتمل ہے۔ اولہ، احمد اللہ عالی الذات...... الخ۔

حلیہ شریف (منظوم اردو)

سید عبدالرزاق کلامی مرتب ہیں۔ موصوف نے نواب محمد علی خان کے فرمانے سے سراپا فارسی مصنفہ مولوی مشتاق احمد صاحب کو اردو میں نظم کیا ہے، ۱۴ر صفحات پر مشتمل ہے۔ ۱۲۹۱ھ میں اودھ پریس لکھنؤ میں طبع ہوا۔ قلمی نسخہ عربک اینڈ پرشین ریسرچ انسٹیٹیوٹ ٹونک میں محفوظ ہے۔ اولہ، لکھا اے خامہ حمد و ثنائے محمد...... الخ۔

سلکِ نور فی حلیۃ النبی (منظوم)

یہ کتاب بھی ٹونک ہی کے کسی صاحب کی نظم کردہ معلوم ہوتی ہے۔ اس کا ایک قلمی نسخہ عربک اینڈ پرشین ریسرچ انسٹیٹیوٹ ٹونک میں محفوظ ہے جس کے کاتب عظیم الدین ہیں۔ آخر میں ایک مہر "اللہ نور السموات والارض" ثبت ہے۔

سیرت کے اسی سلسلہ کی باقی چند کتابوں کا ذکر بھی ذیل میں کیا جا رہا ہے......

تذکرہ شق القمر (فارسی)

مولانا نجف علی خان جھجری کی مصنفہ ہے۔ موصوف نے ۱۲۹۴ھ میں نواب محمد علی خان صاحب کے فرمانے سے تصنیف کی۔ مطبع حسینیہ بنارس میں طبع ہوئی۔ ۱۱۲ر صفحات پر مشتمل ہے۔ اولہٗ، اللھم یا من خلق سبع سماوات...... الخ۔

السیف الماضی لقطع القول لمنکر انشقاق القمر فی الماضی

یہ کتاب بھی نواب محمد علی خاں کے فرمانے سے تصنیف ہوئی۔ مولوی عبداللہ صاحب پنجابی ٹونکی جن کی کچھ تصانیف سابق میں گزر چکی ہیں اس کے مرتب ہیں۔ اس کتاب میں مسئلہ شق القمر کی تحقیق کی گئی ہے اور اس سلسلہ میں جو اعتراضات کیے جاتے ہیں ان کے جوابات دیے گئے ہیں۔ ۸۸ر صفحات پر مشتمل ہے۔ مطبع حسینیہ بنارس میں طبع ہوئی۔

شق القمر لمعجزة سید البشر (اردو)

اس رسالے کے مرتب حافظ مولوی عبداللہ بن فتح محمد بن شیخ الحاج رمضان علی مدرس مدرسہ حدیثیہ کلکتہ ہیں۔ موصوف نے یہ رسالہ تصنیف کر کے نواب محمد علی خاں کو ہدیۂ پیش کیا۔ اصل نسخہ عربک اینڈ پرشین ریسرچ انسٹیٹیوٹ ٹونک میں محفوظ ہے جس کے آخر میں متعدد علماء کی تقریضات بھی شامل ہیں۔

اولہ، الحمد لله الذی قال اقتربت الساعة ...... الخ۔

المرتجی بالقبول خدمۃ قدم الرسول (عربی)

مولوی عبدالمجید خان داماد نواب وزیرالدولہ اس کے مرتب ہیں۔ یہ رسالہ موصوف نے نعل مبارک اور قدم مبارک کی تحقیق میں ۱۲۶۱ھ میں مکہ معظمہ میں تصنیف کیا، ۱۲۸/صفحات پر مشتمل ہے۔ ۱۲۱۵ھ میں مطبع علوی لکھنؤ میں طبع ہوا۔ اولہ، نحمدك اللهم على ان جعلتنا من امته ...... الخ

القول السدید فی ثبوت استبراک نعل سید الاحرار والعبید (فارسی)

یہ رسالہ بھی مولوی عبدالمجید خان کا مرتبہ ہے۔ ۱۲۸۹ھ میں مطبع نظامی کانپور میں طبع ہوا، صفحات ۱۶/ ہیں۔ اولہ، الحمد لله والصلوة و السلام علی سیدنا رسول الله ...... الخ۔

ترجمۃ الادب اللؤلوی فی شرف النسب النبوی (فارسی)

اصل کتاب جلال الدین السیوطیؒ کی مصنفہ ہے۔ نواب محمد علی خاں نے اپنے درباری علماء میں سے کسی سے اس کا فارسی ترجمہ کرایا جو عربک اینڈ پرشین ریسرچ انسٹیٹیوٹ ٹونک میں محفوظ ہے۔ ۱۸/ذی الحجہ ۱۲۹۷ھ تاریخ کتابت ہے۔ نواب صاحب کے کاتب محبوب علی نے مترجم کے اصل مسودہ سے نقل کیا۔

یہ اور اس طرح کی متعدد تصانیف ہیں جو اس دور میں تصنیف ہوئیں۔ کچھ طبع ہوئیں اور کچھ طباعت سے محروم رہیں۔ بعض کتابیں بدقسمتی سے مسودات ہی کی شکل میں رہیں اور ان کے مبیضہ کی نوبت بھی نہیں آئی۔ مقالہ کے اس حصے میں چونکہ ان مساعی کا ذکر کیا گیا ہے جو نواب ٹونک اور علماء نے سیرت کے سلسلہ میں کیں۔ اس لیے اس مضمون کے اختتام پر چند اہم شروح وتراجم کا ذکر کر دینا بھی خالی از فائدہ نہیں جو نواب نے اپنے دور کے علماء سے تصنیف کرائے اور ان کے شائع ہونے کی نوبت نہیں

آئی اور اصل مسودات عربک اینڈ پرشین ریسرچ انسٹیٹیوٹ ٹونک میں محفوظ ہیں......

ایضاح المجتبیٰ۔ترجمہ نسائی (فارسی)

مترجم مولوی محمد احسن نانوتوی ہیں۔آپ نے ۱۳۰۳ھ میں نواب محمد علی خان کے فرمانے سے یہ ترجمہ کیا۔اصل مسودہ عربک اینڈ پرشین ریسرچ انسٹیٹیوٹ ٹونک میں محفوظ ہے، طبع نہیں ہوا۔

ضبط مشکل ابن ماجہ (فارسی)

سنن ابن ماجہ کا فارسی ترجمہ، اور مولوی محمد احسن صاحب نانوتوی کا مترجمہ ہے ''ضبط مشکل ابن ماجہ'' (۱۳۰۳ھ) تاریخی مادہ ہے۔اصل نسخہ عربک اینڈ پرشین ریسرچ انسٹیٹیوٹ ٹونک میں محفوظ ہے، طبع نہیں ہوا۔

ترجمہ سنن ابی داؤد (فارسی)

مولوی عبداللہ مدرس عالیہ کلکتہ نے بحکم نواب محمد علی خان یہ ترجمہ کیا، اصل ترجمہ عربک اینڈ پرشین ریسرچ انسٹیٹیوٹ ٹونک میں محفوظ ہے لیکن ناقص ہے، طبع نہیں ہوا۔

مقصد الوفود ترجمہ وشرح ابی داؤد (فارسی)

نواب محمد علی خان نے مولوی سید عباس علی جونپوری برادر زادہ حکیم انور علی لکھنوی اور مولوی حافظ عبداللہ کلکتی بن فتح محمد بن شیخ الحاج رمضان علی مدرس مدرسہ محمد یہ حدیثیہ کلکتہ سے یہ ترجمہ اور شرح تصنیف کرائی۔نواب کے انتقال کر جانے کی وجہ سے یہ کتاب ناقص رہی۔اس کا مسودہ غیر مرتب شکل میں عربک اینڈ پرشین ریسرچ انسٹیٹیوٹ ٹونک میں محفوظ ہے۔

ترجمہ جامع صغیر (اردو)

مولوی عبدالقیوم صاحب بڈھانوی مترجم ہیں۔یہ ترجمہ آپ نے نواب محمد علی خان کو بغرض طباعت بھیجا تھا۔نواب نے ترجمہ مفید عام بنانے کی غرض سے ابتداءً مولوی محمد حنیف آروی اور مولوی علی اکرم آروی کو دیا کہ اس کی اصلاح کریں۔اور حسب ضرورت مفید شرح کا اضافہ کریں لیکن اس کی

تکمیل نہیں ہو سکی۔ اس لیے نواب یہ خدمت مولوی عبدالرحمٰن صاحب ٹونکی کے سپرد کی آپ نے اس شرح کو مکمل کیا جو درج ذیل ہے۔ مولوی عبدالقیوم صاحب کا اصل مسودہ بھی عربک اینڈ پرشین ریسرچ انسٹیٹیوٹ ٹونک میں محفوظ ہے۔

شرح جامع صغیر (اردو)

یہ وہی شرح ہے جو مولوی عبدالرحمٰن ٹونکی نے مولوی عبدالقیوم صاحب کے ترجمہ کی اصلاح کر کے بحکم نواب محمد علی خان ترتیب دی۔ ترجمہ از سرنو ترتیب دیا گیا ہے اور فوائد کے ذریعہ ہر حدیث کی تشریح کی گئی ہے۔ اس طرح یہ شرح پانچ جلدوں میں مرتب ہوئی۔ اس شرح کا ایک نسخہ عربک اینڈ پرشین ریسرچ انسٹیٹیوٹ ٹونک میں محفوظ ہے، جس کے کاتب محمد علی اکرم بن محمد اکرم بن محمد علی احسن ہیں۔ ۱۹ر جمادی الاولیٰ ۱۳۰۰ھ تاریخ کتابت ہے۔

حاشیہ المحمدیہ علی النسائی (عربی)

ہندوستان کے مشہور و متبحر عالم شیخ محمد تھانوی محشی ہیں۔ یہ حاشیہ اگرچہ ۱۲۳۱ھ کا مصنفہ ہے لیکن بعد میں آپ نے اس پر نظر ثانی کی اور نواب محمد علی خان کے نام کا خطبہ اس میں شامل کیا۔ اس حاشیہ کا ایک ناقص نسخہ عربک اینڈ پرشین ریسرچ انسٹیٹیوٹ ٹونک میں محفوظ ہے۔

بحر العلوم شرح عین العلم (اردو)

شارح مولوی سید محمد شاہ محدث رامپوری المتوفی ۱۳۲۱ھ ہیں۔ ۱۲۹۶ھ میں نواب کے فرمانے سے یہ شرح آپ نے لکھی جو ۱۳۰۶ھ میں بحکم نواب صاحب طبع بھی ہو چکی ہے۔ مقدمہ کتاب میں شارح لکھتے ہیں کہ ''عین العلم'' کا ترجمہ مع شرح بعض فضلاء نے پہلے کیا تھا لیکن وہ صاحب افغانستان کے تھے اس لیے اردو محاورات کا لحاظ نہ کر سکے۔ اسی لیے آپ نے یہ ترجمہ اور شرح ترتیب دی۔ عربک اینڈ پرشین ریسرچ انسٹیٹیوٹ ٹونک میں اس شرح کا جو قلمی نسخہ ہے اس کے حاشیہ پر لفظ ''بعض فضلاء'' پر اس دور کا یہ نوٹ دیا گیا ہے کہ اس سے مراد مولوی دوست محمد صاحب کابلی ناظم عدالت شریعت ٹونک ہیں، اور یہ قرین قیاس بھی ہے۔

ضیاء البصائر ترجمۃ الاشباہ و النظائر (فارسی)

مترجمہ قاضی نقیب اللہ ولایتی ہیں جو نواب محمد علی خاں سے متعلق رہے۔ یہ ترجمہ بھی آپ نے نواب کے فرمانے سے کیا اور خطبہ بھی نواب کے نام کا لکھا۔ ترجمہ کے ساتھ قدرے شرح بھی ہے۔ اس کتاب کا ایک نسخہ عربک اینڈ پرشین ریسرچ انسٹیٹیوٹ ٹونک میں محفوظ ہے جس پر ۸ محرم ۱۳۰۰ھ تاریخ کتابت درج ہے۔

قاضی نقیب اللہ ولایتی نے رسالہ اصول فقہ مصنفہ مولانا اسماعیل شہیدؒ کی شرح بھی نواب کے فرمانے سے عربی میں کی ہے جس کا نام ''مفتاح المشکلات فی الدلائل والفرعیات'' ہے۔ اسی طرح فن فرائض میں ایک رسالہ نواب کے کہنے سے شمع الفرائض کے نام سے عربی میں تصنیف کیا ہے۔ ہر دو قلمی نسخے عربک اینڈ پرشین ریسرچ انسٹیٹیوٹ ٹونک میں محفوظ ہیں۔ شمع الفرائض کا نسخہ اصل مسودہ معلوم ہوتا ہے۔

ان کے علاوہ بیسیوں رسائل، تراجم، شروح اور کتب ہیں جو نواب محمد علی کی تحریک پر تصنیف ہوئیں اور بیسیوں ہی کتابیں ایسی ہیں جن کی طباعت کا سہرا نواب کے سر رہا جن کی اشاعت کر کے موصوف نے دین کی وہ خدمت کی ہے جو ازل سے آپ کے لیے مقدر تھی۔

نواب محمد علی خان کے انتقال سے ٹونک میں تصنیف و تالیف کا دور بھی تقریباً ختم سا ہو جاتا ہے۔

نواب ابراہیم علی خان کے دور میں اگرچہ تصنیف و تالیف اور علمی ترقی کا زیادہ موقع نہیں آیا لیکن سیرت پاک اور حب رسول نے ایک نیا رخ اختیار کیا، یہ جذبہ موصوف کو اجداد و اسلاف سے ورثہ میں ملا تھا اس لیے عمر بھر موصوف پر یہ جذبہ کارفرما رہا۔

آپ نے <u>میلاد النبیؐ</u> کے نام سے ایک ضخیم کتاب تیار کرائی جو سات ضخیم جلدوں پر مشتمل ہے۔ اس دور کے درباری علماء اس کتاب کی تیاری میں شریک تھے۔ سیرت و مغازی کی تمام کتابوں سے مدد لے کر حضور ﷺ کے واقعات ترتیب دیئے گئے اور ہر سال ماہ ربیع الاوّل میں میلاد کے طرز پر سات روز تک محفلیں قائم ہونے لگیں جن کا انتظام سرکاری طور پر کیا جاتا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ یہ کتاب عام نہیں ہوئی بلکہ دربار میں محفوظ رہی جس کی ہر سال قراءت اب تک ہو رہی ہے۔ اس کا ایک نسخہ سات جلدوں میں مرحوم مولوی قاضی محمد عرفان خان صاحب ناظم شریعت کے کتب خانہ (عرفانی کتب خانہ ٹونک) میں محفوظ ہے۔

نواب ابراہیم علی خان صاحب متخلص بہ خلیل نے اپنے ذوق وشوق کے پیش نظر اس سلسلہ میں مزید متعدد میلاد تیار کرائے جو ریاست میں محفوظ ہیں۔ میلاد خلیل بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے جو عام ضروریات کے پیش نظر ترتیب دیا گیا تھا اور کئی بار شائع ہو چکا ہے۔

یہ اتفاقی امر ہے کہ نواب محمد علی خان مرحوم جو مروّجہ محافل سے متفق نہیں تھے صفر ۱۳۱۳ھ میں ان کا انتقال بنارس میں ہوا اور اسی سال ٹونک میں ریاست کی طرف سے ماہِ ربیع الاوّل میں جشن میلاد النبیؐ کی پہلی محفل قائم کی گئی۔ اور اس وقت سے اب تک ہر دور میں یہ محفلیں برابر ذوق وشوق سے قائم کی جا رہی ہیں۔ (۲۶)

عید میلاد النبیؐ اور ریاستِ ٹونک

مری دولت، مری جاں، محفل میلاد پہ قرباں
یہ وہ محفل ہے جس کی رونق محفل محمدؐ ہیں

(تاجؔ)

مذکورہ بالا جذبہ محبت صرف ٹونک کے آخری تاجدارِ ریاست نواب اسمٰعیل علی خان تاجؔ مرحوم کا ہی نہیں ہوسکتا بلکہ ہر صاحب ایمان مسلمان کا یہی جذبہ محبت تو رحمت مجسم، سرکارِ دوعالم کی ذات بابرکات، ستودہ صفات سے وابستہ ہے کیونکہ یہی جذبہ محبت ہر منزل ناگزیر کے لیے زادِ راہ اور وسیلہ مغفرت ہے۔

مولانا ابوالکلام آزاد آپ کی ولادت باسعادت کے سلسلہ میں ۱۲؍ ربیع الاوّل کی فضیلت کے لیے بیان فرماتے ہیں......

''دنیا میں جس قدر داعیان حق و صداقت کے اعلانات موجود ہیں اگر دنیا ان کو بھلا دے گی تو یہ صرف قوموں اور ملکوں کی سعادت فراموشی ہوگی۔ کیونکہ اس سے زیادہ انہوں نے کچھ نہیں کیا۔ لیکن اگر ربیع الاوّل کو اس نے بھلا دیا تو یہ تمام کرۂ ارض کی نجات کو بھلا دیا ہوگا۔ کیونکہ ربیع الاوّل کی رحمت کسی ایک زمین کے لیے نہیں بلکہ تمام عالمین کے لیے ہے'' (۲۷)

فی الحقیقت یہ دین و دنیا کی سعادت کا مہینہ کرۂ ارضی کے لیے رحمتوں کے پھول، جود و کرم کی بہاریں اور مغفرت کا پروانہ خوشنودگی لے کر آتا ہے، پھر کیوں ہر اہل دل اور اہل نظر اپنا جان و مال آپ کی تقریب میلاد پر قربان نہ کردے۔ خود حدیث قدسی کی بھی روشن بشارت یہی ہے......

لا یؤمن احدکم حتی اکون احب الیه من والدہ و ولدہ والناس اجمعین (بخاری) تمہارا ایمان جب ہی مکمل کہلائے گا کہ میری محبت اس کے دل میں اس کے باپ اولاد بلکہ پوری دنیا کے لوگوں سے زیادہ ہو۔

اسی جذبہ عقیدت و محبت کے جلوۂ صد رنگ نے ۱۲ ربیع الاوّل کی لازوال خوشیوں کا دامن عیدین کی خوشیوں سے بھی وسیع تر کر لیا ہے۔ عید میلاد النبی ﷺ کے تاریخی پس منظر میں سید صباح الدین عبدالرحمٰن رقمطراز ہیں......

''اسلام میں عیدین کے سوا کوئی اور تہوار نہیں بلکہ رفتہ رفتہ کچھ روایتیں ایسی بن گئیں کہ بعض تقریبیں تہوار کی شکل میں بدل گئیں۔ اسی میں عید میلاد النبی بھی ہے۔ یہ ۱۲ ربیع الاوّل کو منائی جاتی ہے۔ اسلامی ممالک میں یہ تقریب عیدین سے زیادہ تزک و احتشام سے منائی جاتی ہے۔ شاہجہانی عہد میں عید میلاد النبی کا ذکر کرتے ہوئے بادشاہ نامہ کا مؤلف ۱۰۳۷ھ میں لکھتا ہے کہ اس مجلس میلاد سعادت کی ترتیب پورے اہتمام سے کی گئی ہے جس میں سادات علماء و صلحاء اور مشائخ مدعو کیے گئے۔ شاہجہان بڑی تعظیم کے ساتھ مسند پر آ کر بیٹھا، بارہ ہزار روپے تقسیم کیے اور لوگوں کو حیثیت کے مطابق ان کو شال مرحمت کیے'' (۲۸)

محتاط علمائے دین کی دور رس نگاہ کو یہ بھی فکر تھی کہ کہیں محبوب دو عالم کی محبت اور عقیدت شعائر اسلام سے تجاوز کر جائے اور قدیم ادیان کے متابعین کی طرح یہ محفل میلاد بھی شرک و بدعت کا ناپسندیدہ روپ اختیار کر لے۔ چنانچہ محفل میلاد کے لیے امتناعی خیالات کا زوردار الفاظ میں اظہار کیا گیا ہے۔ ایک کتاب سیرت میں مجلس مولود کی تاریخ بیان کرتے ہوئے اس کو ممنوع قرار دیا گیا ہے۔ اصل عبارت ملاحظہ ہو......

ساتویں صدی میں یہ مجلس مولود ایجاد ہوئی سب سے پہلے اسے بادشاہ ابوسعید کوکبوری بن ابوالحسن علی مکتگین ترکمانی نے جاری کیا۔

اسے سلطان صلاح الدین نے ۵۸۶ھ میں اربل شہر کا جو موصل کے قریب ہے کا گورنر مقرر کیا تھا۔ اس کا انتقال ۶۳۰ھ میں ہوا ہے۔ چاروں مذہب کے علام، اس کی مذمت کرتے ہیں۔ چنانچہ امام احمد بصری اپنی کتاب ''قول معتمد'' میں لکھتے ہیں قد اتفق علماء المذاهب الاربعة علی ذم العمل به یعنی چاروں مذہب کے بڑے بڑے علماء کا مجلس مولود کی مخالفت پر اجماع ہے۔(۲۹)

مذکورہ تمام وکمال احتیاط کے باوجود بھی عید میلاد النبی کی مجالس ہر ملک اور ہر دور میں آراستہ ہوتی رہی ہیں اور آئندہ بھی ان کی آراستگی میں کوئی فرق نہیں آئے گا کیونکہ وہ اب اسلامی تہذیب کا ایک جزولاینفک اور مسلم قوم کی ایک پہچان بن چکی ہے۔

جیسا کہ پہلے بیان ہوچکا ہے کہ اسلامی تہذیب کی علمبردار راجستھان کی یہ واحد مسلم ریاست ٹونک تھی جس کی تشکیل بھی احیائے رسول اور فروغ دین اسلام کے بنیادی مقصد کے تحت ہوئی۔ نواب امیر خان سید احمد شہید بالاکوٹ کے خاص ارادتمندوں میں شمار کیے جاتے تھے۔ یہی حال ریاست کے دوسرے حکمران نواب وزیر الدولہ بہادر کا تھا۔ آپ کی عقیدت مندی کی بھی یہی کیفیت تھی کہ سید صاحب علیہ الرحمۃ کی اہلیہ محترمہ کی پالکی کو اپنے کاندھوں پر چڑھا کر لائے اور زندگی بھر اسی انداز کی قدر ومنزلت میں کوئی کمی نہیں آنے دی۔ آپ کا خاندان محلہ قافلہ ٹونک میں نہایت عزت واحترام کے ساتھ اقامت گزیں رہا۔(۳۰)

بانی ریاست کا دل بھی حب رسول سے سرشار تھا اور آپ کے دور میں ہی محفل میلاد منعقد ہونا شروع ہوئی، چنانچہ مولانا محمد عمران خان صاحب مرحوم رقمطراز ہیں......

کتب خانہ ٹونک میں ایک قلمی رسالہ محفوظ ہے جس کے مرتب مولوی محبوب علی صاحب ہیں۔ اس رسالے میں مروجہ میلاد کے جواز وعدم جواز سے بحث کی گئی ہے۔ مقدمہ مرتب رسالے نے ذکر کیا ہے کہ شاہ عبدالعزیز صاحب کی زندگی میں اور آپ کی وفات کے بعد دہلی میں میلاد النبی کی مجالس النبی نہیں ہوا کرتی تھیں لیکن ۱۲۲۵ھ میں ایک شخص شافعی جمیل اللیل آیا اور ۷ ربیع الاوّل کو

نواب محمد امیر خاں کے ہاں یہ مجلس منعقد کی۔ اس کے بعد یہ مجلس اس طرف عام ہوگئیں۔ نواب وزیر الدولہ کے عہد ۱۸۳۴ء سے ۱۸۶۴ء تک سابق ریاست کا تمام نظم ونسق شرع محمدی کی رو سے ہوتا رہا اور شرک و بدعت کا نام ونشان تک نہیں تھا۔ تعزیہ داری کا بڑی سختی کے ساتھ انسداد کیا گیا۔ میلاد النبی کا حال پردہ اخفا میں ہے۔ آپ کے ہی دور میں ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی لڑی گئی اور شکست کے بعد دہلی، لکھنؤ اور خیر آباد کے منتخب علماء فضلاء ٹونک تشریف لائے۔ اس دور میں کتب سیر وتفسیر کا چرچا گھر گھر عام ہوگیا ان کی وصایائے وزیری سیر حاصل تصنیف ہے۔ (۳۱)

آپ کی وفات کے بعد نواب محمد علی خان مسند آرائے ریاست ہوئے۔ آپ کا عہد ۱۸۶۴ء سے ۱۸۶۷ء تک انتہائی مختصر ہے۔ آپ نے معزول حکمراں کی حیثیت سے زندگی گزاری۔ ایک شعبہ تصنیف وتالیف قائم کیا جس میں مشاہیر علمائے وقت نے تصنیف وتالیف کا معتد بہ کام انجام دیا جس میں زیادہ تعداد کتب سیر کی تھی۔

آپ کو بھی حضور انور ﷺ سے دلی محبت تھی آپ نے سیرت پر ۱۷ رجلدوں میں ایک کتب سیر بہ نام ''قرۃ العیون'' تالیف فرمائی۔ مذکورہ کتاب کا تعارف ڈائریکٹر شوکت علی خاں صاحب کی زبانی ملاحظہ ہو......

> نواب محمد علی خاں تیسرے فرماں روائے ٹونک متوفی ۱۳۱۳ھ نے شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی متوفی ۱۱۷۶ء کی تصنیف سرور المحزون کی ضخیم ترین تصنیف کی شرح کی تھی جو چھ حصص پر مشتمل ہے اور ابتدائے رنگین اردو کا نمونہ ہے اور سیر مغازی کے فن پر ایک مبسوط اور مربوط دستاویز ہے۔ جلد اوّل چھ حصوں پر مشتمل ہے۔ نواب صاحب کے فاضل پوتے نواب مولوی سعادت علی خاں پانچویں فرماں روائے ٹونک نے طبع کرادی تھی، باقی کے چار حصے غیر مرتبہ مسودات کی شکل میں اب تک اس انسٹیٹیوٹ (عربک

اینڈ پرشین ریسرچ انسٹیٹوٹ ٹونک) میں محفوظ ہیں۔ یہ سیر کا قابل قدر سرمایہ ہے گیارہ جلدوں میں محفوظ ہے اور اب تک شائع نہیں ہوسکا۔(۳۲)

ریاست کے لیے نواب محمد علی خان کا دور اگر ''شمشیر و سنان'' کا دور تھا تو نواب ابراہیم علی خاں کا دور طاؤس ورباب افزا رنگ رلیوں کی آمد آمد کی نغمہ سرائی کا اعلان کر رہا تھا۔ چنانچہ جہاں اس دور کے تمدن کی پوشاک کو تاش بادلے لگے وہاں نواب صاحب کی محبوب خدا سے جو عقیدت تھی شان و شوکت کے لباس میں خلد نظر بن گئی اور ۱۳۱۳ھ سے ہی محفل میلاد اس قدر تزک و احتشام کے ساتھ جلوہ آرا ہوئی کہ اس سے پہلے چشم فلک نے دنیا کی کسی محفل میں اس طرح کی شاہ وشوکت نہ دیکھی تھی۔ چنانچہ مولوی مرتضیٰ نظر (مصنف تاریخ مالوہ اور صولت شیر شاہی) نے ایک محفل میلاد کا حال حسب ذیل روح پرور منظر کے ذریعے نظر نواز کیا ہے، ملاحظہ ہو......

چشم عاشق ز تماشائے تو سیر شود
ہر نگہ سلسلۂ جنبان دگر است

وہ مناظر کیا ہیں، وہ مظاہرہ ہے آپ کے جذبات خلوص کا، جو ہر پنجشنبہ کو ہر ماہ کی پہلی کو اور بالتخصیص ماہ ربیع الاوّل کی ۹ر تاریخ سے ۱۶ر تاریخ تک جو ایک سعادت طرز منزلت افزا دربار کی صورت میں رحمۃ للعالمین کی مجلس مولود کے درخشندہ نام سے روح افروز یوں کے ساتھ منظر عام پر آتا ہے۔ ان ایام میں آداب و عبادت کے لحاظ سے دفاتر میں تعطیل بھی رہتی ہے۔ اس محفل نور وسرو کیفیت بار جلوہ ریزیاں اور اس چمنستان معطر کی فرحت افزا شمیم انگیزیاں کیا عرض کروں، ایک زرنگار ایوان شاہی ہے جو مختلف اقسام کی ضیا بار شمعوں سے جگمگا رہا ہے، بیش قیمت قالین، مصفا و منقش فروش، دیدہ زیب آلات شیشہ، قنادیل، فانوس نقرئی و طلائی شمعدان سے سجا ہوا ہے۔ تہذیب و سلیقہ کے ساتھ چھوٹی چھوٹی میزوں پر حسین گلدان معطر گلدستوں سے آراستہ ہیں۔ وسط ایوان میں نقرہ استادہ پرزر دوزی، مختصر شامیانہ نمگیرہ کی صورت میں قائم ہے۔ اس میں بلوری،

نقرئی جالیدار ہانڈیاں، قمقمے اور دیگر مختلف گنگا جمنا آرائشی سامان آویزاں ہے۔ جن کی ضوفشانیاں شامیانہ کو بقعۂ نور بنا رہی ہیں۔ اس کے نیچے پھولوں کی معطر چادر تنی ہوئی ہے۔ پھولوں کی بوقلمونی اور ان کی نکہت بیزیوں سے شامیانہ چمن زار نظر آتا ہے۔ پھولوں کی تبسم ریز لڑیاں شامیانے کے چاروں طرف لپٹی ہوئی ہیں۔ وفور مسرت میں فرش مائل اور شوق نظارگی میں ہمہ تن محو تماشا ہیں۔ ان تمازیبائشی نگاریں شامیانہ مسہری کا جواب بنا ہوا ہے۔ نیچے سبز مخمل کی زرنگار مسند بچھی ہوئی ہے جس پر ایک خوب صورت جاذب نظر بیضاوی نقرئی میز رکھی ہوئی ہے اور اس میز پر صحیفۂ میلاد النبی ﷺ (جو محدثین ومفسرین اور محتاط علماء کا ترتیب دیا ہوا ہے) رکھا ہے جس کو ایک سعادت نشان خوش الحان قاری بلند آواز کے ساتھ پڑھ رہا ہے اور نظر خواں قاری کے گرد نعت خواں کا حلقہ ہے، جو وقفہ کے ساتھ نواب امین الدولہ (ابراہیم علی خان) بہادر کی کہی ہوئی نعتیہ غزلیں سوز وگداز لہجہ میں پڑھتے ہوئے نظر آتے ہیں، جن کی جاذبانہ تاثیر سے خادمان رسالت پر محویت کا عالم اور عاشقان محمدی پر کیف وسرور غالب ہو رہا ہے۔ (۳۳)

چنانچہ اس محفل میلاد کا ہر سال آرائش وزیبائش میں اضافہ ہوتا رہا اور جب نواب سعادت علی خاں صاحب کا دورِ حکومت (۱۹۳۰ء سے ۱۹۴۷ء تک) آیا اور ریاست میں الیکٹرک پاور ہاوس قائم ہوا تو تمام آرائش وزیبائش کے سامان کے ساتھ بجلی کے سامان کا اور زیادہ اضافہ کر دیا گیا۔ نواب ابراہیم علی خان کے قیمتی سامان میں آخری نواب اسماعیل علی خاں نے بھی اپنی ابتدائی حکومت ۱۹۴۸ء میں اضافہ کیا تھا اور بعد میں ایوان میلاد اور کل سامان کو ایک ٹرسٹ بنا کر وقف بھی کر دیا تھا جس کا ذکر مولوی محمد عمران صاحب نے اپنی تصنیف میں فرمایا۔ (۳۴)

آرائش وزیبائش کے علاوہ ان سات دنوں یعنی ۹ رربیع الاوّل سے ۱۶ رتاریخ تک جو کتاب سیر پڑھی جاتی تھیں اس کی بہت سی خصوصیات کے ساتھ یہ بھی خصوصیت تھی کہ وہ سات جلدوں پر مشتمل تھی

جس میں تخلیق آدم سے لے کر حضور انور ﷺ کے دور کے تمام قابل ذکر قصائص سیرت مقدسہ، اخلاق حسنہ، معجزات و کرامات اور شب معراج کا بیان بحوالہ کتب و سیر و احادیث و تفاسیر بڑی تفصیل سے درج کیا گیا تھا۔ اس صحیفۂ میلاد پر ٹونک کے جید مستند علماء میں سے مولوی محمد حسن خان، مولوی محمد فضل حق، مولوی عبدالمجید، مولوی عظیم خان، مولوی دوست محمد خان، مولوی نورالحق، مولوی عبداللہ خان بن سکندر خان، مولوی عظیم خاں کلاں، مولوی محمد عبداللہ ثانی، مولوی جان محمد اور مولانا عبدالمالک وغیرہ کے تصدیقی دستخط ثبت تھے۔ یہ صحیفہ میلاد محفوظ شکل میں تادم تحریر ورثائے نواب اسماعیل علی خاں صاحب موجود ہے۔ (۳۵)

میلاد النبی کی ایک جھلک میں مولانا منظور الحسن برکاتی کا بیان ہے کہ واقف کار اور اہلکاران ریاست بیان کرتے تھے کہ ریاست کے بجٹ میں چودہ پندرہ ہزار روپے (جو اس وقت ایک بڑی رقم تھی) اس تقریب کے لیے وقف تھے اور ایک ایک دن میں ڈیڑھ ڈیڑھ سو من لڈو جو نہایت خوش ذائقہ ہوتے تھے بلالحاظ مذہب و ملت تقسیم کردیے جاتے تھے۔ نواب اسماعیل علی خاں بھی اپنی جیب خاص سے اسی قدر رقم محفل میلاد پر خرچ فرماتے تھے۔ ایسی دھوم دھام کسی دوسری اسلامی تقریب میں یہاں دیکھنے کو نہیں ملتی۔ اکثر امرائے وقت بھی اپنی حویلیوں میں میلاد النبی کی تقاریب منعقد فرماتے اور اپنے تالیف و ترتیب کردہ میلاد النبی کے واقعات جس میں ان کی پسندیدہ نعتوں کے ساتھ، خود صاحب خانہ شاعر کی بھی نعتیں پڑھی جاتیں (۳۶)۔ ایسی تقاریب کا ذکر استاد آبرو کی تاریخ ٹونک میں تفصیل کے ساتھ موجود ہے۔ (۳۷)

۱۲ ربیع الاوّل کی صبح صادق کا منظر ایسا روح پرور اور ایمان افروز ہوتا تھا جس کے بیان کو الفاظ کے تنگ داماں وسیلہ سے ادا نہیں کیا جاسکتا۔ ۱۱ ربیع الاوّل کی شب کا شروع اور درمیانی حصہ قرآن خوانی اور درود وصلوٰۃ میں گزرتا تھا۔ پھر صبح صادق کے ظہور کے ساتھ اِدھر تو ولادت کا بیان پڑھا جاتا اُدھر قلعۂ معلّٰی سے ۱۰۱ توپیں سلامی کی داغی جاتیں۔ ہر قسم کی خوشبوؤں کو فضا میں رچایا بسایا جاتا، روشنی کا اضافہ نورٌ علیٰ نور کی کیفیت پیدا کردیتا۔ جہاں تک نظر جاتی رنگ و نور کا منظر ہی منظر دکھائی دیتا تھا۔ خوش الحان نعت خواں کی نعتیں تمام فضا میں صوتِ نقرئی بکھیر دیتی تھیں۔ جسم جھومتا، روح جھومتی، در و بام رقص کرتے، آنکھیں عقیدت کے موتی نچھاور کرتیں اور فی الحقیقت ایسا محسوس ہوتا کہ یہ عالم آب و گل نہیں ہے۔ اسی لیے یہ رنگین فضائیں یہ انبساط قلبی یہ حسن و جمال اور یہ صوت و آہنگ کی

سحر کاری احاطہ تحریر میں کیسے آ سکتی ہے۔ جب اس رنگ و نور، حسن و آرائش اور شمیم و نکہت افزا ماحول کا طلسم دیدہ زیب اور روح افروز طلسم ٹوٹتا، تو نگاہ ہوش قلعہ کے میدان میں اسیروں کو رہائی پاتے، مفلسوں کو تونگر ہوتے اور قصور واروں کے قصور معاف ہوتے دیکھتی۔ فضا پر پھر ایک خاص خوشبو تیرتی اور یہ خوشبو ذائقہ انواع و اقسام کے کھانوں کی ہوتی جو تا جداروں کی طرف سے بوریا نشینوں کو بطور نذرِ راہِ محبت کھلائے جاتے تھے۔ ذکر ماضی کے بعد موجودہ میلاد النبی کے حال پر ایک تاثر ڈاکٹر نثار احمد فاروقی کا بھی قابل ملاحظہ ہو......

ہندوستان میں بھی جب نعت کی محفلوں کی تاریخ کو غور سے دیکھیں تو اس میں ریاست ٹونک کا نام لعل شب چراغ کی طرح ضیا بار نظر آئے گا۔ اس گئے گزرے زمانے میں بھی میلاد النبی کے جیسے شاندار کبھی آ گیں اور روح پرور جلسے ٹونک میں منعقد ہوتے ہیں اور ٹونک کے نعت خواں جس جوش مستی سے نعت رسول پڑھتے ہیں اس کی نظیر ہندوستان میں کہیں اور نہیں ملے گی۔

یاد ہے چشم فلک عید النبی کا اہتمام — وہ بہار افروز گلشن وہ منور قصر و بام
دعوت کام و دہن سے شاد تھا ہر خاص و عام — صبح جس کی تھی نشاط افزا مسرت بار شام

کوئی کیوں کرتا سخاوت قیصر و کسریٰ کی یاد
جب کہ بے مانگے اسے حاصل ہو منہ مانگی مراد
(۳۸)

باب ششم

علوم اسلامیہ میں علمائے ٹونک کی خدمات

فصل سوم

(۱) حفظ قرآن اور فن تجوید و قرأت میں علمائے ٹونک کی خدمات

حفظ قرآن اور فن و تجوید و قراءت

میں علمائے ٹونک کی خدمات

چھوٹی ریاست کے ہونے کے باوجود علماء و قراء کو یہاں جو فروغ ہوا وہ بڑی بڑی ریاستوں اور صوبوں میں نہ مل سکا۔ امیر خان کے انتقال کے بعد ان کے بعد بڑے فرزند وزیر الدولہ وزیر خان خود حافظ و قاری تھے اور ریاست میں حفظ و قراءت کی اشاعت میں کوشش کی۔ کئی مدرسے جاری کیے۔ مساجد آباد کرائیں۔ ٹونک کے ہر گھر سے قراءت و قرآن خوانی کی صدائیں بلند ہونے لگیں۔ آپ نے ایک جید قاری سبعہ کریم اللہ خاں ابن حفیظ اللہ خاں کو دہلی سے بلا کر دربار میں رکھا۔ قاری کریم اللہ خاں کے اجداد کا وطن بخارا تھا۔ جنہوں نے وہاں سے آ کر دہلی میں سکونت اختیار کرلی تھی۔ نواب کے بلانے پر قاری صاحب ٹونک آئے جہاں تجوید و قراءت کے پھیلانے میں بڑا حصہ لیا۔ آپ نے ''وسیلۃ القاری'' اردو میں لکھی۔ جس کے نسخے ٹونک ورامپور و حیدرآباد دکن کی اسٹیٹ لائبریری میں بھی پائے جاتے ہیں۔ وسیلۃ القاری کی تالیف کے بعد کریم اللہ خان نے ''منبع القرآن فی سبعۃ قرات و رسم القرآن'' کے نام سے ایک کتاب ۱۲۷۹ء میں مرتب کی۔ قاری صاحب وزیر الدولہ کے اور ان کے بعد محمد علی خاں کے جلیس رہے۔ محمد علی خاں کو تجوید و قراءت کی تعلیم آپ ہی نے دی۔ حج میں بھی محمد علی خاں کے ساتھ رہے۔ واپس آنے کے بعد ٹونک ہی میں انتقال ہوگیا۔ (۳۹)

وزیر الدولہ کے اساتذہ میں قاری عبدالرحمٰن محدث انصاری پانی پتی بھی تھے جنہوں نے کئی سال تک ٹونک میں قیام کیا اور حفظ و قراءت کے مروجہ ماحول کو بہتر بنایا۔ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ نواب وزیر الدولہ کے زمانے میں پچاس قاری و حافظ اس چھوٹی سی ریاست ٹونک میں اساتذہ کی حیثیت سے کام کرتے تھے۔ ان میں ممتاز شخصیت قاری عبدالرحمٰن محدث اور پھر ان کے بعد ان کے

شاگرد قاری حافظ احمد علی قاری سبعہ کی تھی۔ نواب وزیر الدولہ نے قاری امیر احمد بن مولوی نصیر الدین احمد ابن ولی محمد کو جو خلفائے سید احمد شہید میں سے تھے ۱۲۵۳ھ میں طلب کر کے ایک مدرسہ ان کے سپرد کیا۔ یہ مولانا برکات احمد صاحب کے بہنوئی تھے جو بعد ازاں درسہ خلیلیہ میں استاد رہے۔(۴۰)

نواب وزیر الدولہ کے عہد میں محمد گڑھ کے جاگیردار جو علاقہ اجمیر میں واقع ہے ٹونک مقیم تھے ان کا نام محمد خان تھا۔ افغانی النسل اور عمر خیل سے تعلق رکھتے تھے۔ یہ عالم و فاضل و قاری سبعہ تھے۔ ان کے لیے کاتب تفضل حسین دہلوی نے قرآن شریف کا ایک نسخہ خوش خط ۱۲۵۷ھ میں لکھا جس پر سبعہ کا حاشیہ درج ہے۔ قرآن مجید پر یہ عبارت درج ہے ''سموٗ الکان محمد خان کے لیے تحریر کیا گیا'' یہ جاگیردار ۱۲۰۵ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۳۰۲ھ میں انتقال کر گئے۔ محمد خاں نے اپنے فرزند واحد نور خان کو بھی اسی نسخہ پر سبعہ کی تعلیم دی۔ ۱۲۶۰ء میں یہ نسخہ واحد نور خاں کو ملا، بعد میں محمد خاں کی نواسی فصیح جہاں بیگم کے پاس ٹونک میں محفوظ رہا۔ قاری واحد نور خاں کو بھی قراءت و قرآن مجید کے نسخے جمع کرنے کا شوق تھا آپ نے قرآن شریف کا ایک نسخہ پانچ سو روپے ہدیہ دے کر لیا جو خوش خط مطلا و مذہب ہے جس پر سبعہ کا حاشیہ درج ہے۔ یہ قرآن شریف اورنگ زیب عالمگیر کے عہد حکومت میں ملا جیون نے لکھا تھا۔ بعد میں اس پر سبعہ کا حاشیہ بھی چڑھایا، آخر میں یہ سند بھی مندرج ہے "من یدالضعیف ملا جیون" اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ڈیڑھ سو سال قبل کے زمانے میں اہل علم کثیر رقم ہدیہ دے کر بڑے شوق و ذوق کے ساتھ ایسی نایاب چیزیں حاصل کیا کرتے تھے۔(۴۱)

نواب وزیرالدولہ کے زمانے میں ''تجوید القرآن'' فارسی میں محمد بن علی بن محمد الحسینی نے ۱۲۶۵ھ میں تصنیف کی۔ اس کو کتاب مقصود علی بن مولوی ابراہیم نے ۱۲۶۵ھ ہی میں نقل کیا یہ کتاب شاہی کتاب خانے میں محفوظ رہی اور اب عربک اینڈ پرشین ریسرچ انسٹیٹیوٹ راجستھان ٹونک میں محفوظ ہے۔(۴۲)

نواب وزیر الدولہ نے جہاں سید احمد شہید کی تحریک جہاد کو تقویت پہنچائی وہاں قافلے کے نام سے ایک محلہ ٹونک میں آباد کرایا جس میں واپس شدہ مجاہدین آباد ہو گئے۔ نواب وزیرالدولہ کے لیے ایک کتابچہ بھی تیار کی گئی تھی جس میں منتخب آیات کے اختلافات سبعہ کو واضح کیا گیا تھا۔ نیز قرآن مجید کا ایک نسخہ جس پر سبعہ قراءت کا حاشیہ درج ہے، کاتب خواجہ محمد اسحٰق نے ۱۲۶۰ھ میں لکھا جو فصیح بیگم صاحبہ کے کتب خانے واقع ٹونک میں کافی عرصہ محفوظ رہا۔ قرآن مجید کا ایک اور نسخہ جس پر سبعہ کے اختلافات

حاشیہ پر درج ہیں۔ کاتب عبدالغفار خان نے تحریر کیا تھا، یہ نسخہ رامپور کے کتب خانے سے دہلی منتقل ہوا۔ جو بعد ازاں ٹونک کے کتب خانے میں آیا۔

قرآن مجید کا ایک نسخہ جس پر سبعہ قراءت کے فروش کی وضاحت کی گئی ہے۔ یمین الدولہ وزیر الملک نواب محمد علی خاں کے حکم سے کاتب عبدالغفار نے بھی ۱۲۸۱ھ میں لکھا، یہ قرآن شریف کسی طرح ٹونک سے رامپور پہنچا، پھر وہاں سے دہلی میں منتقل ہوگیا۔ نواب محمد علی خاں کے عہد حکومت میں قاری قدرت اللہ خاں کا دربار کے ممتاز قراء میں شمار ہوتا تھا۔ آپ خوشنویس بھی تھے۔ آپ نے محمد خان کے حکم سے قرآن شریف پر نہایت خوشخطی سے سبعہ کا حاشیہ لکھا جس کی کتابت ۳ر شعبان ۱۳۰۷ھ کو ختم ہوئی، قرآن شریف کا یہ نسخہ عربک اینڈ پرشین ریسرچ انسٹیٹیوٹ راجستھان ٹونک میں محفوظ ہے۔

نواب محمد علی خاں کے فرزندوں میں مندرجہ ذیل قاری و حافظ ہوئے، قاری حافظ ابراہیم علی خان، قاری حافظ محمد اسحٰق، قاری حافظ حاجی محمد عبدالوہاب خان احتشام الملک صفدر جنگ۔ آخر الذکر نے تجوید وقراءت میں ایسا کمال حاصل کیا کہ نواب ابراہیم علی خاں نے ان کو قاری کا خطاب دیا۔ نواب محمد علی خاں کے بھائی قاری حافظ عبدالرحیم خاں بن وزیر الدولہ نے قاری عبدالرحمٰن انصاری پانی پتی سے قراءت سبعہ کی تعلیم حاصل کی۔ قاری صاحب نے آپ کو ۴ر محرم ۱۲۹۴ھ میں سبعہ کی سند و اجازت مرحمت فرمائی۔ (۴۳)

نواب محمد علی خاں کے معزول ہونے کے بعد ان کے فرزند اکبر قاری حافظ نواب ابراہیم علی خان وزیر الدولہ صولت جنگ کے لقب سے فرمانروا ہوئے۔ ان کو پچپن سال کی طویل مدت تک حکومت کرنے کا موقعہ ملا۔ یہ بڑے باخدا متقی اور پرہیزگار تھے۔ نہ صرف یہ کہ حفظ وقراءت سے خود واقفیت حاصل کی بلکہ اس کی اشاعت میں بھی بڑی دلچسپی لی۔ اس کے علاوہ علوم عربیہ کی اشاعت میں بھی کوشش کی۔ آپ کے عہد حکومت میں کئی مدرسے قائم ہوئے۔ جن میں حفظ قرآن اور فن تجوید کے کئی حفاظ اور عالم مقرر کیے گئے۔ اسی طرح نواب ابراہیم علی خاں نے ۱۲۹۷ھ میں ایک شاندار جامع مسجد تعمیر کرائی اور فن تجوید وقراءت کا ٹونک میں وہ چرچا رہا کہ اس کا ایک پورا محلہ ٹال کٹورہ صرف قاریوں سے آباد تھا۔ قاری حافظ حمید اللہ خاں اور قاری حافظ شریف احمد ابتدائی زمانے میں دربار کے قراء میں تھے۔ ان کے بعد مدرسہ فرقانیہ میں قاری مولا بخش نے کام شروع کیا جو لکھنؤ کے مدرسہ فرقانیہ کے سند یافتہ تھے جو اپنے زمانے کا ایک نہایت اعلیٰ اور مستند مدرسہ تھا، خصوصاً فن تجوید کے حوالے سے پورے ہندوستان

میں منفرد اور معروف رہا ہے۔ اسی مدرسہ سے متاثر ہو کر ہی شیخ الحدیث مولانا حیدر حسن ٹونکی نے ٹونک میں مدرسہ فرقانیہ قائم کیا تھا۔ (۴۴)

مولانا حیدر حسن خاں صاحب شیخ الحدیث ندوۃ العلماء جو قاری عبدالرحمٰن مکی کے شاگرد تھے جب ٹونک آئے تو قاری عبدالمالک قاری عشرہ کو بھی اپنے ساتھ لائے جو قاری عبدالرحمٰن مکی اور قاری ضیاء الدین احمد صاحب کے ممتاز شاگردوں میں تھے۔ قاری عبدالمالک نے مدرسہ فرقانیہ میں ایک عرصے تک کام کیا۔ تجوید وقرائت کے کثیر التعداد اساتذہ پیدا کیے۔ ان کے ممتاز شاگردوں کے نام یہ ہیں۔ قاری حافظ حبیب اللہ قاری عشرہ، قاری حافظ صبغۃ اللہ قاری سبعہ، قاری امیر احمد صوفی وغیرہ۔ بعد ازاں قاری حبیب اللہ صاحب پاکستان تشریف لے تو کراچی میں انہوں نے ایک عظیم الشان مدرسہ قائم کیا جو الحمد للہ اپنی خدمات انجام دے رہا ہے۔ نواب سعادت علی خاں کی ولادت ۱۲۹۶ھ کی تھی، والد کے انتقال کے بعد ۱۳۵۰ھ مطابق ۱۲۹۶ء میں تخت نشیں ہوئے۔ آپ کو شرف حاصل ہے کہ آپ جید حافظ و قاری تھے۔ دادا کی زیر تربیت بڑی محتاط زندگی بسر کی تھی۔ دو سال تراویح میں قرآن سنایا۔ قراء و حفاظ کی خدمت برابر انجام دیتے رہے۔ (۴۵)

والیان ریاست کی قرآن کی محبت ہی کا نتیجہ تھا کہ پورے ہندوستان میں ٹونک کی اوّلین پہچان ہی حفظ قرآن کے حوالے سے رہی۔ پورے ہندوستان میں ٹونک کے حفاظ مشہور و معروف رہے۔ اسی لیے دور دراز کے علاقوں سے طلبہ ٹونک میں صرف قراءت اور حفظ قرآن کی تعلیم کے حوالے سے آتے۔ رمضان کے مہینوں میں تو خصوصاً ٹونک میں قرآن کی گویا ایک بہار رہتی۔ ہر گھر سے قرآن کریم کے دور کی آوازیں گونجتیں۔ حال یہ تھا کہ ہر گھر میں دو دو چار چار حافظ موجود ہوتے۔ شاذ و نادر ہی ایسا ہوتا کہ کسی گھر میں کوئی حافظ نہ ہو۔ پورے راجستھان اور راجستھان سے باہر بھی تراویح کے لیے ٹونک کے حفاظ کی مانگ سب سے زیادہ رہتی۔ گویا ٹونک کی پہچان ہی حفاظ سے قرآن سے تھی۔ تمام حفاظ کا والیان ریاست کی طرف سے بھی خاص خیال رکھا جاتا اور وظائف بھی مقرر کیے جاتے۔ یہی وجہ تھی کہ مدارس میں بھی حفظ قرآن اور فن تجوید پر نمایاں توجہ دی جاتی۔ اور اس فن کے جید علماء حفاظ اور قاریان کی خدمات حاصل کی جاتی تھیں۔ چنانچہ اس وقت کے فن قراءت کے ماہر قاری مولا بخش صاحب، قاری محمد صادق صاحب، قاری عبدالمالک صاحب، قاری عبدالرزاق صاحب، ندوۃ العلماء لکھنؤ سے ٹونک بلا کر فن قراءت اور فن تجوید القرآن کو فروغ دیا گیا۔ (۴۶)

باب ششم

علوم اسلامیہ میں علمائے ٹونک کی دینی و علمی خدمات

فصل چہارم

(۱) فارسی زبان اور اردو ادب کی ترویج میں اہلیانِ ٹونک کی خدمات

فارسی زبان اور اردو ادب کی ترویج میں

اہلیان ٹونک کی خدمات

راجستھان میں تقریباً گیارہویں صدی عیسوی سے ہی فارسی الفاظ کا استعمال شروع ہو چکا تھا اور اٹھارویں صدی آتے آتے یہ زبان اتنی رائج ہو چکی تھی کہ بیشتر ریاستوں کا سرکاری کام فارسی زبان ہی میں ہوتا تھا۔ مقامی حضرات نہ صرف فارسی میں شعر گوئی کی طرف مائل تھے بلکہ ادیبوں اور انشا پردازوں کی دلچسپی کے باعث اس زبان میں قابل قدر کتابیں بھی تصنیف و تالیف ہونے لگی تھیں۔ فارسی کے رواج نے راجستھان میں اردو کی ترقی و ترویج کے لیے راہ ہموار کی۔ اس کے ابتدائی نقوش اٹھارویں صدی عیسوی کے آخری زمانے سے ابھرنے لگے اور انیسویں صدی آتے آتے اس خطے میں اردو کا عام رواج ہو گیا۔ چنانچہ ۱۸۳۲ء میں جب انگریزوں نے اردو کا دفاتر میں استعمال شروع کیا تو راجپوتانہ کے بیشتر والیان ریاست نے بھی جو انگریزوں سے سیاسی معاہدے کر چکے تھے ان کی پیروی میں اردو کو اپنی ریاستی دفتروں میں رائج کر دیا اور تھوڑے ہی عرصہ بعد اسی زبان میں اپنی ریاستوں کے قانونی مجموعے بھی شائع کیے۔ (۴۷)

غرض راجستھان کی جن قدیم ریاستوں کے دفاتر میں اردو کو سرکاری زبان کا درجہ حاصل ہوا وہاں ۱۸۵۷ء سے قبل ہی مختلف مقامات کے اردو داں حضرات ملازمت کے سلسلہ میں پہنچنے لگے تھے اور ان کی وجہ سے اس خطے میں اردو شعر و ادب کی ترقی کے لیے راہیں ہموار ہونے لگی تھیں۔ اس سلسلہ میں بالخصوص ان شعراء و ادباء اور اہل علم حضرات کے اثرات کو زیادہ اہمیت حاصل رہی جو دہلی کی متواتر تباہیوں سے تنگ آ کر تلاش معاش میں راجپوتانہ کی مختلف ریاستوں میں پہنچے۔ خصوصاً ۱۸۵۷ء کی ناکام جنگ آزادی کے بعد ان کی تعداد میں خاصہ اضافہ ہوا۔ والیان ریاست نے ان کی دلجوئی اور سرپرستی فرمائی ذہنی سکون میسر آیا تو یہ بیرونی حضرات شعر و سخن کی خدمت میں مصروف ہو گئے اور ریاستوں کے

درباروں میں دہلی اور لکھنؤ کے درباروں کی روایات کی پرچھائیاں نظر آنے لگیں۔ والیان ریاست کی سرپرستی اور اہل علم کی دلچسپی نے شعروادب میں ایک نئی روح پھونک دی ادبی انجمنیں بھی قائم کی گئیں۔ جس کی وجہ سے شعروسخن کے ساتھ ساتھ تصنیف و تالیف کی طرف بھی توجہ کی گئی مختلف علوم و فنون مثلاً قانون، مذہب، طب، تاریخ، فلسفہ، تصوف، نجوم اور معاشیات وغیرہ پر کتابیں تصنیف و تالیف ہوئیں۔ نیز دوسری زبانوں کی بہت سی کتابوں کے اردو ترجمے بھی کیے گئے۔ اخبار و رسائل اور ماہانہ شعری گلدستے بھی جاری ہوئے۔ اس سلسلہ میں یہ بات خاص طور سے قابل ذکر ہے کہ ان علمی و ادبی کاموں میں ہر مذہب و ملت کے افراد نے حصہ لیا۔ (۴۸) اور یہاں کے غیر مسلم حضرات بھی فارسی شعروادب سے دلچسپی لینے لگے۔ فارسی کے رواج سے نہ صرف راجستھان کی مقامی زبان متاثر ہوئی اور اس میں فارسی الفاظ شامل ہوئے بلکہ اس نے اردو کی ترقی کے لیے بھی یہاں زمین ہموار کی۔ چنانچہ دہلی اور قرب و جوار کے علاقوں میں جب اردو زبان عام بول چال میں استعمال ہونے لگی تو اس خطے نے باہر کے لوگوں کی آمد و رفت کے باعث اردو کا رواج شروع ہوا۔ اور فارسی نے اس کے فروغ کو تقویت پہنچائی۔ (۴۹)

نیز صوفیوں اور فوجیوں کی آمد و رفت بڑھنے ساتھ ساتھ بھی راجستھان میں فارسی زبان و ادب کو بھی فروغ حاصل ہوا (۵۰)۔ راجستھان میں فارسی زبان و ادب کی ترویج کے سلسلہ میں والیان ریاست اور سلاطین مغلیہ کے درمیان مراسم و قرابت داری کا بھی بڑا اثر پڑا۔ یہ سلسلہ اکبراعظم کے عہد سے شروع ہوا جس نے ۱۵۶۲ء میں آمیر کے راجہ بھارا ایل کی دختر سے شادی کی تھی (۵۱)۔

چنانچہ جب وابستگان دربار شاہی مختلف ریاستوں میں پہنچے اور وہاں علم و ادب کے چراغ روشن کیے جابجا مکاتیب اور درسگاہیں قائم کیں جہاں فارسی زبان و ادب کی تعلیم کو بنیادی حیثیت حاصل رہی۔ والیان ریاست کے وقائع نگار دربار شاہی میں مامور ہوتے تھے اور وہاں کی خبریں فارسی زبان میں اپنی ریاستوں کو بھیجا کرتے تھے۔ مہاراجگان کی جانب سے احکامات اور فرامین فارسی زبان میں لکھے جاتے تھے سرکاری دفاتر میں فارسی کا استعمال ہوتا تھا۔ (۵۲) ریاستوں کے دفاتر کی ایسی دستاویزات کا ایک بڑا ذخیرہ راجستھان آرکائز ڈپارٹمنٹ کے صدر دفتر بیکانیر میں محفوظ ہے جو تاریخ و تحقیق کے لیے بنیادی ماخذ کی حیثیت رکھتا ہے۔ راجستھان میں فارسی کے اس رواج کے باعث شعر و ادب کا فروغ شروع ہوا۔ (۵۳)

راجستھان میں جہاں فارسی زبان اور اردو ادب میں مسلم حضرات نے اپنی گراں قدر خدمات انجام دی ہیں وہاں راجستھان کے غیر مسلم حضرات نے بھی فارسی زبان وادب اور اردو ادب میں چند اہم تخلیقات اور تعلیقات پیش کیں۔ مثلاً انشائے مادھورام، نسب الانساب (مخطوط)، مدحۃ القال (مخطوطہ)، تاریخ مرہٹہ (مخطوطہ)، امیر نامہ (مخطوطہ) وغیرہ وغیرہ (۵۴) یہ بات بھی اہمیت کی حامل ہے کہ اٹھارویں صدی میں خدائے سخن میر تقی میر کی راجستھان میں آمد اور مہاراجہ سورج مل والی بھرت پور کی جانب سے ان کی سرپرستی کی پتہ چلتا ہے (۵۵)۔ اور پھر ۱۸۳۴ء میں جب ایسٹ انڈیا کمپنی نے اردو کو دفاتر میں رائج کیا تو اس کے زیر اثر راجستھان کی قدیم ریاستوں میں رواج ہوا اور ریاست کے دفاتر میں باقاعدہ طور پر اردو میں کام ہونے لگا تھا اور سرکاری قوانین کے مجموعے اردو میں مرتب کیے جانے لگے تھے (۵۶)۔

فارسی زبان اور اردو ادب کی ترویج میں اہلیان ٹونک کی خدمات

نواب امیر الدولہ کے عہد (۱۸۱۷ء تا ۱۸۳۴ء) میں مولوی خلیل الرحمن، حکیم انور علی، مولوی محمد مفتی، اور مولوی سعد اللہ خطیب جیسے علماء، فقیر محمد گویا، بساون لال شاداں، منالال مشتاق اور دیگر اہل علم وفن بلا تفریق مذہب وملت اس ریاست سے وابستہ ہوگئے، چنانچہ مرتبہ فتوح الاسلام اس کی دوسری جلد میں رقمطراز ہے کہ......

> درعہد آن عرش آشیانی (نواب امیر الدولہ) غلامی خان متوطن
> کنج پورہ کار نیابت سرانجام می دادند وسیس رام وداتا رام تا آخر
> عہد بکار نیابت می پرداختند ومہمات ریاست بانجام می رسانیدند ودر
> منشی خانہ منشی بھوانی پرشاد میر منشی بودند۔ بعد ایشاں منشی بساون لال
> کہ مصنف امیر نامہ فارسی اند میر منشی شدند ونزد حکام انگیریزی در
> آغاز کار رنجن لال بعہدہ وکالت امتیاز یافتند۔ (۵۷)

مذکورہ بالا اقتباس سے واضح ہوتا ہے کہ ٹونک میں قیام ریاست کے زمانے ہی سے فارسی زبان وادب کی ترویج شروع ہوچکی تھی سرکاری ریکارڈ سے ثابت ہوتا ہے کہ اس زمانے میں ریاست کے دفاتر کا کام فارسی زبان میں ہی ہوتا تھا۔ (۵۸)

نواب امیر الدولہ کے بعد ان کے فرزند نواب وزیرالدولہ محمد وزیر خان بہادر (۱۸۳۴ء تا ۱۸۶۴ء) کے عہد میں علم و ادب اور شعر وسخن کی مزید ترقی ہوئی ۔ چونکہ ان نواب کی تعلیم و تربیت لال قلعہ دہلی میں ہوئی تھی اس لیے ارباب فضل و کمال اور اصحاب تصنیف و تالیف سے قریبی تعلقات تھے۔ غالبؔ و ذوقؔ اور مومنؔ وغیرہ سے دوستانہ تھا۔ غالب کے دو قصیدے ان کی مدح میں اس کے کلیات فارسی میں موجود ہیں۔ اور ''دستنبو'' پر غالبؔ نے اپنے قلم سے ایک قطعہ لکھ کر اس کا نسخہ انہیں بھیجا اور انعام پایا۔ (۵۹)

مومنؔ سے خصوصی تعلقات کا ذکر صاحبزادہ شوکت علی خاں نے اپنے ایک مقالہ طبع شدہ روداد کل راجستھان سمپوزیم جودھپور میں کیا ہے۔ انہیں قریبی تعلقات کی بنا پر ضمیر الدین قریشی مصنف حیاتِ مومنؔ اور مرتب جائزہ زبان اردو نے مومنؔ کے ٹونک آنے کا بھی ذکر کیا ہے مگر مولانا منظور الحسن برکاتی نے اس کی مدلل تردید کی ہے جو صحیح ہے۔ مومنؔ کبھی ٹونک نہیں آئے ہاں ایک قصیدہ نواب کی مدح میں کہہ کر ضرور بھیجا جواب نایاب ہے۔ (۶۰)

علمی لحاظ سے نواب وزیرالدولہ کا عہد، عہد زریں مانا جاتا ہے کیونکہ اس زمانے میں بہت سے علمی و ادبی خاندان ٹونک آ کر آباد ہوئے حضرت سید شہید کے پسماندگان ان کی شہادت کے بعد یہیں آئے، نیز مولانا حیدر علی رامپوری، شمس العلماء مولوی امام الدین، تاج العلماء مولوی نجف علی جھجھری، مولوی سراج الرحمٰن اور مولوی محمد حسین خان جیسی ہستیاں اسی عہد میں ٹونک آ کر آباد ہوئیں۔ (۶۱)

پروفیسر ڈاکٹر یونس حسنی لکھتے ہیں......

> لیکن غدر کے بعد جب گردش روزگار نے دلی کو ''اجڑے دیار'' میں تبدیل کر دیا اور لکھنؤ کی رنگینی و رعنائی بھی طاق نسیاں کی زینت بن گئی تو حیدر آباد اور رامپور کے بعد اگر کسی ادب مرکز کا ذکر کیا جا سکتا ہے تو وہ ٹونک ہی تھا۔ چنانچہ ٹونک کے مقامی اساتذہ کے علاوہ وزیرالدولہ کے زمانے میں دوسرے مقامات کے بعض کاملین فن کا ٹونک سے بڑا قوی تعلق رہا ہے۔ غالبؔ نے اسی قسم کی تعلقات کی بنا پر وزیرالدولہ کی شان میں دو قصیدے کہے جن کے مطلع ہیں......
>
> اے ذات تو جامع صفات عدل و کرم را

اے بر شرف ذات تو اجماع امم را
عیدالاضحیٰ سر آغاز ز مستان آمد
وقت آراستن حجرہ و ایوان آمد
(۶۲)

ہنگامہ غدر کے بعد تو اصحاب فضل وکمال کچھ تو خود ٹونک پہنچے اور بعض کو نواب نے بلوالیا۔غرض ٹونک ایک علمی مرکز بن گیا اور تصنیف و تالیف نیز علم وادب کے لحاظ سے اس کا مرتبہ راجپوتانہ میں بہت بلند ہوگیا۔اسی علم دوستی کے باعث نواب نے علماء کی ایک جماعت مقرر کی جس نے ۱۲۷۴ھ ۱۸۵۷ء سے ۱۲۷۶ھ ۱۸۵۹ء تک متعدد کتابیں مثل تاریخ احمدیہ، مخزن احمدی اور وقائع احمدی وغیرہ تالیف و تصنیف کیں جو سید احمد شہید کے حالات میں ہیں۔کیونکہ نواب مذکور کا ان سے بیعت ہونا تحقیق ہے۔خود نواب نے بھی ''وصایائے وزیری'' کے نام سے ایک کتاب تصنیف کی جو ۱۸۶۸ء میں طبع ہوئی۔نواب نے ایک عمدہ کتاب خانہ بھی تیار کرایا جس میں مختلف علوم وفن کی نادر کتابیں جمع کی گئی تھیں۔اس کو ۱۹۵۴ء میں مولانا آزاد نے خرید کر نیشنل لائبریری دہلی میں ضم کر دیا۔متعدد کتابوں کی نقلیں کرا کر بھی اس میں رکھی گئی تھیں۔اسی ماحول کے باعث غیر مسلم لوگوں میں بھی کتابوں کی نقل کرنے اور تعلیم حاصل کرنے کا شوق تیز ہوگیا۔چنانچہ متعدد ہندو گھرانوں میں نقل کیے ہوئے بہت سے نسخے جو ۱۲۶۲ھ تا ۱۲۶۴ھ مطابق ۱۸۴۵ء تا ۱۸۴۷ء کے درمیانی زمانے کے تحریر شدہ ہیں (۶۳)۔

ہر کتاب کے آخر میں کاتب نے تاریخ و مقام تحریر کا مفصل ذکر کیا ہے مثلاً ''دستور الصبیان'' کے آخر میں یہ عبارت درج ہے......

''الحمد للہ السبحان کہ نسخہ دستور الصبیان کہ از تالیفات منشی نونده رائے است کاتب الحروف بندۂ درگاہ احقر العباد فدوی خاکسار بندہ مخلوقات عبودیت انقیاد، مصری لال ولد چنی لال بن ہیرالال متوطن بلدہ بدایوں الحال خوشباش موضع الہ داد پور پرگنہ کول ضلع علی گڑھ بعہد عملداری نواب صاحب قبلہ امیر الملک وزیر الدولہ محمد وزیر علی خان صاحب بہادر نصرت جنگ دام اللہ اقبالہ بمقام چھاؤنی ٹونک بتاریخ سیزدہم شہر رمضان المبارک ۱۲۶۴ء تحریر یافت''

اس عبارت سے پتہ چلتا ہے کہ نواب وزیرالدولہ کے عہد میں نہ صرف مسلم بلکہ غیر مسلم ارباب علم و فضل بھی ٹونک میں آ کر سکونت پذیر ہوئے اور یہاں رہ کر انہوں نے فارسی شعر و ادب کی خدمت انجام دی۔

نواب وزیرالدولہ کے بعد ان کے فرزند نواب محمد علی خان بہادر کا عہد فرماں روائی (۱۸۶۴ء تا ۱۸۶۷ء) اگر چہ بہت مختصر تھا مگر چونکہ یہ نواب خود بھی عالم تھے اور علماء و فضلاء کے بڑے قدر دان بھی لہٰذا ان کے عہد میں اردو نے تیزی سے نشوونما پائی اور بہت سے مفید ترجے بھی کیے گئے۔ اور اصل کتابیں بھی لکھی گئی۔ چنانچہ ایسی چالیس کتابوں کا حوالہ مولانا محمد عمران نے اپنے ایک مضمون میں کیا ہے۔ انہیں میں ''قرۃ العیون'' نامی کتاب بھی ہے (بزبانِ اردو) جس کی تیرہ ضخیم جلدیں ہیں جن میں سے دو طبع ہو کر شائع ہو چکی ہیں اور باقی عربک اینڈ پرشین ریسرچ انسٹیٹیوٹ راجستھان ٹونک میں محفوظ ہیں۔ اسی طرح تاریخ محامد علیہ کا اصل نسخہ مولانا مرحوم کے کتب خانے عرفانیہ میں محفوظ ہے۔ اسی زمانے میں کنج بہاری سہائے طربؔ نے ''تاریخ طرز نو فارسی زبان میں مرتب کی تھی۔ نواب محمد علی خاں کے عہد ہی میں فارسی کی جگہ اردو سرکاری زبان قرار پائی۔ اور ۱۸۶۷ء میں منشی کالکا پرشاد موجدؔ نے پریس جاری کیا جس میں اردو اور فارسی کی کتابیں چھپی تھیں۔ یہ کتابیں عموماً ٹونک کے مصنفین کی لکھی ہوئی ہوتی تھیں۔ موجدؔ اردو اور فارسی دونوں زبان میں شعر کہتے تھے اور کافی عرصہ ٹونک رہے۔ نواب کے دربار میں مولانا عبدالرزاق کلامیؔ اور مولوی احمد علی سیمابؔ وغیرہ جیسے شعرا بھی موجود تھے۔ قاضی عنایت علی رشکی تلمیذ غالبؔ کو نواب نے خود بلا کر اپنی مصاحبت میں رکھا۔ (۶۴)

نواب محمد علی خاں کی معزولی کے بعد ان کے فرزند نواب حافظ محمد ابراہیم علی خان خلیلؔ دسمبر ۱۸۶۷ء میں مسند نشیں ہوئے۔ ان کے عہد حکومت (۱۸۶۷ء تا ۱۹۳۰ء) میں اردو ادب و زبان اور بزم شعر و سخن اپنے کامل شباب پر پہنچ گئے۔ چنانچہ ڈاکٹر یونس حسنی لکھتے ہیں......

> ''ابراہیم علی خان کا عہد لکھنوی دربار کی شاہانہ رنگینیوں اور رعنائیوں کا حامل تھا لیکن نصف صدی کے شدید مذہبی اثرات نے وہ بے راہ روی پیدا نہ ہونے دی جو دوسری صورت میں بڑے مضر اثرات کے ساتھ وجود میں آتی۔ اگر چہ اس دور میں خالص علمی سرگرمیوں کی طرف اتنی توجہ نہیں دی گئی جتنی اس سے قبل دی جاتی

رہی تھی لیکن ظاہری شان وشوکت اور شعر وشاعری کی گرم بازاری
کے اعتبار سے نواب ابراہیم علی خاں کا دور حکومت ریاست ٹونک کا
عہدہ زریں ہے۔ ٹونک میں لکھنؤ اسکول کے شعراء اور ان کے
شاگردوں کی بہتات تھی۔ معاملہ بندی اور ادانگاری وغیرہ خاص
موضوعات شعر تھے۔ سنگلاخ زمینوں، طویل ردیفوں اور مشکل
بحروں میں شعر کہنا اور اس میں استادی کے جوہر دکھانا ہی شاعری کا
معراج کمال سمجھا جاتا تھا۔ ٹونک میں مقامی اور بیرونی شعراء کی
بڑی تعداد جمع ہوگئی تھی۔ یہ کہنا مبالغہ نہ ہوگا کہ اس زمانے کے
شریف گھرانوں میں بچوں کا شعر وسخن کی طرف مائل ہونا ذہانت کی
دلیل سمجھا جاتا تھا۔ ٹونک کا ہر چھٹا شخص شاعر تھا، اور شعر کہنا تو گویا
اس شہر کے خمیر میں شامل ہوگئی تھی۔ نواب ابراہیم علی خاں خود بڑے
اچھے اور صاحب دیوان شاعر تھے۔ خلیلؔ تخلص کرتے تھے۔ حمد،
نعت، کبد، غرض ہر صنف پر قدرت رکھتے تھے'' (۶۵)

نواب خود شاعر تھے ان کے تین ضخیم غیر مطبوعہ دیوان ان کی یادگار موجود ہیں جن میں سے ایک دیوان کے ہر شعر میں کوئی نہ کوئی ضرب المثل نظم کی گئی ہے (اس دیوان کا انتخاب خیابان خلیل کے نام سے سید اصغر علی آبروؔ نے مرتب کیا جو ۱۹۲۷ء میں عزیزی پریس آگرہ میں طبع ہوا)

اسی علم پروری اور ذوق سخنوری کے باعث حسب ذیل مزید اہل کمال بھی ٹونک پہنچے اور دربار سے وابستہ ہوگئے (۱) مولانا سید فخر الدین (۲) بسملؔ خیر آباد (۳) مضطرؔ خیر آبادی (۴) اسدؔ لکھنوی تلمیذ اسیرؔ لکھنوی۔ اسد کے شاگرد تک صاحب دیوان شاعر ہوئے۔ مثلاً کیفؔ اور آبروؔ۔ سید منظور الحسن برکاتی نے اپنے ایک مضمون میں تلامذہ اسدؔ کے انیس ۱۹ رشاگردوں کی نشاندہی کی ہے جن میں چھی نرائن سوزؔ کا نام بھی ہے۔ (۶۶)

آبروؔ تلمیذ اسدؔ نے ''حدیقہ راجستھان ٹونک'' کے نام سے ایک ضخیم تاریخ لکھی جو ۱۹۰۱ء میں ستارۂ ہند پریس آگرہ سے طبع ہو کر شائع ہوئی۔ اس میں عہد ابراہیمی کے ایک طرحی مشاعرہ کا ذکر ہے جس کی روداد ''بزم خلیل'' کے نام سے بطور ضمیمہ شامل ہے۔ نادمؔ سیتاپوری نے اس کو ٹونک کا پہلا ادبی

تذکرہ قرار دیا ہے۔ اس میں ۸۵ر شعراء کے مختصر حالات اور ان کی طرحی غزلیات ہیں اور بیشتر کی تصویریں بھی ان میں اس زمانے کے سب ہی شعراء مثل اسدؔ، بسملؔ، مضطرؔ، عاشقؔ اور آبروؔ شامل تھے جو سب دربارِ ٹونک سے کسی نہ کسی طرح وابستہ تھے۔ (٦٧)

اسی فرمان روا کی طلبی پر راشد الخیری اور احسنؔ مارہروی کا بھی ٹونک پہنچنا مسلم ہے۔ احسنؔ نے اکتوبر ۱۸۹۸ء میں ''ریاض سخن'' نامی ایک گلدستہ بھی جاری کیا تھا جس کے دوسرے ہی شمارہ کا نام یہ لکھتے ہوئے ''ریاض خلیل'' کردیا کہ......

ہوا ریاضِ سخن آج سے ریاضِ خلیل

اس دور میں نثر کی طرف بھی توجہ کی گئی۔ جن میں پروفیسر حافظ محمود شیرانی کا نام سرفہرست ہے اور غیر مسلم اصحاب میں نانک رام بھارگو، رام کرن جوشی، بالاسہائے مقصدی، گوردیال سنگھ کالیستھ اور جمنا سہائے ورما۔ مرتب رسالہ بزک بازی مطبوعہ ابراہیمی پریس ٹونک قابل ذکر ہیں۔ یہ اردو ادب کی خوش قسمتی تھی کہ اس فرماں روا کا وزیراعظم اور مدارالمہام صاحبزادہ محمد عبیداللہ خان بالقابہ بھی ادب نواز وعلم دوست تھا۔ جس کا اعتراف مصنف تذکرہ آثار الشعرائے ہنود نے ان الفاظ میں کیا ہے......

اکثر مفید و جدید کتابیں آپ کے عہد نیابت میں تیار و طبع ہوکر
مطبع سرکاری میں چھپیں اور شائقین کو مفت تقسیم ہوئیں۔

مندرجہ ذیل کتب اس دور کی یادگار ہیں......

ہشت بہشت

تاریخ پرگنات ٹونک

جلسہ مولود شریف

ہریش چندر

گلدستہ خرد

ترجمہ وقائع جہانگیری

جغرافیہ ریاست

ترجمہ انجیل و توریت

ترجمہ امیر نامہ

ترجمہ آئین اکبری

نقل خلاصۃ العیش عالم شاہی (۶۸)

اسی طرح ٹونک کا پہلا اخبار ''امین الاخبار'' ستمبر ۱۸۸۴ء میں اور دوسرا حدیقۃ الاخبار جنوری ۱۸۸۵ء میں جاری ہوا۔

نواب ابراہیم علی خاں کے بعد ان کے صاحبزادے نواب سعادت علی خاں سعید، جون ۱۹۳۰ء میں مسند نشیں ہوئے۔ یہ بھی صاحب دیوان شاعر تھے اور سخن دوست۔ اس لیے ان کے زمانہ میں آل انڈیا مشاعرے بھی ہوئے جن میں جگر مراد آبادی، اعجاز صدیقی، حفیظ جالندھری، سیماب اکبرآبادی، منظر اکبرآبادی، ماہر القادری، جوش ملیح آبادی، ساغر نظامی، شعری بھوپالی، اطہر ہاپوڑی اور الم مظفر نگری جیسے مشاہیر سخنور شریک ہوتے رہے۔

نواب صاحب نے سعادت لٹریری سوسائٹی کے نام سے ایک ادبی انجمن بھی قائم کی اور صاحبزادہ افتخار علی خان افتخار نے بزم ادب جو شعراء کو تمغے تقسیم کرتی تھی۔

اس دور کی یادگار حسب ذیل شعراء ہیں......

اختر شیرانی، واثق، ضابط، فضائی، سیف، صولت، ہنر، شاد، ندیم (مرحومین)۔ بسمل سعیدی، انور، نظر، بصر، ساحل، عاجز، نشاط، عیاں، صائب، رضا اور جوش۔ چونکہ نواب سعادت علی خاں کو ڈرامہ کا بھی شوق تھا اس لیے حافظ محمد عمر جام کی نگرانی میں ایک تھیٹریکل کمپنی بھی قائم کی تھی جس نے اردو کے کئی ڈرامے اسٹیج کیے۔ اور نواب کی دلچسپی دیکھتے ہوئے گردھر داس بوہرہ قمر نے ''سیتا سوئمبر'' نامی ڈرامہ لکھ کر اسٹیج کیا جس پر نواب نے انعام دیا۔ مئی ۱۹۴۷ء میں سعادت علی خان کے انتقال پر ان کے چھوٹے بھائی فاروق علی خاں نواب ہوئے مگر صرف سات ماہ زندہ رہ کر رہگوار عالم بقا ہوئے (ان کا انتقال ۸/جنوری ۱۹۴۸ء کو ہوا) (۶۹)

ان کے چھوٹے بھائی نواب محمد اسماعیل علی خاں تاج ریاست ٹونک کے مسند آرا ہوئے۔ ان کو

بھی ذوق سخن ورثے میں ملا تھا ان کے عہد میں ٹونک کے ایڈمنسٹریٹر ڈاکٹر رام بابو سکسینہ مقرر ہوئے جو نواب کو اختیارات ملنے پر وزیر اعظم قرار پائے ۔ لہٰذا ادبی ذوق میں اضافہ ہونا ہی چاہیے تھا جو ہوا، پھر ۱۹۵۰ء میں جب ریاست ٹونک راجستھان میں مرج ہوگئی اور ٹونک اس کا ایک ضلع قرار پایا تو آپ نے مسند فرماں روائی سے دست برداری کے بعد شعر و سخن ہی کو تسکین ذوق کے لیے خوب چمکایا۔ مہات ریاست سے فراغت کے باعث وقت بھی ملا اور سکون بھی ۔ لہٰذا اب تک تین دیوان تیار ہیں اور نعتیہ کلام کا انتخاب ''تاجدارِ مدینہ'' کے نام سے شائع بھی ہو چکا ہے۔ آپ کے زیر سرپرستی ''تاج اکیڈمی'' بھی قائم ہے جو شاہی محلات میں مشاعرے کرتی رہتی ہے۔ (۷۰)

باب ششم

علوم اسلامیہ میں علمائے ٹونک کی خدمات

فصل پنجم

(۱) ٹونک کے غیر مسلم حضرات کی علم و ادب میں خدمات

ٹونک کے غیر مسلم حضرات کی علم و ادب میں خدمات

ریاست ٹونک کی ایک یہ بھی خصوصیت و انفرادیت رہی کہ علم و ادب کی ترویج میں مذہب کی تفریق نہیں پائی جاتی تھی۔ علم و ادب کو پروان چڑھانے میں جہاں ریاست کے مسلم حضرات نے اپنی گراں قدر خدمات انجام دیں وہاں ان کے زیر اثر غیر مسلم حضرات نے بھی مختلف علوم میں اپنی خدمات کو پیش کیا۔ اور یہ صرف اس وجہ سے ممکن ہو سکا کہ ایک طرف والیان ریاست نے ایسے تمام غیر مسلم حضرات کو بھی قربت عطا فرمائی جو علم و ہنر کے مالک تھے۔ ان کو تمام مراعات و سہولیات دی گئیں اور صاحب علم و فن کو اعلیٰ عہدوں پر بھی فائز کیا گیا اور پھر یہ کہ مسلم صاحبان علم و فن اور علماء کی خدمات اور ان کے کارناموں سے بھی غیر مسلم حضرات متاثر رہے۔ اور ان کی خدمات سے استفادہ بھی کرتے رہے۔ یوں انہوں نے ٹونک کے مسلم حضرات کے ساتھ رہ کر مختلف علوم میں مہارت حاصل کر کے اپنی خدمات بھی پیش کیں۔ ذیل میں ہم ایسے ہی غیر مسلم حضرات کی ٹونک میں علم و ادب کی خدمات کا جائزہ پیش کر رہے ہیں۔

منشی بساون لال شاداںؔ

ریاست ٹونک قائم ہونے کے بعد جس مقامی غیر مسلم مصنف کا نام سب سے پہلے سامنے آتا ہے وہ منشی بساون لال شاداں ہیں جس نے ۱۲۴۱ھ مطابق ۱۸۲۵ء میں ''امیر نامہ'' بزبان فارسی لکھا۔ ان کے لیے مصنف کالیستھ بجن چرترنے لکھا ہے کہ......

یہ بلگرام علاقہ لکھنؤ کے رہنے والے تھے اور منشی تن سکھ رائے کے

فرزند تھے۔ آپ کی تعلیم حسب رواج زمانہ فارسی کی اعلیٰ پیمانے پر ہوئی۔ رائے داتا رام و رائے ہمت رائے صاحبان دربار ٹونک راجپوتانہ میں معزز عہدوں پر ممتاز تھے اور یہی وجہ ہے کہ منشی بساون لال صاحب بھی دربار ٹونک میں ملازم ہوئے۔ پہلے آپ کا تقرر صیغہ فوج میں ہوا مگر ۱۲۳۰ء (مطابق ۱۸۱۴ء) میں قائم مقام نائب میر منشی ہوئے۔ اب منشی صاحب کو یہ موقع ملا کہ نواب امیر خاں صاحب کے حضور میں بلا تکلف حاضر ہو سکتے تھے۔

شاہزادہ وزیر الدولہ بہادر آپ سے بہت خوش تھے اور ہر دم آپ کی قابلیت کے ثنا خواں تھے۔ حسب تحریک شاہزادہ موصوف ۱۲۴۱ھ (م ۱۸۲۵ء) امیر نامہ تصنیف کیا۔ بعد انتقال نواب امیرالدولہ نواب وزیر الدولہ مسند نشیں ہوئے اور ۱۲۵۰ھ (۱۸۳۴ء) میں منشی صاحب کو منصب میر منشی گری سے سرفراز فرمایا اور بعد ازیں منشی صاحب بحیثیت وکیل دربار ٹونک گورنمنٹ آف انڈیا کونسل کلکتہ روانہ کیے گئے۔ آپ کا انتقال ۱۲۵۳ھ (م ۱۸۳۷ء) میں ہوا۔ (۷۱)

اس زمانے کے مذاق کے موافق شاداںؔ نے بھی فارسی میں شعر گوئی شروع کی اور اچھی مہارت و قدرت حاصل کرلی، جس کا اندازہ امیر نامہ کی نظم سے ہوتا ہے جو بطور دیباچہ شروع میں ہے اور بطریق دعا آخر میں چند شعر بطور نمونہ یہ ہیں ......

یکے باب در شروع حالش نخست
ز عہد بزرگانش کردم درست
دوم شرح حال سران دگر
کہ بودند ہم عصر آن نامور
سوم شرح احوال ہر کار زار
ز فتح و شکست و دگر کار زار

چہارم باحوال صلح و نشست
بہ تنظیم ملک و دگر بند و بست

''امیر نامہ'' مرتب کرنے کے انعام میں نواب ان کو جاگیر دینا چاہی مگر انہوں نے باظہار تشکر ایک مستقل ماہانہ رقم علی الدوام نسلاً بعد نسلٍ لینا پسند کی جو ملتی رہی۔ اور ایک مستقل مثنوی بھی نواب امیر خان کی مدح میں انہوں نے لکھی تھی جس کا ذکر خم خانہ جاوید میں کیا گیا ہے وہ بھی بزبان فارسی تھی مگر اب نایاب ہے۔

شاداںؔ کو فی البدیہ شعر کہنے کا بھی اچھا ملکہ تھا جس کے دو واقعات تذکروں میں ملتے ہیں۔ شاداں نے فارسی کے علاوہ اردو میں بھی طبع آزمائی کی ہے جس سے ان کی جودتِ طبع اور فکر رسا کا اندازہ ہوتا ہے۔ چنانچہ ایک بار جب نواب امیر خاں سیر باغ کر رہے تھے اور یہ حاضر تھے تو انہوں نے گلاب کو دیکھ کر ان سے کہا دیکھو گلاب کیسا کھِل رہا ہے تو انہوں نے بعد تامل فی البدیہہ یہ رباعی سنائی۔

گل گلاب نے خوبی عجب دکھائی ہے
بہار جامہ گلگوں پہن کے آئی ہے
جو پوچھو سچ تو یہ ہے برکت قدومِ حضور
وگرنہ گل نے یہ خوبی کہاں سے پائی ہے

ان کا اردو کلام بہت کمیاب ہے مگر جو کچھ ملتا ہے اس سے پختگی و شگفتگی اور سلاست و قدرت کا اندازہ بخوبی ہو جاتا ہے مثلاً ......

یوں داغِ دل ہیں اس مرے سینے کے آس پاس
چنے جڑے ہوں جیسے نگینے کے آس پاس

انہوں نے ایک مثنوی کھٹملوں کی مذمت میں بھی لکھی ہے جس کے دو شعر یہ ہیں ......

ذکر کھاٹوں کا کیجئے گر ارقام
نقطے کاغذ کے کاٹتے ہیں مدام
کھٹملوں سے دوات ہے لبریز
رنگ سیاہی کا ہے شنگرف آمیز
(۷۲)

منشی لچھمی نرائن آذرؔ

آذرؔ اور ان کے والد منشی ہرسکھ رائے ٹونک کے باعلم اصحاب میں تھے اور دربار ٹونک سے وابستہ، آذر کو شعر و سخن کا شوق تھا۔ مولانا حکیم سعید احمد صاحب اسدؔ ٹونکی سے تلمذ اختیار کیا۔ کبھی کبھی بشاشؔ سے بھی اصلاح لی ہے۔ رفیق مارہروی نے ان کو اپنے عہد کا لاجواب شاعر مانا ہے۔

اور مرتب بہار سخن جودھپور نے ان کی حسب ذیل تصانیف کی نشاندہی کی ہے......

گلزار نصیحت (مثنوی)

بھگوت گیتا (منظوم)

گلدستۂ سخن

دیوان آذر۔(۷۳)

یقیناً صاحب ''بہار سخن'' نے ان کو شعرائے جودھپور میں اس لیے شمار کیا ہے کہ یہ آخر میں جودھپور جا کر ایک اسکول کے ہیڈ ماسٹر ہو گئے تھے اور پھر ایک بک ڈپو کے سپرنٹنڈنٹ رہے، ورنہ دراصل یہ ٹونک کے شاعر ہیں، کلام میں روانی و صفائی ہے اور بندش الفاظ میں پختگی۔ کلام کا نمونہ یہ ہے

حکایت شیر و روباہ

اک شیر شکار کو سحر گاہ
نکلا دو گرگے لے کے ہمراہ
تھی لومڑی اک چست و چالاک
تھا دوسرا بھیڑیا غضب ناک
خوش رکھتے تھے شیر کو ہمیشہ
رہتے تھے وہ دونو اس کے ہمراہ
فرمایا یہ شیر نے کہ تینوں
راہی ایک ایک سمت کے ہوں
(الخ)

رنگ تغزل

ستم مجھ پر بھی کیسے ظالم نے کیا کیا
نہ پوچھا یہ کبھی ہے مدعا کیا
نہ تھا غیروں کا شکوہ حال دل تھا
سنا کیا آپ نے میں نے کہا کیا
بھری محفل میں میرے سامنے فتنے اٹھاتے ہیں
وہ ملنے کے بہانے سب کو چھاتی سے لگاتے ہیں
کمر ان کی نظر نہیں آتی
کچھ عدم کی خبر نہیں آتی
کہیں بیٹھ جائے نہ بنیاد گردوں
کہ اشکوں سے طوفان اٹھا چاہتا ہے
(۷۴)

برہم چاری پرم آنند زاہد

زاہد ایک صوفی منش سادھو تھے، شعر وسخن سے دلچسپی تھی، مستقر کوئی نہ تھا لیکن ٹونک میں زیادہ تر مقیم رہتے تھے اسی لیے ان کو ٹونک کے شعراء میں شمار کیا گیا ہے۔ ان کی خود قلم غزلیں ٹونک میں کئی صاحبان کے پاس ہیں مثلاً سید منظور الحسن برکاتی کے پاس ایک طرحی مشاعرے تاریخی ۱۴ محرم ۱۲۹۰ھ (م ۱۸۷۳ء) کی دو غزلیں موجود ہیں جن کے دو شعر یہ ہیں ......

عیاں ہے ابر باراں آج اپنی چشم پُرنم سے
محبت کیوں نہ ہوگئی اس بت دہقاں کو اب ہم سے
کریں گے کیا بھلا ہم لے کے اعجاز مسیحا کو
دعائے عاشقاں کچھ کم نہیں ہے اس اعظم سے

تین شعر اور ملاحظہ ہوں ......

بزم ساقی میں جب سبو آیا
شفق آلودہ رنگ جو آیا
ہوش آیا نہیں مجھے اب تک
کیوں کہ اک مست کو میں چھو آیا
چشم بلبل سے یوں بہے آنسو
گل پکارے کہ آب جو آیا
(۷۵)

ان کے کلام میں پختگی کے ساتھ قدیم رنگ کی خصوصیات نمایاں ہیں۔

پنڈت رام کرن جوشی

ٹونک کے غیر مسلم مصنفین میں پنڈت رام کرن جوشی بڑے پایہ کی شخصیت ہیں۔ وہ فارسی و اردو کے علاوہ سنسکرت کے بھی بڑے عالم تھے ان سے بشاش جودھپوری نے تصنیف و تالیف کے سلسلہ میں بار بار مدد لی ہے اور اس کا اعتراف اپنی تصنیف راج پرستی اور تاریخ تزک ہند میں کیا ہے۔ ان کی تصنیف ''تاریخ پرگنات ٹونک'' خاص اہمیت رکھتی ہے جس کے حوالے مؤرخین راجستھان مثل مصنف ''وقائع راجپوتانہ'' اور مصنف ''افتخار التواریخ'' وغیرہ نے دیئے ہیں۔ بقول مصنف وقائع راجپوتانہ جون ۱۸۷۲ء میں حسب الحکم کپتان میور پولیٹیکل ایجنٹ شہر ٹونک کی مختصر تاریخ تصنیف ہوئی اور نواب صاحب نے مفصل تاریخ مرتب کرانا تجویز کر کے یہ کام پنڈت رام کرن کے سپرد کیا۔ (۷۶)

جوشی نے یہ کتاب بڑی تحقیق و تدقیق اور محنت و عرق ریزی سے بے حد قابلانہ انداز میں تصنیف کی ہے جس میں تاریخی حالات و واقعات کے علاوہ ٹونک کی عمارتیں، محلے اور جملہ کتبوں کا بڑی تفصیل سے ذکر کیا ہے۔ ان کتبوں کی عبارت کے لیے جوشی جیسے عالم ہی کی ضرورت تھی۔ بہت سی جگہ جوشی نے خود جا کر حالات معلوم کیے ہیں۔ کتبات دیکھے ہیں اور تاریخی واقعات دریافت کیے ہیں۔ یہ کتاب گویا پوری ریاست ٹونک کی مفصل تاریخ ہے۔ اس کی نقل چار سو صفحات سے زیادہ پر مشتمل ہے۔ یہ نقل جوشی کے بھتیجے رامادت وکیل ساکن تختہ ٹونک کے پاس موجود ہے۔ ابتدائی عبارت رنگین ہے جو اس طرح

شروع ہوتی ہے......

''عندلیبِ قلم رنگیں رقم اس طرح بزم تحریر میں زمزمہ سنجی کرتا ہے کہ کیفیت خاص شہر ٹونک جنت بنیاد نہایت دلکش و آباد ہے کہ نسیم عنبر شمیم اس کے معشوقانہ طناز سے باج ستاں ہے''

بعد کی عبارت نہایت صاف و سلیس ہے مثلاً......

راو جگناتھ کی بیٹی کی مہاراجہ مان سنگھ والی آمیر سے نسبت ہوئی تھی اور اس کا کنور مسمّی کلیان سنگھ دہلی کے بادشاہ کی خدمت شریف میں رہا کرتا تھا وہیں راجہ مان سنگھ مذکور بھی رہتے تھے۔ ایک روز اتفاق سے دربار شاہی میں آتے ہوئے کنور کے جامے پر ایک سیاہی کا داغ دیکھ کر راجہ مان سنگھ نے از راہ مذاق اپنے سالے کنور مذکور سے کہا کہ دربارِ شاہی میں سیاہی کے داغ کا جامہ پہن کر جانا مناسب نہیں۔ کنور نے فوراً جواب دیا کہ ہمارے جامہ کا داغ تو شوب سے جاتا رہے گا مگر تم نے بادشاہ کو بیٹی دے کر اپنے خاندان میں ایسا داغ لگایا ہے کہ تا قیامت نہیں جائے گا (تارخ پرگنات ٹونک) (۷۷)

منشی نانگ رام بھارگو

منشی نانگ رام نے حسب ایما صاحبزادہ محمد عبید اللہ خاں نائب الریاست ٹونک کپتان، ایف ای ینگ ہزبینڈ پولٹیکل ہاڑوتی کے انگریزی سفرنامہ ''امنگ دی شیلیشنیل'' کا جو ۱۸۹۸ء میں شائع ہوا تھا ''ہشت بہشت'' کے نام سے اردو میں ترجمہ کیا جو مفید عام پریس آگرہ سے ۱۹۰۰ء میں 30x36x8 سائز کے ایک سو باسٹھ صفحات پر شائع ہوا۔ اس میں مصنف نے سیاحت کے فوائد پر دیباچہ میں بحث کی ہے اور اپنے شدائد سفر کا اظہار جو اس نے ممالک چین و تاتار و مغولستان و ترکستان میں کیا جس میں صحرائے گوبی جیسا لق و دق بیاباں بھی شامل ہے۔ مترجم نے اردو میں اس ترجمہ کا دیباچہ اپنی جانب سے لکھا ہے اور پھر اصل تصنیف کا ترجمہ نہایت صاف و رواں عبارت میں کیا ہے مثلاً......

''اس شام کو مغرب کے وقت عجب دل فزا نظارہ نظر آیا۔ مغربی صحرا میں جب آفتاب غروب ہوتا ہے تو روشنی کی چمک سے طرح طرح کی رنگتیں پیدا ہوتی ہیں، ابھی شام کو جو رنگت لطف دے رہی تھی وہ میں نے برسات کے موسم میں ہندوستانی پہاڑوں پر بھی نہیں دیکھی یہ صاف سرخی تھی نہ ارغوانی بلکہ دونوں کی آمیزش ایک عجیب رنگت نہایت چمکدار اور تیز تھی۔ میں نے شملہ پر نیز سوئیٹزر لینڈ میں سورج چھپنے کے زیادہ شاندار مواقع کو دیکھا ہے کہ صدہا رنگ آمیزیاں ہوتی ہیں لیکن اس موقع کی رنگتوں کی درخشانی اور تابناکی سب کو مات دیتی تھی''

منشی نانک رام، نواب محمد ابراہیم علی خان کے عہد میں انگریزی کے سکریٹری تھے اور اردو فارسی کے ماہر اور عمدہ ترجمہ نویس تھے۔(۷۸)

منشی لال سہائے متصدی

منشی بالا سہائے بعہد نواب محمد ابراہیم علی خان دفتر بخشی خانہ ٹونک میں ملازم تھے۔ ان سے کوئی خطا سرزد ہوئی تو نواب ناراض ہوگئے اور یہ مشکل میں پڑ گئے مگر جانتے تھے کہ نواب کو رسول اللہ ﷺ سے عشق ہے اور وہ روزِ ولادت سے بارہ تک بڑی دھوم سے جشن میلاد مناتے ہیں اور اس موقع پر سنگین مجرموں کے جرم معاف کردیتے ہیں لہٰذا اسی موقع پر یہ معافی قصور کے لیے حاضر ہوئے اور کامیاب لوٹے جس کے شکریہ میں انہوں نے ایک رسالہ بعنوان ''پرچہ درشانِ محمد مصطفیٰ'' تقریباً پچاس صفحات پر مشتمل ۱۹۰۵ء میں مرتب کیا، مگر تھوڑے ہی دن گزرے تھے کہ دوسرا قصور کر بیٹھے اور نواب صاحب ان سے ناراض ہوگئے۔ اس دوسری ناراضگی سے نجات حاصل کرنے کی فکر تھی کہ تیسری بار خطا کار ہوکر مشکلات و مصائب میں گرفتار ہوگئے مگر وہی پچھلا ذریعہ پھر استعمال کیا اور جشن میلاد النبی ﷺ کے موقع پر حاضر ہوکر معافی حاصل کرلی۔ اس تیسرے قصور کی معافی کے شکریہ میں انہوں نے ایک اور رسالہ الموسوم بہ ''جلسہ مولود شریف مع غزلیات و نعت محمد مصطفیٰ'' لکھا۔ ان کے اس تیسرے قصور کی معافی ۱۹۰۶ء میں ہوئی تھی اور یہ رسالہ ۱۹۰۷ء میں انہوں نے مرتب کیا۔ ان تالیفات کی غرض و غایت محض

خوشنودی نواب تھی اور معافی قصور کا حاصل کرنا جس میں وہ کامیاب ہوئے۔ (۷۹)

منشی گوردیال سنگھ کالیستھ

گوردیال سنگھ ضلع فرخ آباد کے رہنے والے تھے اور ممالک متحدہ آگرہ واودھ میں مفترم محکمہ بندوبست تھے۔ وہاں سے پنشن لے کر ٹونک آئے اور بعہد نواب محمد ابراہیم علی خان سپرنٹنڈنٹ محکمہ بندوبست ہوگئے۔ اردو فارسی اور سنسکرت میں کافی مہارت تھی اور انگریزی بھی جانتے تھے۔ انہوں نے ایک ناول ''ست سندھو'' المعروف بہ ہریش چند رلکھا ہے جس میں سچائی، وعدہ وفائی، فرض شناسی، ایمانداری، مذہبی مضبوطی، حق پرستی اور دیگر اخلاق حسنہ و خصائل پسندیدہ کے اعلیٰ نمونے پیش کیے ہیں۔ ناول کا پلاٹ تو بہت فرسودہ ہے اور ہندی میں اس پر بہت کچھ کہا جا چکا ہے مگر اردو میں اس کا عمدہ اضافہ منشی صاحب نے کیا۔ منظر نگاری اچھی ہے کردار کی عکاسی بھی خاصی ہے مگر مکالمہ میں یہ نقص ملتا ہے کہ ایک ہی شخص ایک جگہ شستہ اردو بولتا نظر آتا ہے اور دوسری جگہ سنسکرت کا اہل زبان، اردو کے ساتھ ہندی الفاظ کی کثرت بعض جگہ روانی کھودیتی ہے۔ اگرچہ مصطلحات کا استعمال ناگزیر ہے تاہم مصنف فن ناول نگاری سے واقف ضرور معلوم ہوتا ہے۔ یہ کتاب 20x26x8 سائز پر مطبع ہر پرشاد بلند شہر میں ۱۹۱۲ء کی طبع شدہ ہے۔ موضوع کے لحاظ سے اردو میں اچھا اضافہ ہے اور نیم مذہبی خیالات کی اشاعت اور ہندو معتقدات کی وضاحت ہے۔

تاریخ طرزِ نو (مخطوطہ)

یہ منظوم مجموعہ گنج بہاری سہائے طرب ٹونکی نے ۱۸۶۴ء میں مرتب کیا تھا۔ اس میں نواب محمد علی خاں والی ٹونک (۱۸۶۴ء تا ۱۸۶۷ء) کے جشن سریر آرائی سے متعلق تاریخی قطعات کے علاوہ وہ تمام تاریخی قطعات بھی شامل ہیں جو مرتب نے ایسے اصحاب کی شان میں کہے تھے جن کو جشن مذکور کے موقع پر خطابات دیئے گئے تھے۔ ان میں سے بیشتر قطعات میں یہ صفت رکھی گئی ہے کہ ممدوح کے نام کا ایک ایک لفظ ہر مصرع میں شامل کیا گیا ہے اور آخری شعر میں کوئی ایک یا زائد ایسا لفظ لایا گیا ہے جس کے کسی حرف یا پورے لفظ کے اعداد کے تخرجہ سے مطلوبہ سن معلوم ہوتا ہے مثال کے طور پر نواب موصوف کے ایک مدحیہ قطعہ کے حسب ذیل اشعار۔

یمین الدولہ آن عالی خطابے   وزیر الملک در بخشش سحابے

نکو نام و نکو کردار نواب | بدرگاہ محمد ہست نواب
ز الطاف علی خاں شد بہادر | بہ صولت جنگ زاں اظہر بکشور
عدو و باغی و ہم ظلم را سر | تراشیدہ ہمہ یکسر بہ خنجر
شدہ تاریخ و تازہ شتابے | بنام و ہم خطاب مستطابے

۱۲۸۱ء

اس قطعہ (مثنوی در صنف سخن) میں یمین الدولہ، وزیر الملک، نواب محمد علی کان بہادر، صولت جنگ کے اعداد ۱۸۶۴ء سے سر عدد، باغی اور ظلم (یعنی ع ب اور ظ) کے اعداد ۱۲۸۷ خارج کرنے سے ۱۳۸۱ھ اخذ ہوتا ہے۔ اس قسم کے تین قطعات خود نواب صاحب کی مدح میں اور سولہ قطعات دوسرے لوگوں کی شان میں ہیں (۸۰)

اردو صحافت میں اہلیان ٹونک کی خدمات

جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ٹونک میں انیسویں صدی کے اوائل سے ہی اردو زبان و ادب کی طرف توجہ رہی ہے۔ چنانچہ ٹونک میں اردو کا پہلا اخبار ''امین الاخبار'' ستمبر ۱۸۸۴ء میں جاری ہوا جس کے مدیر سید محمد نائب تھے۔ اس کے بعد ''حدیقۃ الاخبار'' ۱۸۸۵ء میں غالب علی خاں نے نکالا۔ یہ ہفتہ وار اخبار تھا۔ اس زمانے میں حکومت نے ''کاپی رائٹ ایکٹ'' کے تحت تار سے ملنے والی خبروں کو نقل کرنے کے حق پر پابندیاں عائد کر دی تھیں۔ حدیقۃ الاخبار کے شمارہ ۲۷ رجون ۱۸۸۵ء میں اس ایکٹ کے خلاف عبارت ملتی ہے جو اس طرح ہے......

> ''بمبئی کے بعض دیسی اخبارات اس تجویز کی نسبت مخالفت ظاہر کرتے ہیں جو اخبار کے تار برقیوں کی کاپی رائٹ کے بابت پیش ہوئی ہے۔ ان کا بیان ہے کہ ایسے قانون سے دیسی اخباروں کی ترقی مسدود ہو جائے گی'' (۸۱)

غالب علی خان نے ایک اور ادبی ماہنامہ ''نو بہار'' یکم مئی ۱۸۸۵ء میں جاری کیا تھا جس کے بارہ شمارے شائع ہوئے۔ ۱۸۸۷ء میں غالب علی خاں نے تیسرا اخبار سفیر ٹونک نکالا۔ اسی دور میں چند سرکاری گزٹ بھی لکھوائے گئے تھے۔ ایسے گزٹ قلمی بھی ہیں اور مطبوعہ بھی، جن کا ذکر ناگزیر ہے۔ ایسے

تمام مخطوطات اور مطبوعہ گزٹ ''عربی و فارسی ریسرچ انسٹیٹیوٹ ٹونک'' میں محفوظ ہیں جو قوانین اور دستور العمل اس وقت رائج کیے گئے تھے ان کی تفصیل ایسے تمام گزٹوں میں ملتی ہے۔ ان میں بعض قوانین ایسے ہیں جو ریاست جے پور، اجمیر اور دیگر ریاستوں میں رائج تھے، ان قوانین کی نقلیں ریاست ٹونک میں ہوئیں، ایسے چند مخطوطات کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے......

(۱)...... ''دستور العمل محکمہ رجسٹری'' ایکسیشن نمبر ۲۳۰۳ر صفحات ۲۲ر کاتب شیخ محمد عبدالعزیز۔ اس مخطوطے میں کل ۳۷ر دفعات ہیں، تاریخ تحریر درج نہیں ہے۔

(۲)...... دستور العمل جیل ریاست ٹونک، ایکسیشن نمبر ۱/ ۲۴۸۷۔ نواب محمد ابراہیم علی خاں کے عہد حکومت (۱۸۷۱ء تا ۱۹۳۰ء) یہ قلمی دستور العمل لکھوایا گیا۔ اس میں عدالت ہائے مجاز، خاص فوجداری، سپرنٹنڈنٹ وجیل وغیرہ سے متعلق تقریباً ۱۲۶ر دفعات ہیں۔

(۳)...... '' قانون اردو'' حصہ اوّل، ایکسیشن نمبر ۲/ ۲۴۸۷۔ اس میں اقسام مقدمات دیوانی پر تفصیل سے ذکر کیا گیا ہے۔

(۴)...... ''اصول شرع محمدی قانون'' ایکسیشن نمبر ۱/ ۲۴۹۹، صفحات ۱۳۴۔

(۵)...... ''ضمیمہ ہدایت نامہ فوجداری عدالت دیوانی'' ایکسیشن نمبر ۳/ ۲۴۹۹، سائز ۳۰x۱۹۔ یہ ہدایت نامہ حسب الحکم سوائی رام سنگھ والی جے پور کے چھاپہ خانہ میں ۱۸۷۷ء میں طبع ہوا تھا جس کی نقل ٹونک میں ۳ر محرم ۱۲۹۷ھ مطابق ۱۸ر دسمبر ۱۸۷۹ء کو شیخ فیض احمد نے کی۔

(۶)...... '' قانون انتظام جیل خانہ'' ایکسیشن نمبر ۴/ ۲۴۹۹۔ یہ قانون بھی شیخ فیض احمد نے نقل کیا ہے جسے مہاراجہ رام سنگھ والی جے پور نے ۱۸۷۷ء میں طبع کروایا تھا۔

(۷)...... ''دستور العمل پنچایت وکلا'' ایکسیشن نمبر ۵/ ۲۴۹۹۔ یہ دستور العمل حسب الحکم جناب کرنل جانسی بروک کمشنر اجمیر نے چھپوایا تھا جسے فیض احمد نے ٹونک میں نقل کیا۔

(۸)...... یہ جولائی ۱۸۸۳ء میں راج پریس سوائی جے پور میں شائع ہوا علاوہ ازیں سوائی جے پور کے متفرق قوانین کے قلمی نسخے بھی ''عربی و فارسی ریسرچ انسٹیٹیوٹ ٹونک'' میں محفوظ ہیں۔

ٹونک میں ۱۹۳۹ء سے پندرہ روزہ گزٹ باقاعدہ شائع ہونے لگا جن کا سلسلہ ۱۹۴۶ء تک جاری رہا۔ یہ سب ہی مطبوعہ گزٹ ''عربی و فارسی ریسرچ انسٹیٹیوٹ راجستھان ٹونک'' میں محفوظ ہیں، جو کئی جلدوں میں ہیں جن کی تفصیل اس طرح ہے......

(۱)...... ''گزٹ ریاست ٹونک'' ۱۹۳۹ء تا ۱۹۴۱ء ایکسیشن نمبر ۲۲۷۸۔

(۲)...... ''گزٹ ریاست ٹونک'' یکم جنوری ۱۹۴۱ء تا ۱۹۴۴ء ایکسیشن نمبر ۲۲۷۹۔

(۳)...... ''گزٹ ریاست ٹونک'' ۱۹۴۴ء تا ۱۹۴۶ء ایکسیشن نمبر ۲۲۸۰۔(۸۲)

ریاست ٹونک کی جانب سے شائع ہونے والے گزٹ میں سرکاری احکامات اور خبریں شائع ہوتی تھیں، مثلاً ضروری اعلانات، سپاس نامے، تقریریں، میونسپلٹی کے نظم و انتظام، نرخ نامہ، اجناس خوردنی، جنگ عظیم سے متعلق اعلانات، عالمی جنگ کی خبریں، عدالت شرع شریف کے احکامات، محکموں کی کارروائیاں درج ہوتی تھیں۔ گزٹ کے علاوہ محکمہ اطلاعات عامہ نے ''ہفتہ جنگ'' جاری کیا جس میں مختلف محکموں کے احکامات، نرخنامے، صیغہ جات کا تعین وغیرہ معلومات فراہم ہوتی تھیں۔

جب جنگ آزادی کی لہر ہندوستان میں آئی تو ٹونک میں بھی اس کے اثرات پڑے یہاں بھی سیاسی بیداری آئی، چند رہنماؤں نے ٹونک میں ''انجمن رعایائے ٹونک'' کی تشکیل کر کے عمر حیات خاں سے اخبار ''ہادی'' جاری کروایا۔ حالانکہ یہ اخبار علی گڑھ یوپی سے شائع ہوا لیکن خبریں زیادہ تر ٹونک کی ہوتی تھیں۔ ہادی کا پہلا شمارہ ۱۱؍جولائی تا یکم اگست ۱۹۴۶ء میں شائع ہوا جس کا آغاز انجمن ہذا کی اہم خبروں سے ہوا۔ ہادی کے بند ہوجانے کے بعد انجمن نے ''مہدی'' جاری کیا جس کے ایڈیٹر سید محمد علی تھے۔

۱۹۴۷ء میں ایک اخبار ''عہد جدید'' ہفتہ وار ماسٹر سید حامد حسین کی ادارت میں شائع ہوا۔ ۱۹۵۰ء میں ماسٹر حامد رشید خاں نے رسالہ ''ساحل'' جاری کیا جس کے چند ہی شمارے شائع ہوئے۔

ٹونک کی اردو صحافت میں مولانا سید عبدالقادر خنداںؔ نے گراں بہا خدمات انجام دیں۔ آپ نے ۱۹۴۹ء میں ''سلام'' ''مشعل'' ''جھلک'' وغیرہ اخبارات نکالے۔ یہ اخبارات پندرہ روزہ تھے جو ٹونک کی جنتا پریس میں چھپتے تھے۔ مولانا خنداںؔ کی صحافتی خدمات قابل ستائش ہیں۔ آپ بہت حوصلہ مند اور غیر جانب دار صحافی کی حیثیت سے اخبار نکالا کرتے تھے۔

۵۶،۱۹۵۵ء میں ''شت دل'' ٹونک کالج سے شائع ہوا۔ اس میں ہندی انگریزی کے ساتھ ساتھ اردو کا بھی ایک حصہ ہوتا تھا اور ۱۹۶۲ء آتے آتے اس میگزین کا نام ''شت دھارا'' ہوگیا۔ اس کے اردو والے حصہ میں کالج کے اساتذہ اور طلباء کے مضامین وتخلیقات شائع ہوئے۔ یہ میگزین آج بھی شائع ہو رہا ہے جس میں خصوصاً ٹونک کے شعروادب کی تاریخ پر تحقیقی مضامین کثرت سے شائع ہوتے ہیں۔ کافی عرصہ تک ڈاکٹر ابوالفیض عثمانی صدر شعبہ اردو گورنمنٹ کالج ٹونک اس کے نگراں رہے۔(۸۳)

ٹونک کی اردو صحافت کے اس مختصر جائزہ کے تحت یہ کہا جا سکتا ہے کہ ٹونک میں اردو صحافت کے ارتقائی دور سے لے کر موجودہ دور تک جو اخبارات و رسائل شائع ہوئے ان کی تاریخی اہمیت ہے، خصوصاً ''حدیقۃ الاخبار'' سے ''گزٹ ریاست ٹونک'' تک کے اخبار ورسائل ۱۹۴۶ء تک کے تاریخی حالات و واقعات کی نشاندہی کرتے ہیں۔ اسی طرح ۱۹۴۹ء سے شائع ہونے والے مولانا عبدالقادر خنداںؔ کے اخبارات ''سلام، مشعل، جھلک'' وغیرہ آزادی کے بعد کے ادبی، سماجی، سیاسی اور معاشرتی حالات کا تفصیلی احاطہ کرتے ہیں۔

فہرست حوالہ جات وحواشی

۱...... فاروق احسن، بحیثیت فن اصول فقہ کا تاریخی وتحقیقی تجزیہ وتحلیل، تحقیقی مقالہ، ۱۹۹۹ء، جامعہ کراچی، ص ۹۔

۲...... القرآن المجید، پارہ......، سورہ توبہ، آیت نمبر......

۳...... جمشید علی شیخ، علمائے اہلحدیث کی دینی وسیاسی خدمات، تحقیقی مقالہ، ۱۹۹۲ء، سندھ یونیورسٹی جامشورہ، ص ۳۸، ۳۹۔

۴...... صاحبزادہ شوکت علی، قصر علم، ۱۹۸۰ء، خواجہ پریس دہلی، ص ۳۴

۵...... محمد اسحٰق، علم حدیث میں پاک و ہند کا حصہ، مترجم (اردو) شاہد حسین رزاقی، ص ۱۹۷۷ء، ادارہ ثقافت اسلامیہ، لاہور، ۱۷۲۔

۶...... مولانا سید منظور الحسن برکاتی، نواب وزیر الدولہ کا علمی وادبی دربار، مضمون رسالہ دارالعلوم، س ۱۹۷۲ء، ص ۲۸۔

۷...... حکیم سید محمد احمد، ''ریاست ٹونک کے چند علماء وفضلاء''، ۱۹۹۸ء، نفیس پریس جیپور، ص ۱۶، ۱۷۔

۸...... مولانا سید منظور الحسن برکاتی، نواب وزیر الدولہ کا علمی وادبی دربار، مضمون رسالہ دارالعلوم، لکھنؤ، س ۱۹۷۲ء، ص ۳۰۔

۹...... G.D.Sharma., Rajisthan District Gazettess, Tonk, 1946, Page No:206.

۱۰..... مولانا سید منظور الحسن برکاتی، ٹونک کا دبستان شعر و ادب، مضمون، نوائے ادب، بمبئی، جولائی ۱۹۷۲ء، ص ۴۵،۴۶۔

۱۱..... محمد عمر خان ندوی، بیت الحکمت، (مضمون) مطبوعہ جرنل، جلد نمبر ۸، شائع کردہ عربک اینڈ پرشین ریسرچ انسٹیٹیوٹ ٹونک، ۱۹۹۰ء، ص ۶۳۔

۱۲..... مولوی محمد عمران خان، تذکرہ عرفانیہ، مملوکہ، مولوی عمر ندوی، غیر مطبوعہ، کتب خانہ عرفانیہ، ٹونک۔

۱۳..... محمد عمر خان ندوی، بیت الحکمت، (مضمون) مطبوعہ جرنل، جلد نمبر ۸، شائع کردہ عربک اینڈ پرشین ریسرچ انسٹیٹیوٹ ٹونک، ۱۹۹۰ء، ص ۶۳۔

۱۴..... مولوی محمد عمران خان، تذکرہ عرفانیہ، مملوکہ، مولوی عمر ندوی، غیر مطبوعہ، کتب خانہ عرفانیہ، ٹونک۔

۱۵..... مولوی محمد عمران خان، ہندوستان میں فقہ اسلامی (مضمون)، مطبوعہ دارالمصنفین، جنوری ۱۹۸۳ء، ص ۲۵

۱۶..... تمام نوادرات عربک اینڈ پرشین ریسرچ انسٹیٹیوٹ ٹونک میں موجود ہیں۔

۱۷..... محمد عمر خان ندوی، بیت الحکمت، (مضمون) مطبوعہ جرنل، جلد نمبر ۸، شائع کردہ عربک اینڈ پرشین ریسرچ انسٹیٹیوٹ ٹونک، ۱۹۹۰ء، ص ۶۷۔

۱۸..... یہ تمام دستاویزات اے پی آئی آر ٹونک کے ایک ذیلی ادارے بمقام کوٹھی نزد باغ کے دفتر میں موجود ہیں۔

۱۹..... مولوی محمد عمر خان، مولانا حیدر علی ٹونکی، مضمون مطبوعہ رسالہ برہان، دسمبر ۱۹۶۶ء، دہلی، ص ۶۰

۲۰..... صاحبزادہ شوکت علی، قصر علم، ۱۹۸۰ء، خواجہ پریس دہلی، ص ۲۷۰۔

۲۱..... صاحبزادہ شوکت علی، قصر علم، ۱۹۸۰ء، خواجہ پریس دہلی، ص ۲۷۱۔

۲۲..... فن سیرت اور ٹونک، (مضمون) مطبوعہ برہان، فروری ۱۹۶۸ء، دہلی، ص ۲۶۶

۲۳...... فہرست کتب، مرتبہ مولوی محمد عمران خان، ۱۹۶۴ء، اے پی آئی آر ٹونک۔

۲۴...... سید اصغر علی آبرو، حدیقۂ راجستھان (تاریخ ٹونک)، ۱۹۰۱ء، مطبع ستارہ ہند، آگرہ، ص ۲۱۱۔

۲۵...... صاحبزادہ شوکت علی خان، قصر علم، ۱۹۸۰ء، خواجہ پریس، دہلی، ص ۹۹

۲۶...... سید منظور الحسن برکاتی، ٹونک کے جشن میلاد النبی کی ایک جھلک، ۱۹۶۵ء، الجمعیت پریس دہلی، ص ۹۔

۲۷...... محمد صادق بہار ٹونکی، عید میلاد النبی، ٹونک (مضمون) جنرل، جلد ۸، ۱۹۹۰ء، شائع کردہ اے پی آئی آر ٹونک۔
پبلک پریس دہلی، ص ۵۴۔

۲۸...... سید صباح الدین عبدالرحمن، ہندوستان کے مسلمان حکمرانوں کے تمدنی جلوے، ۱۹۷۷ء، دہلی، ص ۳۵۸۔

۲۹...... محمد صادق بہار ٹونکی، عید میلاد النبی، ٹونک (مضمون) جنرل، جلد ۸، ۱۹۹۰ء، شائع کردہ اے پی آئی آر ٹونک۔
پبلک پریس دہلی، ص ۵۸۔

۳۰...... صاحبزادہ شوکت علی، قصر علم، ۱۹۸۰ء، خواجہ پریس دہلی، ص ۲۹۔

۳۱...... مولوی محمد عمران، تذکرہ علمائے ٹونک (غیر مطبوعہ) کتب خانہ عرفانیہ، ٹونک۔

۳۲...... صاحبزادہ شوکت علی، قصر علم، ۱۹۸۰ء، خواجہ پریس دہلی، ص ۹۷۔

۳۳...... سید احمد مرتضیٰ نظر، آثار مالوہ، ۱۹۳۷ء، برقی پریس دہلی، ص ۲۶۷۔

۳۴...... مولوی محمد عمران خان، حرمین شریف میں ٹونک کی رباطیں، ۱۹۷۲ء، ٹونک، ص ۷۔

۳۵...... محمد صادق بہار ٹونکی، عید میلاد النبی، ٹونک (مضمون) جنرل، جلد ۸، ۱۹۹۰ء، شائع کردہ اے پی آئی آر ٹونک۔
پبلک پریس دہلی، ص ۶۵۔

۳۶...... سید منظور الحسن برکاتی، ٹونک کے جشن میلاد النبی کی ایک جھلک، ۱۹۶۵ء، الجمعیت پریس دہلی، ص ۶۵۔

۳۷...... سید اصغر علی آبرو، حدیقہ راجستھان، ۱۹۰۱ء، مطبع ستارہ ہند پریس آگرہ، ص ۳۳۲۔

۳۸...... ڈاکٹر نثار احمد فاروقی، ارمغان اعلیٰ، بحوالہ محمد صادق ٹونکی، جرنل اے پی آر آئی، ٹونک، جلد ۸، ۱۹۹۰ء، پبلک پریس دہلی، ص ۶۰۔

۳۹...... کرنل مرزا بسم اللہ بیگ، تذکرہ قاریان ہند، ۱۳۹۸ھ، مطبوعہ اعجاز پرنٹنگ پریس، حیدرآباد دکن، ص ۲۲۳۔

۴۰...... سید منظور الحسن برکاتی، نواب وزیر الدولہ کا علمی و ادبی دربار، مضمون، رسالہ دار العلوم، ۱۹۷۲ء، ص ۲۸۔

۴۱...... کرنل مرزا بسم اللہ بیگ، تذکرہ قاریان ہند، ۱۳۹۸ھ، مطبوعہ اعجاز پرنٹنگ پریس، حیدرآباد دکن، ص ۲۲۵۔

۴۲...... کرنل مرزا بسم اللہ بیگ، تذکرہ قاریان ہند، ۱۳۹۸ھ، مطبوعہ اعجاز پرنٹنگ پریس، حیدرآباد دکن، ص ۲۲۸۔

۴۳...... کرنل مرزا بسم اللہ بیگ، تذکرہ قاریان ہند، ۱۳۹۸ھ، مطبوعہ اعجاز پرنٹنگ پریس، حیدرآباد دکن، ص ۲۳۰۔

۴۴...... سید ابو الحسن ندوی، پرانے چراغ، ۱۹۷۵ء، مجلس نشریات اسلام، ص ۱۸۹۔

۴۵...... مولوی محمد عمران خان، مدرسہ فرقانیہ ترقی کی راہوں پر، ۱۹۷۸ء، جمال پرنٹنگ پریس دہلی، ص ۴۱۔

۴۶...... مولوی محمد عمران خان، مدرسہ فرقانیہ ترقی کی راہوں پر، ۱۹۷۸ء، جمال پرنٹنگ پریس دہلی، ص ۴۲۔

۴۷...... ڈاکٹر ابو الفیض عثمانی، راجستھان میں اردو زبان و ادب کے لیے غیر مسلم حضرات کی خدمات، ۱۹۸۵ء، جمال پرنٹنگ پریس دہلی، ص ۲۶۔

۴۸...... ڈاکٹر ابو الفیض عثمانی، راجستھان میں اردو زبان و ادب کے لیے غیر مسلم حضرات کی خدمات، ۱۹۸۵ء، جمال پرنٹنگ پریس دہلی، ص ۲۷۔

۴۹...... ڈاکٹر ابو الفیض عثمانی، راجستھان میں اردو زبان و ادب کے لیے غیر مسلم حضرات کی خدمات، ۱۹۸۵ء، جمال پرنٹنگ پریس دہلی، ص ۲۸۔

۵۰ ...... لیاقت اللہ خان، روئداد جودھپور سمپوزیم مطبوعہ، ۱۹۶۴ء، ص ۱۱۵۔

۵۱ ...... محمد اکبر جہاں شگفتہ، احسن السیر، ۱۹۷۷ء، مطبوعہ آفتاب جہاں تاب، اجمیر، ص ۳۰۔

۵۲ ...... پروفیسر عبدالغنی، ماہنامہ زمانہ، مضمون بعنوان جے پور میں اردو کا تاریخی ارتقاء، جون ۱۹۴۷ء، کانپور، ص ۱۱۷۔

۵۳ ...... جوالہ سائے ماتھر، وقائع راجپوتانہ، جلد دوم، مطبوعہ مفید عام آگرہ، ص ۴۰۔

۵۴ ...... ڈاکٹر عبداللہ، ادبیات فارسی میں ہندوؤں کا حصہ، مطبوعہ ۱۹۶۲ء، دہلی ص ۳۸۔

۵۵ ...... رام بابو سکسینہ، تاریخ ادب اردو، مترجم مرزا عسکری، ۱۹۵۲ء، مطبوعہ لکھنؤ پریس لکھنؤ، ص ۹۰۔
نیز مولوی عبدالحق، ذکر میر، ۱۹۲۵ء، مطبوعہ انجمن اردو پریس، اورنگ آباد، ص ۹۰

۵۶ ...... ڈاکٹر نورالحسن ہاشمی، دلی کا دبستان شاعری، ۱۹۶۵ء، مطبوعہ سرفراز پریس لکھنؤ، ص ۱۶۴۔

۵۷ ...... مولانا عبدالغفار، فتوح اسلام (دوم) مخطوطہ موجود اے پی آر آئی ٹونک۔

۵۸ ...... سید منظور الحسن برکاتی ٹونکی، رسالہ ماہنامہ ''آجکل'' بابت فروری ۱۹۵۳ء، دہلی ص ۵۷۔

۵۹ ...... سید منظور الحسن برکاتی ٹونکی، آئینہ غالب، ۱۹۶۴ء، گورنمنٹ آف انڈیا پریس الہ آباد، ص ۱۲۲۔

۶۰ ...... سید منظور الحسن برکاتی ٹونکی، رسالہ ماہنامہ ''آجکل'' بابت فروری ۱۹۵۳ء، دہلی ص ۵۷۔

۶۱ ...... مولوی عمران، رسالہ معارف، بابت اگست ۱۹۶۲ء، اعظم گڑھ، ۱۵۳۔

۶۲ ...... ڈاکٹر یونس حسنی، اختر شیرانی اور اردو ادب، ۱۹۷۶ء، انجمن ترقی اردو پاکستان، انجمن پریس، ص ۱۹، ۲۰۔

۶۳ ...... تمام کتب عربک اینڈ پرشین ریسرچ انسٹیٹیوٹ ٹونک میں موجود ہیں۔

۶۴ ...... سید اصغر علی، دور ایام (جلد دوم)، ۱۹۲۴ء، مفید عام پریس آگرہ، ۵۹۔

۶۵۔۔۔۔۔ ڈاکٹر یونس حسنی، اختر شیرانی اور اردو ادب، ۱۹۷۶ء، انجمن ترقی اردو پاکستان، انجمن پریس، ص ۲۲۔

۶۶۔۔۔۔۔ سید منظور الحسن برکاتی ٹونکی، رسالہ ماہنامہ ''آجکل'' بابت فروری ۱۹۵۳ء، دہلی ص ۲۴۔

۶۷۔۔۔۔۔ ڈاکٹر یونس حسنی، اختر شیرانی اور اردو ادب، ۱۹۷۶ء، انجمن ترقی اردو پاکستان، انجمن پریس، ص ۲۳۔

۶۸۔۔۔۔۔ خواجہ عشرت لکھنوی، تذکرہ آثار الشعراء ہنود، ۱۹۹۳ء، نامی پریس دہلی، ص ۹۷۔

۶۹۔۔۔۔۔ محمد اعجاز خان، تاریخ ٹونک، ۱۹۸۰ء، خواجہ پریس دہلی، ص ۱۳۱۔

۷۰۔۔۔۔۔ محمد اعجاز خان، تاریخ ٹونک، ۱۹۸۰ء، خواجہ پریس دہلی، ص ۱۳۳۔

۷۱۔۔۔۔۔ ڈاکٹر ابوالفیض عثمانی، راجستھان میں اردو زبان و ادب کے لیے غیر مسلم حضرات کی خدمات، ۱۹۸۵ء، جمال پرنٹنگ پریس دہلی، ص ۲۲۶۔

۷۲۔۔۔۔۔ ڈاکٹر ابوالفیض عثمانی، راجستھان میں اردو زبان و ادب کے لیے غیر مسلم حضرات کی خدمات، ۱۹۸۵ء، جمال پرنٹنگ پریس دہلی، ص ۲۲۷۔

۷۳۔۔۔۔۔ ڈاکٹر ابوالفیض عثمانی، راجستھان میں اردو زبان و ادب کے لیے غیر مسلم حضرات کی خدمات، ۱۹۸۵ء، جمال پرنٹنگ پریس دہلی، ص ۲۳۶۔

۷۴۔۔۔۔۔ ڈاکٹر ابوالفیض عثمانی، راجستھان میں اردو زبان و ادب کے لیے غیر مسلم حضرات کی خدمات، ۱۹۸۵ء، جمال پرنٹنگ پریس دہلی، ص ۲۲۹۔

۷۵۔۔۔۔۔ سید منظور الحسن برکاتی ٹونکی، یادداشت شعرائے ٹونک، (قلمی)، نسخہ موجود، (الشفاء منزل ٹونک)

۷۶۔۔۔۔۔ منشی جوالا سہائے، وقائع راجپوتانہ (جلد سوم)، مفید عام پریس آگرہ، (سن اشاعت ندارد)، ص ۴۳۱۔

۷۷...... ڈاکٹر ابوالفیض عثمانی، راجستھان میں اردو زبان و ادب کے لیے غیر مسلم حضرات کی خدمات، ۱۹۸۵ء، جمال پرنٹنگ پریس دہلی، ص ۲۳۰۔

۷۸...... ڈاکٹر ابوالفیض عثمانی، راجستھان میں اردو زبان و ادب کے لیے غیر مسلم حضرات کی خدمات، ۱۹۸۵ء، جمال پرنٹنگ پریس دہلی، ص ۲۳۱۔

۷۹...... ڈاکٹر ابوالفیض عثمانی، راجستھان میں اردو زبان و ادب کے لیے غیر مسلم حضرات کی خدمات، ۱۹۸۵ء، جمال پرنٹنگ پریس دہلی، ص ۲۳۲۔

۸۰...... اس کا اصل نسخہ سید منظور الحسن برکاتی الشفا منزل ٹونک کے پاس محفوظ ہے۔

۸۱...... ڈاکٹر عزیز اللہ شیرانی، راجستھان کی اردو صحافت میں ٹونک کا حصہ (مضمون) جنرل اے پی آر آئی، ٹونک، جلد ۸، ۱۹۹۰ء، ناشر عربک اینڈ پرشین ریسرچ انسٹیٹیوٹ ٹونک، ص ۴۴، ۶۶۔

۸۲...... ڈاکٹر عزیز اللہ شیرانی، راجستھان کی اردو صحافت میں ٹونک کا حصہ (مضمون) جنرل اے پی آر آئی، ٹونک، جلد ۸، ۱۹۹۰ء، ناشر عربک اینڈ پرشین ریسرچ انسٹیٹیوٹ ٹونک، ص ۶۷۔

۸۳...... ڈاکٹر عزیز اللہ شیرانی، راجستھان کی اردو صحافت میں ٹونک کا حصہ (مضمون) جنرل اے پی آر آئی، ٹونک، جلد ۸، ۱۹۹۰ء، ناشر عربک اینڈ پرشین ریسرچ انسٹیٹیوٹ ٹونک، ص ۶۹، ۷۰۔

باب ہفتم

ریاست ٹونک کے علمائے کرام کی تحریک آزادی اور پاکستان میں علمی و دینی خدمات

فصل اوّل

(۱) تحریک آزادی میں علمائے ٹونک کا حصہ

فصل دوم

(۱) پاکستان کے مختلف شہروں میں علمائے ٹونک کی خدمات

حواشی و حوالہ جات

باب ہفتم

ریاست ٹونک کے علمائے کرام کی تحریک آزادی اور پاکستان میں علمی و دینی خدمات

فصل اول

(۱) تحریک آزادی میں علمائے ٹونک کا حصہ

تحریک آزادی میں

علمائے ٹونک کا حصہ

پرتگالی، فرانسیسی بالخصوص برٹش حکومت نے ہندوستان کی مغل حکومت کو ختم کرنے اور اپنے اقتدار و تسلط کو وسیع تر مستحکم کرنے کے لیے جو سازشیں کیں غداریاں کیں اور تیر و تبر و توپ و تفنگ چلائے اور اس کا نشانہ صرف مغل حکومت تھی بلکہ اس کا نشانہ وہ علماء و دانشور بھی تھے جو غیر ملکی اقتدار اور فرنگی آمریت کے خلاف اپنے دلوں میں شدید نفرت کا جذبہ رکھتے تھے اور فرنگیوں کی ہندوستان میں آمد اور ان کے پھیلاؤ اور غلبہ کو ہندوستان کی رواداری یکجہتی اور پُرامن معاشی زندگی کے لیے خطرناک اور سم قاتل سمجھتے تھے۔ جیسا کہ تاریخ کے اوراق شاہد ہیں کہ حضرت مولانا شاہ ولی اللہ صاحب قدس سرہٗ العزیز کے مکتب فکر کے تربیت یافتہ علماء نے ابتدا ہی سے اس خطرہ کو بھانپ لیا تھا اور ملک و ملت کی آزادی و حفاظت کے لیے حق و صداقت اور جدوجہد کا علم بلند کیا تھا اور وہ ایسی ہر تحریک اور طاقت کے خلاف کمربستہ ہو کر میدان عمل میں کود پڑے تھے جس کی زد براہِ راست یا درپردہ اسلام، شعائر اسلام اور وطن کی داخلی سلامتی و آزادی پر پڑتی تھی۔ (۱)

حضرت سید احمد شہیدؒ (۱۸۳۱ء) کی تحریک حریت، ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی مولانا فضل حق خیرآبادیؒ کی جدوجہد، حضرت مولانا قاسم نانوتوی و حضرت مولانا رشید احمدؒ جیسے علمائے حقانی کی مساعی اور پھر ۱۹۰۵ء سے ۱۹۱۶ء تک شیخ الہند مولانا محمود الحسن کے سیاسی کارنامے اپنے اپنے عہد اور دور میں سب اسی جذبہ کا مظہر اور پیداوار تھے۔ اللہ تعالیٰ جنت الفردوس میں مقام رفیع عطا فرمائے، حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو جن کی مخلصانہ جدوجہد اور سرگرم مساعی سے استخلاص وطن اور

فرنگی استعماریت کے خلاف تحریک نے ہند اور بیرون ہند کے زعماء امراء اور علماء کو بیدار کیا اور ان میں جوش و ولولہ پیدا کر کے انہیں جہاد آزادی کے لیے آمادہ کیا۔ یہ کوششیں کس حد تک بارآور ہوئیں اور ان کا انجام کیا ہوا......؟ اس سے یہاں بحث نہیں، بتانا یہ ہے کہ ان تمام تحریکات کا سلسلہ ایک دوسرے سے اس طرح مربوط رہا کہ تاریخ آزادی کا مؤرخ ان کو ایک دوسرے جدا نہیں کر سکتا۔ ان تمام تحریکات اور کوششوں کا ثمرہ ۱۹۴۷ء میں ظاہر ہوا اور ہمارے ملک کو غیر ملکی اقتدار سے نجات ملی، بہر حال یہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ آزادی ملک کی اس نعمت عظمٰی کے حصول میں ہمارے اسلاف بڑی بڑی آزمائشوں، قربانیوں اور نہ صرف قید و بند کی صعوبتوں سے دوچار ہوئے بلکہ دار و رسن تک پہنچے۔ ان مجاہدین آزادی نے جانی و مالی بے مثال قربانیاں دی ہیں تب جا کر عروس آزادی سے ہم کنار ہوئے (راقم)

جنگ عظیم اوّل (۱۹۱۴ء) شروع ہو جانے سے دنیا کا امن تہ و بالا ہو چکا تھا اور برطنوی حکومت جنگ کی پریشانیوں میں گھر گئی تھی اور خلافت عثمانیہ کے خلاف اعلانِ جنگ کرنے کی وجہ سے مسلمانان ہند کے جذبات انگریزوں کے خلاف بھڑکے ہوئے تھے۔ ان حالات سے فائدہ اٹھاتے ہوئے شیخ الہند مولانا محمود الحسن (صدر مدرس دیوبند) نے آزادی وطن کی ایک انقلابی منصوبہ تیار کیا۔ وہ چاہتے تھے کہ ترکی کی افواج کو افغانستان کے راستے ہندوستان پر حملے کی ترغیب دی جائے۔

چنانچہ آپ کی ہدایت پر ۱۹۱۵ء میں کالجوں کے بعض پُر جوش طلبہ اور بعض ہندوستانی انقلابی کابل افغانستان میں جمع ہو گئے تھے اور شیخ الہند محمود الحسن نے اپنے شاگرد خاص مولانا عبید اللہ سندھی کو بھی کابل بھیج دیا (۱۹۱۵ء) ان سب نے مل کر ایک عارضی ہندوستانی حکومت قائم کر لی۔ شیخ محمود الحسن حجاز تشریف لے گئے مولانا عبید اللہ سندھی نے مولانا محمود الحسن کو کابل کے حالات سے باخبر رکھنے کے لیے ایک تحریر روانہ کی۔ انہوں نے ریشمی رومالوں میں عربی زبان میں یہ تحریر کشیدہ کاری کے طریقہ پر رقم کر دی (اسی بنا پر اس تحریک کو ::ریشمی رومال تحریک'' کہا جاتا ہے) حاجیوں کے ذریعہ انہوں نے یہ رومال حجاز بھیجے مگر انگریزی جاسوسوں کو اس کی خبر ہوگئی اور انہوں نے راستہ ہی میں اس کو حاصل کر لیا۔ ہندوستان میں بڑے پیمانہ پر گرفتاریاں عمل میں آئیں۔ مولانا محمود الحسن کو انگریزوں نے جزیرہ مالٹا میں نظر بند کر دیا۔ یہ تحریک اگرچہ مخفی تھی مگر ہندوستان میں سیکڑوں افراد کسی نہ کسی طرح اس سے متاثر ہوئے اور بہت سوں نے جان اور مال کی قربانی دی۔ اسلامی افکار و نظریات کو بہر کیف فروغ حاصل

اختتام:...... ختم اللہ لنا بالحسنیٰ بجاہ المصطفیٰ

ترقیمہ شارح:...... من اللہ الملک العظیم العلام

ترقیمہ کاتب:...... تمت الرسالۃ وقت الضحیٰ یوم الخمیس ۱۰۱۲ھ/۱۶۰۳ء

(۵۴)- ارشاد القاری

مولوی قاری تراب بن قاری ابراہیم مصطفیٰ

✓ اوراق = ۱۲۴ ✓ سائز = ۱۱x۲۰

✓ سطور = ۱۹ ✓ کاتب = x

✓ خط = شکست ✓ تاریخ کتابت = تیرہویں صدی ہجری

کتاب ہٰذا پانچ بابوں پر مرتب ہے اور ہر باب میں پانچ فصول ہیں جن میں قرائت کے مسائل بیان کیے گئے ہیں۔ مرتب کتاب نے اپنے والد کے نام پر اس کتاب کا نام ارشاد القاری رکھا۔ حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہٗ کے مزار پر اس کتاب کی ترتیب شروع کی اور ذی الحجہ ۱۰۷۷ھ/ ۱۶۶۶ء میں حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار مبارک پر پانچ سال کی مدت میں اس کتاب کی تکمیل ہوئی۔ چونکہ آپ آل عباس کے پانچویں امام مانے جاتے ہیں اسی مناسبت سے اس کتاب کو پانچ باب اور ہر باب کو پانچ فصول پر ترتیب دیا گیا (۳۱)

پیش نظر نسخہ مادھوپوری دبیز کاغذ پر لکھا ہوا اچھا نسخہ ہے۔ آخر کے دو ورق ناقص تھے اسی وجہ سے اصل کاتب اور تاریخ کتابت کا صحیح پتہ نہیں چل سکا، البتہ آخر کے دو ورق کی کتابت کسی سید برہان علی صاحب نے کر کے اس کتاب کی تکمیل کی۔

ابتداء:...... حمد بے حد و ثنائے بے عد مر حضرت قادرے و حکیمے را، الخ

اختتام:...... بحق محمد و آلہ الکرام

ترقیمہ:...... امیدوار بدعائے خیر یاد دارند

تحریکات سے باخبر رہنے کے لیے اخبار بینی کا ذوق رکھتا تھا اور اخبارات کا مطالعہ کرتا رہتا تھا۔ تم سیاسی اخبارات جن کے داخلے پر پابندی نہ تھی ان کے نام جاری تھے لیکن ایسے اشخاص کی وفاداری بھی حکومت کی نظر میں مشکوک تھی جس پر اس قسم کا ذرا بھی شبہ ہو جاتا کہ اس کا تعلق کسی سیاسی تحریک یا تنظیم سے ہے یا اس کا رابطہ کسی بیرونی سیاسی شخصیت سے ہے، وہ عتاب شاہی کا شکار ہو جاتا تھا اور ریاست بدر کر دیا جاتا تھا، یا اسیر زنداں بنا دیا جاتا تھا۔ (۴)

غرض کہ یہ حالات تھے جب کہ ''تحریک شیخ الہند'' سے متعلق رازدارانہ انداز میں پیغامات ٹونک پہنچے تو اس پر حضرت شیخ الہند سے عقیدت و تعلق رکھنے والے جن اولوالعزم، سرفروش، جاں باز علمائے حق نے لبیک کہا اور جو استخلاص وطن کی خاطر ہر قسم کی راحتوں و آسائشوں کو تج کر سربکف میدان میں نکل کھڑے ہوئے ان میں سے بہت سوں کے حالات پر تو گمنامی کا پردہ پڑا ہوا ہے اور ان کے کارنامے اتنے منتشر و پراگندہ ہیں کہ ان کی جمع و ترتیب اپنے لیے ایک مستقل وقت اور مستقل تصنیف کی طالب ہے۔ البتہ چند ایسے مجاہدین کا اس مقالہ کے اس باب میں تفصیلی تعارف کرایا جا رہا ہے جن کا ذکر اس تحریک سے متعلق تاریخی تذکروں اور یادداشتوں میں آیا ہے۔

اس سلسلہ کی سب سے پہلی شخصیت مولانا سیف الرحمٰن صاحب (متوفی ۱۹۴۹ء) کی ہے وہ نہ صرف شیخ الہند کی تحریک کے حامی اور معاون تھے بلکہ وہ اس تحریک کے روح رواں سرگرم کارکن اور اس مشن کے ممتاز ممبر و رہنما تھے، ان کو ہندوستان پر انگریزی اقتدار سے آزادی حاصل کرنے کے لیے جہاد کا جذبہ اگرچہ دل میں رکھتے تھے لیکن ریاستی باشندہ ہونے کے باعث خاموش تھے۔ وقت، حالات اور موقعہ کے انتظار میں تھے۔ شیخ الہند کی اس تحریک کو انہوں نے ضمیر کی آواز سمجھا اور بلا تردد اس میں شریک ہو گئے۔ وہ اگرچہ اصلاً قندھاری افغان تھے لیکن تحصیل علم کے بعد سے ٹونک میں سکونت پذیر ہو گئے تھے اور یہاں درس کا سلسلہ جاری کر رکھا تھا۔ ابتداء گھر پر ہی طلبہ کو درس دیا کرتے تھے۔ کچھ دنوں بعد جب نواب ابراہیم علی خاں والی ٹونک کے بھائی صاحبزادہ عبدالرحیم خاں نے درس نظامیہ عربیہ کی تعلیم کے لیے مسجد قافلہ میں مدرسہ ناصریہ کے نام سے مدرسہ قائم کیا تو مولوی سیف الرحمٰن صاحب اس کے مدرس اوّل مقرر ہوئے اور مولانا حیدر حسن خاں (متوفی ۱۹۴۲ء) مدرس دوم مقرر ہوئے۔ (۵) مولوی سیف الرحمٰن صاحب کی شادی مولوی دوست محمد خاں درانی کی صاحبزادی سیدہ بی سے ہو چکی تھی۔ مولوی دوست محمد خان درانی ٹونک میں اس وقت عدالت العالیہ شرع شریف کی نظامت

پر فائز تھے ان کا شمار ٹونک کی ذی عزت شخصیتوں اور جید علماء میں ہوتا تھا۔ وہ صاحب تصانیف عالم تھے۔ عربی، فارسی اور اردو تینوں زبانوں میں ان کی متعدد تصانیف یادگار ہیں جو ان کے تبحر علمی کی روشن دلیل ہے۔ مولوی دوست محمد خاں کو حضرت مولانا عبدالحق خیر آبادی سے بھی تلمذ کا شرف حاصل تھا۔ مولانا عبدالحق خیر آبادی جب ٹونک کے دوسرے حکمراں نواب وزیر الدولہ کے عہد میں یہاں قیام پذیر تھے اور یہاں درس و تدریس کا شغل جاری کر رکھا تھا اس زمانہ میں مولانا دوست محمد خاں نے بھی ان سے استفادہ کیا تھا۔ مولانا سیف الرحمٰن اور ان کے خسر مولانا دوست محمد خاں کا معمول تھا کہ وہ روزانہ عصر کی نماز کے بعد مسجد قافلہ کی سہ دری میں نشست رکھا کرتے تھے۔ شہر کے دوسرے اہل علم اور ارباب عزت و اقتدار بھی اس مجلس میں شریک ہوتے تھے، مختلف علمی، ادبی اور سیاسی موضوعات پر گفتگو رہتی تھی۔ سیف الرحمٰن صاحب بڑے سادہ مزاج، خلیق، ذکی و فہیم، مرجع عوام و خواص بزرگ تھے۔ مولانا سیف الرحمٰن اور حضرت شیخ الہندؒ دونوں ایک ہی درسگاہ کے تربیت یافتہ تھے، دونوں کو ہی حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ سے تلمذ کا شرف حاصل تھا۔ طالب علمی کے زمانے میں دونوں ایک دوسرے کے خیالات، جذبات، نظریات اور سیاسی افکار سے واقف و آشنا تھے اور باہم عقیدت و محبت کے تعلقات رکھتے تھے۔ جب حضرت شیخ الہندؒ نے اپنی تحریک کا باضابطہ آغاز کیا اور مکمل پروگرام بنایا تو سب سے پہلے آپ کی نظر انتخاب اپنے رفقاء اور تلامذہ و عقیدتمندوں پر پڑی۔ (۶)

مولانا سیف الرحمٰن اس وقت ٹونک کے مدرسہ ناصریہ سے سبکدوشی حاصل کر کے مدرسہ فتحپوری دہلی میں مدرسی کے فرائض انجام دے رہے تھے۔ اور ٹونک کی ریاستی فضا اور ماحول سے نکل کر ہندوستان کی آزاد فضا اور ماحول میں پہنچ گئے تھے۔ شیخ الہندؒ دیوبند سے دہلی آئے اور مولانا سیف الرحمٰن صاحب سے اپنے پروگرام کے بارے میں مشورے کیے اور انہیں یاغستان کے سفر کے لیے آمادہ کیا (۷)

مولانا سیف الرحمٰن صاحب کی اس تحریک کے سلسلہ میں جدو جہد اور ان کے پروگرام و حالات کے بارے میں شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ ''نقش حیات'' میں تحریر فرماتے ہیں......

''مولانا سیف الرحمٰن صاحب اصل میں قندھاری افغان ہیں،
ان کے آباو اجداد پشاور کے پاس رہنے لگے تھے۔ انہوں نے
حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ سے علم حدیث شریف حاصل کیا تھا۔

عرصہ دراز تک ریاست ٹونک میں تعلیم و تدریس کی خدمات انجام
دیتے رہے، آخر میں مدرسہ فتحپوری دہلی میں مدرس اوّل ہو گئے اور
اس عہدہ کے فرائض انجام دیتے رہے۔ حضرت شیخ الہند نے ان کو
ہم خیال بنایا اور اپنے مشن کا ممبر بنا کر مرگز یاغستان بھیجا۔ اور
لوگوں میں وعظ و تبلیغ عرصہ تک کرتے اور ان کو جہاد آزادی پر
آمادہ کرتے رہے۔ مقرر بہت اعلیٰ درجہ اور نہایت ذہین اور
صاحب علم و عمل تھے۔ ان کے وعظ و تلقین سے بہت زیادہ لوگوں میں
تاثر و جوش پیدا ہوا۔ چونکہ وہ اپنی ملازمت چھوڑ کر بامر حضرت شیخ
الہند رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ یاغستان گئے تھے اس لیے جب تک حضرت
شیخ الہندؒ ہندوستان میں رہے ان کے مصارف کے لیے ماہ بماہ حسب
استطاعت متکفل رہے۔ شکست ہونے کے بعد کابل چلے گئے۔ امیر
حبیب اللہ خاں کے آخر زمانے میں انگریزی حکومت کے پروٹسٹ پر
مولانا منصور اور مولانا سیف الرحمٰن کابل سے یاغستان روانہ کر
دیئے گئے۔ جلال آباد تک دونوں ساتھ رہے۔
مولانا سیف الرحمٰن صاحب کو جلال آباد میں برٹش افغانوں نے
اپنی معیت میں لے لیا۔ اب وہ مستوفی الممالک کے ساتھ رہنے
لگے۔ امیر حبیب اللہ خاں کی آخری حکومت تک وہ مستوفی الممالک
کے ساتھ رہے۔ سردار امان اللہ خاں صاحب کے عہد میں آزاد
ہو کر کابل پہنچے اور بڑے عہدے پر فائز رہے(۸)

ریشمی خطوط سازش کیس کے محفوظ رکارڈ میں ۱۹۶ر کے تحت (ریشمی رومال تحریک سازش پر انگریز حکومت نے جو کیس تیار کیا اس میں لوکل گورنمنٹ کی شق نمبر ۱۹۶) مولانا سیف الرحمٰن کا تعارف اور ان کی جدوجہد کا ذکر اس طرح ہے......

''سیف الرحمٰن ولد غلام احمد خاں ساکن متھرا تھانہ شنکر گڑھ شمالی
مغربی سرحدی صوبہ، مولانا محمود الحسن نے جہاد کی جو سازش تیار کی
تھی اس میں ایک اہم ترین شخص ہے۔ سیف الرحمٰن درانی خاندان کا

ہے۔ اس کا خاندان کابل کا ہے۔ ترک وطن کر کے پشاور آیا اور اسی ضلع میں سکونت پذیر ہوگیا۔ علی گڑھ میں مولوی لطف اللہ سے مذہبی تعلیم حاصل کرنے کے بعد سیف الرحمٰن بالآخر شاہ پور کے اسلامیہ اسکول کا ہیڈ ماسٹر بن گیا۔ اس کے بعد وہ ریاست ٹونک پہنچا اور ایک ریاستی اسکول میں ملازمت اختیار کرلی۔ تقریباً پانچ برس ہونے سیف الرحمٰن دہلی چلا گیا اور مسجد فتحپوری کے اسکول کا ہیڈ ماسٹر بن گیا۔ جون ۱۹۱۵ء تک وہ دہلی میں رہا جبکہ مولانا محمود الحسن، عبیداللہ اور ابوالکلام آزاد کی اسکیموں کے تحت سرحد پار کر گیا۔ وہ حاجی صاحب ترنگ زئی پر اثر ڈال کر ان سے غلط اقدامات کراتا رہا جن کا وہ خود ہی سیکریٹری بن گیا تھا۔ سیف الرحمٰن کے اثر سے حاجی صاحب ہمیشہ آزاد قبائل اور مجاہدین میں تعصب کا جوش پیدا کرنے میں سرگرمی سے مصروف رہتا ہے۔ ۱۹۱۵ء میں سرحد پر جو لڑائیاں ہوئیں ان کی ذمہ داری بڑی حد تک اس پر ہے اب وہ کابل میں ہے جنود ربانیہ کی فہرست میں میجر جنرل ہے۔ حضرت مولانا کے نام عبیداللہ کے خطوط میں بھی اس کا ذکر ہے''

جون ۱۹۱۵ء میں مولوی سیف الرحمٰن جو فتحپوری مسجد میں استاد تھے اچانک غائب ہوگئے بعد میں معلوم ہوا کہ وہ شمالی مغربی سرحد کو عبور کر کے آزاد علاقہ میں پہنچ گئے ہیں۔ وہ فوراً حاجی صاحب ترنگزئی سے وابستہ ہوگئے۔ وہ ضلع پشاور کا ایک پُرجوش لیکن بااثر ہندوستانی تھا اور ہجرت کر کے آزاد علاقہ میں آ گیا تھا۔ اس نے حاجی صاحب کو مجبور کیا کہ علم جہاد بلند کرنے کی انتھک کوشش میں سرحد کا دورہ کریں۔ وہ کامیاب رہا اس کا ثبوت ان واقعات سے مل گیا جن کے نتیجہ میں ۱۵ راگست ۱۹۱۵ء کو رستم کے مقام پر جنگ ہوئی جس میں کئی متعصب ہندوستانی کام آئے۔ اس کے بعد ہماری سرحدوں پر رہنے والے قبائل کی بے چینی اور شورش بھی حاجی صاحب کی کوششوں کا نتیجہ تھی۔ (۹)

مولانا عبیداللہ سندھی اپنی کتاب ذاتی ڈائری میں رقمطراز ہیں......

''اس عرصہ میں ہمارے بعض دوست دیوبند سے بھی پہنچ گئے،

جن میں سے مولانا منصور الانصار، جمعۃ الانصار ہیں، ہم دونوں ساتھ سفر کر چکے تھے اور مولانا سیف الرحمٰن دہلی سے یاغستان ہوتے ہوئے کابل پہنچے۔ ان لوگوں کے مشورے سے ہم نے کام کرنے والوں کی ایک جماعت بنوائی جسے جنود الہند کہا جاتا ہے'' (۱۰)

اس میں اگر عسکریت تھی تو اسی قدر جتنی سالویش آدمی میں موجود ہے اس نظام سے ہم نوجوانوں کی باہمی رقابتوں کو دور کر سکے اور انہیں مغرور طالب علموں کے مکروہ نام سے نجات دلانے میں کامیاب ہوئے۔ سرحد میں حاجی ترنگزئی کے آنے پر افغانی مجاہدین کی ایک جماعت پیدا ہوگئی۔ حاجی ترنگزئی چونکہ حضرت شیخ الہند کے خاص دوستوں میں سے تھے ان کے ساتھیوں میں بہت سے لوگ دیوبند کے پڑھے ہوئے تھے اس لیے جب ان کے وکلاء کابل آئے تو وہ بھی جنود الہند میں شامل ہو گئے''

''مولانا سیف الرحمٰن تحریک کی ناکامی کے بعد کابل چلے گئے تھے۔ وہاں امان اللہ خاں کے عہد میں معزز خدمات پر مامور رہے۔ ہند کی آزادی کے بعد پشاور چلے گئے اور وہیں رہے۔ گاؤں متھرا تھانہ میں ۱۹۴۹ء میں وفات پائی۔ پشاور میں آپ کی اولاد اور متعلقین آج بھی موجود ہیں''

مولانا سیف الرحمٰن صاحب کے بعد اس سلسلہ میں دوسرا اہم نام مولوی عبدالکریم خاں سرونجی کا آتا ہے''

ریشمی خطوط کی ڈائریکٹری مشمولہ کتاب تحریک شیخ الہند میں مرقوم ہے......

''عبدالکریم سرونج ریاست ٹونک میں کھالوں کا ایک خوش حال بیوپاری ہے۔ یہ بھی ان تیرہ منحرف اشخاص میں ایک ہے جو مولانا محمود الحسن کے ہمراہ ستمبر ۱۹۱۵ء میں عربستان گئے تھے۔ عبدالکریم مولانا محمود الحسن کا پُر جوش پیرو ہے۔ شاید وہ بھی مرتضیٰ حسن وغیرہ کے ہمراہ واپس آ گیا تھا'' (۱۱)

ٹونک کی تاریخ کی ورق گردانی اور پرانے واقف کار لوگوں کی زبانی معلوم ہوتا ہے (مولانا منظور الحسن برکاتی صاحب جن کی تاریخ اور حالات ٹونک پر گہری نظر ہے، حال مقیم شفا منزل ٹونک) کہ یہ مولوی عبدالکریم خاں، مولوی عبدالرحیم خاں ملتانی کے فرزند تھے۔ ٹونک کے پرگنہ قصبہ سرونج میں چمڑے کا کاروبار کرتے تھے۔ بڑے خوش حال اور فارغ البال تھے۔ ان کی ذات بہت سی خوبیوں کی جامع تھی۔ یہ بڑے پاک باطن، صاف طینت، نیک سیرت، سخی دست اور ہمدرد قوم وملت انسان تھے۔ حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسنؒ اور علمائے دیوبند سے بڑی عقیدت ومحبت رکھتے تھے۔ شیخ الہند سے نسبت ارادت بھی حاصل تھی (۱۲)

سید امین اللہ خاں ایڈووکیٹ سرونجی نے ان کے حالات پر ایک تفصیلی مقالہ لکھا ہے جو رسالہ دارالعلوم دیوبند کے شمارہ میں شائع ہوا ہے، اس مقالہ میں امین اللہ خاں لکھتے ہیں کہ......

''مرحوم کو اپنے عہد کے ممتاز ترین برگزیدہ بزرگوں کی صحبت اور رفاقت کا بھی موقع ملا تھا جن میں حضرت شیخ الہندؒ، حضرت تھانوی، حضرت مولانا سید محمد انور شاہ صاحبؒ، حضرت مولانا عزیز الرحمٰن صاحب، مفتی حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب، مولانا حافظ محمد صاحب اور حضرت مولانا اصغر حسین صاحب قابل ذکر ہیں۔ جن سے وقتاً فوقتاً مرحوم موصوف حصول نیاز کے لیے تشریف لے جاتے تھے اور ہدایا وتحائف بھی بھیجتے رہتے تھے۔ بارہا سرونج کے مشہور زری کے جوتے، ٹونک کے مشہور خربوزے، ٹوپے اور کمریاں حضرت شیخ الہند کے لیے، حضرت شاہ صاحب کے لیے بھیجے جن کے شکریہ کے خطوط میری نظروں سے بھی گزرے ہیں'' (۱۳)

آگے چل کر لکھتے ہیں ......

''مولانا سیف الرحمٰن صاحب اور دوسرے مجاہدین کے یاغستان روانہ ہونے کے بعد جب ملک میں حالات نے خطرناک صورت اختیار کرلی اور حکومت بوکھلائی ہوئی تھی اور معمولی شبہ پر بھی گرفتار کر کے نظر بند کر رہی تھی۔ حضرت شیخ الہند کے متعلق سی آئی ڈی کی

اطلاعات خود ہندوستان میں اور سرحد یاغستان میں بہت زیادہ خطرناک تھیں، اس لیے بڑی نگرانی ہو رہی تھی۔ ڈاکٹر مختار انصاری مرحوم نے اسی وجہ سے زور دیا تھا کہ آپ جلد از جلد انگریزی عمل داری سے نکل جائیں۔ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے حجاز جانے کا ارادہ کرلیا، پہلے سے کوئی تذکرہ نہ تھا، فوراً روانہ ہوگئے'' (۱۴)

حضرت شیخ الہندؒ نے اس سفر حجاز میں اپنے جن معتمد باصلاحیت رفقاء مریدین اور معتقدین کو اپنے ہمراہ لیا ان میں مولوی عبدالکریم صاحب بھی تھے۔ کیونکہ آپ بھی تحریک کے زبردست حامی تھے۔ اور شیخ الہند سے بہت زیادہ قریب تھے جیسا کہ ریشمی خطوط کی ڈائریکٹری کے مندرجہ بالا اقتباس سے بھی ظاہر ہوتا ہے۔

تاریخ روانگی ۱۸ر ستمبر ۱۹۱۵ء اور جہاز کا نام ایس ایس اکبر درج ہے۔ مولوی عبدالکریم صاحب کی واپسی کے بارے میں تحریر ہے کہ ان کی واپسی مولانا محمد میاں اور مرتضیٰ حسن کے ہمراہ ہوئی۔ مرتضیٰ حسن کی واپسی کی تاریخ ۱۶ر فروری ۱۹۱۶ء اسی رکارڈ میں مندرج ہے۔ اس اعتبار سے مولوی عبدالکریم صاحب کے عرب میں قیام کی مدت تقریباً پانچ ماہ ہوتی ہے۔ اسی زمانہ میں آپ حضرت شیخ الہند کی رفاقت و قیادت میں حج بیت اللہ کی سعادت سے بھی بہرہ ور ہوئے۔ ہندوستان واپسی کے بعد آپ اپنے وطن سرونج میں تجارت اور دوسرے کاروبار کے ساتھ قومی وملی اور اصلاحی کاموں میں آخر وقت تک مشغول رہے۔ حضرت شیخ الہند کی رفاقت سفر، اور ان کی تحریک سے متعلق جدوجہد کے واقعات آپ بڑی دلچسپی اور ذوق وشوق کے ساتھ اپنے حلقہ احباب میں بیان کیا کرتے تھے۔ واپسی کی اطلاع جب ریاست کے محکمۂ پولیس اور سی آئی ڈی کو ملی تو ایس ٹی ہالپس انگریز جو اس وقت ریاست میں جنرل انسپکٹر پولیس تھا وہ خود ان سے ملنے اور تفتیش حالات کی غرض سے سرونج گیا اور ان سے ملا۔

مولوی عبدالکریم صاحب نے نوے سال کی عمر میں ۲۲ر ربیع الاول ۱۳۷۶ھ (۱۹۵۷ء) کو سرونج میں وفات پائی (۱۵)۔

ان کی وفات پر رسالہ دارالعلوم میں مولانا ازہر شاہ قیصر نے ذیل کا تعزیتی نوٹ شائع کیا......

''مولانا عبدالرحمٰن صاحب مفتی محکمہ امور مذہبی بہاولپور نے حضرت مہتمم صاحب مدظلہ کو اطلاع دی کہ ان کے والد ماجد مولوی

عبدالکریم صاحب نے ۲۲؍ربیع الاوّل ۱۳۷۵ھ کو سرونج میں انتقال فرمایا۔ مرحوم حضرت شیخ الہند سے بیعت تھے۔ ۱۳۳۳ھ میں ان کے ساتھ حج بیت اللہ کے لیے تشریف لے گئے تھے۔ حضرت مولانا حافظ محمد احمد صاحب اور حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب عثمانی سے ان کے اس درجہ کے تعلقات تھے کہ ہر دو بزرگوں کی خصوصی دعوت پر حضرت مولانا محمد طیب صاحب مدظلہ کی شادی میں اپنے افراد خاندان کے ساتھ شریک ہوئے تھے۔ بزرگان دیوبند سے آپ کو والہانہ تعلق تھا۔ نماز اور دوسرے فرائض دینی کے ساتھ سنن و نوافل تک کے پابند تھے۔ ۹۰؍سال کی عمر میں آپ نے وفات پائی، دارالعلوم، مولانا عبدالرحمٰن صاحب اور دوسرے لواحقین کی خدمت میں تعزیت مسنونہ پیش کرتا ہے اور مرحوم کی مغفرت اور رفع درجات کے لیے دست بدعا ہے''(۱۶)

مولوی عبدالکریم صاحب کا خاندان ٹونک میں ہمیشہ معزز و ممتاز رہا ہے۔ ان کے پدر بزرگوار مولوی عبدالرحمٰن خاں ملتانی ٹونک کے تیسرے فرمانروا نواب محمد علی خاں کے عہد حکومت میں ٹونک کے پرگنہ ''پڑاوہ'' کے نائب ناظم (ڈپٹی کلکٹر) کے عہدہ پر فائز رہے۔ مولوی عبدالرحمٰن ملتانی کے مولوی عبدالکریم صاحب کے علاوہ دو فرزند اور تھے، فیض اللہ خاں اور مولوی عبدالرحیم خاں کشتہ، مولوی عبدالرحیم کشتہ اردو فارسی کے بڑے قادر الکلام شاعر تھے۔ عرصہ تک بھوپال میں رہے اور آخر میں ٹونک کے ایک دوسرے پرگنہ ''چھبڑا گوگور'' آ گئے تھے۔ ''چھبڑہ گوگور'' سے قریب قصبہ گونہ میں ان کا انتقال ہوا۔ اور فیض اللہ خاں نے حیدرآباد میں وفات پائی۔ مولوی عبدالکریم صاحب نے دو شادیاں کی تھیں۔ پہلی شادی میرٹھ میں، ان کے بطن سے دو فرزند مولوی عبدالرحمٰن خاں اور فیض اللہ خاں ہوئے۔ فیض اللہ خاں کا ٹونک میں انتقال ہوا۔ مولوی عبدالرحمٰن خاں نے بہاولپور پاکستان میں ۵؍اگست ۱۹۶۳ء میں وفات پائی۔ مولوی عبدالرحمٰن خاں بڑے قابل، روشن خیال مدبر اور سیاست داں انسان تھے۔ ایک عرصہ تک ریاست ٹونک کے محکمہ عدالت شرع شریف کے مفتی رہے۔ سیاسی تحریکات میں حصہ لینے کے باعث قید و بند کی مصیبتیں جھیلیں۔ نواب سعادت علی خاں پانچویں والی ریاست کے زمانہ میں ان کی سیاسی تحریکات جن کو اس دور میں ''سازشوں'' سے تعبیر کیا جاتا تھا، بڑے شباب پر

تھیں۔ ایک زمانہ میں انہوں نے خفیہ خطوط نگاری کی تحریک جاری کر رکھی تھی۔ اور ریاست و رئیس اور ریاست کے حکام کے خلاف مطبوعہ وغیر مطبوعہ اشتہارات ڈاک کے ذریعہ ریاست کے آفیسران اور معززین شہر کے نام آیا کرتے تھے۔ ۱۹۵۱ء میں پاکستان ہجرت کر آئے تھے۔ بہاولپور میں محکمہ امور مذہبی میں آخر دم تک افتاء کے عہدہ پر فائز رہے۔ مولانا عبدالرحمٰن خاں دارالعلوم دیوبند سے فارغ تھے اور حضرت شیخ الہند سے حدیث شریف پڑھی تھی۔ مولانا مناظر احسن گیلانی حدیث میں آپ کے شریک درس رہے تھے۔ شعروسخن سے بھی ذوق رکھتے تھے، رسؔا تخلص تھا۔ مولوی عبدالکریم صاحب کی دوسری اہلیہ مولوی عبدالمالک صاحب کی بھانجی تھیں۔ ان سے دو فرزند اور تین دختر تولد ہوئیں۔ ایک دختر کی شادی مرزا مصطفیٰ بیگ صاحب سے ہوئی۔ مرزا مصطفیٰ بیگ صاحب کا شمار ٹونک کے قابل و مدبر اہلکاروں میں ہوتا ہے۔ ان کا خاندان ریاست کے ہر دور میں معزز و ممتاز رہا ہے، ان کے والد مرزا قاسم بیگ صاحب بعہد نواب ابراہیم علی خاں و نواب سعادت علی خاں پرگنات میں ناظم رہے۔ خود مرزا مصطفیٰ بیگ صاحب ایک عرصہ تک نظامت صدر ٹونک کے ناظم رہے۔ ریاست ٹونک کا راجستھان میں انضمام ان ہی کے دور نظامت میں ہوا۔ دوسری دختر کا عقد نواب آف گوڑیہ عبدالمجید خاں سے ہوا اور تیسری دختر کی شادی بھوپال میں ارمان صاحب سے ہوئی ہے۔ مولوی عبدالکریم خاں کے ایک فرزند مولانا حکیم عبداللہ خاں بھی تھے جو بمبئی میں ایک طبیب حاذق کی حیثیت سے خلق اللہ کی خدمت میں مصروف رہے۔ مولوی عبداللہ خاں نے اعلیٰ تعلیم دارالعلوم دیوبند میں حاصل کی اور علمائے متبحرین و سلف صالحین کی صحبت اٹھائی۔ بڑے خوش نصیب تھے کہ آپ کو حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی، مولانا اعزاز علی، مولانا ابراہیم بلیاوی، مولانا مرتضیٰ حسن، مولانا رسول کابلی، مولانا بدرعالم اور مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاری جیسے باکمال جلیل القدر علماء و اساتذہ سے تلمذ کا شرف حاصل تھا۔ یہ وہ صاحب علم و فضل شخصیتیں تھیں کہ جن کے سینوں میں معارف نبوت کی امانت پوشیدہ تھی۔ زمانہ تعلیم میں نہ صرف اساتذہ کرام، ان کی ذہانت و ذکاوت، فہم و فراست طبیعت کی جودت، بے باکی و جرأت کے معترف رہے ہیں بلکہ دارالعلوم کے دوسرے ارباب حل و عقد وغیرہ بھی آپ کو عزت و وقعت کی نظروں سے دیکھتے تھے اور آپ کی قدر کرتے تھے۔ باوجود بے باکانہ طرز عمل کوئی ان سے ناخوش نہیں ہوتا ھا۔ خانقاہ اشرفیہ سے بھی آپ کا تعلق رہا ہے۔ حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے فیض صحبت پایا تھا۔ مولانا اصل نسل پٹھان تھے۔ پٹھوری (پٹھانوں والی روایات) آپ کی ہر بات اور ہر عمل سے ظاہر ہوتی تھی۔ بڑے شوخ زبان تھے۔ اپنے تیشہ زبان سے بڑے بڑوں کے پندار کو توڑ کر رکھ دیتے

تھے۔ چہرہ مہرہ خاندانی سیادت کا آئینہ دار تھا۔ اگر یہ کہا جائے تو غلط نہ ہوگا کہ ان کا مزاج فقیہانہ، دماغ شاہانہ، وضع قلندرانہ اور رفتار بزرگانہ تھی۔ مولانا کی شادی ٹونک ہی میں ہوئی۔ ان کے خسر مرزا قاسم بیگ صاحب کا شمار ٹونک کے ممتاز ذی وجاہت لوگوں میں ہوتا تھا جیسا کہ اوپر ذکر کیا گیا کہ یہ نواب ابراہیم علی خاں چوتھے فرمانروائے ریاست کے عہد میں ٹونک کے پرگنات میں ناظم رہے تھے۔

اس سلسلہ کی ٹونک سے تعلق رکھنے والی تیسرے شخصیت مولوی فضل الرحمٰن خاں کی ہے (آپ مولوی محمد صاحب کے فرزند تھے، ٹونک ہی میں پیدا ہوئے، اپنے چچا مولوی سیف الرحمٰن سے ابتدائی تعلیم حاصل کی تھ، آپ فضل الرحمٰن عرف کاکا کے نام سے معروف تھے، آپ کے خسر منشی یوسف خان عربی فارسی کے جید عالم تھے) ان کے بارے میں ''تحریک شیخ الہند'' کتاب کے صفحہ ۳۸ / پر ہے......

> ''مولوی فضل الرحمٰن خاں مولوی سیف الرحمٰن کا بھتیجا ہے۔ اس کا باپ (مولوی محمد مفتی) بہت عرصہ تک دہلی میں رہا اور پھر ریاست ٹونک میں متوطن ہوگیا۔ اس نے فتحپوری کے مدرسہ اور نظارۃ المعارف القرآنیہ میں تعلیم پائی ہے۔ ۱۹۱۳ء پنڈت بھوج دت کے اسکول واقع آگرہ میں عربی کا استاد تھا۔ جہاں وہ مقامی ٹرکش ریلیف فنڈ کمیٹی کا ممبر بھی تھا۔ جنگ بلقان کے دوران اس نے روپیہ جمع کرنے میں مدد کی تھی۔ پھر وہ نواکھالی کے مدرسہ احمدیہ میں ہیڈ مولوی بن گیا۔ ۱۹۱۶ء میں دلی کے سینٹ اسٹیفن اسکول میں عربی کا استاد اور بعد میں نظارۃ کے عملہ میں سیکنڈ مولوی مقرر ہوا جہاں اس کی سازش جہاد کے ممبروں سے ملاقات رہتی تھی'' (۱۷)

دراصل مولوی فضل الرحمٰن خاں نے تعلیم و تربیت ٹونک ہی میں پائی تھی، وہ بچپن ہی میں اپنے چچا مولوی سیف الرحمٰن صاحب کے ہمراہ ٹونک آ گئے تھے۔ انہوں نے تعلیم بھی زیادہ تر اپنے چچا ہی سے حاصل کی تھی۔ جب مولوی سیف الرحمٰن صاحب کا تقرر مدرسہ فتحپوری میں ہوگیا اور ٹونک سے دہلی منتقل ہوئے تو یہ بھی ان کے ہمراہ دہلی چلے گئے تھے۔ ان کی شادی منشی یوسف خاں کی دختر سے ہو چکی تھی۔ منشی یوسف خاں عربی و فارسی ادب کے جید عالم تھے اور درس و تدریس ان کا مشغلہ تھا۔ ۱۹۱۵ء میں مولانا سیف الرحمٰن صاحب جب دہلی سے یاغستان جانے لگے تو انہوں نے اپنے اہل و عیال کو ٹونک بھیج دیا تھا

اور وہ ان کے خسر مولوی دوست محمد خاں ناظم عدالت العالیہ شرع شریف کے یہاں رہتے تھے۔ کابل پہنچنے کے بعد جب وہ قاضی العسا کر بنا دیئے گئے اور انہوں نے دیکھا کہ اب حالات ٹھیک ہیں تو اپنے اہل وعیال کو بھی کابل بلالیا۔ ٹونک سے دہلی تک چھوڑنے مولوی سیف الرحمٰن صاحب کے بھانجے مولوی عبدالقادر گئے، اور دہلی سے کابل تک مولوی فضل الرحمٰن خاں اور ڈاکٹر فضل الرحمٰن خاں (جو دہلی طبیہ کالج میں استاد تھے اور بعد میں حیدرآباد دکن میں جامعہ طبیہ عثمانیہ کے پرنسپل ہوگئے تھے) چھوڑنے گئے تھے۔ یہ دونوں حضرات کچھ دنوں کے بعد ہندوستان واپس آگئے تھے۔ مولوی فضل الرحمٰن خاں دہلی میں قرول باغ میں رہا کرتے تھے۔ ۱۹۴۷ء کے ہنگامہ میں جب دہلی اور خاص طور پر قرلباغ کے حالات خراب ہوئے تو یہ ٹونک چلے آئے تھے اور اپنے برادر نسبتی مولانا عبید اللہ خاں ڈی وائی ایس پی کے پاس تقریباً ایک سال مقیم رہے پھر یہاں سے پاکستان چلے آئے اور پشاور میں مولانا سیف الرحمٰن صاحب اور اپنے دوسرے عزیزوں کے ساتھ مستقل سکونت اختیار کی۔ ان کے ایک فرزند محمد خاں کی شادی ٹونک میں صاحبزادہ سردار محمد خاں کی دختر خورد انور جہاں سے غالباً ۱۹۶۰ء میں ہوئی ہے۔ اس طرح اس خاندان کا ٹونک سے رابطہ آج تک قائم ہے (۱۸)

کتاب ''تحریک شیخ الہند'' میں ٹونک سے تعلق رکھنے والی مذکورہ بالا شخصیتوں کے اجمالی ذکر، اور تحریک کے سلسلہ میں ان کی خدمات کے مختصر تذکرہ کے علاوہ تمہ میں جو فہرست ایسے اشخاص کی دی گئی ہے جن کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ انہوں نے یا تو مولانا محمود الحسن کے جہاد کے پروپگنڈے کی تائید کی یا اس میں مدد دی۔ اس فہرست میں ۱۰۹ ر سے ۱۱۳ ر تک سرونج ٹونک سے تعلق رکھنے والے مولوی مہر علی، مرزا صاحب، صاحبزادہ عبدالرحیم، اور مفتیان ریاست ٹونک کے نام شامل ہیں (ان میں مولوی مہر علی اور مرصا صاحب کی شخصیتیں مقامی طور پر ابھی تک متشخص نہیں ہوسکی ہیں کہ یہ حضرات کون تھے) صاحبزادہ عبدالرحیم خاں ٹونک کے حکمراں خاندان کے ممتاز فرد، اور نواب ابراہیم علی خاں چوتھے فرمانروا کے بھائی تھے۔ ۱۹۲۱ء میں انتقال ہوا یہ خود بھی صاحب علم تھے اور اہل علم کے قدردان بھی۔ مدرسہ ناصریہ ٹونک آپ ہی کا قائم کردہ تھا جس کا ذکر پہلے آچکا ہے۔ تحریک ریشمی رومال کے رکارڈ میں ان کا نام مولوی سیف الرحمٰن صاحب کی وجہ سے آیا ہے۔

''مفتیان ریاست ٹونک'' کا ذکر فتویٰ جہاد کے سلسلہ میں آیا ہے۔ ہندوستان سے روانگی سے قبل حضرت شیخ الہند نے ٹونک سے مولانا اسماعیل شہیدؒ کے فتاویٰ کے مجموعہ کی نقل طلب فرمائی تھی۔ چنانچہ

کتاب مذکورہ کے صفحہ ۲۲۲ پر درج ہے......

''مولوی اسماعیل دہلوی کے فتاوئ (۵) ہندوستان سے روانہ ہونے سے پہلے مولانا نے ریاست ٹونک سے مولانا اسماعیل شہید دہلوی کے فتاوئ جہاد کے مجموعہ کی نقل حاصل کی اور مولوی مبین کو اس کی ایک نقل اپنے (مولانا کے) واسطے اپنے ساتھ لے جانے کو کہا جو مولانا نورالحق کے پاس چھوڑ دی تھی۔ کیونکہ اس کا ساتھ لے جانا اس کے لیے خطرناک تھا، قابل اعتراض حصوں کو حذف کرنے کے بعد اس کتاب کا ایک ایڈیشن پنجاب میں چھپا ہے'' (۱۹)

یہ بھی ممکن ہے کہ اس سلسلہ میں حضرت شیخ الہندؒ نے مفتیان ٹونک سے بھی کوئی اور فتوئ طلب فرمایا ہو جس کا ذکر کسی وجہ سے ریکارڈ میں نہ آ سکا ہو۔ اس زمانہ میں عدالت العالیہ شرع شریف میں جو علماء افتاء کے فرائض انجام دے رہے تھے اور مفتی ریاست کے عہدہ پر فائز تھے وہ مولوی نورالحق صاحب، مولوی خلیل الرحمن صاحب مولوی عبدالرحیم صاحب تھے۔ مولوی نورالحق، حضرت سید احمد شہیدؒ کے خلیفہ مولانا خیرالدین شیرکوٹی کے فرزند تھے۔ علم حدیث وفقہ میں مہارت تامہ رکھتے تھے۔ شعروسخن سے بھی ذوق تھا۔ خستہ تخلص فرماتے تھے۔ مولانا مناظر احسن گیلانی نے علم حدیث میں آپ سے بھی استفادہ کیا تھا (۲۰)

مولوی خلیل الرحمن صاحب علامۃ الہند مولانا حکیم سید برکات احمدؒ کے تلمیذ رشید تھے۔ علم فقہ و حدیث میں بڑا درک حاصل تھا۔ مولوی عبدالرحیم صاحب کا شمار بھی اس دور کے جید علماء میں ہوتا تھا۔ ۱۹۲۱ء کی ٹونک کی مقامی، انقلابی، سیاسی تحریک میں نمایاں حصہ لیا تھا اور اس سلسلہ میں قید و بند کی تکلیفیں بھی اٹھائی تھیں۔ یہ بڑے جوش بیان مقرر تھے۔ ۱۹۵۴ء میں ٹونک میں وفات پائی۔

بہرحال یہ تو تھا ٹونک کے ان معروف علماء اور شخصیتوں کا اور ان کے خاندان و اولاد کا تعارف و تذکرہ جنہوں نے تحریک شیخ الہند میں نمایاں حصہ لیا تھا۔ قیاس کہتا ہے کہ ان کے علاوہ اور بھی ایسی شخصیتیں ہوں گی جو درپردہ اس تحریک کی حامی یا معاون رہی ہوں لیکن وہ یا تو خود ہی اس وقت مقامی حالات و سیاسی مصالح کے پیش نظر سامنے نہیں آئیں اور پس پردہ کام کرتی رہیں، یا پھر مرور ایام کے باعث ان پر اور ان کے کارناموں پر گمنامی کا پردہ پڑ گیا کیونکہ جیسا کہ تمہید میں ذکر کیا گیا کہ یہ ٹونک

اس وقت عبارت ہی ان علماء اور مجاہدین کی آبادی سے تھا جن کے بزرگوں نے نواب امیر الدولہ بہادر کی سرکردگی میں انگریزوں سے معرکہ آرائیاں کی تھیں اور ان کو تلوار کی طاقت سے ہندوستان سے باہر نکالنے کے لیے تلوار اٹھائی تھی یا یہ شہر ان بقیۃ السلف مجاہدین کی بستی تھا جنھوں نے حضرت سید احمد شہیدؒ کی قیادت میں جنگ بالاکوٹ لڑی تھی بلکہ اگر یوں کہا جائے تو تاریخی اعتبار سے غلط نہ ہوگا کہ ''تحریک شیخ الہند'' میں ان کو اپنے بزرگوں کے اس خواب کی کچھ جھلک دکھائی دے رہی تھی جو انہوں نے اس تحریک کے عالم وجود میں آنے سے سو سال پہلے دیکھا تھا۔ اس لیے کہ تحریک شیخ الہند کا مقصد تھا کہ افغانستان اور خلافت عثمانیہ کی فوجی امداد کے سہارے ہندوستان کو انگریزوں کے تسلط و اقتدار سے آزاد کرایا جائے اور اس تحریک کے باقاعدہ وجود میں آنے سے سو سال پہلے ۱۸۰۸ء میں اسی مقصد کو نواب امیر خاں لے کر اٹھے تھے اور انہوں نے بھی یہی چاہا تھا کہ شاہ کابل اور اپنے ہم قوم افغانوں کی جمعیت کی مدد سے انگریزوں کو ہندوستان سے نکال باہر کریں۔ لیکن افسوس کہ اس وقت پورے ہندوستان میں کوئی بھی ان کی ہم نوائی کے لیے آمادہ نہ ہوا جس کی وجہ سے نواب امیر خاں اپنی اسکیم کو عملی جامہ نہ پہنا سکے اور آخر میں حالات سے مجبور ہو کر صلح کرنے پر تیار ہوئے۔

غرض کہ یہ ایک ناقابل انکار تاریخی حقیقت ہے کہ تحریک شیخ الہند دراصل اس تحریک اور اس اسکیم کی صدائے بازگشت تھی یا نئے انداز میں ایک عملی شکل تھی جو کئی سال پہلے ریاست ٹونک کے بانی نواب امیر خاں کے ذہن و دماغ میں آئی تھی اور اس وقت بھی حالات کی نامساعدت اور ساتھیوں کے نہ صرف عدم تعاون بلکہ ان کے دشمن سے ساز باز کر لینے اور نواب امیر خاں کا ساتھ چھوڑ دینے کے باعث عملی جامہ نہ پہن سکی تھی۔ اور دل کی حسرت دل میں رہ گئی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ اہل ٹونک کے سینوں میں آزادی کی آگ ہمیشہ سلگتی رہی اور انہوں نے حتی المقدور برابر اس تحریک کا ساتھ دیا ہے جو غیر ملکی اقتدار اور انگریزوں کے خلاف اٹھی ہے اور وطن عزیز کی آزادی و سلامتی کے لیے برسرِ عمل آئی ہے۔

پھر یہ کہ یہاں سب سے پہلی عالمگیر شہرت رکھنے والی جو درس گاہ (مدرسہ خلیلیہ ٹونک) قائم ہوئی اس میں بھی نسلاً بعد نسل یہی سبق گھول گھول کر طلبہ کو پلایا جاتا رہا ہے کہ انگریزوں نے اس ملک کو غصب کیا ہے، ہماری قدیم معاشرت و تہذیب کو مٹایا ہے اور انگریز حکومت مولانا فضل حق خیرآبادی کی قاتل ہے کیونکہ مولانا فضل حق کو انگریز دشمنی میں جزیرۂ انڈمان میں حبس دوام کی سخت ترین سزا بھگتنے کے بعد اپنی جان جانِ آفریں کو دینی پڑی تھی۔ اس درسگاہ کے فارغین و محصلین ہندوستان کے بڑے بڑے مدرسوں

کے مدرس اور صدر مدرس ہوئے اور صرف ہند نہیں بلکہ سرحد کے کوہستانوں میں، کابل کی پہاڑیوں میں، بخارا کے مرغزاروں میں، تاشقند کی مسجدوں تک میں تم کو اس عجیب وغریب مدرسہ کے فارغ شدہ علماء دین کی خدمت میں مصروف نظر آئیں گے۔

اس درسگاہ کے بانی حکیم الہند حضرت مولانا حکیم سید برکات احمد، حضرت علامہ فضل حق خیرآبادی کے فرزند مولانا عبدالحق خیرآبادی کے خاص تلمیذ رشید تھے۔ اور ایک مدت تک ان کی خدمت وصحبت میں رہ چکے تھے۔ پھر یہ کہ انہوں نے اس مقدس ماں کا دودھ پیا تھا جو اس مجاہد باپ غازی ولی محمد پھلتی کی آغوش تربیت میں پلی اور بڑھی تھیں۔ جس نے حضرت سید احمد شہید کی سرکردگی میں جہاد حریت میں نمایاں حصہ لیا تھا۔ اس لیے یہ ایک فطری بات تھی کہ خود حضرت علامہ حکیم سید برکات احمد کے دل میں بھی انگریزی اقتدار وتسلط کے خلاف جذبات نفرت موجزن ہوں لیکن آپ عملی طور پر سیاست سے دور رہے اور مدت العمر درس وتدریس، تالیف وتصنیف اور نشر علوم ومعارف میں اس طرح منہمک رہے کہ اجتماعی سرگرمیوں میں کبھی کوئی حصہ نہ لے سکے چنانچہ آپ کے تلمیذ مولانا سید مناظر احسن گیلانی لکھتے ہیں......

> ''سیاسیات سے آپ کو خود دلچسپی نہ تھی تاہم اسلامی معاملات پر عمیق اور گہری رائے رکھتے تھے اور اپنے نزدیک کچھ سوچ کر سرگرم عمل تھے لیکن طلبہ کے لیے سیاسی مشاغل کو بھی پسند نہیں فرماتے، اور یہ ساری باتیں اس لیے تھیں کہ آپ کے سامنے ذہنیت تربیت اور استعدادی قوت کے مقابلے میں تمام چیزیں کم قیمت تھیں۔ خیال تھا کہ جب نظر بالغ ہوجائے گی تو یہ باتیں خود بخود اپنے وقت پر سمجھ میں آجائیں گی لیکن اس سب کے باوجود وہ اپنے استاد کے پدر بزرگوار علامہ فضل حق خیرآبادی کی انگریزی اقتدار کے خلاف مجاہدانہ سرگرمیوں اور انگریزوں کے ان کے ساتھ برتاؤ ومظالم کی داستان بڑے سوز سے اپنے تلامذہ کے سامنے اکثر دہراتے رہتے تھے اور اپنے محترم وشفیق استاد حضرت مولانا عبدالحق خیرآبادی کی تمنا وآرزو اور ان کی یہ وصیت کہ ''میں تو وطن سے انگریزوں کو جاتے نہ دیکھ سکا خدا تمہیں یہ روز روشن دکھائے تو میری قبر پر آکر

یہ ضرور کہہ دینا کہ انگریز چلا گیا'' طلبہ کو سنایا کرتے تھے جس کا نتیجہ
یہ تھا کہ ان کے درس اور خیرآبادی خاندان کے اس سب سے
بڑے مدرسہ سے جو بھی طالب علم عالم بن کے نکلا وہ ملک کی آزادی
کی تحریک میں صف اوّل میں نظر آیا'' (۲۱)

ان میں سے ایک مثال حضرت مولانا معین الدین ٹونکی کی ہے، مولانا نے زندگی بھر مذہبی تدریسی و تعلیمی خدمات کے ساتھ ساتھ سیاسی وقومی تحریکات کی رہنمائی کی۔ مولانا معین الدین بڑے حق گو جری اور بے باک عالم تھے جابر سے جابر حاکم کے سامنے وہ کلمہ حق کہنے سے باز نہیں رہتے تھے۔ ۱۹۲۱ء میں جب کہ بڑے بڑوں کے قدم ڈگمگا رہے اور حکومت ظلم و تشدد پر اتر آئی تھی، انہوں نے حکومت برطانیہ کی پولیس اور فوج میں ملازمت کی حرمت کا فتویٰ صادر کیا تھا۔ اور اس سلسلہ میں جب تعزیرات ہند کی دفعہ ۱۲۴ (الف) کے تحت جے ایم دیوس مجسٹریٹ درجہ اوّل اجمیر کی عدالت میں ان پر مقدمہ چلا تو عدالت میں برسر اجلاس بلا جھجک اقرار کرلیا اور کہا تھا کہ ''ہم حکومت کے خلاف اپنی تمام قوت اور تمام ذرائع استعمال کریں گے ہم اس کے اقتدار کو تسلیم نہیں کرتے اور اس کو تباہ کردینا چاہتے ہیں'' پھر اس جرأتمندانہ اعتراف اور حق گوئی کی پاداش میں انہوں نے طوق و سلاسل کے مردانہ زیور بھی زیب تن کیے تھے اور ۱۸ ر ماہ قید و بند کے شدائد بھی برداشت کیے تھے۔ چنانچہ ان کی وفات پر مولانا سید سلیمان ندوی نے رسالہ معارف میں جو تفصیلی تعزیتی نوٹ لکھا تھا اس میں تحریر ہے کہ......

''تحریک خلافت میں مذہبی فتویٰ کے جرم میں دو سال کی قید و بند
کو اس پامردی اور عالی ہمتی سے برداشت کیا کہ علی برادران نے
قدم چوم لیے جس زمانہ ابتلا میں مولانا کفایت اللہ صاحب صدر جمعیۃ
علماء اور مولانا احمد سعید صاحب ناظم جمعیۃ علماء قید و بند کی تکلیفیں اٹھا
رہے تھے۔ اس وقت تحریک کی رہنمائی کے لیے آپ ہر ہفتہ دہلی
تشریف لے جاتے اور جامع مسجد میں نماز جمعہ کے بعد مسائل حاضرہ
پر تقریر فرماتے۔ جمعیۃ علماء کے اجلاس امروہہ کی صدارت فرمائی
اور مستقل صدر رہے، صوبہ راجپوتانہ کی مجلس خلافت کو آپ کی
صدارت کا ہمیشہ فخر رہا، تحریک کشمیر کے زمانہ میں مجلس احرار اسلام
کے ڈکٹیٹر رہے، مسلمانوں کے سوا برادران وطن بھی آپ کی سیاسی

بصیرت کے معترف اور متاثر تھے‘‘ (۲۲)

مولانا سید سلیمان ندوی نے امروہہ کے جس اجلاس جمعیۃ کا ذکر کیا ہے یہ اجلاس جمعیۃ علماء ہند کا نواں سالانہ اجلاس تھا۔ اس میں طے کیا گیا تھا کہ مسلمانوں کو جنگ آزادی اور تحریک آزادی میں من حیث القوم حصہ لینا چاہیے، جس کا نتیجہ تھا کہ اس درسگاہ کی مسند صدارت و اہتمام پر جو بھی گرامی قدر ہستیاں فائز ہوئیں وہ اوّلاً تو سیاست سے کنارہ کش رہیں اور انہوں نے اپنا دائرۂ عمل درس و تدریس وعظ و تذکیر تک ہی محدود رکھا اور اگر وہ سیاست میں آئیں تو پھر جمعیۃ علماء ہند کے پلیٹ فارم سے ملک و قوم کی خدمات میں سرگرم عمل ہوئیں۔

اس ضمن میں اہلیان ٹونک میں سے محترم مولانا مفتی محمد شریف صاحب، محترم مولانا حکیم سید ظہیر احمد صاحب برکاتی صدر جمعیۃ علماء راجستھان، استاد محترم مولانا ابوالعرفان محمد حبیب اللہ خاں صاحب فضائی اور مولوی حافظ محمد شریف خاں کے اسمائے گرامی خصوصیت سے قابل ذکر ہیں۔ مولانا حکیم سید ظہیر احمد صاحب برکاتی حضرت علامہ حکیم سید برکات احمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے حقیقی بھانجے اور تلمیذ رشید تھے۔ وضعداری و شرافت و مروت کا اعلیٰ نمونہ تھے، بڑے خوش سیرت، صاف باطن، ملنسار، حلیم الطبع اور متواضع انسان تھے۔ اور اپنے اسلاف کی طرح ریاست ٹونک کے شاہی طبیب اور معالج خصوصی رئیس ٹونک کی حیثیت سے اپنے فن میں شہرت و عزت اور مقبولیت کا ایک بلند مقام رکھتے تھے۔ حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی سے نسبت ارادت حاصل ہے۔ دارالعلوم خلیلیہ ٹونک کے معتمد رہے، علم طب کے علاوہ علوم عربیہ اسلامیہ سے بھی بہرہ ور تھے، جمعیۃ علماء راجستھان کے صدر رہے۔ آپ کے پدر بزرگوار مولانا نصیر احمد پھلتی حضرت غازی ولی محمد صاحب کے پوتے، تبحر عالم، متقی پرہیزگار انسان تھے۔ حضرت مولانا قاضی محمد ایوب صاحب بھوپالی اور حضرت علامہ سید برکات احمد سے تلمذ کا شرف حاصل تھا۔ اور ریشمی رومال تحریک کے مجاہد مولانا سیف الرحمٰن صاحب درانی سے فن ریاضی میں استفادہ کیا تھا۔ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے شرف بیعت حاصل تھا، عرصہ تک دارالعلوم خلیلیہ ٹونک کے صدر المدرسین رہے۔ مئی ۱۹۳۰ء میں وفات پائی، مولانا مفتی محمد شریف صاحب فاضل دارالعلوم دیوبند تھے۔ حضرت علامہ انور شاہ کشمیری سے تلمذ کا شرف حاصل تھا۔ ہندوستان کے مختلف صوبوں کے مستند اور مشہور عربی مدارس میں تدریسی و تعلیمی اور تنظیمی خدمات انجام دی تھیں۔ وعظ و تبلیغ کا سلسلہ بھی جاری کر رکھا تھا۔ عرصہ تک ریاست ٹونک کی عدالت العالیہ محکمہ شریعت میں مفتی

کے عہدے پر فائز رہے۔ ۱۹۴۷ء کے بعد مجاہد ملت حضرت مولانا حفظ الرحمٰن صاحب نے دہلی کے گرد و نواح کے مسلمانوں کی اصلاحی تنظیمی خدمات پر مامور کر دیا تھا، اس کے بعد گجرات و کاٹھیاواڑ میں بحیثیت آرگنائزر جمعیۃ علمائے ہند کام کیا۔ آخر میں دارالعلوم خلیلیہ ٹونک کے صدر مدرس ہوئے۔ مئی ۱۹۶۶ء داعی اجل کو لبیک کہا۔ (۲۳)

حافظ مولوی محمد شریف خاں نے علوم عربیہ و فارسیہ کی تکمیل دارالعلوم خلیلیہ ہی میں کی۔ علامۃ الہند مولانا سید برکات احمد صاحب کے حلقۂ درس کی شرکت کا فخر حاصل تھا۔ حافظ محمد شریف صاحب نے ۲۱ء کی مقامی (ٹونک) سیاسی انقلابی تحریک میں حصہ لینے کے جرم میں قید و بند اور جلاوطنی کی سخت سزائیں برداشت کی تھیں۔ عرصہ تک اجمیر میں اپنے محترم استاد حضرت مولانا معین الدین صاحب کے مدرسہ دارالعلوم حنفیہ صوفیہ کے ناظم رہے۔ کشمیر تحریک میں بھی مولانا کے دست راست کی حیثیت سے کام کیا تھا۔ مجلس احرار کے سرگرم اور مخلص کارکن تھے۔ آخر میں دارالعلوم خلیلیہ ٹونک میں فارسی کے مدرس ہوگئے تھے اور دارالاقامہ کی نظامت بھی آپ کے سپرد تھی۔ بڑے قدر آور، ملنسار اور خوش اخلاق انسان تھے۔ (۲۴)

باب ہفتم

ریاست ٹونک کے علمائے کرام کی تحریک آزادی اور پاکستان میں علمی و دینی خدمات

فصل دوم

(۲) پاکستان کے مختلف شہروں میں علمائے ٹونک کی خدمات

پاکستان میں علمائے ٹونک کی خدمات

حقیقت یہ ہے کہ علمائے ٹونک نے ٹونک سے باہر جا کر بھی علم کے تمام شعبوں میں اپنی خدمات پیش کی ہیں، خصوصاً درس و تدریس سے متعلق ہو کر اشاعت علم کا کام کیا ہے، اور ساتھ ہی ساتھ تصنیف و تالیفات کا کام بھی جاری رکھا ہے، مقالہ کے اس حصہ میں دراصل علمائے ٹونک کی ان خدمات کو اجاگر کر رہے ہیں جو انہوں نے پاکستان کے مختلف شہروں میں اور خصوصاً پنجاب اور سندھ میں اپنی دینی و علمی خدمات پیش کی ہیں۔

ٹونک کے متوطن اہل علم یوں تو موجودہ پاکستان کے طول و عرض میں واقع بہت سے شہروں میں واقع تعلیمی اداروں سے وابستہ رہے لیکن لاہور شہر سے ان کا تعلیمی اور تدریسی تعلق بہت نمایاں رہا ہے۔ اس ضمن میں اورینٹل کالج لاہور ایک منفرد مثال پیش کرتا ہے۔

سکھوں کا دور ختم ہونے پر ۱۸۴۹ء میں پنجاب پر کمپنی کا قبضہ ہوا اور ۱۸۵۸ء میں برعظیم براہ راست تاج برطانیہ کے زیر تسلط آ گیا۔ ۱۸۶۴ء میں ڈاکٹر لائیٹز گورنمنٹ کالج لاہور کے پرنسپل بنے تو لاہور میں علوم مشرقیہ کی بقا کی کوششوں کو تقویت ملی۔ ۱۸۶۵ء میں کے آغاز میں انجمن پنجاب کی بنیاد رکھی گئی۔ ۱۸۷۰ء میں اورینٹل اسکول قائم ہوا جو ۱۸۷۲ء سے اورینٹل کالج کہلانے لگا۔ اس کالج کے قیام سے لاہور میں اسلاف کے ورثہ کا احیاء شروع ہوا۔ ساتھ ہی اس شہر کی ہند اسلامی تہذیبی روایت میں مغربی اثرات کی آمیزش ہونے لگی اور یوں یہ قوام سہ آتشہ بنتا گیا (۲۵)

یہ ایک حقیقت ہے کہ سرزمین ٹونک سے تعلق رکھنے والے چار فاضل اساتذہ مختلف اوقات میں

اورینٹل کالج لاہور میں تدریسی خدمات انجام دیتے رہے ہیں۔ ان میں پہلے شمس العلماء مفتی محمد عبداللہ ٹونکی تھے۔ مفتی صاحب ۱۸۵۰ء میں ٹونک میں متولد ہوئے۔ مولانا لطف اللہ علی گڑھی، مولانا احمد علی سہارنپوری، مولانا فیض الحسن سہارنپوری اور حکیم سید دائم علی (ٹونک) جیسے کامل اساتذہ سے کسب علم کیا۔ مدرسہ عبدالرب، دہلی سے تدریس کی ابتداء کی۔ یکم مئی ۱۸۸۳ء کو اورینٹل کالج میں مدرس دوم کی حیثیت سے تقرر ہوا۔ پھر مدرس اوّل اور صدر شعبہ عربی رہے۔ ۱۹۰۳ء میں شمس العلماء کا خطاب ملا۔ ۳۴ برس کی خدمات کے بعد ۱۹۱۷ء میں اس ملازمت سے سبکدوش ہوئے۔ لاہور سے فراغت کے بعد کچھ عرصے دارالعلوم ندوۃ العلماء (لکھنؤ) کے مدرس اعلیٰ اور پھر مدرسہ عالیہ (کلکتہ) کے صدر مدرس متعین ہوئے۔ بالآخر علالت کے باعث اپنے فرزند مفتی انوارالحق، مشیر تعلیمات ریاست بھوپال کے پاس چلے گئے اور ۷ رنومبر ۱۹۲۰ء کو وہیں بعارضہ فالج وفات پائی۔

مفتی صاحب نے لاہور کی علمی، تدریسی اور معاشرتی روایات کی تشکیل جدید میں بڑا سرگرم حصہ لیا ہے۔ بقول حکیم احمد شجاع ''مفتی عبداللہ ٹونکی فقہ اسلامی کے بہت بڑے عالم تھے، اسلامی قانون اور شرعی تنازعات میں ان کا فتویٰ ناقابل تردید سند تصور ہوتا تھا، وہ بہت کم بولتے تھے مگر جو کچھ ان کی زبان سے نکلتا تھا برہان قاطع کا حکم رکھتا تھا'' مفتی صاحب کی علمیت کا کچھ اندازہ ان کی تصانیف سے ہوتا ہے۔ ان کی زندگی تدریس سے عبارت تھی، وہ اورینٹل کالج کے علاوہ دارالعلوم انجمن نعمانیہ، انجمن حمایت اسلام کے مدرسۂ حمیدیہ اور گورنمنٹ کالج لاہور میں بھی پڑھایا کرتے تھے۔ مفتی صاحب کے شاگردوں میں امیر ملت حضرت جماعت علی شاہ علی پوری، علامہ اقبال اور حافظ محمود شیرانی جیسی نامور شخصیات شامل ہیں۔ علامہ اقبال ان کے بارے میں فرمایا کرتے تھے کہ ''اس ناتواں جسم میں علم وفضل کا اتنا ذخیرہ ہے کہ کوزے میں دریا بند ہونے کی مثل ان پر صادق آتی ہے'' انجمن حمایت اسلام (لاہور) کی ترقی میں بھی مفتی صاحب کا بڑا حصہ تھا، وہ ۱۸۹۸ء سے ۱۹۰۴ء تک انجمن کے صدر کے عہدے پر فائز رہے (۲۷)

ٹونک سے تعلق رکھنے اورینٹل کالج کے دوسرے استاد مولوی محمد شعیب تھے۔ آپ بہت سے اوصاف حمیدہ اور خصائل پسندیدہ کے جامع تھے۔ عربی فارسی اردو پنجابی کشمیری اور پشتو وغیرہ کئی زبانوں کے ماہر تھے۔ پنجاب یونیورسٹی کے مولوی فاضل اور عربی زبان کے ممتحن بھی رہے تھے۔ انگریزی زبان پر خاص عبور حاصل تھا۔ قلمی کتابوں اور قدیم نوشتوں کے جمع کرنے کا بے حد شوق تھا۔

ان کا کتب خانہ ہی ان تمام عمر کی جائداد تھی۔

مولوی محمد شعیب کے اجداد کا اصلی وطن تو بہار تھا جب آپ کے اجداد کے وطن بہار میں مولانا نصیر الدین کا گزر ہوا تو حضرت سید احمد شہید بریلوی قدس سرہٗ کے بزرگ خلفاء میں تھے تو آپ کے والد ماجد مولانا مردان علی تمام گھر بار چھوڑ کر آپ کے ہمراہ ہوئے اور پھر اس کے ساتھ حضرت سید احمد شہید کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ سید صاحب نے آپ پر خاص توجہ فرمائی اور مردان علی کے بجائے عبدالخالق نام رکھ کر خود اپنی خدمات میں رکھا۔ آپ سید صاحب کے ساتھ جہاد میں شریک رہے اور پھر ان کی شہادت کے بعد بی بی صاحبہ کے قافلہ کے ساتھ ٹونک تشریف لے آئے۔ نواب وزیر محمد خان نے آپ کا وظیفہ مقرر کر دیا۔ آپ نواب ٹونک محمد علی خان کے ساتھ حج پر بھی تشریف لے گئے تھے (۲۸)

مولوی محمد شعیب ۱۲۶۴ھ مطابق ۱۸۶۶ء ٹونک میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اپنی والدہ ماجدہ ہی سے حاصل کی اور پھر فارسی کی ابتدائی کتابیں اپنے حقیقی ماموں مولوی عبدالحکیم صاحب سے پڑھیں اس کے بعد فارسی کی اعلیٰ تعلیم ٹونک میں مولوی قیام الدین و مولوی امام الدین صاحب سے اور بنارس میں مولوی عبدالملک صاحب سے حاصل کی۔ ابتدائی صرف ونحو کے رسالے مولوی نور الحق ختنہ مفتی ٹونک کی خدمت میں پڑھے۔ اس کے بعد بنارس میں مولوی صفات احمد صاحب اور مولوی عبدالرحمٰن صاحب اور لاہور میں مفتی عبداللہ صاحب ٹونک کی خدمت میں عربی تعلیم تکمیل کو پہنچائی۔ منشی عباد اللہ صاحب اور مولوی عبدالکریم صاحب سے خط نستعلیق کی مشق کی۔ ۱۸۸۴ء میں لاہور تشریف لے گئے۔ پنجاب یونیورسٹی کے مولوی عالم اور مولوی فاضل کے امتحانات میں کامیابی حاصل کی اور مولوی فاضل کے امتحان میں تمام یونیورسٹی میں اوّل نمبر پر رہے۔ تعلیم حاصل کرنے کے بعد ۱۸۸۷ء میں مولانا نے لاہور سے درس وتدریس کے کام کا آغاز کیا۔ اور انگریزوں اور ہندوستانیوں کو پڑھاتے رہے۔ اس عرصے میں سینکڑوں طلبہ کو آپ کی شاگردی کا فخر حاصل ہوا آپ کے اکثر انگریز شاگرد عربی فارسی یا اردو میں آپ سے خط وکتابت رکھتے تھے۔ پروفیسر آرنلڈ (مصنف پریچنگ آف اسلام) کے آپ سے خاص مراسم تھے (۲۹)

تاریخ یونیورسٹی اورینٹل کالج لاہور سے اتنا معلوم ہوتا ہے کہ وہ فروری ۱۸۹۰ء میں اورینٹل اسکول کے مولوی چہارم مقرر ہوئے۔ ۱۹۰۲ء میں انہیں کالج کے مولوی سوم (ایڈیشنل مولوی) کے عہدہ پر ترقی دی گئی اور ۱۹۰۶ء میں اورینٹل کالج کے اساتذہ میں وہ ملازمت سے سبکدوش ہو گئے۔ ۱۹۰۳ء

کا ایک گروپ فوٹو ہے جس میں مولوی صاحب بھی موجود ہیں۔ حافظ محمود شیرانی ٹونکی نے لندن کے عرصہ قیام میں اپنے والد کو جو خطوط لکھے تھے ان میں دو جگہ مولوی شعیب کا ذکر آتا ہے۔ ۷ر اپریل ۱۹۰۵ء کے خط میں مفتی عبداللہ صاحب اور مولوی شعیب صاحب کی خیریت دریافت کی گئی ہے اور ۱۹۰۵ء کے ایک خط میں بتایا ہے کہ لندن میں پروفیسر آرنلڈ نے شیرانی صاحب کو اپنے قیام ہند کی کچھ یادگاریں دکھائیں جن میں مولوی شعیب صاحب کا ایک فوٹو بھی تھا (۳۰)

مولانا کے انتقال کے بعد ان کی یاد میں مدرسہ کا نام مدرسہ محمودیہ شعیبیہ رکھ دیا گیا اور یہی مدرسہ بعد میں شعیب محمڈن کالج آگرہ کے نام سے معروف ہوا۔ قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ رحلت کے وقت بھی مولوی صاحب کی عمر کچھ ضعیفی کی نہ تھی اور وہ محکمہ آثار قدیمہ کی ملازمت سے سبکدوش نہ ہوئے تھے۔ افسوس ہے کہ ان کی عمر نے وفا نہ کی ورنہ ہندوستان ان کو بھول نہ سکتا۔ مولانا مرحوم کی بے وقت وفات سے ملک وقوم جو ناقابل برداشت صدمہ پہنچا اس کا اندازہ نہیں ہوسکتا۔ مولوی شعیب صاحب کے قلمی آثار کی ایک فہرست یہاں درج کی جاتی ہے......

(۱) مختصر العروض۔ (۲) العجائب شرح سلم الادب۔ (۳) خلاصہ اخلاق جلالی۔ (۴) ترجمہ انتخاب الف لیلہ۔ (۵) لغات جدید۔ (۶) حالات عرب بزمانہ جاہلیت۔ (۷) شرح دیوان ابی العتاہیہ۔ (۸) خالد بن ولید۔ (۹) شرح سبعہ معلقہ۔ (۱۰) شرح قصائد خاقانی۔ (۱۱) مختصر جغرافیہ ایشیاء۔ (۱۲) جغرافیہ دنیا۔ (۱۳) ترجمہ فتوحات فیروز شاہی۔ (۱۴) Pashto-English Dictionary. (۱۵) Moawin (Arabic to English). (۱۶) History of Shalamar Garden.(۳۱)

اس سلسلہ کے تیسرے استاد جنہوں نے لاہور میں تعلیمی و تدریسی خدمات انجام دی ہیں حافظ محمود شیرانی تھے۔ افغانوں کے قبیلہ شیرانی کے کچھ افراد غزنوی دور میں راجپوتانہ کے صحرائے مارواڑ میں بس گئے تھے ان کا گاؤں ڈھانی شیرانیاں (حال شیرانی آباد) ریاست جودھپور کے قیام کے بعد اس کی عملداری میں شامل رہا۔ شیرانی صاحب کے دادا، سید احمد شہید کے قافلہ جہاد میں موجود تھے اور اسی تعلق سے ٹونک میں قیام پذیر ہوئے۔ محمود شیرانی ۵ر اکتوبر ۱۸۸۰ء کو ٹونک کے محلہ مہندی باغ میں پیدا ہوئے۔ ۱۹۰۱ء میں اورینٹل کالج سے منشی فاضل کا امتحان پاس کیا۔ پھر ایک طویل عرصہ انگلستان اور ٹونک میں گزارنے کے بعد ۱۹۲۲ء کے آغاز سے ان کا تقرر اسلامیہ کالج لاہور میں فارسی کے لیکچرار کی

حیثیت سے ہوا۔ بعد ازاں یکم اکتوبر ۱۹۲۸ء کو اورینٹل کالج میں اردو کے پہلے لیکچرار کے عہدہ پر فائز ہوئے اور ۱۴ر نومبر ۱۹۴۰ء کو تدریسی فرائض سے سبکدوش ہو کر ٹونک چلے گئے جہاں ۱۵ر فروری ۱۹۴۶ء کو بعارضہ ضیق النفس وفات پائی۔ انہیں حسب وصیت شہر سے دور دریائے باناس کے کنارے پر سپرد خاک کیا گیا (۳۲)

حافظ محمود شیرانی کو برعظیم میں معروضی تحقیق کا معلم اوّل کہا جاتا ہے۔ ان کی شخصیت بڑی کثیر الجہات تھی۔ وہ محقق، نقاد، مؤرخ، ماہر لسانیات، ماہر مسکوکات، ماہر علم عروض، ماہر آثار عتیقہ، فارسی زبان و ادب کے رمز شناس، شاعر اور صاحب اسلوب تحقیقی نثر نگار تھے۔ ان کی وسیع علمی خدمات کا بنیادی نکتہ یہ ہے کہ انہوں نے ہمارے تہذیبی ورثہ کو جس کا تمام تر انحصار روایات پر تھا درایت کی مضبوط بنیاد فراہم کی۔ انہیں تحقیق کے دبستان لاہور کے سرخیل کی حیثیت حاصل ہے جس کے اصحاب ثلاثہ میں ان کے ساتھ ڈاکٹر مولوی محمد شفیع اور پروفیسر ڈاکٹر شیخ محمد اقبال شامل تھے۔ شیرانی کی علمی خدمات اور ان کی سیرت محمود پر تفصیلات مقالہ کے اوائل میں اپنے مقام پر موجود ہیں۔ لہٰذا یہاں کچھ اہل علم کی مختصر آراء کے اندراج پر اکتفا کیا جاتا ہے۔ یہ تمام آراء ڈاکٹر مظہر محمود کے ایک مضمون سے منقول ہیں......

مولوی عبدالحق	ایک ایسا شخص ہم میں سے اٹھ گیا جو اپنے اخلاق و سیرت اور علمی ذوق و تبحر علمی میں اپنی نظیر آپ تھا۔
سر شیخ عبدالقادر	انہوں نے جس ایثار کے ساتھ علم کی خدمت کی انہی کا حصہ تھا۔
ڈاکٹر مولوی محمد شفیع	شیرانی مرحوم کی علمی فضیلتوں کا اعتراف سارے ملک نے کیا ہے...... فارسی اور اردو میں ان کی وسعت نظر حیرت ناک تھی۔
پروفیسر ڈاکٹر شیخ محمد اقبال	ان کے نئے نئے علمی نظریے اور علمی نکتے...... اگر انگریزی میں شائع کیے جاتے تو یقیناً ان کو کئی ایک یونیورسٹیوں سے اعزازی ڈگریاں ملتیں۔ اردو کو اظہار مقصد کا ذریعہ قرار دینے سے انہوں نے بہت بڑے ایثار سے کام لیا اور اپنی قومی زبان پر بہت بڑا احسان کیا۔

ایس ایم اکرام	ہماری علمی تاریخ میں ان کا مرتبہ بہت بلند ہے...... ان کا سب سے بڑا احسان یہ تھا کہ انہوں نے ہماری علمی سطح کو کہاں سے کہاں پہنچا دیا۔
مولانا امتیاز علی خاں عرشی	وہ تحقیق و تدقیق کے میدان کے خضر تھے، انہوں نے ہم لوگوں کو اپنے کاموں کے ذریعہ سے اس راہ میں چلنا سکھایا ہے۔
مالک رام	شیرانی بڑے بت شکن تھے۔ انہوں نے متعدد ان نظریوں کی غلطی مسکت دلائل سے ثابت کی جو صدیوں سے مسلمہ کلیوں کی حیثیت اختیار کر چکے تھے۔
مولانا سعید احمد اکبرآبادی	اس میں کوئی شک نہیں کہ علامہ کو ہندوستان میں فارسی و اردو زبان و ادب کی تحقیق و تنقید میں معمار اوّل کا مرتبہ حاصل ہے۔
رشید حسن خان	شیرانی صاحب کو میں اردو میں تحقیق کا معلم اوّل مانتا ہوں ان کی تحریروں کو پڑھ کر ہم لوگوں نے تحقیق کے آداب سیکھے ہیں اور اس لحاظ سے ان کو استاد بلکہ استاد الاساتذہ کہنا چاہیے۔
ڈاکٹر تنویر احمد علوی	جس محقق کی تحریروں سے ان تحقیقی ضوابط کی طرف ذہن منتقل ہوتا ہے...... وہ شیرانی مرحوم ہیں جن کو بجا طور پر اردو میں تحقیق کا معلم اوّل کہا گیا ہے۔
ڈاکٹر حکم چند نیر	علامہ اردو کے پہلے محقق اور ماہر لسانیات تھے۔ وہ ان علوم میں نقاش اوّل تھے۔ میں تو یہاں تک کہہ سکتا ہوں کہ تبحر علمی کے لحاظ سے کوئی ان تک نہیں پہنچتا۔
سید ہاشمی فرید آبادی	(He) was probalely one of the word`s greatest outhorities on persian classics.
مسٹر رادھا کرشنا جالان	He was one of the ablist men of India to whom I met.

India has praduced only one great scholar of Persian. He remained stuck up at Lahore. — پروفیسر محفوظ الحق

Shairani was the first scholor of Persian who laid the foundation of sound literary criticism. — قاضی عبدالودود

A scholar of the Calibre of Hafiz Muhammad Sherani has been born neither in Iran nor in Europe. — آقای فتح اللہ مجتبائی

۵/۱ اکتوبر ۱۹۸۰ء کو لاہور میں شیرانی صاحب کی صد سالہ تقریب ولادت کے موقع پر ڈاکٹر نذیر احمد (استاد مسلم یونیورسٹی علی گڑھ) نے اپنے مقالے کا اختتام ان الفاظ پر کیا تھا......

''شیرانی صاحب کی تحقیق راہ ہدایت کی شمع ہے۔ انہوں نے موجودہ نسل کی رہنمائی کے لیے بہت کافی سامان اکٹھا کر دیا ہے۔ ان کے زمانے میں لاہور میں ایسے عالم اور دانشور جمع ہو گئے تھے کہ یہ شہر اسلامی علوم والسنہ کا سب سے بڑا مرکز ہو گیا تھا۔ آپ حضرات کی ذمہ داری ہے کہ اس کی مرکزیت کو نہ صرف قائم رکھیں بلکہ اس کو مزید تقویت بخشیں...... اس تاریخ ساز شخصیت کے لیے سب سے بڑا اخراج تحسین یہی ہے کہ آپ تحقیق کی اس روایت کے حامل بن جائیں جس کے بنانے میں ان کا زبردست ہاتھ ہے۔ میں یہ بات پورے یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ جدید دور کا کوئی محقق یا نقاد ہندو پاکستان میں ایسا نہیں ہے جس کو شیرانی کی تحریر سے رہنمائی نہ ملی ہو (۳۳)

چوتھے استاد مولانا سید طلحہ حسنی کا تعلق بھی پہلے تین اساتذہ کی طرح اورینٹل کالج لاہور کے شعبۂ عربی سے تھا۔ مولانا سید طلحہ صاحب کے والد کا نام سید محمد تھا جو ریاست ٹونک میں معتمد الملک ظفر جنگ کے لقب سے ممتاز اور ناظم پرگنات (کلکٹر) کے عہدہ پر فائز تھے۔ سید محمد صاحب حضرت سید احمد شہید کے بڑے بھانجے مولوی سید محمد علی صاحب مصنف مخزن احمدی کے حقیقی پوتے تھے۔ اس طرح ان کو سید احمد شہید سے قرابت قریبہ حاصل تھی۔ مولانا سید طلحہ صاحب کے چچا بخشی الملک محمد عثمان صاحب بھی مالیات کے ایک بڑے منصب پر سرفراز تھے ان کے خاندان کو ریاست میں بڑی دنیوی اور دینی وجاہت حاصل تھی۔ ان کی پیدائش ۱۳۰۸ھ (۱۸۹۰ء) میں وہیں محلہ قافلہ ٹونک میں ہوئی اور وہیں ابتدائی تعلیم

پائی، وہ دس سال کے تھے کہ ۱۳۱۸ھ (۱۹۰۰ء) میں ان کے عزیز و بزرگ مولانا حکیم سید عبدالحی صاحب مددگار ناظم ندوۃ العلماء اپنے اعزاء و بزرگوں سے ملنے کے لیے ٹونک آئے جب کچھ دن قیام کرنے کے بعد واپس جانے لگے تو بزرگوں نے دینی تعلیم کے لیے اس ہونہار بچے کو ان کے ساتھ کر دیا۔ اور وہ لکھنؤ آ کر دارالعلوم ندوۃ العلماء میں داخل ہو گئے۔ اور وہیں کئی سال تک تعلیم حاصل کی۔ اس وقت مولانا سید محمد علی مونگیری ناظم ندوۃ العلماء، علامہ شبلی نعمانی معتمد اور ان کے قابل فخر استاد مولانا محمد فاروق چریا کوٹی صدر مدرس مولانا سید سلیمان ندوی وغیرہ طالب علم تھے۔ پھر ٹونک میں مدرسہ ناصریہ میں مولانا سیف الرحمٰن صاحب مہاجر کابل اور مولانا حیدر حسن خاں صاحب سابق شیخ الحدیث دارالعلوم ندوۃ العلماء سے علوم کی تکمیل کی، پھر درس نظامی کے عام فضلاء کے دستور کے مطابق ذریعۂ معاش کے لیے طب کا انتخاب کیا، اور دہلی جا کر خاندان شریفی کے مقتدر فرد حکیم غلام رضا خاں صاحب سے باقاعدہ طب کی تعلیم حاصل کی۔ اس زمانہ میں پنجاب یونیورسٹی کے مشرقی امتحانات کا سارے ہندوستان میں چرچا تھا اور ذی استعداد اور حوصلہ مند طلبہ ملک کے گوشہ گوشہ سے کھنچ کر مولوی فاضل و منشی فاضل کا امتحان دینے لاہور جاتے تھے۔ مولانا سید طلحہ صاحب نے بھی مولوی فاضل و منشی فاضل کا امتحان دیا اور مولوی فاضل کے امتحان میں ساری یونیورسٹی میں اوّل ائے۔ یہی ان کے اورینٹل کالج لاہور میں بحیثیت استاد کے تقرری کی تقریب بن گئی۔ وہ ۱۳۳۵ھ (۱۹۱۶ء) میں کالج کے استاد مقرر ہوئے اور پورے چوبیس سال اس عہدہ پر قائم رہے، اس طرح انہوں نے اپنی زندگی کی طویل ترین اور خوشگوار ترین مدت لاہور میں گزاری جو ہر طرح کے اہل کمال کا ملجا و ماوئی اور ہر ذوق، ہر تحریک، ہر سرگرمی اور ہر مسلک و خیال کا مرکز تھا۔ وہ لاہور کی ہر علمی و ادبی سوسائٹی اور حلقہ میں نہ صرف مانوس بلکہ مکرم و محترم رہے (۳۴)

لاہور میں ان کا حلقہ احباب بہت وسیع بھی تھا اور نہایت متنوع بھی، اس میں جہاں بڑی مقدس دینی شخصیتیں تھیں وہاں ادیب و شاعر، مصور بھی تھے۔ ان کے جہاں مفسر و قرآن حضرت مولانا احمد علی صاحب امیر جماعت خدام الدین، مولانا عبدالواحد صاحب غزنوی، امیر جماعت اہل حدیث، اور علماء میں سے مولانا داؤد غزنوی، مولانا کریم بخش صاحب (صدر شعبہ عربی گورنمنٹ کالج) اور مولانا اصغر علی صاحب روحی (صدر شعبہ عربی اسلامیہ کالج) سے تعلقات تھے، اور وہ سب حضرات ان کا لحاظ و احترام فرماتے تھے، کچھ تو ان کے علم و فضل کی وجہ سے اور کچھ حضرت سید احمد شہید کی نسبت سے، وہاں ان کے تعلقات انگریزی زبان، ریاضی، فلسفہ، تاریخ کے مسلم و غیر مسلم پروفیسروں اور اساتذہ فن سے بھی تھے۔

ان کے احباب میں خواجہ سلیم (جو فلسفہ جدید کے ایک اچھے فاضل اور بعد میں گورنمنٹ کالج لاہور میں انگریزی کے پروفیسر ہوئے) اردو زبان کے مشہور محقق پروفیسر محمود خاں شیرانی، علامہ تاج ور نجیب آبادی، میر اولاد حسین شاداں بلگرامی، ریاضی کے مشہور استاد خواجہ دل محمد، دیوان غالب کے مصور کے مرتب اور مشہور آرٹسٹ عبدالرحمٰن چغتائی، ریاضیات کے مشہور پروفیسر عبدالحمید، اسلامیات پر مضامین لکھنے والے خواجہ عبدالوحید اور تعلیمی لائن کے ایک تجربہ کار استاد، پرنسپل مولانا ظفر اقبال، اردو کے مشہور ناشر و خادم اور دارالاشاعت پنجاب کے بانی میر سید ممتاز علی صاحب (والد سید امتیاز علی تاج مرحوم) سے ان کے یکساں تعلقات تھے اور ان سب حضرات کے یہاں ان کی آمد و رفت، نشست و برخاست تھی۔ انہوں نے اگرچہ اپنی عمر کا وہ حصہ جو تاثر قبول کرنے کا زمانہ ہوتا ہے لاہور جیسے شہر میں گزارا جو دینی اور ذہنی اور انتشار کا مرکز تھا۔ اور بڑے آزاد خیال لوگوں کے ساتھ ان کی صحبتیں رہیں لیکن ان کے عقیدہ اور عمل میں کوئی فرق نہ آیا وہ سختی سے اہل سنت کے عقائد اور اپنے خاندانی مسلک پر قائم تھے۔ نماز با جماعت کا ہمیشہ اہتمام رہا۔ دو چیزوں کا ان کو کبھی تحمل نہیں ہوا۔ ایک کسی کو تعدیل ارکان کا خیال کیے بغیر جلد جلد نماز پڑھتا ہوا نہیں دیکھ سکتے تھے۔ اس کے سلام پھیرنے کا انتظار کرتے رہتے اور وہ خواہ کتنا ہی بڑا آدمی ہو اس کو ضرور نصیحت کرتے، دوسرے ٹخنے سے نیچے پائجامہ نہیں دیکھ سکتے تھے۔ بعض کبار علماء و مشائخ تک کو اس پر ٹوک دیا، کبھی کبھی اس کے لیے وہ تنبیہ کے بڑے لطیف پیرائے اختیار کرتے۔

۱۳۴۴ھ (۱۹۲۶ء) میں اللہ تعالیٰ نے ان کو حج کی سعادت بھی نصیب فرمائی۔ یہ سن کئی حیثیتوں سے ایک یادگار سن تھا۔ اسی سال موسم حج میں سلطان ابن سعود کی دعوت پر مکہ معظمہ میں موتمر اسلامی کے اجلاس ہوئے جس میں شرکت کے لیے عالم اسلام کے بڑے بڑے علماء و زعماء اور مشاہیر آئے، ہندوستان سے بھی خلافت کمیٹی اور جمعیت علمائے کے نمائندوں کی حیثیت سے مولانا محمد علی، مولانا شوکت علی، مولانا ظفر علی خان، مولانا سید سلیمان ندوی، مفتی کفایت اللہ صاحب، مولانا شبیر احمد عثمانی وغیرہ حضرات نے شرکت کی، مولانا سید طلحہ صاحب کے کئی بھائی، عزیز اور دوست اس سفر میں ان کے شریک اور رفیق تھے، مولانا نے بھی اس مجلس سے استفادہ کیا۔

مولانا سید طلحہ صاحب نے انگریزی کی طرف بھی توجہ کی اور امتحانات کا سلسلہ شروع کیا۔ ان کا قاعدہ تھا کہ جس چیز کی طرف توجہ کرتے وہ ان پر پورے طور پر طاری ہوجاتی اور وہ اس میں ڈوب

جاتے۔ ہر وقت اس کا مطالعہ ہر وقت اس کا تذکرہ اس کے ماہر اساتذہ سے استفادہ، مشورہ، چنانچہ جب لاہور رہتے وہ اپنے مضامین ایس سی کالج اور گورنمنٹ کالج کے انگریز پروفیسروں کو دکھاتے۔ ۱۹۲۵ء میں انہوں نے بی اے کی تیاری کے لیے طویل چھٹی لی اور کئی مہینے لکھنؤ میں قیام کیا اس زمانہ میں انہوں نے پروفیسر سدھانت سے اصلاح لینی شروع کی جو انگریزی کے مسلم الثبوت ادیب، لکھنؤ یونیورسٹی کے شعبہ انگریزی کے صدر تھے اور بعد میں دہلی یونیورسٹی کے وائس چانسلر ہوگئے۔ مولانا سید طلحہ صاحب کا حافظہ غیر معمولی طور پر قوی تھا اس کے لیے کسی زبان و علم کی قید نہ تھی اس کا نتیجہ تھا کہ شکسپیر کے ڈراموں کے بند اور گولڈ اسمتھ وغیرہ کی عبارتیں ان کو یاد تھیں۔ انگریزی ادب و تاریخ کی کتاب ''جولیس سیزر'' انہوں نے بڑے انہماک و شغف سے پڑھی تھیں۔ اس کے جملے بہت جھوم جھوم کر سناتے مگر انگریزی میں انہوں نے جو محنت کی تھی اور جو ان کے علم و مشاغل سے کوئی مناسبت نہیں رکھتی تھی ان کے کچھ زیادہ کام نہ آئی۔ اور معاشی مسئلہ اور عہدہ کی ترقی میں تو اس نے کچھ بھی مدد نہ کی۔ ان کا رزق آخر تک عربی علوم دینیہ ہی سے وابستہ رہا اور بقول ان کے وہ اسی علم کی روٹی کھاتے رہے یہاں تک کہ ۱۳۶۱ھ (۱۹۴۲ء) میں وہ اپنی خواہش سے اورینٹل کالج سے سبکدوش ہوگئے (۳۵)

مولانا ابوالحسن ندوی لکھتے ہیں، مولانا کو صرف و نحو کی تعلیم میں ملکہ راسخ حاصل تھا ان کی تعلیم میں نظری مسائل و جزئیات سے زیادہ عملی مشق اور قواعد کے اجراء پر زور تھا، انہوں نے صرف و نحو کے عملی مسائل کا جن کی روزمرہ کی زندگی میں ضرورت پڑتی ہے ایک مختصر سا نصاب اور فہرست تیار کرلی تھی اور پہلے وہ انہیں کو مشق کراتے تھے۔ میری صرف و نحو کی محدود علمی صلاحیت زیادہ تر انہیں کی رہین منت ہے (۳۶)

معاصر اہل علم و دین میں مولانا طلحہ صاحب مولانا انور شاہ کشمیری کے وسعت مطالعہ اور وسعت معلومات کے قائل تھے۔ دیوبند و لاہور میں ان سے ملاقاتیں ہوتی رہتی تھیں۔ اور جب کبھی شاہ صاحب کاشمیر جاتے ہوئے لاہور اسٹیشن پر گزر ہوتا تو وہ پابندی سے ملاقات کے لیے جاتے اور پھر اس مجلس کا لطف و افادہ دیکھنے کے قابل ہوتا۔ شاہ صاحب بھی ان سے بہت مانوس و بے تکلف تھے۔ فہم و فراست اور زندگی کے وسیع تجربوں اور حقیقت پسندی کے سلسلہ میں وہ اپنے استاد مولانا سیف الرحمٰن صاحب مہاجر کے بڑے قائل و مداح تھے اور اکثر ان کا تذکرہ کرتے، تقویٰ و ورع و زہد میں اپنے خاندان کے دو بزرگوں مولانا سید محمد عرفان ٹونکی اور ان کے برادر اصغر مولانا سید مصطفیٰ صاحب ٹونکی کے بڑے معتقد

اور ان کی تعریف میں رطب اللسان رہتے۔ یہ دونوں حضرات حضرت سید احمد شہید کے حقیقی نواسے تھے اور عامل بالحدیث، ان دونوں خاندانی بزرگوں کے علاوہ خاندان غزنویہ کے بزرگوں بالخصوص مولانا سید عبدالجبار صاحب غزنوی کا بڑی عقیدت وعظمت کے ساتھ ذکر کرتے تھے اور ان کے بڑے مؤثر واقعات سناتے تھے۔ مولانا طلحہ وہ نظری طور پر تقلید کے پابند نہ تھے لیکن تمام معاملات وعبادات میں فقہ حنفی پر عامل تھے۔ اس کے ساتھ بزرگان دیوبند کے اخلاص وللّٰہیت کے بڑے قائل ومعترف تھے۔ حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن صاحب کا بڑے بلند الفاظ میں تذکرہ کرتے تھے۔ مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی سے جو لکھنؤ میں ہمیشہ ڈاکٹر سید عبدالعلی صاحب مرحوم کے یہاں قیام فرماتے تھے اور اس تقریب سے اکثر مولانا سید طلحہ صاحب سے صحبت ومجلس رہتی تھی بڑی عقیدت وتواضع سے ملتے اور مولانا اکثر ان سے مزاح فرماتے۔ حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی کی حکمت دینی ان کے مواعظ اور کتابوں کی نافعیت، اور مولانا محمد الیاس رحمۃ اللہ علیہ صاحب (بانی تبلیغی جماعت) کے اخلاص کے بہت قائل تھے۔

مولانا ابوالحسن ندوی لکھتے ہیں کہ نومبر ۱۹۴۳ء میں جب وہ نظام الدین آئے تو مولانا نے سید صاحب کے تعلق کی وجہ سے ان کا ایسا احترام کیا جو میں نے بہت کم لوگوں کا دیکھا ہے۔ سردیوں کا زمانہ تھا، انگیٹھی ذرا فاصلہ پر رکھی تھی، دسترخوان بچھایا گیا تو مولانا ایک ایک روٹی گرم کر کے لاتے اور خود پیش کرتے یہ سلسلہ دیر تک جاری رہا، اور مولانا نے صاحبزادۂ گرامی منزلت مولانا محمد یوسف صاحب کو بھی اس کی اجازت نہیں دی کہ وہ یہ خدمت انجام دیں، اس سفر میں وہ چند روز کے لیے میوات بھی گئے، چند روز مولانا عبدالقادر صاحب کی خدمت میں رائے پور بھی قیام کیا اور حضرت نے بڑا احترام فرمایا(۳۷)

مولانا طلحہ صاحب ۱۹۴۸ء میں پاکستان منتقل ہو گئے اور کراچی میں انہوں نے مستقل قیام کرلیا۔ کراچی میں کچھ عرصہ بعد ان کا تعلق دارالتصنیف لمیٹڈ سے ہوگیا۔ یہ ادارہ مولانا طفیل احمد صاحب دیوبندی کی سرپرستی میں کام کررہا تھا، ان کا کام یہ تھا کہ اس ادارہ کے تحت ہونے والے ترجمۂ قرآن انگریزی پر نظر ثانی کریں اور اپنی وسیع وگہری دینی ولسانی واقفیت کی روشنی میں مشورہ دیں۔ مولانا طفیل احمد صاحب نے ان کی بڑی قدر واعانت فرمائی۔ ۲۵ر ستمبر ۱۹۷۰ء (۲۳ر رجب ۱۳۹۰ھ) کو آپ کا وصال کراچی میں ہوا۔ ان کا اصل ذوق کتابوں کا مطالعہ ومعلومات میں اضافہ تھا، تصنیف وتالیف سے

ان کو کچھ زیادہ مناسبت نہ تھی، شاید ان کا وفور علم اور ذوق مطالعہ اپنے معلومات کو منضبط و منظم طریقہ پر پیش کرنے سے مانع ہوتا ہو۔ پھر ان کو پابندیوں اور ضوابط سے فطری مناسبت نہ تھی، اس کا نتیجہ ہے کہ انہوں نے تصنیف و تالیف کی طرف توجہ نہیں کی، اپنی جوانی کے زمانہ میں جب ان کا کچھ عرصہ بھوپال میں قیام رہا تو نواب سلطان جہاں بیگم صاحبہ والی ریاست کی فرمائش یا اشارہ سے ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی سیرت لکھی جس کا ان کو معاوضہ ملا لیکن چھپنے کی نوبت نہیں آئی۔ لاہور کے زمانہ قیام میں ۱۹۲۹ء میں پنجاب ایڈوائزری بورڈ فاربکس نے ولیم ٹانس وزنے باٹ کی لغت کو اردو میں منتقل کرنے کا کام ان کے سپرد کیا لیکن کام کے وسیع ہونے کی وجہ سے اس میں انہوں نے اپنے بہت سے تلامذہ و احباب کو شریک کرلیا۔ یہ لغت ۱۹۳۸ء میں چھپی۔ لیکن ان کی اصل علمی یادگار ان کی فاضلانہ عربی کتاب کا وہ نامکمل مسودہ ہے جو انہوں نے عہد صحابہ کے تمدن و معاشرت اور علمی زندگی پر سالہا سال سے لکھنی شروع کی تھی اور اس کے سلسلہ میں انہوں نے ۱۳۷۷ھ (۱۹۵۷ء) میں اپنے قدرداں دوست ڈاکٹر عبدالوہاب عزام سابق سفیر مصر متعینہ پاکستان کی مدد سے حجاز، مصر، شام و ترکی کا سفر کیا تھا، تاکہ وہاں کے نادر روزگار کتب خانوں سے استفادہ کریں، اور کتاب کے لیے نیا مواد مہیا کریں، ان کی آرزو یہ تھی کہ یہ کتاب ان کی زندگی میں شائع ہو جائے لیکن نہ وہ اس کو مکمل کر سکے اور نہ اس کا سامان ہوسکا، اس خصوصی تعلق کی بنا پر جو وہ سید ابوالحسن ندوی کے ساتھ رکھتے تھے وہ سارا مسودہ بیاضیں اور یادداشتیں انہوں نے مولانا ظفر احمد صاحب انصاری رکن رابطہ عالم اسلامی کے ذریعے آپ کے پاس مکہ معظمہ بھیج دیں (۳۸)

۱۹۴۸ء میں ریاست کے راجستھان میں ضم ہونے پر نواب اسماعیل علی خاں کا وظیفہ مقرر ہوگیا تھا۔ ساتھ ہی اہل خاندان یعنی بانی ریاست کی نسل سے تعلق رکھنے والے تمام افراد بھی بفرق مراتب وظائف جاری کر دیے گئے۔ اس کا یہ فائدہ ہوا کہ یہ لوگ ٹونک چھوڑنے پر مائل نہ ہوئے اور ان کے سہارے سے شہر کے مسلمانوں کی کثیر تعداد اپنی جگہ جمی رہی۔ چنانچہ کسی قسم کا فتنہ فساد رونما نہ ہوا۔ علاوہ ازیں شہر کے دینی ادارے اور کتب خانے بربادی سے بچ گئے۔ تاہم ٹونک میں مسلمانوں کے اقتدار کا سقوط ایسا صدمہ نہ تھا جو آسانی سے برداشت ہوتا لہٰذا چند برسوں میں سینکڑوں مسلمان خاندان ترک سکونت کر کے پاکستان چلے آئے اور ان کے افراد یہاں زندگی کے مختلف شعبوں میں خدمات انجام دیتے رہے اور دے رہے ہیں۔ چنانچہ ذیل میں ہم ایسے علماء اور اہل علم حضرات کا ذکر کر رہے ہیں کہ جنہوں نے قیام پاکستان کے بعد پاکستان میں خصوصاً سندھ میں اپنی خدمات انجام دی ہیں۔

سندھ میں علمائے ٹونک کی خدمات کا جب ہم جائزہ لیتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ والیانِ ریاست ٹونک اور سندھ کے حکمرانوں کے تعلقات کافی دیرینہ رہے ہیں۔ سید احمد شہیدؒ کی تحریک آزادی کے دوران والی ریاست ٹونک نواب وزیر الدولہ اور خیر پور کے پیر صاحب پگارا کے مابین خط و کتابت رہی ہے۔ سید احمد شہید کے ازواج و متعلقین اور بہت سے مجاہدین جب سندھ میں پیر صاحب پگارا کے یہاں مقیم تھے تو نواب وزیر الدولہ نے ۱۸۳۶ء میں ایک عرضداشت لکھ کر ان سب کو اپنے پاس ٹونک بلالیا تھا۔ خط کا آغاز اس طرح ہوتا ہے......

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، بخدمت اصحاب زمان وارباب صدق و ایقان، ساعدان معارج حزب اللہ و ساعدان من انصاری الی اللہ، رہ نوردان صراط مستقیم حضرت رؤف الرحیم و تاجران مایہ تجارت تنجیکم من عذاب الیم، شیخ ولی محمد صاحب پھولتی امام قافلہ مجاہدان و شیخ حافظ حاجی وجیہ الدین احمد صاحب بانچتی سالار غازیان و مولوی خیر الدین احمد صاحب شیر کوٹی پیشوائے موحدان سلمہم اللہ تعالی، از درماندہ نفس شیطان و نادم از ناخدمتی حق کیشان محمد وزیر خاں المخاطب بہ وزیر الدولہ والی ٹونک۔ امید دارم کہ طریق مودت و محبت را بقدوم امتنان و احسان پیمودہ ایں سنگ لاخ ویران را بشادابی گلزار جنان رسانند تا از حصول سعادت حضور دوائے درد دوری جویم و اگر از خدمت امام زمان بے نصیب ماندہ ام از زیارت جانشینان آن سرکار عالی سعادت دارین اندوزم"

(۳۹) (یعنی تسمیہ کے بعد اہل زمانہ ارباب صدیق ونفیس کی خدمت میں جو خدائی جماعت کے ساتھ ایمانی بلندیوں پر چڑھنے میں کوشاں اور داعی الی اللہ کے مددگار ہیں، حضرت رؤف الرحیم کے صراط مستقیم پر چلنے والے اور عذاب الیم سے نجات سے دینے والے، سرمائے کے تاجر ازاں جناب شیخ ولی محمد پھلتی، امام قافلہ مجاہدین، اور شیخ حافظ وجیہ الدین احمد صاحب بانچتی، سالارِ غازیان اور مولوی خیر الدین احمد شیر کوٹی، پیشوائے موحدین، اللہ تعالی سب کو

سلامتی دے، یہ عرض ہے ایسے شخص کی جو نفس و شیطان کے حملوں سے عاجز اور حق خدمت ادا نہ کر سکنے کے سبب نادم اور پشیمان ہے۔ محمد وزیر خاں جس کو وزیر الدولہ والی ٹونک کہا جاتا ہے۔
میں امید رکھتا ہوں کہ محبت و مہربانی کے طریق ملحوظ رکھتے ہوئے، منت و احسان فرماتے ہوئے، اس سنگلاخ ویرانہ کو گلزار جنت کی شادابی عطا فرمائیں گے تاکہ آپ کی تشریف کے سبب ہم دردِ جدائی کی دوا پا سکیں، اگرچہ امام زمانہ کی خدمت سے بے نصیب رہے مگر اس سرکار عالی کی جانشینوں کی زیارت اور خدمت سے تو سعادتِ دارین حاصل کرلیں)

علمائے ٹونک کے خاندان کے لوگوں میں ایک خاندان مفتی انوار الحسن (مفتی شرع شریف ٹونک) کا ہے کہ جنہوں نے سندھ میں آ کر اپنی گراں قدر دینی و علمی خدمات انجام دی ہیں۔ اسی خاندان کے چشم و چراغ مفتی ولی حسن ٹونکی مفتی اعظم پاکستان ہیں۔ جن کے دادا کے بارے میں برصغیر کے عظیم محقق مولانا ابوالحسن ندوی اپنی ایک کتاب میں لکھتے ہیں......

''مولانا پانچ بھائی تھے اور ماشاء اللہ پانچوں ہی سلیم و فاضل، یہ غالباً ان کے والد کی خوش نیتی، اکل حلال اور علم و علماء کی تعظیم کا ثمرہ تھی کہ پانچوں صاحبزادے مکمل عالم متشرع اور سعید و فرمانبردار تھے، بڑے بھائی مولانا مفتی محمد حسن خان صاحب تو مفتی ریاست ٹونک تھے، مفتی ولی حسن خان حال مفتی دارالعلوم جامعہ مسجد نیو ٹاؤن کراچی جنہوں نے اپنی فقہی نظر اور فضیلت کی وجہ سے خاص اعتبار اور شہرت حاصل کر لی ہے، ان ہی کے پوتے ہیں'' (۴۰)

مولوی محمد عمران صاحب مفتی ولی حسن کے اجداد کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں......

''مفتی ولی حسن کے والد مولوی انوارالحسن ابن مولوی محمد حسن خانصاحب ابن مولوی احمد حسن خان دلیر بخت، چودھویں صدی کے دوسرے عشرے میں ٹونک میں پیدا ہوئے۔ یہیں مولوی سیف

الرحمٰن کابلی اور دیگر علماء سے علوم حاصل کیے۔ اور ۱۲ر مئی ۱۹۱۱ء کو عدالت شرع ٹونک میں مفتی مقرر ہوئے''

آگے چل کر لکھتے ہیں......

''آپ کی چند دختران اور صرف ایک بیٹے مولوی ولی حسن صاحب تھے۔ موصوف (ولی حسن ٹونکی) نے ابتدائی تعلیم ٹونک ہی میں حاصل کی۔ اپنے چچا مولوی حیدر حسن شیخ الحدیث کے ساتھ ندوۃ العلماء میں بھی رہے۔ اور پھر دارالعلوم دیوبند جا کر فضیلت کی تکمیل کی۔ اور عدالت شریعت ٹونک میں کچھ عرصہ بطور تربیت کام کیا۔ بالآخر عدالت میں مفتی بنائے گئے۔ اور بعد ازاں عدالت شریف چھبڑہ (ٹونک کے ایک نواحی علاقے کا نام ہے) کے مفتی مقرر کیے گئے۔ تقسیم ہند کے بعد مفتی ولی حسن ٹونکی وہیں سے پاکستان منتقل ہوئے'' (۴۱)

مفتی ولی حسن ٹونکی نے پاکستان آنے کے بعد سندھ میں سکونت اختیار کی۔ اور درس و تدریس و افتاء کی خدمات بدستور جاری رکھیں اور جامع علوم اسلامیہ نیو ٹاؤن کراچی سے منسلک ہو گئے۔ اور اپنے فقہی علم کی بنا پر مفتی اعظم پاکستان ہوئے۔ چونکہ آپ کا زیادہ وقت اور توجہ درس و تدریس کی طرف رہا لہٰذا تصنیف و تالیف کا زیادہ موقع نہ مل سکا۔

آپ کی وفات کراچی میں جمعہ ۲ر رمضان المبارک ۱۴۱۵ھ بمطابق ۵ر فروری ۱۹۹۵ء کو ہوئی، آپ کی وفات پر پاکستان کے تمام اخبارات و رسائل نے خبریں شائع کیں۔ آپ کی وفات پر پاکستان کے معروف اخبار ''جنگ'' نے مندرجہ ذیل اداریہ لکھا......

''مفتی اعظم پاکستان مولانا ولی حسن ٹونکی جمعہ کی صبح کراچی میں انتقال کر گئے انا للہ و انا الیہ راجعون۔ مولانا ولی حسن جن کی عمر وفات کے وقت ۷۱ر برس تھی گزشتہ برسوں سے بعارضہ فالج بیمار چلے آرہے تھے۔ مفتی ولی حسن ٹونکی ٹونک کے ایک مشہور علمی اور دیندار خانوادے سے تعلق رکھتے تھے اس لیے مفتی صاحب مرحوم کی

ابتدائی علیم بھی آپ کے والد گرامی کے ذریعہ ہوئی۔ بعد ازاں انہوں نے ندوۃ العلماء لکھنؤ اور پھر دارالعلوم دیوبند سے تحصیل علم کے مراحل طے کیے۔ وہ ٹونک ہی میں شریعہ کے مفتی اور قاضی کے عہدے پر فائز رہے۔ دس برس تک دارالعلوم کراچی میں فرائض تدریس انجام دیئے۔ پھر جامعہ علوم اسلامیہ بنوری ٹاؤن سے منسلک ہوگئے جہاں وہ صدر مدرس اور شیخ الحدیث کے منصب پر فائز تھے۔

مفتی صاحب مرحوم کی گرانقدر دینی خدمات کا ہر صاحب علم معترف ہے، آپ کی ساری زندگی علوم دینیہ کے حصول اور بعد ازاں ان کی تعلیم و تدریس میں بسر ہوئی۔ بہت بڑے صاحب علم ہونے کے باوجود آپ سادگی حلم اور قناعت میں بزرگان سلف کی مثال تھے۔ مفتی صاحب مرحوم کی وفات سے جہاں پاکستان کے ہر شہری کو افسوس ہوا ہے وہاں اہل علم حضرات کو خاص طور پر صدمہ پہنچا ہے۔ ہم اللہ رب العزت کے حضور دعا گو ہیں کہ وہ مفتی صاحب مرحوم کو اپنے دامانِ رحمت و مغفرت میں جگہ عطا فرمائے اور آپ کے لواحقین، شاگردوں اور ارادتمندوں کو صبر جمیل عطا کرے''

(جنگ، اتوار ۴ر رمضان المبارک، ۵ر فروری ۱۹۹۵ء)

آپ کی تصانیف درج ذیل ہیں......

(۱) عائلی قوانین۔

(۲) تذکرہ صوفیاء (۴۲)

سندھ میں علمائے ٹونک کی خدمات

علمائے ٹونک کا ایک اور خاندان جس نے سندھ میں اپنی گراں قدر خدمات انجام دی ہیں وہ شیخ الحدیث مولانا حیدر حسن ٹونکی کا خاندان ہے۔ جن کے تین صاجزادے عالم ہوئے۔ مولوی سعید حسن، مولوی قاری اسد حسن اور مولانا سعد حسن۔ مولوی سعید کا تو نوجوانی ہی میں ٹونک میں انتقال ہوا

جبکہ مولوی قاری اسد حسن اور مولانا سعد حسن سندھ میں تشریف لے آئے اور یہاں آکر ان دونوں حضرات نے اپنی علمی و دینی خدمات پیش کیں۔ ذیل میں دونوں علماء کی دینی و علمی خدمات کو پیش کیا جا رہا ہے۔

مولانا سعد حسن خان = مولانا سعد حسن کی ولادت ٹونک میں ۱۹۰۱ء میں ہوئی اور یہیں ابتدائی تعلیم اپنے والد شیخ الحدیث مولانا حیدر حسن اور اپنے چچا مولانا محمود حسن ٹونکی سے حاصل کی۔ پھر دارالعلوم لکھنؤ میں زیر تعلیم رہے اور بعد میں ریاست ٹونک کے دیگر علماء سے حدیث اور علم تفسیر میں مہارت حاصل کی۔ تمام علوم میں مہارت حاصل کرنے کے بعد آپ مدرسہ فرقانیہ میں مہتمم کی حیثیت سے درس و تدریس کی خدمات انجام دیتے رہے اور سینکڑوں شاگرد تیار کیے۔ اس کے علاوہ آپ کانپور میں مدرسہ الٰہیات میں بھی درس و تدریس سے منسلک رہے۔ بعد ازاں ریاست ٹونک کے دربار ہائی اسکول میں ہیڈ مولوی کی حیثیت سے خدمات انجام دیتے رہے۔ مولانا سعد حسن نے مولوی فاضل (پنجاب) دبیر کامل (لکھنؤ) و انٹرمیڈیٹ (پنجاب) کی اسناد بھی حاصل کیں۔ قیام پاکستان کے بعد جب آپ سندھ تشریف لے آئے تو آپ نے ایم اے اسلامیات اور ایم اے عربی کی ڈگریاں بھی سندھ یونیورسٹی سے حاصل کیں۔ آپ نے نہ صرف اپنے شعبہ میں بلکہ پوری یونیورسٹی میں سب سے زیادہ نمبر حاصل کیے جس کے صلہ میں حکومت سندھ نے آپ کو گولڈ میڈل عطا کیا۔

پاکستان تشریف لانے کے بعد مولانا سعد حسن خان نے ٹنڈوالہیار سندھ میں قیام فرمایا۔ اور وہاں مولانا احتشام الحق تھانوی کے قائم کردہ مدرسہ میں مولانا محمد یوسف بنوریؒ اور عبدالرحمٰن کیمل پوری (شیخ الحدیث) کے ساتھ درس و تدریس کی خدمات انجام دیں۔ خصوصاً عربی ادب وصرف ونحو کی تعلیم کی ذمہ داری آپ کے سپرد تھی۔ کچھ عرصہ بعد آپ حیدرآباد سندھ تشریف لے آئے اور نور محمد ہائی اسکول، غلام حسین ہدایت اللہ ہائی اسکول، اور اورینٹیل کالج میں عربی کے استاد کی حیثیت سے خدمات انجام دیتے رہے۔ فروری ۱۹۶۲ء میں آپ پبلک اسکول حیدرآباد سے منسلک ہو گئے اور وہاں عربی اور اسلامیات کے استاد کی حیثیت سے خدمات انجام دیتے رہے۔

سندھ میں تشریف لانے کے بعد ہی سے آپ مختلف مساجد میں درس قرآن کی محفلیں بھی سجاتے رہے۔ آپ کو اس فن میں ایک خاص ملکہ حاصل تھا، آپ کا درس نہایت دلنشیں، سہل اور عام فہم زبان میں ہوتا۔ اس کے علاوہ ایک عرصہ تک ریڈیو پاکستان حیدرآباد سے آپ کی تقاریر کا سلسلہ بھی جاری

رہا۔

درس و تدریس کے ساتھ آپ نے تصنیف و تالیف کا کام بھی جاری رکھا۔ اور کئی کتب و رسائل کے علاوہ قرآن کی تفسیر لکھی۔ جس کی تفصیل درج ذیل ہے......

(۱) اعجاز القرآن و اسرار البیان۔ ۱۹۷۱ء (اوّل)، ۱۹۷۳ء (دوم)

(۲) دنیا کا مسافر یا آخرت کا راہی۔ ۱۹۷۰ء

(۳) اسلامی اخلاق۔ ۱۹۶۹ء

(۴) یہ عجیب دنیا۔ ۱۹۶۸ء

(۵) نبوی لیل و نہار مختصر خصائل۔ ۱۹۷۰ء

(۶) شرح مسند اعظم۔

(۷) مقدمہ ابن خلدون (اردو ترجمہ) ۱۹۶۷ء

(۸) ترجمہ المنجد (اردو ترجمہ) ۱۹۹۸ء (آخری)

(۹) تحفہ اثنا عشری (اردو ترجمہ) ۱۹۶۸ء

(۱۰) الدین الکامل ۱۹۷۰ء

۱۹۷۲ء میں آپ ملازمت سے ریٹائرڈ ہوگئے لیکن آپ کی علمیت اور گراں قدر خدمات کو دیکھتے ہوئے اسکول کی انتظامیہ نے کنٹریکٹ کے تحت آپ کی خدمات حاصل کیں لیکن دو سال کے بعد ۱۹۷۴ء میں طبیعت کی ناسازی کی بنا پر آپ نے ملازمت کو خیرآباد کہا اور صرف درس قرآن اور علمی کاموں تک اپنے آپ کو محدود کرلیا۔ دو سال تک آپ مختلف مساجد و مدرسوں میں قرآن اور علم تفسیر کا درس دیتے رہے۔ جنوری ۱۹۷۶ء میں آپ پر فالج کا اثر ہوا اور چند روز بیمار رہنے کے بعد ۲۶ر جنوری ۱۹۷۶ء کو انتقال فرما گئے۔ سندھ کے مشہور محقق ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان صاحب جن سے آپ کو بڑی عقیدت تھی نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی۔ آپ کی خدمات کے صلہ میں پبلک اسکول حیدرآباد کی انتظامیہ نے آپ کے مزار کے لیے ایک جگہ مختص کی اور آپ کا مزار شریف وہاں موجود ہے۔

پروفیسر ڈاکٹر محمد حاجن شیخ صاحب سے معلوم ہوا کہ مولانا سعد حسن صاحب مرحوم کا تبلیغی جماعت کے ساتھ بھی بہت گہرا تعلق تھا۔ اور آپ مولانا کو بہت عزت کے ساتھ دیکھتے تھے اور نہایت شفقت فرماتے تھے۔ مولانا سعد حسن صاحب نے پروفیسر ڈاکٹر شیخ محمد حاجن صاحب کے ساتھ مل کر میٹرک کے طلبہ کے لیے اسلامیات کے کورس پر ایک کتاب ''الدین الکامل'' لکھی۔ اور سندھ ٹیکسٹ بک بورڈ نے اس موضوع پر لکھی ہوئی کتاب کو ''اوّل'' قرار دے کر شائع کی۔ جناب پروفیسر ڈاکٹر شیخ محمد حاجن صاحب کا کہنا ہے کہ ساری محنت مولانا (سعد حسن خان) کی تھی اور میرا صرف نام تھا۔ شیخ صاحب نے مولانا مرحوم کی سادگی، زہد و تقویٰ اور حسن اخلاق کی بھی بڑی تعریف فرمائی۔

شیخ الحدیث مولانا حیدر حسن کے دوسرے صاحبزادے کہ جنہوں نے سندھ میں اپنی دینی و علمی خدمات پیش کیں وہ مولوی قاری اسد حسن ہیں۔ قاری اسد حسن نے بھی اپنی ابتدائی تعلیم و تربیت اپنے والد مولانا حیدر حسن خان سے حاصل کی۔ آپ نے اپنی ابتدائی زندگی اپنے والد کے زیر سرپرستی دارالعلوم لکھنؤ میں گزاری اور اس وقت کے معروف علماء سے دیگر دینی تعلیم حاصل کیں۔ آپ نے خاص طور پر فن قراءت پر بھرپور توجہ دی اور اس فن میں مہارت حاصل کی۔ آپ نے اپنے وقت کے بہترین قراء سے تربیت پائی۔ آپ اس وقت کے شہرۂ آفاق قاری عبدالرحمٰن مکی اور قاری عبدالمالک'' کے شاگرد خاص رہے۔ آپ کو اللہ تعالیٰ نے خوش الحان آواز عطا کی تھی۔ آپ کی قراءت کو سننے کے لیے دور دور سے تشریف لاتے تھے۔ آپ بہت اونچی اور دلسوز آواز میں قرائت فرماتے، آپ نے کبھی کوئی ملازمت اختیار نہیں کی۔ آپ طبیعتاً ملنسار اور پُرخلوص انسان تھے۔ آپ کی خاص بات آپ کی مہمان نوازی تھی جو غالباً والد سے ورثہ میں ملی تھی۔ آپ نے سندھ میں لاڑکانہ کو اپنا مسکن بنایا اور وہاں دینی خدمات انجام دیتے رہے۔ آپ نے لاڑکانہ کے محلہ وڑی میں ایک شاندار مسجد اور مدرسہ تاج المساجد کے نام سے قائم کیا جو آج تک الحمدللہ قائم و دائم ہے۔ قاری اسد حسن کے بارے میں پروفیسر ڈاکٹر حاجن شیخ صاحب فرماتے ہیں کہ قاری اسد مرحوم ان کی وساطت سے دو سال رمضان المبارک کے آخری تین روز میں ٹنڈو ولی محمد حیدرآباد میں ٹیاری کے ایک معروف زمیندار سید سعد اللہ شاہ مرحوم کی کوٹھی پر رات کو نوافل میں پورا قرآن شریف سناتے تھے اور شہر کے علاوہ دور مقامات کے دیہات کے بھی سیکڑوں لوگ قرآن شریف سننے کے لیے آیا کرتے تھے۔ معاوضہ (نذرانہ) کے لیے سید صاحب بہت اصرار کرتے لیکن قاری اسد صاحب کبھی بھی کچھ نہ لیتے۔

ٹونک کے علماء کا ایک اور خاندان کہ جس نے سندھ میں اپنی گراں قدر خدمات انجام دیں وہ قاری مولوی نور احمد خاں صاحبؒ ہیں۔ قاری نور احمد یکم جنوری ۱۹۱۱ء میں ریاست ٹونک کے ایک علمی گھرانے میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد حافظ قاری حمید اللہ کے دونوں بیٹے علم تجوید اور حفظ قرآن کے اوصاف سے متصف تھے۔ یہی وجہ تھی کہ جس محلّہ میں یہ گھرانہ آباد تھا اسے آج بھی محلّہ قاریان کہا جاتا ہے۔ قاری نور احمد خان نے قراءت کی منزل سر کرنے کے بعد جدید علوم کے حصول کے لیے جے پور تشریف لے گئے اور وہاں جدید علوم حاصل کرنے کے بعد تحصیل داری سے سرکاری ملازمت کا آغاز کیا مگر وقت نے جب انہیں ایک نئی آزمائش میں ڈالا اس وقت دنیا کے نقشے پر پاکستان ابھر رہا تھا۔ قاری نور احمد خان بھی دیگر ہندوستانی مسلمانوں کی طرح آزادی کی سرشاری کے ساتھ ڈپٹی کلکٹری کا چارج لینے کے لیے جب کلکٹر کے کمرے میں داخل ہوئے تو اس وقت انہوں نے شیروانی کے ساتھ جناح کیپ بھی پہن رکھی تھی۔ ہندو کلکٹر کو اپنے نئے ڈپٹی کلکٹر کی یہ ادا پسند نہ آئی اور اس نے طنزاً کہا کہ قاری صاحب یہ لباس اور جناح کیپ پہنی ہے تو جناح کے پاکستان کیوں نہیں چلے جاتے۔ یہی لمحہ تھا جب اس نوجوان نے اپنی زندگی کا سب سے مشکل فیصلہ کیا اور اپنے عہدے کا چارج سنبھالنے کے بجائے پاکستان تشریف لے آئے اور پاکستان میں حیدر آباد سندھ کو اپنا مسکن بنایا۔ حیدر آباد نامور تعلیمی اداروں کی سرزمین بھی تھی یہاں نور محمد ہائی اسکول جو تقسیم سے قبل کام کر رہا تھا اس کے بعد انجمن حمایت الاسلام کے زیر اہتمام تعلیمی ادارے قائم ہوئے۔ مگر جب اس شہر کی وسعتوں کو فروغ دینے اور سرحد کے اس پار سے آنے والے بے سروساماں لوگوں کے سر چھپانے کے لیے نئی بستی شاہ لطیف کے ساتھ بسائی گئی تو اس میں کوئی معیاری اسکول نہ تھا۔ قاری نور احمد خاں نے یہاں پر آ کر درس و تدریس کا کام شروع کیا۔ اور اس وقت کے تمام آباد علاقوں میں اسکول قائم کیے۔ ان کے قائم کردہ اسکول اگرچہ کہ اب قومیائے جا چکے ہیں مگر آج بھی لوگ قاری نور احمد خان کو یاد رکھے ہوئے ہیں۔ آپ کے قائم کردہ اسکول درج ذیل ہیں......

(۱) مسلم ہائی اسکول لطیف آباد نمبر ۸۔

(۲) مسلم گرلز سیکنڈری اسکول لطیف آباد نمبر ۲۔

(۳) ایوب مڈل اسکول لطیف آباد نمبر ۱۱۔

(۴) ایوب گرلز اسکول لطیف آباد نمبر ۹۔ (۴۳)

مضمون کی طوالت کے پیش نظر اب ہم ذیل میں صرف ٹونک کے ان اہل علم حضرات کی فہرست پیش کر رہے ہیں جنہوں نے پاکستان میں تصنیف و تالیف کا کام کیا اور اپنی خدمات پیش کی ہیں۔

ڈاکٹر مظہر محمود شیرانی	(۱) مقالات شیرانی (آٹھ حصے) (۲) مکاتیب شیرانی، تحقیقی مقالہ بعنوان حافظ محمود شیرانی کی علمی خدمات۔
ڈاکٹر مظہر بقا	(۱) فارقلیط (۲) ابوالعلی معری (۳) فخر الحسن (۴) شاہ ولی اللہ (۵) المختصر فی اصول الفقہ (۶) المفتی امام خبازی (۷) بیان المختصر اصفہانی (۸) کچھ یادیں (۹) حیات بقا (بقول پروفیسر ڈاکٹر محمد حاجن شیخ صاحب سندھ اور کراچی یونیورسٹی میں بھی اپنی علمی خدمات پیش کر چکے ہیں، بعد ازاں آپ جدہ یونیورسٹی میں اپنی خدمات انجام دیتے رہے اور حال ہی میں واپس کراچی تشریف لے آئے ہیں اور تصنیف و تالیف کا کام انجام دے رہے ہیں)
حکیم امبر حسن سہا	(۱) ترجمہ تفسیر احمدی ملا جیون (۲) ترجمہ تفسیر ابن عربی (۳) ترجمہ اسنی لمطالب (۴) ترجمہ بہجت النظر (۵) منہجات الصناعۃ (۶) ترجمہ تشریح افلاک (۷) ترجمہ فتحۃ الاسرار (۸) ترجمہ خواص الاشیاء از علامہ سکا کی (تین حصے) (۹) ترجمہ رسالہ ظفر فی علم الجفر (۱۰) ترجمہ رسالہ رشیدیہ (۱۱) القول المشہور فی احوال القبور (۱۲) الدرر الفرید فی عقیدۃ التوحید۔
مولوی محمد یوسف عزیز سلیمانی	(۱) ادب عزیز دو حصے (۲) قرآن ناطق (۳) نوادر عزیز (۴) تاریخ اورنگزیب (۵) اخلاق عالمگیر (۶) نصف الملاقات (۷) اعتماد محمود (۸) فردوس تولا (۹) زبان عزیز (۱۰) عمر عزیز (۱۱) صداقت عزیز (۱۲) خلاصۃ القواعد (۱۳) سعی جمیل (۱۴) فارسی آسان (۱۵) تصدیق شہید (۱۶) دین عزیز (۱۷) تاریخ عتیق (۱۸) شاہکار عزیز (۱۹) معین الادب (۲۰) خاک شفاء (۲۱) نظام الادب (۲۲) محی الادب (۲۳) معیار المراثی۔

پروفیسر عنایت علی خاں ٹونکی	(۱) اردو کی پانچویں کتاب (۲) چھٹی کتاب (۳) ساتویں کتاب (۴) آٹھویں کتاب (۵) اسلامیات (برائے سال یازدہم و دوازدہم (۶) از راہِ عنایت۔
ڈاکٹر یونس حسنی	اختر شیرانی اور اردو ادب۔
فدا احمد خان	(۱) بیان الحج (۲) اہل دل اور سالکین (۳) حیات مختار
پروفیسر عبید اللہ قدسی	(۱) منکرین اسلام (۲) جائزہ محاسبہ (۳) روح اسلام (۴) امام مالک (۵) تصورات عرب قبل اسلام (۶) اوہام درحقیقت (۷) آزادی کی تحریکیں (۸) رحم للعالمین (۹) مناجات (جاوید نامہ) (۱۰) اسلام میں ذہنی ارتقاء (۱۱) سفر نامہ ابن بطوطہ (۱۲) سفر نامہ ابن جبیر (۱۳) ترجمہ فضل المقال ابن رشد (۱۴) اسلام کی علمی انقلابی تحریک (۱۵) بابر نامہ (۱۶) پاکستان میں ذہنی رجحانات (۱۷) روح فلسفہ (۱۸) عورت اور نئی سوسائٹیاں (۱۹) ناہید (ناول) (۲۰) وہ (ناول (۲۱) تعصب (۲۲) مرسی آف آل (انگریزی) (۲۳) ہسٹری آف نالج اینڈ کلچر آف یورپ ان چج آف اسلام اون اٹ۔
محمد محسن ٹونکی	(۱) قرآن و حدیث کا ادبی رخ (۲) تاثرات سفر حج۔ (۳) سیر کراچی۔ (۴۴)

فہرست حوالہ جات وحواشی

(۱) سید منظور الحسن برکاتی — تحریک ریشمی رومال (مضمون) مطبوعہ ''الجمیعت'' ستمبر ۱۹۷۵ء، دہلی۔ ص ۲

(۲) پروفیسر سید محمد سلیم — تاریخ نظریہ پاکستان، جولائی ۱۹۸۷ء، (باردوم) ادارہ تعلیمی تحقیق، تنظیم اساتذہ پاکستان، لاہور، ص ۱۶۸

(۳) صاحبزادہ شوکت علی خان — قصر علم، ۱۹۸۰ء، خواجہ پریس دہلی، ص ۳۹

(۴) سید منظور الحسن برکاتی — تحریک ریشمی رومال (مضمون) الجمیعت ستمبر ۱۹۷۵ء، دہلی۔ ص ۴

(۵) سید ابوالحسن ندوی — پرانے چراغ، ۱۹۷۵ء، مجلس نشریات اسلام، کراچی، ص ۲،۱۸۷۔

(۶) مولوی محمد عمران — ٹونک کے مدارس، ۱۹۶۸ء، رسالہ معارف نمبر ۲ جلد ۹۸، ص ۱۵۴۔

(۷) مولوی محمد عمران — ٹونک کے مدارس، ۱۹۶۸ء، رسالہ معارف نمبر ۲ جلد ۹۸، ص ۱۵۵۔

(۸)	مولانا حسین احمد مدنی	نقش حیات، ص ۱۸۸، ۱۸۹۔ بحوالہ سید منظور الحسن برکاتی۔ تحریک ریشمی رومال میں علمائے ٹونک کا حصہ، الجمعیت، ۱۹۷۵ء، دہلی، ص ۴
(۹)	سید منظور الحسن برکاتی	تحریک ریشمی رومال (مضمون) مطبوعہ ''الجمعیت'' ستمبر ۱۹۷۵ء، دہلی۔ص ۵
(۱۰)	سید منظور الحسن برکاتی	تحریک ریشمی رومال (مضمون) مطبوعہ ''الجمعیت'' ستمبر ۱۹۷۵ء، دہلی۔ص ۷
(۱۱)	سید منظور الحسن برکاتی	تحریک ریشمی رومال (مضمون) مطبوعہ ''الجمعیت'' ستمبر ۱۹۷۵ء، دہلی۔ص ۸
(۱۲)	پروفیسر ڈاکٹر مظہر بقا	کچھ یادیں، ۱۹۹۶ء، خالد پرنٹرز، کراچی ص ۱۲۱۔
(۱۳)	سید امین اللہ خان	مولوی عبدالکریم کے حالات زندگی (مضمون)، رسالہ دارالعلوم دیوبند، شمارہ نمبر ۶، جلد نمبر ۱۱، ستمبر ۱۹۵۶ء، ص ۳۳۔
(۱۴)	سید امین اللہ خان	مولوی عبدالکریم کے حالات زندگی (مضمون)، رسالہ دارالعلوم دیوبند، شمارہ نمبر ۶، جلد نمبر ۱۱، ستمبر ۱۹۵۶ء، ص ۳۴۔
(۱۵)	سید منظور الحسن برکاتی	ریشمی رومال تحریک میں علمائے ٹونک کا حصہ، الجمعیت، ۱۹۷۵ء، دہلی، ص ۸۔
(۱۶)	مولانا ازہر شاہ قیصر	رسالہ دارالعلوم دیوبند، (مضمون) جنوری ۱۹۵۶ء، ص ۱۱۔
(۱۷)	سید منظور الحسن برکاتی	ریشمی رومال تحریک میں علمائے ٹونک کا حصہ، الجمعیت، ۱۹۷۵ء، دہلی، ص ۹۔

(۱۸)	مولوی عمران خان	تذکرہ علمائے ٹونک (غیر مطبوعہ)، موجود کتب خانہ عرفانیہ ٹونک۔
(۱۹)	سید منظور الحسن برکاتی	تحریک ریشمی رومال میں علمائے ٹونک کا حصہ، الجمعیت، ستمبر ۱۹۷۵ء، دہلی ص ۹۔
(۲۰)	مولانا سید منظور الحسن برکاتی	نواب وزیر الدولہ کا علمی و ادبی دربار (مضمون، قسط دوم) رسالہ دارالعلوم، نومبر ۱۹۷۳ء، دہلی، ص ۱۴، ۱۵۔
(۲۱)	مولانا مناظر احسن گیلانی	رسالہ معارف، (مضمون) مطبوعہ، ۱۳۴۷ھ، اعظم گڑھ، ص ۱۷۔
(۲۲)	سید سلیمان ندوی	رسالہ معارف (مضمون) اپریل، ۱۹۷۰ء، اعظم گڑھ۔ ص ۳۹
(۲۳)	سید منظور الحسن برکاتی	تحریک ریشمی رومال میں علمائے ٹونک کا حصہ، الجمعیت، ۱۹۷۴ء، دہلی، ص ۹۔
(۲۴)	سید منظور الحسن برکاتی	تحریک ریشمی رومال میں علمائے ٹونک کا حصہ، الجمعیت، ۱۹۷۴ء، دہلی، ص ۱۰۔
(۲۵)	پروفیسر ڈاکٹر مظہر محمود شیرانی	حافظ محمود شیرانی کا وطن، ریاست ٹونک (مضمون) غیر مطبوعہ، مملوکہ ڈاکٹر محمود برکاتی، برکات اکیڈمی کراچی۔
(۲۶)	ڈاکٹر غلام حسین ذوالفقار	تاریخ یونیورسٹی اورینٹل کالج، ۱۹۶۲ء، لاہور۔ ص ۱۹
(۲۷)	حکیم احمد شجاع	اقبال کا قیام لاہور، (مضمون) مطبوعہ نقوش، دسمبر ۱۹۷۷ء، لاہور،
(۲۸)	سعید احمد مارہروی	مضمون، مطبوعہ، انجمن کراچی، مارچ ۱۹۷۷ء، ص ۲۰۱۔

(۲۹) سعید احمد مارہروی — مضمون، مطبوعہ، انجمن کراچی، مارچ ۱۹۷۷ء، ص ۳۰۱۔

(۳۰) پروفیسر ڈاکٹر مظہر محمود شیرانی — مکاتیب حافظ محمود شیرانی، ۱۹۸۱ء، لاہور، ص ۲۲،۲۳۔

(۳۱) واحد یار خان — ارض تاج، دسمبر ۱۹۱۳ء، ابوالعلائی پریس، آگرہ، ص ۸۷، ۸۸۔

(۳۲) پروفیسر ڈاکٹر مظہر محمود — حافظ محمود شیرانی کی علمی خدمات، (تحقیقی مقالہ) مطبوعہ ۱۹۹۶ء، لاہور، ص ۲۲۔

(۳۳) پروفیسر ڈاکٹر مظہر محمود — حافظ محمود شیرانی کا وطن، ریاست ٹونک (مضمون) غیر مطبوعہ، مملوکہ محمود برکاتی، برکات اکیڈمی کراچی۔

(۳۴) سید ابوالحسن ندوی — پرانے چراغ، ۱۹۷۵ء، (باردوئم) کراچی، ص ۲۳۶۔

(۳۵) سید ابوالحسن ندوی — پرانے چراغ، ۱۹۷۵ء، (باردوئم) کراچی، ص ۲۴۱۔

(۳۶) سید ابوالحسن ندوی — پرانے چراغ، ۱۹۷۵ء، (باردوئم) کراچی، ص ۲۴۶۔

(۳۷) سید ابوالحسن ندوی — پرانے چراغ، ۱۹۷۵ء، (باردوئم) کراچی، ص ۲۵۵۔

(۳۸) پروفیسر ڈاکٹر مظہر محمود — حافظ محمود شیرانی کا وطن، ریاست ٹونک (مضمون) غیر مطبوعہ، مملوکہ محمود برکاتی، برکات اکیڈمی کراچی۔

(۳۹) منشی سید احمد مرتضٰی — آثار مالوہ، ۱۹۳۶ء، خواجہ برقی پریس دہلی، ص ۲۷۵،۲۷۶۔

(۴۰) سید ابوالحسن ندوی — پرانے چراغ، ۱۹۷۵ء، باردوئم، کراچی، ص ۲۰۰۔

(۴۱) مولوی عمران خان — تذکرہ عرفانی، غیر مطبوعہ، مملوکہ مولوی عمر ندوی، موجود عرفانی کتب خانہ ٹونک۔

(۴۲) ڈاکٹر محمود برکاتی — بازیافت، جون ۱۹۹۰ء، کراچی، ص ۳۹۔

(۴۳) پروفیسر انوار احمد زئی — تعلیمی اداروں کے بانی، (مضمون) شائع کردہ روزنامہ جنگ، مورخہ ۵ رمئی ۲۰۰۱ء، کراچی، ص ۷۔

(۴۴) ڈاکٹر محمود برکاتی — بازیافت، جون ۱۹۹۰ء، کراچی، ص ۳۹ تا ۴۲۔

کتابیات

کتابیات

(۱) ابوالحسن ندوی مولانا سید — تاریخ دعوت و عزیمت، ۱۹۷۲ء، سید احمد شہید اکیڈمی، لاہور۔

(۲) ابوالحسن ندوی مولانا سید — پرانے چراغ، ۱۹۷۵ء، شائع کردہ نشریات اسلام، کراچی۔

(۳) ابوالحسن ندوی مولانا سید — کاروان ایمان و عزیمت، ۱۹۷۲ء، ناشر سید احمد شہید اکیڈمی لاہور۔

(۴) ابوالحسن ندوی مولانا سید — سیرت احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ، ۱۹۷۲ء، مجلس نشر و اشاعت کراچی۔

(۵) ابوالفیض عثمانی ڈاکٹر — راجستھان میں اردو زبان و ادب کے لیے غیر مسلم حضرات کی خدمات، ۱۹۸۵ء، جمال پرنٹنگ پریس دہلی۔

(۶) ابویحییٰ امام خان نوشہروی — تراجم علمائے اہل حدیث، ۱۳۹۱ھ، بار دوم، شائع کرد مرکزی جمعیت اہلحدیث لائل پور۔

(۷) احمد شاہ مولوی — جغرافیہ ٹونک، مطبوعہ ۱۹۱۲ء، ابراہیم پریس ٹونک۔

(۸) احمد علی سیماب مولوی — تاریخ محامد علیہ (فارسی قلمی)، مملوکہ عربک اینڈ پرشین ریسرچ انسٹیٹیوٹ ٹونک۔

(۹) احمد علی شوق حافظ — تذکرہ کاملان رامپور، ۱۹۲۹ء، لبرٹی آرٹ پریس، دہلی۔

(۱۰) احمد مرتضیٰ سید — آثار مالوہ، ۱۹۲۶ء، برقی پریس دہلی۔

(۱۱)	محمد اسحاق ڈاکٹر	علم حدیث میں پاک و ہند کا حصہ، مترجم (اردو) شاہد حسین رزاقی، ۱۹۷۶ء، ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور۔
(۱۲)	محمد اسحاق بھٹی	فقہائے پاک و ہند جلد سوم، ۱۹۸۹ء، ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور۔
(۱۳)	اصغر علی آبرو سید مولوی	یادگار آبرو، ۱۹۶۲ء، مطبع صغیر المطابع، دہلی۔
(۱۴)	اصغر علی آبرو سید مولوی	خلاصۃ البیان فی ذکر الاعیان معروف بہ تواریخ خاندان، (غیر مطبوعہ) مملوکہ عرفانیہ کتب خانہ ٹونک۔
(۱۵)	اصغر علی آبرو سید مولوی	حدیقۂ راجستھان (تاریخ ٹونک)، ۱۹۰۲ء/۱۳۱۹ھ، مطبع ستارہ ہند، آگرہ۔
(۱۶)	اصغر علی ناظم منشی سید	نجم الثاقب، (سن اشاعت ندارد) مشرق العلوم پریس، بجنور۔
(۱۷)	محمد اعجاز خان	تاریخ ٹونک، ۱۹۸۳ء، جمال پرنٹنگ پریس دہلی۔
(۱۸)	محمد اکبر جہاں شگفتہ	احسن السیر، ۱۹۷۶ء، مطبوعہ آفتاب جہاں تاب، اجمیر۔
(۱۹)	اکبر شاہ نجیب آبادی	''نواب امیر خان'' (سن اشاعت ندارد)، یونائیٹڈ انڈیا پریس لکھنؤ۔
(۲۰)	امتیاز علی عرشی	فہرست مخطوطات، رامپور لائبریری رامپور، ۱۹۰۲ء، احمد پریس رامپور۔
(۱۲)	امداد صابری	فیضان رحمت، ۱۹۶۲ء، نعمانی پریس، دہلی۔
(۲۲)	انوار ہاشمی	تاریخ پاک وہند، جون ۱۹۸۴ء، طبع پنجم، کراچی بک سینٹر کراچی۔

(۲۳) آربری ایتھے	انڈیا آفس لائبریری کیٹلاگ، ۱۹۰۳ء، آکسفورڈ، (مملوکہ) عربک اینڈ پرشین ریسرچ انسٹیٹیوٹ ٹونک۔
(۲۴) براکلمین	عربی مخطوطات، مملوکہ عربک اینڈ پرشین ریسرچ انسٹیٹیوٹ ٹونک۔
(۲۵) بسم اللہ بیگ کرنل	تذکرۂ قاریانِ ہند (حصہ اوّل)، ۱۳۸۹ھ، حیدرآباد دکن۔
(۲۶) بشارت علی مرزا	تاریخ جھجر، ۱۹۹۷ء، الجت پریس کراچی۔
(۲۷) محمد بشیر حسین ڈاکٹر	فہرست مخطوطاتِ شیرانی، ۱۹۶۸ء، مطبوعہ لاہور۔
(۲۸) بنواسحاق	فن تحریر کی تاریخ، ۱۹۶۲ء، انجمن ترقی اردو، دہلی۔
(۲۹) پروین روزینہ	جمیعت علمائے ہند، ۱۹۸۱ء، فیض الاسلام پرنٹنگ پریس، راولپنڈی۔
(۳۰) جمشید علی شیخ	علمائے اہلحدیث کی دینی وعلمی خدمات، (تحقیقی مقالہ) ۱۹۹۲ء، یونیورسٹی آف سندھ، جامشورو۔
(۳۱) جوالہ سائے ماتھر	وقائع راجپوتانہ، جلد دوم، مطبوعہ، مفید عام آگرہ۔
(۳۲) حبیب اللہ فضائی مولانا	رہنمائے شاہکار، ۱۹۶۹ء، دہلی۔
(۳۳) محمد خواص خان	روئیداد مجاہدین ہند، زاہد بشیر پرنٹر، لاہور۔
(۳۴) دیبی پرشاد منشی	افتخار التواریخ، ۱۹۰۹ء، رضوی پریس دہلی۔
(۳۵) دین محمد مولوی	یادگار مسند نشینی ٹونک، ۱۹۳۰ء، فیروز پرنٹنگ ورکس لاہور۔
(۳۶) رام مایا سکینہ	تاریخ ادب اردو، مترجم مرزا عسکری، ۱۹۵۲ء، مطبوعہ لکھنؤ پریس لکھنؤ۔

(۳۷) رحمان علی مولوی — تذکرہ علمائے ہند، ۱۹۶۴ء، لاہور۔

(۳۸) رضا علی عابدی — عربک اینڈ پرشین ریسرچ انسٹیٹیوٹ ٹونک بی بی سی لندن کی نظر میں، ۱۹۸۹ء، ناشر عربک اینڈ پرشین ریسرچ انسٹیٹیوٹ ٹونک۔

(۳۹) رئیس احمد جعفری — دیدوشنید، ۱۹۷۰ء، کراچی۔

(۴۰) محمد زبیر — اسلامی کتب خانے، ۱۹۷۶ء، دہلی۔

(۴۱) سعد حسن ٹونکی مولانا — سالانہ روئداد مدرسہ عالیہ فرقانیہ ٹونک، ۴۵-۱۹۴۶ء، مطبوعہ معین پریس اجمیر۔

(۴۲) سعید احمد — سید اصغر علی کی تصانیف، ۱۹۸۹ء، شائع کردہ اے پی آئی آر ٹونک، نیو پبلک پریس دہلی۔

(۴۳) سعید احمد اسد — امیر نامہ (اردو) ۱۳۹۴ھ، مطبع مفید عام آگرہ۔

(۴۴) سعید احمد صاحبزادہ — سی پارۂ دل، ۱۹۸۰ء، شائع کردہ عربک اینڈ پرشین ریسرچ انسٹیٹیوٹ ٹونک۔

(۴۵) سعید احمد خان مولوی — مولانا برکات احمد اور ان کی تصانیف، ۱۹۸۱ء، ٹونک۔

(۴۶) سعیدہ خانم عرفانی — خلاصۃ البیان فی ذکر الاعیان معروف بہ تواریخ خاندان (ترجمہ اردو)، ۱۹۹۱ء، شائع کردہ اے پی آئی آر ٹونک۔

(۴۷) سید محمد سلیم پروفیسر — تاریخ نظریہ پاکستان، جولائی ۱۹۸۷ء، (باردوم) ادارہ تعلیمی تحقیق، تنظیم اساتذہ پاکستان، لاہور۔

(۴۸) سلیمان ندوی سید — یادرفتگان، ۱۹۸۳ء، شائع کردہ مجلس نشریات اسلام، شکیل پرنٹنگ پریس، کراچی۔

(۴۹) شوکت علی صاحبزادہ — مولانا برکات احمد اور ان کی علمی خدمات، ۱۹۸۶ء، شائع کردہ عربک اینڈ پرشین ریسرچ انسٹیٹیوٹ ٹونک، جمال پرنٹنگ پریس دہلی۔

(۵۰) شوکت علی خان صاحبزادہ — اسلامی ہند میں فن خطاطی، امتیازات و خصوصیات، دسمبر ۱۹۸۰ء شائع کردہ، اے پی آئی آر، ٹونک۔

(۵۱) شوکت علی خان صاحبزادہ — قصر علم ۱۹۸۰ء، خواجہ پریس دہلی۔

(۵۲) شوکت علی خان صاحبزادہ — امیر خسرو اور ٹونک، فروری ۱۹۸۱ء، ایم اے خان سنز، امیر گنج ٹونک۔

(۵۳) شوکت علی خان صاحبزادہ — فن تاریخ کے نوادر، (فہرست)، ۱۹۸۰ء، شائع کردہ عربک اینڈ پرشین ریسرچ انسٹیٹیوٹ ٹونک۔

(۵۴) شہاب الدین خان ثاقب — تاریخ افغنہ (حصہ اوّل)، (سن اشاعت ندارد)، لاہور۔

(۵۵) صباح الدین عبدالرحمٰن سید — ہندوستان کے مسلمان حکمرانوں کے تمدنی جلوے، ۱۹۷۷ء، دہلی۔

(۵۶) محمد عامر خان ندوی — محمود حسن خان اور ان کے علمی کارنامے، ۱۹۸۰ء، شائع کردہ عربک اینڈ پرشین ریسرچ انسٹیٹیوٹ ٹونک، نیو پبلک پریس دہلی۔

(۵۷) عبدالتواب خان صاحبزادہ — تذکرۂ ٹونک، ۱۹۳۶ء، محمدی پریس ٹونک۔

(۵۸) عبدالحی لکھنوی مولوی — نزہۃ الخواطر، میر محمد کتب خانہ، مرکز علم و ادب کراچی۔

(۵۹) حاجی محمد عبدالرحمٰن خان صاحبزادہ — شجرہ اقربایانِ حضور امیرالدولہ نواب امیر خان، جون ۱۹۰۴ء، مطبوعہ جید پریس دہلی۔

(۶۰) عبدالرسول صاحبزادہ — پاک و ہند کی اسلامی تاریخ، (سن اشاعت ندارد) ایم آر برادرز، ایجوکیشنل پبلشر، لاہور۔

(۶۱)	عبدالشاہد مولانا	ثورۃ الہندیہ (باغی ہندوستان)، ۱۹۴۷ء، مدینہ پریس بجنور۔
(۶۲)	عبدالغنی پروفیسر	جے پور میں اردو کا تاریخی ارتقاء، جون ۱۹۴۷ء، کانپور۔
(۶۳)	عبدالمجید سالک	مسلم ثقافت ہندوستان میں، ۱۹۸۲ء، شائع کردہ ادارہ ثقافت اسلامیہ، اشرف پرنٹنگ پریس لاہور۔
(۶۴)	عبداللہ ڈاکٹر	ادبیات فارسی میں ہندوؤں کا حصہ، مطبوعہ ۱۹۶۲ء، دہلی۔
(۶۵)	محمد عبیداللہ بصیر حافظ	تاریخ التوارخ، ۱۳۵۶ھ، مطبع نایاب برقی پریس، دہلی۔
(۶۶)	عزیز اللہ شیرانی ڈاکٹر	راجستھان کی اردو صحافت میں ٹونک کا حصہ، ۱۹۹۰ء، ناشر عربک اینڈ پرشین ریسرچ انسٹیٹیوٹ ٹونک۔
(۶۷)	عشرت لکھنوی خواجہ	تذکرہ آثار الشعراء ہنود، ۱۹۹۳ء، نامی پریس دہلی۔
(۶۸)	محمد عمران خان مولوی	حرمین شریف میں ٹونک کی رباطیں، ۱۹۷۲ء، ٹونک۔
(۶۹)	محمد عمران خان مولوی	تذکرہ عرفانیہ، مخطوط، مملوکہ کتب خانہ عرفانیہ ٹونک۔
(۷۰)	محمد عمران خان مولوی	خزینۃ المخلوطات، ۱۹۸۱ء، شائع کردہ عربک اینڈ پرشین ریسرچ انسٹیٹیوٹ ٹونک، نیو پبلک پریس دہلی۔
(۷۱)	محمد عمران خان مولوی	تذکرہ علمائے ٹونک (غیر مطبوعہ)، مملوکہ کتب خانہ عرفانیہ ٹونک۔
(۷۲)	محمد عمران خان مولوی	دارالعلوم فرقانیہ ٹونک ترقی کی راہوں پر، ۱۹۷۸ء، جمال پرنٹنگ پریس دہلی۔
(۷۳)	محمد عمر خان ندوی	بیت الحکمت، ۱۹۹۰ء، شائع کردہ عربک اینڈ پرشین ریسرچ انسٹیٹیوٹ ٹونک۔

(۷۴) عبارت — ادارہ نور ادب، شمارہ نمبر ۱۹، جلد ۶، اپریل ۲۰۰۰ء، حیدرآباد۔

(۷۵) غلام حسین ذوالفقار ڈاکٹر — تاریخ یونیورسٹی اورینٹل کالج، ۱۹۶۲ء، لاہور۔

(۷۶) غلام رسول مہر — سرگزشت مجاہدین، ۱۹۵۶ء، علی پرنٹنگ پریس، لاہور۔

(۷۷) غلام رسول مہر — جماعت مجاہدین، ۱۹۵۵ء، علی پرنٹنگ پریس، لاہور۔

(۷۸) مصطفیٰ خان ڈاکٹر — سوانح محمد یوسف خان گلشن آبادی (جاورہ والے)، ۱۹۹۹ء/۱۴۲۰ھ، حیدرآباد۔

(۷۹) فاروق حسن ڈاکٹر — حیثیت فن اصول فقہ کا تاریخی وتحقیقی تجزیہ وتحلیل، تحقیقی مقالہ، ۱۹۹۹ء، جامعہ کراچی۔

(۸۰) حافظ قاری فیوض الرحمٰن ڈاکٹر — حضرت حاجی امداداللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے خلفاء، ۱۹۸۴ء، مجلس نشریات اسلام، نوید پرنٹر، کراچی۔

(۸۱) لیاقت اللہ خان — روئیداد جودھپور سیمپوزیم، ۱۹۸۴ء، جے پور۔

(۸۲) سید محمد احمد حکیم — ریاست ٹونک کے چند علماء وفضلاء، ۱۹۹۸ء، نفیس پریس جے پور۔

(۸۳) احمد حکیم سید — انوار علم وعرفان، ۱۹۹۸ء، نفیس پریس جے پور۔

(۸۴) محمد علی سید — مخزن احمدی، ۱۳۹۹ھ، مطبع مفید عام آگرہ۔

(۸۵) محمود احمد برکاتی — بازیافت، جون ۱۹۹۰ء، مطبوعہ بزم ارباب ٹونک، کراچی۔

(۸۶) محمود احمد برکاتی — معین المنطق (تقدیم)، ۱۹۶۷ء، مشہور پریس کراچی۔

(۸۷) محمود احمد برکاتی — کتب خانہ وزیر الدولہ ٹونک کے چند نوادر، جولائی ۱۹۶۳ء، کراچی۔

(۸۸) مختار احمد ٹونکی — تعارف، تبصرہ و ادبی خدمات، مولانا منظور الحسن برکاتی، مارچ ۱۹۹۴ء، شائع کردہ راجستھان اردو اکیڈمی جے پور۔

(۸۹) مسرور احمد زئی — مواطن کثیرہ، جون ۲۰۰۰ء، ادارہ نور ادب، حیدر آباد سندھ۔

(۹۰) مظہر بقا پروفیسر ڈاکٹر — کچھ یادیں، ۱۹۹۶ء، خالد پرنٹرز، کراچی۔

(۹۱) مظہر محمود شیرانی پروفیسر ڈاکٹر — حافظ محمود شیرانی کی علمی خدمات، ۱۹۹۳ء، لاہور۔

(۹۲) مظہر محمود شیرانی پروفیسر ڈاکٹر — حافظ محمود شیرانی کا وطن، ریاست ٹونک (غیر مطبوعہ)، مملوکہ برکات اکیڈمی کراچی۔

(۹۳) مظہر محمود شیرانی پروفیسر ڈاکٹر — مکاتیب حافظ محمود شیرانی، ۱۹۸۱ء، لاہور۔

(۹۴) مظہر محمود شیرانی پروفیسر ڈاکٹر — حافظ محمود شیرانی، ۱۹۷۹ء، شائع کردہ اے پی آئی آر ٹونک۔

(۹۵) مناظر حسین گیلانی سید — تعلیم و تربیت، ۱۹۴۳ء، دہلی۔

(۹۶) منظور الحسن برکاتی سید — آئینہ غالب، ۱۹۶۴ء، گورنمنٹ آف انڈیا پریس الہ آباد۔

(۹۷) منظور الحسن برکاتی سید — تحریک ریشمی رومال میں علمائے ٹونک کا حصہ، ۱۹۷۴ء، دہلی۔

(۹۸) منظور الحسن برکاتی سید — ٹونک کے جشن میلاد النبی کی ایک جھلک، ۱۹۶۵ء، الجمعیت پریس دہلی۔

(۹۹) منظور الحسن برکاتی سید — فن سیرت اور ٹونک، فروری ۱۹۶۸ء، دہلی۔

(۱۰۰) منظور الحسن برکاتی سید — ٹونک کے دو قدیم کتب خانے، ۱۹۸۰ء، خواجہ پریس دہلی۔

(۱۰۱) نورالحسن ہاشمی ڈاکٹر — دلی کا دبستان شاعر، ۱۹۶۵ء، مطبوعہ سرفراز پریس لکھنؤ۔

(۱۰۲) واحد یار خان — ارض تاج، دسمبر ۱۹۱۳ء، ابوالعلائی پریس، آگرہ۔

(۱۰۳) یونس حسنی ڈاکٹر — اختر شیرانی اور جدید اردو ادب، ۱۹۷۶ء، انجمن ترقی اردو پاکستان، انجمن پریس۔

رسائل و جرائد

(۱۰۴) رسالہ دارالعلوم دیوبند، بابت جنوری ۱۹۵۶ء، دیوبند۔

(۱۰۵) رسالہ دارالعلوم دیوبند، بابت نومبر ۱۹۷۴ء، دیوبند۔

(۱۰۶) نقوش، دسمبر ۱۹۷۷ء، لاہور۔

(۱۰۷) رسالہ انجمن، بابت مارچ ۱۹۷۷ء، کراچی۔

(۱۰۸) رسالہ دارالعلوم دیوبند، شمارہ نمبر ۶، جلد نمبر ۱۱، بابت ستمبر ۱۹۵۶ء، دیوبند۔

(۱۰۹) رسالہ آجکل، بابت یکم فروری ۱۹۴۷ء، دہلی۔

(۱۱۰) رسالہ نوائے ادب، مئی ۱۹۷۴ء، دہلی۔

(۱۱۱) رسالہ معارف، نمبر ۴، جلد ۵۷، بابت اپریل ۱۹۶۶ء، اعظم گڑھ۔

(۱۱۲) رسالہ معارف، بابت جون ۱۹۶۶ء، اعظم گڑھ۔

(۱۱۳) رسالہ معارف، جلد ۹۸، ۱۹۶۴ء، اعظم گڑھ۔

(۱۱۴) رسالہ برہان، بابت دسمبر ۱۹۶۶ء، دہلی۔

(۱۱۵) رسالہ نوائے ادب، بابت جولائی ۱۹۷۴ء، بمبئی۔

(۱۱۶) اورینٹل کالج میگزین، شیرانی نمبر، جلد ۵۶، شمارہ ۳ تا ۴، ۱۹۷۷ء، لاہور۔

(۱۱۷) رسالہ فاران، بابت اپریل ۱۹۶۴ء، کراچی۔

(۱۱۸) رسالہ عبارت، ادارہ انوارادب، شمارہ نمبر ۱۹، جلد ۶، اپریل ۲۰۰۹ء، حیدرآباد سندھ۔

(۱۱۹) اخبار روزنامہ ''حریت''، مؤرخہ ۲۱ر نومبر ۱۹۸۶ء۔

(۱۲۰) اخبار روزنامہ جنگ، مؤرخہ ۱۵ مئی ۲۰۰۱ء، کراچی۔

(۱۲۱) اخبار نیا ہندوستان، یکم اپریل ۱۹۴۸ء، علی گڑھ۔

(۱۲۲) ''جرنل'' بابت ۷۹-۱۹۷۸ء، شائع کردہ عربک اینڈ پرشین ریسرچ انسٹیٹیوٹ، ٹونک۔

(۱۲۳) ''جرنل'' بابت ۸۱-۱۹۸۰ء، شائع کردہ عربک اینڈ پرشین ریسرچ انسٹیٹیوٹ، ٹونک۔

(۱۲۴) ''جرنل'' بابت ۸۳-۱۹۸۲ء، شائع کردہ عربک اینڈ پرشین ریسرچ انسٹیٹیوٹ، ٹونک۔

(۱۲۵) ''جرنل'' بابت ۸۵-۱۹۸۴ء، شائع کردہ عربک اینڈ پرشین ریسرچ انسٹیٹیوٹ، ٹونک۔

(۱۲۶) ''جرنل'' بابت ۸۹-۱۹۸۸ء، شائع کردہ عربک اینڈ پرشین ریسرچ انسٹیٹیوٹ، ٹونک۔

(۱۲۷) ''جرنل'' بابت ۹۱-۱۹۹۰ء، شائع کردہ عربک اینڈ پرشین ریسرچ انسٹیٹیوٹ، ٹونک۔

(۱۲۸) ''جرنل'' بابت ۹۳-۱۹۸۲ء، شائع کردہ عربک اینڈ پرشین ریسرچ انسٹیٹیوٹ، ٹونک۔

(English)

(129)	Sir Denzil Ibbetson	Punjab Castes, P.77. Lahore 1916
(130)	Ishtiaq husain Qureshi	The Muslim comunity in Indo-Pak subcontinent, 1962, Lahore.
(131)	Maya Ram	Rajisthan District Gazetteers, Tonk, Bharat Printers, March 1970, Govt: Central Press, Jepur.
(132)	Shoukat Ali Khan.	Development of Arabic & Persion in Rajisthan, 1980, Tonk.
(133)	Shoukat Ali Khan.	Arabic & Persion recherch Institute Tonk AT A GLANCE, 1986-87
(134)	G.D Sherma.	Rajasthan District Gazetter, Tonk, 1946.
(135)	Catalouge of the publications	1989-90, published by APIR Tonk.
(136)	G.D Sherma	Medieval Histry of Tonk. A paper apperared in univercity of Rajisthan, 1965-66.
(137)		Journal, for the year 1986-87, published by Arabic & Persion Research Institue, Tonk.

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

IN THE NAME OF ALLAH.

THE BENEFICENT, THE MERCIFUL.

ABSTRACT OF Ph.D THESIS

TOPIC

THE RELIGIOUS & ACADEMIC SERVICES OF TONK ULEMAS. (A RESEARCH STUDY)

Research Scholar

SAJID HASAN KHAN

Assistant Professor

Govt: Degree College Latifabad Hyderabad

Guide Professor

PROF. DR. MUHAMMAD HAJAN SHAIKH.

DEPARTMENT OF COMPARATIVE RELIGION & ISLAMIC CULTURE.

UNIVERSITY OF SINDH, JAMSHORO.

2003

THANKS TO MY RESPECTED BENEFACTORS

First of all I am grateful to Almighty Allah for providing me the oppertunity of producing this stupendous research work. There is no denying the fact that research work of this kind requires courage & persistence & will to work on inspite of hurdles & impediments in locating authentic data relating to the Thesis. In this regard I am indeed indebted to professor Dr. Muhammad Hajan Shaikh who inspite of preoccupation in the sacred task of Tableegh spared time for guiding me on scientific basis which enabled me to produce the present work.

I owe my thanks to Dr: Professor Mumtaz Bhutto, Dean Faculty of Islamic Studies for providing me guidence in many respects towards completion of this work.

I am indebted to Dr. Sana-ullah Bhutto the chairman of the comparative Religion & Islamic Culture Department, and I am also indebted to Dr. Ghulam Mustafa Khan, Dr. Abul-Wahid Halipota (Late), Molana Ghulam Mustafa Qasmi, Dr. Abul-Fatah Saghiruddeen (Late), Dr. Ahmad Iqbal & Prof. Muhammad Saeed the former chairman of department who provided me guidence in many respects towards completion of this work.

Lastly I look forward that my humble work may prove of some worth for Scholars in this field. I earnestly pray Almighty Allah that by dint of this humble work, May He bestow on me His blessing here & hereafter.

INTRODUCTION &
IMPORTANCE OF THE THESIS.

THE RELIGIOUS & ACADEMIC SERVICES OF TONK ULEMAS. (A RESEARCH STUDY)

Tonk is one of the State of Rajisthan (India). It is situated about 50km in south of Japur & 70km in East of Ajmair. Before the partition it was the only one Muslim State of Small area & situated far off in Rajisthan. How ever it was rich from socio-cultural point of view. It was so rich in cultural attainments that It could be compared to Dehli & Lakhnow. Most outstanding characteristics of the state was contribution of Ulemas towards the Islamic jurisprudence & Islamic SHARIA. Tonk enjoyed privilege of intoducing Islamic law & jurisprudence & its application in court of laws civil & criminal for the first time in Indo-subcontinent. For its distinctive progress in Islamic learning the Scholars of the state were held in great steem & they were provided financial & all possible assistance from the state.

The State of Tonk founded in 1817. Its founder was Nawab Ameer Khan, whose position before the battle of freedom was like a dedicated Mujahid. The Slogan "India for Indians" was raised for the first time by Nawab Ameer Khan, the founder of Tonk. Although most of his life was devoted for achieving freedom & defending the state from aggressors. yet he spared time for promoting welfare of scholars, teacher & ulemas.

It is interesting to note that the army consisted of soldiers, warriers and Generals. However it was not consisdered upto mark unless Ulemas were not enlisted in it for instruction soldiers for inspiring them for JIHAD.

Having consolidated the state Nawab Ameer Khan paid his

attention towards the Ulemas and afforded them honorabale status according to their merit. Indeed he was a great patron of Scholares and Ulemas. Ulemas of Indo-Subcontinent visited Tonk for benefitting from Ulemas of Tonk. The rulers of Tonk patronised Scholars so much so that it turned into a galaxy of enlightened Ulemas. These Ulemas and Scholars devoted their lives for disseminating Islamic learning throughout the State. The Ulemas excelled in every branch of Islamic learning whether it was Tafseer or Hadith, Fiqah for Principle of Fiqah. In this context we refer to a book entiled "معجم المصنفین" (Chronological Names of Narrators of Hadith) by Molana Mehmood Hassan Tonky. This work is so voluminous that it contained Twenty thousands pages. On this great work Molana Abul Hassan Nadvi the great Scholar of Indo-Pak Subcontinent remarked "From every point of view an encyclopedic work which was possible only to be completed by Academies & not an Individual . His comments are in no way an exaggeration. Some volumes of it had been published in Berut which are available at diferent places. Its translation in part were also produced in Tonk, one of the copies of it the humble writer had the privilege of going throught it. By quoting the comments of Molana Abul Hassan Nadvi, we aim at to point out the proficiency of Scholars of Tonk.

It is regretted that most of their works have not been published nor popularized. Therefor, I have taken this stupendous task & put all my efforts to highlight the contributions of Ulemas of Tonk so that Students of Islamic learning might benefit from them. Their contribution is so rich that even our forth coming generation will also be benefited from it. Keeping in view of this fact this research work is beeing undertaken under the title "THE RELIGIOUS & ACADEMIC SERVICES OF TONK ULEMAS (A RESEARCH STUDY)".

AN OUTLINE OF THE TOPICS (CHAPTERWISE)

The theses consists of Seven chapters:

Chapter 1

The first chapter deals with the historical back-ground of Tonk for it is necessary to understand characteristics and achievements of people of a particular area, like wise cultural aspects and details about its rulers provide us immense information. The chapter has been sub divided in two sub sections:

Section (I)

Section one deals with the following titles:

1- An out line of Tonk.

2- Historical sketch of its rulers.

3- Nomenclature of Tonk in its significance & its geographical features.

4- Historical sketch of Tonk city.

5- Its local languages & dialects.

6- Socio-economic & cultural back-ground of Tonk civilization.

Section (ii)

In section two a genealogical sketches of its rulers has been traced out. Rulers contribution in the field of learning and their scholarly & attainments in many fields are outlined.

1- The Founder-Nawab Ameer Khan, his life & services.

2- Nawab Muhammad Wazeer Khan, his life & services.

3- Nawab Muhammad Ali Khan, his life & services.

4- Nawab Hafiz Muhammad Ibraheem Ali Khan, his life & services.

5- Nawab Hafiz Molvi Sir Sa`adat Ali Khan, his life & services.

6- Nawab Muhammad Farooq Ali Khan, his life & services.

7- Nawab Muhammad Ismaeel ali Khan, his life & services.

Chapter 2

In chapter two we have highlightened schools and Islamic institutions (Madaris) of Tonk. And the litray services of respective founders of Islamic institutions (Madaris) are also highlightened.

It consists of two sections:

Section (I)

In this section we have produced literary back-ground of Tonk. We have traced the life sketches of founders with their contributions in Islamic learnings & pointed out the educational institutions which they founded.

1- Molana Khalilur-Rahman, his life & services.

2- Molana Syed Hyder Ali Tonky, his life & services.

3- Molana Hakeem Barkat Ahmad Tonky, his life & services.

4- Molana Muhammad Sahab Mufti Tonky, his life & services.

5- Molana Hyder Hasan Tonky (Grand father of the Author), his life & services.

Section (ii)

A detailed outline is presented of Schools with their historical Back-ground and their contributions:

1- Literary history of Tonk of its early era.

2- Religious services of Madarsa-e-Khaliliya.

3- Religious services of Madarsa-e-Nasiriya.

4- Religious services of Madarsa-e-Furqaniya.

5- Religious services of Madarsa-e-Ameeriya.

6- Religious services of other Madaris of Tonk.

Chapter 3

In this chapter an out line is traced out showing literary services of various Ulemas (Scholars) in the period of different rulers (Nawabs) with their biographies.

Chapter 4

In this chapter a detailed account of Tonk libraries have been shown with their historical sketches.

It consists of two sections:

Section (I)

In this section only those libraries have been pointed out which were founded by the rulers of the Tonk and they were known as "State Libraries" with their importance & with their scholars & students who contributed for renovation of these libraries.

Section (ii)

In this section only those Libraries have been pointed out which were "Personal Libraries" which founded by different ulemas (Scholars). Significance of these libraries has been shown with the biographical sketches of Founders of the Libraries.

Chapter 5

Chapter five comprises of a detailed account of rare manuscripts of Deeni Kutubs (Religious Books) which are available in the libraries of Tonk at present.

This chapter consists of three sub sections:

Section (I)

In this section we have traced out a detailed account of manuscripts of the Holy Quran & other works dealing with Holy Quran such as TAJWEED & QIRAAT etc.

Section (ii)

List of books on the Quran & Tafseer literature have been listed which are found in different libraries.

Section (iii)

In this section we have listed manuscripts on history & related literature on history.

(The writer has the previlage of going through these manuscripts)

Chapter 6

In this chapter literary services of ulemas (Scholars) of Tonk have been highlightened.

This chapter consists of four sections:

Section (I)

Section one deals with ulemas (Scholars) contributions in the field of Fiqah.

Section (ii)

Section two deals with ulemas (Scholars) contribution in the

field of Seerat of the Holy prophet (PBUH).

Section (iii)

Section three deals with ulemas (Scholars) contributions in the field of Hifzul-Quran, Fan-e-Tajweed & Qira`at etc.

Section (IV)

In this section Ulemas (Scholars) contributions have been presented particularly the works which were produced in Persian & Urdu.

Chapter 7

This chapter consists of two sections:

Section (I)

In this section a detailed account of those Ulemas (Scholars) have been attempted who took part in the freedom movement.

Section (ii)

In this section a general view have been presented of people of Tonk & their contributions in various fields before & after the creation of Pakistan & particularly their contributions in Sindh have been shown.

BIBLOGRAPHY:

RESEARCH METHODOLOGY

Whatever has been attempted in this thesis is the result of devotion & research based upon the latest methodology. To complete the stupendous task I made huge collection where it was available to update my thesis & sorted the material on scientific basis to arrive at authentic data. In this regard I visited renowed libraries of Tonk and also outstanding libraries of Indo-Pak Subcontinent & optained photo copies of some scriptures from Tonk, Lahore & Karachi relating to the thesis.

throughout my approach has been analytical particularly the sourse material has been critically avaluated only authentic contribution has been listed and commented on. The writer has gone through all available material and made study of biographies of Ulemas of Tonk and only Scholarlly works of these Ulemas have been highlightened.

The writer collected the relating data material from the following libraries:

1- Punjab Univercity Lahore. (Particularly its section of Sheerani collection)

2- Sindh university Jamshoro.

3- karachi university Karachi.

4- The library of Barkat academy, Karachi.

5- Kutub Khana Majlis-e-Ahbab Tonk, Karachi.

6- Library of Molana Saad Hasan Tonky (Father of the author) Hyderabad.

7- The different personal libraries of prominent people of Tonk in Karachi, Hyderabad & Mirpur Khas cities.

Latter on I had personal meetings with prominent scholars who guided me for the completion of my thesis particularly these scholars helped me:

1- Prof: Dr: Mazhar Mahmood Shirani. He is grant son of Hafiz Mahmood Shirani Tonky & son of Akhtar Shirani (great poet). He has indebt knowledge of Tonk history & its literary contribution. Thanks to Allah he is alive & residing in Shekhupura Panjab where he served as a Prof: in a govt: college.

2- Dr, Hafiz Mahmood Ahmad Barkati. He has been recently awarded honorary Doctorate Degree by Hamdard University Karachi.

3- Prof: Dr, Unus Hasni. Karachi University Karachi.

4- Prof: Inayat Ali Khan Tonky.

5- Other scholars who were well versed with literary progress on Tonk.

Inspite of all these efforts their still remains more to be explored as to enrich the forth coming dissertation with authentic data; therefore I undertook a journey to Tonk. I visited Tonk and collected from there a necessary data required. For this purpose the writer took an extinctive study in "MOLANA ABUL-KALAM AAZAD ARABIC & PERSION RESEARCH INSTITUTE, TONK" I stayed there for a few months. My studies in this Institute provided me substantial material data which helped immensly me in providing authentic references & foot notes particularly in chapters dealing with rare manuscripts & books & historical letters in this context. I owe a debt gratitude to Sahabzada Shokat Ali Khan, the director of research institute who provided me a valuable information & most friendly cooperation during my visit in Tonk.

RESULTS AND FINDINGS.

1- The writer has highlightened all the personalities of ulemas (scholars) of Tonk who were either known or unknown. Therefore, by my humble contribution their Islamic works are made available for our people and next generation.

2- We have produced contribution of ulemas & Scholars of Tonk in every field of Islamic thought & Islamic culture. As such, their contributions now have been made an easy assess for scholars who wish to be benefited by them.

3- For the first time rare manuscripts (Which are available in Tonk libraries) have been listed on different branches of Islamic learning with the historical back-ground with subject matters. Thus they will provide guidance for futures researchers.

4- There is no denying the fact, that the writer's present research is not a last word on Tonk literary treasure of Islamic Ulums, Yet an immense valuable pearls remain unexplored they are left for others scholars & researchers & I hopefully look forward that my this humble attempt will help the future scholars as a guideline for further research relating immense Islamic literature of the Tonk.

CONCLUSION

It has been concluded that the contributions of Ulemas of Tonk in Islamic Field were remarkable not from quantity point of view but as also they excelled in research. Impact of Ulemas of Tonk has highly appreciated throughout the sub-continent of Indo-Pak, particulary Darul-Uloom Dewbund and Dariululoom Baralvi. I highlighten in this research work prominent printed books of Ulemas. Also an account has also been given showing a number of manuscripts which need to be published.